

رسائل و مسائل

حصہ دوم

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لیڈ

۱۳، ای ٹیڈ، عالم مارکیٹ لاہور

(Cont'd p. 374)



ہم کہتے: رسا کی وساکلی (دوم)

مصنف: سید ابوالفتح محمد بن ابی سعید

اشاعت: المجلد ١١

FFI** 199A 21 FEB 7

۳۰ جولائی ۲۰۰۰ء (کراچی) ۱۱۰۰

۳۰۔ جمادی الثانی ۱۰۰۳ھ (۱۵۹۵ء) ۱۱۰۰ھ

پروفیسر محمد اسحاق ہادی (ایف اے ایف ایس)

مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

۱۴۔ اہل تشیع کے لیے کلمہ (۱۰۰)

7658674 7684504-7689548

شماره: 448022

10-2 في هذا المصنف الكود رقم: 7248576

10۔ لی فکرت لوچہ، "کالج، ذرا اگلی ہے اور وہاں تو رہا پختہ"

www.Islamicpost.com

فصل اول در بیان کلیات

125/-

اصلی قیمت : -/160 روپے

ریاچہ

مرکز جماعت اسلامی اور ادارہ ترجمان القرآن کو جو سوالات و استفسارات برابر موصول ہوتے رہتے ہیں۔ وہ اس اظہار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ بیشتر ایسے مسائل سے متعلق ہوتے ہیں جو ایک طرف موجود افکار و نظریات اور دوسری طرف اسلامی اصول و عقائد اور اسلامی طریقہ فکر و نظر کے باہمی تضاد سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام کو بحیثیت ایک نظام زندگی کے قائم کرنے کی جدوجہد دنیا کے مختلف حصوں میں جس رفتار سے پیش ہا رہی ہے اسی رفتار سے ان سوالات کی تعداد اور ان کی گونا گونی میں بھی برابر اضافہ ہو رہا ہے۔

ان سوالات کے جوابات آج عالم اسلامی میں جو لوگ دینے کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہیں ان میں مولانا سید ابوالکلام صاحب مودودی کا پایہ اس اظہار سے بہت اونچا ہے کہ موجود زمانہ کے ذہن کو اسلام اور اسلامی تعلیمات پر مطمئن کرنے کا اظہر قضیہ ہے ان کو ایک خاص حلیہ عطا فرمایا ہے اور ان کا یہ فعل و فعل جس طرح ان کی بلند پایہ تعلیمات میں نمایاں ہے * اس طرح ان جوابات میں بھی نمایاں ہے جو ان کے قلم سے دلا * دلا * ترجمان میں لکھے رہے ہیں۔ ان کی اہمیت کو سامنے رکھ کر ان کا ایک مجموعہ پہلے شائع کیا گیا تھا۔ اب یہ ایک دوسرا مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے جو اہمیت و اہمیت میں غالباً پہلے سے بھی کچھ بڑھ کر رہی ہے۔

فہرست مضامین

۱۔ تفسیر آیات و کتب اعلیٰ

پندرہ اعلیٰ ہے اعراض اور اس کا جواب

کیا روزے کی حالت رکھنے کے بعد خود فحش دیا جاسکتا ہے؟

عکریٰ حدیث کا ایک اور اعراض

پہلی کے باغیچہ طہل ہونے کی دلیل

گل مرد کے مسئلے پر ایک اعراض

سری حقیقت اور سوامی کی شہنشاہی

حدیث کے اصل احکام کو خلاف قرآن کہنے کی عقلی

قرآن میں چوری کی سزا

قرآن میں دہائی کی سزا

سوالات حلقہ تعلیم القرآن

پندرہ تعلیمی اور نفسی مسائل

مسئلہ ظہر

انسان کے "فطرت" پر پیدا ہونے کا علوم

حرف کے خطرات

عجائب القرآن

کریم الخوانسار اور عورت میں غصہ

۲۔ نفسی مسائل

ذکاوت کی حقیقت اور اس کے اصولی احکام

کیا ذکاوت کے نصاب اور شرح کو یہ دیا جاسکتا ہے؟

بچوں کے حصوں میں ذکاوت کا سطح

مطالعہ پیر کی صورت میں ذکاوت

دارالاسلام اور دارالکفر کے مسلمانوں میں درافتہ جانکے کے
حکمت

مسئلہ کو دیکھ کر وہاں ہر امر و عہد میں
کیا ہیج عورت اپنا کلام خود کر سکتی ہے؟
شہداء میں کلام کا کلام

کلام کا کلام
مجلس کا کلام
اختیار کا کلام
کیا ہیج ہر عورت کی کلام پر مبنی کر سکتی ہے

عورت اور کلام
درافتہ میں اختیار کا کلام
پس کی عورت کی درافتہ
درافتہ میں تمام کلام
درافتہ میں عورتوں کی عورتوں کے کلام

کلام اور کلام
کلام اور اس کے کلام
درافتہ اور کلام

دارالکفر میں عہد مسلمانوں کی حکمت
عہدوں کا

کلام کے قرب کلام میں کلام اور کلام کے کلام
درافتہ میں ایک مسلمان کلام کی حکمت
اختیار میں اختیار کا کلام

درافتہ میں کلام اور کلام کا کلام
درافتہ میں کلام اور کلام کا کلام
کلام کے کلام اور کلام کا کلام

۲۰۳ عوام کو چل کرنے کے لیے چار سڑکی

۲۰۴ اسٹیم ٹور سینٹرل کرانی

۲۰۵ غزوہ لٹل اور فیملی ٹراپ

۲۰۸ سر کے ہاں گھبراہٹ اور عدم عزت

۲۱۰ سڑکیں کے کڑیوں کا ٹکڑا کرنا

۲۱۲ سڑک کے نور کچلے کا فن

۲۱۳ اسٹیم کے سڑک ٹور ٹیبلٹ

۲۱۶ سڑکی سڑکی

۲۱۷ قوی ٹیبلٹ

۲۱۹ ایک ایچ ای سی ریڈیو اور اسٹیشن کا آغاز

۲۲۰ سڑک اور سڑکی کے کڑیوں کی فن

۲۲۱ اسٹیم کے کڑیوں اور سڑکی، چار سڑکی

۲۲۳ سڑکیوں کا فن اور سڑکی

۲۲۴ چار کڑیوں کی سڑکی

۲۲۵ کڑیوں اور سڑکی

۲۲۷ سڑکی کے فن

۲۲۹ سڑکیوں کی سڑکی

۲۳۱ قائم ٹیبلٹ کے بعد سڑکیوں کی

۲۳۳ قائم ٹیبلٹ کے سڑکیوں کی ایک اور سڑکی

۲۳۵ ایل سٹیم اور ایل سٹیم کا سٹیم

۲۳۷ سٹیم کے سڑکیوں

۲۳۹ سٹیم کا سٹیم

۲۴۱ سڑکیوں کی سڑکی

۲۴۳ سڑکیوں کی سڑکی

۲۴۵ سڑکیوں کی سڑکی

۲۷۳	"خدا اللہ اور قیامت کی خبر"
۲۷۵	ایمان اور عمل کا تعلق
۲۷۸	ایک نوع انسان کے چار سوالات
۲۸۳	مسلم سوسائٹی میں صالحین
۲۸۶	نگلی کی راہ میں حلقہ کی کھلا؟
۲۸۸	تصرف اور تصرف
۲۸۹	قرآن اور عبادت کی تعلق
۲۹۱	اسلام میں عبادی کو ایسی شے کیوں نہ کر دیا گیا؟
۲۹۸	عمرات کی حرمت کے بعد
۳۰۱	خمر اور درختوں کا گوشت کیوں حرام ہے؟
۳۰۶	کیا یہ عجز کا لقب ہے؟
۳۰۷	قبہ اور کھانا
۳۰۹	عورت اور عورت کا جنسی اختلاط
۳۱۵	ایک گناہ کا جواب
۳۱۸	۶۔ سیاسی مسائل
۳۲۱	راست اور حکومت کا اصولی فرق
۳۲۳	قرآن اور عبادت کی تعلق
۳۲۰	قدیم قانون میں اکثریت کے سنگ کا لفظ
۳۲۱	کامیابی پاکستان کی قومی و سرکاری زمینیں کتنی ہے
۳۲۸	۷۔ چار اعتراضات و شبہات
۳۳۱	دو اے مسند کا بیان
۳۳۳	چند اور مسائل
۳۳۷	جماعت اسلامی کو جی وی سے انکار کیجئے گی م
۳۳۹	نہ حالات

۲۴۱

تھیں مرض

۲۴۲

ایک دو درگ کا مشورہ

۲۴۳

اعراضات کے تھیں

۲۴۴

ایک اور اعراض

۲۴۵

مولانا حسین امیر صاحب کا قولی

۲۴۶

جماعت اسلامی اور علمائے کرام

۲۴۷

علمائے کرام کی خدمت میں

۲۴۸

چند دلچسپ سوالات

۲۴۹

تعلیمی جماعت سے ایک دو سوال

۲۵۰

اکتوبر کی بجائے کس قسم کا ذکر درکار ہے؟

۲۵۱

نوائے فکر کا مطالبہ

۲۵۲

رکنیت جماعت اسلامی کی ایک درخواست ہے لفظ

۲۵۳

اسلام سے توبہ

تفسیر آیات

و

تکوین احداث

چند احادیث پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال: نئی ~~تفسیر~~ کی حدیث احادیث کے لئے میرے دل میں احرام کا جذبہ کسی کڑ سے کڑاں حدیث سے کم نہیں۔ اسی لئے بروقت دعا مانگی ہوں کہ خدا مجھے منکرین حدیث کے لئے سے بچائے۔ لیکن چند احادیث کے حلقہ بیکار میرے دل میں خلوک و شہوات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب ازراہ کرم ان احادیث اور ان سے حلقہ میرے شہوات کو ملاحظہ فرمائیں گے اور ان کی وضاحت کر کے میری پریشانی و بے اطمینانی رفع فرما دیں گے۔ شکر گزار ہوں گا۔

اخلاقی لحاظ سے معیوب

- (۱) حضرت عائشہ سے نئی ~~تفسیر~~ کے فصل کے حلقہ اختصار کیا گیا تو انہوں نے برتنی سکوا کر اور پردہ نکال کر اپنے بھائی اور ایک غیر محض کی موجودگی میں فصل لہایا۔ (بخاری، جلد اول ص ۳۷۷)
- (۲) حضرت سبوح کی روایت لکھ حد کے حلقہ کہ ہم وہ ساتھی بنی عامر کی کسی عورت کے پاس گئے اور اسے اپنی عیادت پیش کیے۔ (مسلم، جلد سوم ص ۲۲۳)
- (۳) حضرت جابر کی روایت کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں علی بن ابی طالب کے عورتوں کو استعمال کرتے تھے اور اس حرکت سے ہمیں حضرت عائشہ نے روک دیا۔ (مسلم، جلد سوم ص ۲۲۳)
- (۴) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے ابی ابراہیم کی بیوی کو حرام قرار دیا کہ خوب بھلا کیا اور بیوی کے عہد جب ہم عرفہ کے لئے روانہ ہوئے تو تقطر منکھونا لکھنا۔ (مسلم، جلد سوم ص ۲۲۳)

غلاف طم و حمل

(۵) حضرت امیرؑ کو نبی ﷺ نے آئلب کے حمل ہلا کر ڈوبنے کے بعد آئلب مرقی کے پچے بھرتے میں گر جانا ہے۔ بعد کج تک وہاں طم و حمل کرنے کی ہدایت مانگی جاتا ہے۔

(بخاری 'جلد دوم' ص ۳۷)

(۶) حضرت امیرؑ کی ولادت کے مطابق ایک مرتبہ جنم نے خدا سے دم نکلنے کی حالت کی اور سانس لینے کی ہدایت مانگی۔ لفظ نے فرمایا تو سانس میں دو سانس لے سکتی ہے۔ پہنچاؤ انہی سے دونوں موسم (گرم و سرد) پیدا ہوئے (بخاری 'جلد دوم' ص ۳۳)

(۷) سو کا لفظ سفید ہوتا ہے اور عورت کا ذریعہ انزال کے بعد دونوں قسم کے نکلنے میں جلتے ہیں۔ اگر یہ مرکب مانگی ہو سلیبی ہو تو پھر پیدا ہوتا ہے ورنہ نیکی۔ (مسلم 'جلد اول' ص ۳۸)

(۸) بہت کے وقت اگر سو کا انزال عورت سے پہلے ہو تو پھر باپ ہے جانا ہے ورنہ بیٹا ہے (بخاری 'جلد دوم' ص ۳۹)

توہین النبیام

(۹) حضرت امیرؑ کی ولادت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قہقہہ اسی برس کی عمر میں ہوا تھا۔

(بخاری 'جلد دوم' ص ۴۵)

(۱۰) حضرت امیرؑ کی ولادت کے مطابق نبی سلم نے فرمایا کہ ایک دن حضرت سلیمانؑ نے ارشاد فرمایا کہ آج رات میں اپنی قوم بیویوں سے 'جنی کی تھوڑی ایک سو ایک یا غلطے قہقہہ' بہت کون گھر ایک بچی سے ایک شہسوار پیدا ہو گا جو خدا کی راہ میں جلا کرے گا کسی نے کہا اللہ لفظ بھی ساتھ سمجھتے ہیں حضرت سلیمانؑ نے ہوا نہ کی۔ پہنچاؤ وہ تمام بیویوں کے پاس گئے

(۳۱) لیکن ایک کے سوا کوئی جلد نہ ہوئی۔ بخاری، جلد دوم، ص ۳۳
حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے کہ نبی مسلم کھانہ کے ایک دھیرے کے
قریب گئے اور میرے سامنے کھڑے ہو کر خطاب کیا۔

(بخاری، جلد اول، ص ۳۶)

(۳۲) بخاری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام (جنہیں قرآن نے صدیقی
نبی کا خطاب دیا ہے) کے نبی محبوب کا ذکر ہے اور یہ نبی محبوب
نبی اس شریفہ روایت کے کہ نبی کی وجہ سے وہ قیامت کے دن
انعامت کسے سے شرف مند ہوں گے (مسلم، جلد اول، ص ۳۷۷)۔
نبی میں سے وہ واقعتاً کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ لیکن تمہارا
واقعہ، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک (نبی پروردگار کے طرف
سے اپنی نبی کو جس ظاہر کا قرآن میں نہیں مذکور نہیں۔

خلاف انصاف

(۳۳) ام شریک کی روایت (بخاری، جلد دوم، ص ۳۵۵) کے مطابق
نبی مسلم نے چنگی کو مارنے کا حکم دیا تھا کہ یہ اس آگ کو
پوروں سے بھڑکائی تھی جس میں حضرت ابراہیمؑ کو پھینکا گیا تھا۔
سوال یہ ہے کہ ایک چنگی کے تڑم کے بدلے چنگیوں کی ساری
نسل کو سزا دینا کمال کا انصاف ہے؟

(۳۴) ایک روایت کے مطابق عورت، گدھا اور کتا سامنے سے گزر
جائے تو ثلاث جاتی ہے۔ (مسلم، جلد دوم، ص ۵۰)

حقیق

(۳۵) اگر کبھی کسی بچے کی جڑ میں گر جائے تو اسے غلط دے کر
ٹھاکر، کیونکہ اس کے ایک پے میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں
فلک (بخاری، جلد دوم، ص ۵۵)

مردہ چھوڑ دیا اعلیٰ میں سے انکار بخاری شریف سے لی گئی

ہو۔ یہ طریقہ عیسائیوں کے مطابق اجماع الکتب بود کتب اللہ ہے۔
 براہ کرم اس کی بھی وضاحت کر دیجئے کہ اجماع الکتب کا مطلب کیا ہے
 ہے کہ بخاری بھی قرآن کی طرح صحیح صحیح صحیح اور غیر عرف
 ہے۔

جواب: آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ نکالت عرض ہے کہ آپ نے تمام
 احادیث کے حوالے بخاری و مسلم کی جلدوں اور مصنفات کے نسخوں کی صورت میں
 دینے ہیں مگر ان کتابوں کو دنیا کے دوسروں مصنفات نے مختلف نسخوں پر بابا طبع کیا
 ہے۔ اور ضمیمہ نہیں کرتے۔ اور لڑائی آپ کے پاس جو وہی دو نسخوں کے پاس بھی
 ہو۔ ان کتابوں کا حوالہ بخاری میں کی "کتب" اور باب کے عنوان سے دینا چاہئے تاکہ
 آسانی سے مطلوب حدیث تلاش کی جاسکے۔

آپ کے سوالات دیکھنے سے شبہ ہوتا ہے کہ غالباً آپ نے خود ان کتابوں کا
 بلا تہیاب مطالعہ نہیں فرمایا ہے بلکہ بخاری حدیث نے فقہ ہدایت کی طرف سے
 "کتاب الرجال" جو شیخوں کی جو شخصیت مرتب کر کے شائع کی ہیں انہی میں سے کوئی
 شخصیت آپ کی نگاہ سے گزری ہے اور آپ نے زیادہ سے زیادہ اس اتنی تحقیق کی
 رحمت اللہ علی ہے کہ اس شخصیت کی جو شیخوں کو بخاری و مسلم کے نسخے میں نقل کر
 یہ اطمینان کر لیا ہے کہ یہ حدیثیں وہی سچ ہیں۔ میرے اس شبہ کی تلافی یہ ہے کہ
 آپ کی باتیں کہ اکثر احادیث انہی ہیں جن پر آپ کو اپنے شہادت کا جواب خود اس
 کتاب کے اسی باب میں مل جاتا اگر آپ پر اہلیہ پڑھنے کی تکلیف گزارا فرماتے۔ بلکہ
 بعض حدیثوں کے تو آپ نے پورے الفاظ تک نہیں پڑھے ہیں اور ان کا وہی غلط
 مطلب معلوم نقل کر دیا ہے جو اس فقہ ہدایت کے نے اپنی طرف سے گزرا کہ ان کا
 ہے۔ اس طریقے سے یہ لوگ کم سواد لوگوں کو تو دھوکہ دے ہی رہے ہیں۔ مگر یہ دیکھ
 کر سخت غموس ہوتا ہے کہ آپ جیسے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی اس آسانی کے ساتھ
 دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ دنیا کے کسی علم دان کے مسائل
 پر بھی کوئی ایسے سرسری مطالعے سے کوئی کج رائے قائم نہیں کر سکتا ہے آپ
 حدیث کے مطالعے میں کوئی کچھ رہے ہیں؟ جس طریقے سے آپ نے حدیث کی چند

ہمیں سبق و سبق اور موضوع سے الگ کر کے "لورن کا ہائل ایک سرسری مفہوم
 اٹھ کر کے نقل کی ہیں" اس طریقے سے تو دنیا کے ہر علم و فن کی کتابوں سے اقتباسات
 نقل کر عمل مستعد بنانے کے لئے قافی کے ہائیکے ہیں۔

اس مختصر حیرہ کے بعد میں کہہ کی قافی کہہ اعلیٰ میں سے ہر ایک ہر فصل
 کام کوں لا آکر نہ صرف آپ کو "بلکہ مغربی صحیفہ کے نکتے سے دعو کا کھانے
 والے "سرسے اصحاب کو بھی تحقیق کا صحیح طریقہ معلوم ہو سکے۔

(۱) حضرت عائشہؓ کے فضل و فاضل حضرت عائشہؓ کتب افضل "باب افضل باصلاح
 و لہو میں ہے۔ اس میں جو سترہ بیان فرماتے ہیں کہ: "میں لور حضرت عائشہؓ
 کے بھائی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے لور حضرت عائشہؓ کے بھائی نے ان سے
 یہی مسئلہ ~~پوچھا~~ کے "فضل کی پادشہ دریافت کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے ایک
 بڑی مسکراہو قریب قریب ایک صلح کے برابر قیام لور انہوں نے فضل کیا لور
 اپنے سر پہ پائی پہلا اس صلح میں کہ صلح لور ان کے درمیان پہلا تھا۔"

اس حدیث پر اعتراض کیا کہنے والوں کی پہلی قطعی یہ ہے کہ وہ جو سترہ کا
 ہم پہلا کہ یہ کچھ لیتے ہیں کہ وہ کوئی غیر شخص تھے "ملاکہ" حضرت عائشہؓ
 کے رضاعی بھائی تھے جنہیں حضرت ام کلثومؓ بنت ابی بکر صدیقؓ نے "دوبہ پلایا"
 تھا۔ پس دراصل یہ دونوں صاحبہ لور حضرت عائشہؓ سے مسئلہ پر چھنے گئے تھے
 آپ کے عزم ہی تھے ان میں سے کوئی غیر نہ تھا۔

پھر دوسری قطعی "بلکہ زیادتی" یہ کرتے ہیں کہ روایت میں تو صرف
 "جلب" یعنی پردے کا ذکر ہے مگر یہ لوگ اپنی طرف سے اس میں یہ بات
 بدعا لیتے ہیں کہ وہ پردہ ہر ایک تھا۔ لور اس مسئلے کے لئے وہ دلیل یہ دیتے
 ہیں کہ اگر ہر ایک نہ ہوتا جس میں سے حضرت عائشہؓ نکلتی ہوئی نظر آ سکتیں تو
 پھر اسے درمیان داخل کر لیتے سے کیا فائدہ تھا؟ ملاکہ اگر انہیں یہ معلوم
 ہوتا کہ اس وقت مسئلہ کیا درپیش تھا جس کی تحقیق کے لئے یہ دونوں صاحبہ
 اپنی عدا لور جس کے پاس گئے تھے "تو انہیں اپنے اس سوال کا جواب بھی مل
 جاتا لور یہ سوچنے کی ضرورت بھی قافی نہ آتی کہ پردہ ہر ایک ہونا چاہئے تھا۔

در اصل وہی سوال یہ نہ تھا کہ غسل کا طریقہ کیا ہے، بلکہ بحث یہ پھر
 مکی قحیٰ کہ غسل کے لئے کتنا پانی کافی ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں کو نبی
 ﷺ کے حلقے پر روایت پہلی قحیٰ کہ آپ ایک صاع بھر پانی سے
 غسل کر لیتے تھے۔ اسے پانی کو لوگ غسل کے لئے کافی سمجھتے تھے اور چائے
 لگا قحیٰ یہ قحیٰ کہ وہ غسل نہایت اور غسل بمرض منقلب بدن کا فرق نہیں
 سمجھ رہے تھے۔ حضرت عائشہ نے ان کو تعلیم دینے کے لئے بیچ میں ایک پروہ
 دھا جس سے صرف ان کا سر اور چوہاں دونوں صابوں کو نظر آتا تھا اور پانی
 نہگا کر اپنے ان پہلوؤں اس طریقے سے حضرت عائشہ ان کو وہ دھانی دھا چاہتی
 تھیں۔ ایک یہ کہ غسل نہایت کم کے لئے صرف جسم پر پانی بہانا کافی ہے۔
 دوسرے یہ کہ اس مقصد کے لئے صاع بھر پانی کفایت کرنا چاہیے۔

اس طریق کے بعد آپ خود سوئیں کہ اس میں آخر کھل اجڑاؤں کی
 چیز ہے جس کی بنا پر غواہ کو ایک مستند حدیث کا انکار کرنے کی ضرورت پیش
 آئے اور پھر اسے تمام حدیثوں کے غیر مستند ہونے پر دلیل ٹھہرا چائے؟
 (۳) حضرت سہ: فضیلت اور حضرت جابرؓ دہلی حدیثیں "مسلم" باب نکاح
 المجتمع میں موجود ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مستر نہیں نے صرف اجڑاؤں
 کی خاطر حدیثیں حقائق کوئی شواہد کہیں اور اس سلسلہ میں ان دونوں حدیثوں
 کو بھی اپنی فرست میں غلط لیا۔ ورنہ اگر وہ چاہتے کی کو حقیقت کہنے کہ حد
 کی حقیقت کیا ہے اور اس کے بارے میں فقہاء کے درمیان کیا بحثیں پیدا ہوئی
 تھیں اور ان بحثوں کا اخیلہ کرنے کے لئے حدیثیں نے کس مقصد کے لئے
 وہ تمام روایات اپنی کتابوں میں جمع کیں جو حد کے بارے میں حرمیت کے حلقے پر
 کو مختلف سندوں سے پہلی تھیں "لا شکیہ غواہ ان احادیث پر نظر مصلحت د
 فرماتے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسلام سے قبل "ننگہ جلیت میں نکاح کے
 طریقے رائج تھے" ان میں سے ایک "نکاح حد" بھی تھا لیکن یہ کہ کس
 عورت کو کچھ معلوم دے کر ایک خاص مدت کے لئے اس سے نکاح کرا

ہانسف۔ نبی ﷺ کا قصہ یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کسی چیز کی نئی کا علم نہ مل جاتا تھا آپ پہلے کے رواج شدہ طریقوں کو منسوخ نہ فرماتے تھے۔ بلکہ پھر تو ان کے ردوان پر سکوت فرماتے یا وقت ضرورت ان کی اہوازت بھی دستورِ دینیت چنانچہ یہی صورت حد کے بارے میں بھی پیش آئی۔ لہذا آپؐ نے اس کے ردوان پر سکوت فرمایا۔ اور بعد میں کسی جنگ یا سفر کے موقع پر اگر لوگوں نے اپنی شہوانی ضرورت کی شدت ظاہر کی تو آپؐ نے اس کی اہوازت بھی دے دی کیونکہ حکم نبی اس وقت تک نہ تھا کہ پھر جب حکم نبی آیا تو آپؐ نے اس کی قطعی ممانعت فرمادی۔ لیکن یہ حکم تمام لوگوں تک نہ پہنچ سکا اور اس کے بعد بھی کچھ لوگ غلاظت کی بنا پر حد کرتے رہے۔ آخر کار حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اس حکم کی عام اشاعت کی اور پوری قوت کے ساتھ اس ردوان کو بند کیا۔

اس مسئلے میں فقہاء کے سامنے متعدد سوالات تحقیق طلب تھے۔ مثلاً یہ کہ آیا حضورؐ نے کبھی اس کی صریح اہوازت بھی دی تھی؟ اور اگر دی تھی تو کس موقع پر؟ اور یہ کہ آپؐ نے اسے منع فرمایا ہے یا نہیں؟ اور منع فرمایا ہے تو کب اور کن الفاظ میں؟ اور یہ کہ آیا اس کی تحریم حضورؐ کا اپنا فعل ہے یا حضرت عمرؓ نے اپنی وسد واری پر اس ردوان کو بند کیا؟ یہ اور اس طرح کے متعدد سوالات تھے جن کی تحقیق کے لئے فقہاء و محدثین کو وہ تمام روایات جمع کرنے کی ضرورت پیش آئی جو اس مسئلے سے متعلق مختلف لوگوں کے پاس موجود تھیں۔ اسی سلسلے میں امام مسلمؒ نے وہ دونوں روایات بھی نقل کیں جن کو مسز نہیں نے اعتراض کے لئے چھپا ہے۔

ان میں سے ایک حضرت جابرؓ ہی محدث کی روایت ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں حد کرتے تھے پھر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اس کی ممانعت کر دی۔ دوسری حدیث سیرۃ النبیؐ کی ہے جو بیان کرتے ہیں کہ حج کے موقع پر نبی ﷺ نے اس کی اہوازت دی تھی۔ چنانچہ میں نے خود ایک بار کے عوض ایک عورت

سے حد کیا مگر بعد میں اسی غزوے کے لڑنے میں آپؐ نے اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حنف کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔ جن کے علاوہ اور بہت سی احادیث مسلم اور دوسرے محدثین نے صحیح کی ہیں جو اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر محدثین یہ مبالغہ جمع نہ کرنے تو اسلامی قانون کی تدوین کرنے والے آخر کس غیلہ پر معتد کے ہوا وہ عدم ہوا کا فیصلہ کرتے؟

(۴) حضرت ہارثؓ کی یہ روایت مسلم، کتب الحج، بیان الاحرام میں ہے جس میں قواعد احرام سے تعلق رکھنے والی روایات صحیح کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں امام مسلم نے حضرت ہارثؓ کی بھی متعدد روایات نقل کی ہیں جن میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ عقیقہ کی نیت کر کے مدینہ سے نکلے تھے۔ جب سردی الجو کوئی حد پہنچ گئی کہ پہلے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ ہدی نہیں لائے ہیں وہ احرام کھول دیں اور اپنی بیویوں کے پاس جائیں۔ یہ آپؐ کا حکم نہ تھا بلکہ مشورہ یہ تھا تھا کہ احرام کھول کر تم میرا کر سکتے ہو۔ چنانچہ ہم نے طواف کعبہ اور سعی بین الصفا وطمہ کر کے احرام کھول دینے اور اپنی بیویوں کے پاس گئے۔ اس موقع پر جو لوگ احرام کھولتے ہوئے تھک رہے تھے انہیں نبی ﷺ نے سمجھایا کہ میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتے والا ہوں۔ اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ ہی احرام کھول دیتا۔ اس پر وہ مطمئن ہو گئے اور سب نے ارشاد کی تعمیل کی۔

یہ واقعات حضرت ہارثؓ نے جس غرض کے لئے بیان کئے تھے وہ یہ تھی کہ بعد میں بھی بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ شک باقی رہ گیا تھا کہ جو شخص احرام باندھ کر حج سے پہلے کے پہنچا ہو وہ کیا طواف و سعی کرنے کے بعد حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ حج کا نذر آنے پر حرم ہی سے احرام کا اٹھا کر کعبہ اسی جگہ کو دور کرنے کے لئے حضرت ہارثؓ نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ اس حدیث کے اصل الفاظ میں یہ بات کہیں متحمل نہیں ہے کہ ہم نے خوب جملع کیا اور جب ہم عرفہ کے

لئے روانہ ہوئے تو "تظہر مذاکیرنا المعنی" بلکہ وہیں تو صحابہ کرام کا یہ قول بطور استعظام و استعجاب مذکور ہے کہ "کیا ہمیں عورتوں کے پاس جانے اور پھر عورت کے لئے روانہ ہونے کا حکم ہے، عورتیں حلیہ تک تظہر مذاکیرنا؟" (۵)

حضرت امیرؓ کی یہ حدیث بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفات الخس و اقرب میں ہے۔ اس کا یہ غلط آپ نے دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "نبی ﷺ نے فرمایا جانتے ہو سورج غروب ہو کر جانا کئی ہے؟ میں نے عرض کیا لہٰذا اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جانا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اہل اہل بیت (یعنی پھر مشرق سے طلوع ہونے کی) اور اسے اہل بیت دے دی جاتی ہے۔ ایک وقت آنے کا کہ وہ سجدہ کرے گا اور اہل بیت مانگے گا مگر اہل بیت نہ ملے گی اور عزم ہو گا کہ پلٹ جائے وہ مغرب سے طلوع ہو گا پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی "

والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم۔"

اس میں دراصل جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ "سورج ہر آن لہٰذا یعنی کے عزم کا نتیجہ ہے" اس کا طلوع بھی لہٰذا ہی کے عزم سے ہوتا ہے اور اس کا غروب بھی۔ "سورج کا سجدہ کتنا ظاہر ہے کہ اس معنی میں نہیں ہے جن میں ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں بلکہ اس معنی میں ہے جس میں قرآن دنیا کی ہر چیز کو خدا کے آگے سرسجود قرار دیتا ہے "یعنی کچھ نہ" تلخ امر وہ ہوتا پھر سورج کا مغرب بھی ایک نہیں ہے بلکہ قرآن کی رو سے بہت سے مغرب ہیں کیونکہ وہ ہر آن ایک خطہ زمین میں غروب اور ہر آن دوسرے خطے میں طلوع ہوتا ہے۔ اس لئے اہل بیت مانگ کر طلوع و غروب ہونے کا مطلب ہر آن امر باہلی کے تحت ہوتا ہے۔ ہر وقت اس امر کا امکان ہے کہ دنیا کا کائنات جذب و کشش یا ایک ایک ٹکڑی ٹکڑی لگا جائے اور سیاروں کی رفتار بالکل ٹھہر جائے۔ بیعت اور فطرت کے ماہرین میں سے کئی بھی اس کائنات کو اٹکی نہیں مانتا اور نہ اس میں تغیر واقع ہونے کا اس کے بالکل درہم برہم ہو جانے کو مانگتا ہے۔

رہا یہ امر کہ اس حدیث میں طلوع و غروب کو سورج کی گردش کا نتیجہ
 سمجھا گیا ہے نہ کہ زمین کی گردش کا تو اس پر اعتراض کرنے والے کو دو ہائیں
 انہی طرح جان لینی چاہئیں۔ اول یہ کہ انبیاء عظیم السلام بعیدت اور نبوت
 اور نبیاء کے مسائل حلانے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ وہاں حقیقت بکھلے نور
 نگر عمل کی تصحیح کرنے کے لئے آئے تھے۔ من کا حکم یہ تھا نہ تھا کہ زمین
 حرکت کرتی ہے یا سورج بلکہ یہ تھا تھا کہ ایک ہی خدا زمین اور سورج کا
 مالک و فرمانروا ہے اور ہر چیز ہر حق اس کی بندگی کر رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ
 یہ بات سخت تبلیغ کے داخل خلاف ہے کہ مسلح کے اپنے لئے میں ہر علم
 اشیاء موجود ہو اس کو پھوڑ کر وہ ہزار ہا سال بعد کے علم اشیاء کو تعلیم حقیقت
 کا دیر پہلے۔ اسے جن حقائق کو زمین تعلیم کر رہا ہے من کی تعلیم کے
 لئے اس کو لاحق اپنے لئے ہی کے سولہ طری سے کام لینا چاہتا ہے اور نہ اگر
 وہ من مصلحت سے کام لے جو خود ہیں بعد انسان کے علم میں آنے والی ہوں
 تو اس کے سامنے اس کی اصل تعلیم کو پھوڑ کر اس بحث میں لگ جائیں کہ
 یہ شخص کس عالم کی باتیں کر رہا ہے اور من میں ایک شخص بھی اس کی تبلیغ
 سے حائر ہو کہ نہ دیکھ۔ اب یہ آپ خود سوچ لیں کہ اگر کسی نبی کی تعلیم
 اس کے سامنے ہی کی سمجھ میں نہ آتی اور اس کے بعد کے ہی لوگوں میں
 مقبول نہ ہوتی تو وہ بعد کی نسلیں نکت پہنچتی کیسے؟ اب سے ڈیڑھ ہزار برس
 پہلے اگر نورِ دلی حدیث کا مضمون اس آئینک سے بیان کیا جاتا کہ سننے والا
 طلوع و غروب کا سبب سورج کے چھانے زمین کی حرکت کو سمجھتا تو بے شک
 آج کے لوگ اسے علم کا ایک عجوبہ قرار دیتے مگر آپ کا کیا خیال ہے کہ خود
 اس زمانے کے لوگ اس عجوبہ طری کا استقبال کس طرح کرتے؟ اور پھر وہ
 اصل بات بھی کہیں تک من کے بل و مبلغ میں اترتی جو اس مضمون میں بیان
 کرتی مقصود تھی؟ اور جب کہ اس بعد کے لوگ ہی ایسے سطحی مہجرت کی
 بدولت ایمان لانے سے محروم رہ جاتے تو یہ مہجرت آپ تک پہنچے ہی کیا کہ
 آپ من کی دلو دیکھتے؟

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بخاری کتب صحاح و المستدرکین میں مذکور ہے۔
 ہذا غریبی شدت المرء میں ہے اس کا خلاصہ بھی آپ نے صحیح بیان نہیں کیا
 ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ ”میں نے ~~میں نے~~ فرمایا جب گری کا نور ہو
 تو عمر کی نور غریبی کر کے چھو (یعنی دہ کر کے) چھو جب کہ گری کی شدت
 میں کی ہو جائے۔) کیونکہ گری کی شدت جنم کی پھونک سے ہے۔ جنم نے
 اپنے رب سے غریبی کی اور تمنا کہ آئے رب میرے ابرا ایک دوسرے کو
 کھائے جاتے ہیں۔ اس کے وجہ سے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اہلیت
 دے دی۔ ایک مرتبہ جاتے میں نور دوسری مرتبہ گری میں۔ گری کا سانس
 اس غریبی ترین گری جیسا ہوتا ہے جو تم لوگ موسم گرما میں ہوتے ہو۔ اور
 دوسری کا سانس اس غریبی ترین سردی جیسا ہوتا ہے جو تم موسم سرما میں پالتے
 ہو۔“

اس حدیث پر احوال کرنے سے پہلے اس امر پر غور کر لیجئے کہ
 میں نے ~~میں نے~~ کا اصل معنی نہیں بلکہ اسے آخر کیا ہو سکتا تھا؟ کیا یہ آپ ایک
 عالم ہیبت کی حیثیت سے سوئی حکیمات کے درجہ بیان فرماتا چاہتے تھے؟ یا یہ
 کہ آپ ایک نبی کی حیثیت سے انگری کی تکلیف محسوس کرنے والوں کو جنم
 کا تصور دہانا چاہتے تھے؟ یا اس شخص نے بھی قرآن اور میراث نبی پر کچھ غور
 کیا ہو گا؟ یا اہل کفر و کفر آپ کی حیثیت پہلی نہ تھی بلکہ دوسری
 تھی۔ ”اور گری کی شدت کے نکلنے میں عمر کی نور غریبی پڑھنے کا علم دیجے
 ہوئے آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے آپ کا مقصد دونوں سے ڈرانا اور ان
 کھوں سے دوکانا تھا جو کوئی کو ”دونوں“ کا سختی جانتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپ
 کا یہ ارشاد قرآن کے اس ارشاد سے ملتا جلتا ہے جو غریبی جنم کے موقع پر
 فرمایا گیا تھا کہ

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَأْتِيكُمْ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ

”انہوں نے کہا کہ اس غریبی میں جہاد کے لئے نہ نکلو۔ اسے نبی ان
 سے کہو کہ جنم کی آگ اس گری سے زیادہ گرم ہے۔“

جس طرح ہل قرآن علم ہیبت کا کوئی مسئلہ بیان نہیں کر رہا ہے، اسی طرح
 نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی ہیبت کا درس دینے کے لئے نہیں ہے۔ قرآن دنیا کی
 گری کا جہنم کی گری سے متبادل اس لئے کر رہا ہے کہ یہی سطر میں وہ لوگ موجود تھے
 جو اس گری سے گھبرا کر جہنم کے لئے نکلے تھے۔ اسی پر اسے تھا اسی طرح نبی
 ﷺ بھی دنیا کی شدید گری اور شدید سہمی کو ہوشیاری کی گھنٹی دے رہا تھا کہ
 برابر اس لئے جا رہے ہیں کہ یہی سطر میں وہ لوگ موجود تھے جو جہنم میں جگہ کی اور
 گری میں غمر کی لذت کے لئے نکلے تھے۔ گھبراہٹ تھی۔ چنانچہ مسند احمد میں ایک حدیث ہے
 کی یہ روایت آئی ہے کہ :

لَمْ يَكُنْ يَمْلِكُ صَلَوةَ لَشَدِّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَنَهْدًا

”غمر کی لذت سے بچہ کر کوئی لذت اصحاب رسول اللہ پر نکل نہ سکتی تھی۔“ اور اس
 کا اثر ان پر یہ گھنٹا کر سکتا ہے جس نے گری کے نکلنے میں غور کی اور یہی دیکھی
 ہے۔

اس کے بعد اب حدیث کے اصل الفاظ کی طرف آئیے۔ فلان شد : الحرام
 فیج جہنم (گری کی شدت جہنم کی پھونک جہنم ہے) کے معنی لانا یہی نہیں ہے کہ
 دنیا میں گری جہنم کی پھونک کی وجہ سے ہوتی ہے بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں
 کہ وہ جہنم کی پھونک کی قسم یا قسم سے ہے۔ اس لئے کہ پہلی زبان میں لفظ من بیان
 ہنس کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے اور خود قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود
 ہیں جیسے

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ مُهْمَا تَلْقَا بِهِ مِنْ آيَةٍ - اور اجتنبوا

الرجس من الأولاد۔

دہا آخری فقرہ تو اس میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ دنیا میں گری اور جہنم کے
 موسم دونوں کی ان دو پھونکوں کے سبب سے آتے ہیں بلکہ لفظ یہ ہیں

لَا تَقْلَقُوا لَهَا بِنَفْسَيْهِمْ نَفْسٌ فِي الْقَتْلَانِ وَنَفْسٌ فِي الصَّيْفِ لَشَدِّ

فَأَذَانُ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ لَشَدِّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْقُرْآنِ

(پس اس کے رہنے اس کو دو سانسوں کی پہلاط دی) ایک سانس جہنم

میں نور ایک سانس گری گئی تھی یہ اس شہیدہ تری گری جیسا ہے یہ تم پاتے
یہ نور اس شہیدہ تری سوری جیسا ہے یہ تم پاتے ہو۔

(کس) یہ حدیثیں مسلم نے کتب الیہیں باب بند علی الرجال والامراۃ میں
بخاری نے کتب الخمر کتب الخمر کتب الخمر اور کتب الخمر کے مختلف
ابواب میں نقل کی ہیں۔ مگر آپ نے ان کا منہم بھی نقل کیا ہے۔
اصل بات یہ مختلف روایتوں میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے:

ام سلمہ نے آ کر نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر عورت خواب
میں وہ بکھو دیکھے ہو سو دیکھا کرتا ہے (یعنی اس کو احکام ہو تو کیا کہے؟ کہ)
نے فرمایا غسل کرے۔ اس پر حضرت ام سلمہ نے عرض کیا عورت کو بھی یہ
مسئلہ پیش آتا ہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ کیا عورت کو بھی نزال اور احکام
ہوا کرتا ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا:

نعم فمن لبن يكون الشبه ان ماء الرجل غليظ ليعض وماء

المرأة رقيق ليعض فمن لبهما علا لوسيق يكون منه الشبه۔

ہاں وہ آٹھ پچھ مل کے مطلب کیسے ہو جاتا ہے؟ سو کا پانی گاڑھا
سیدھی ماگی ہوتا ہے اور عورت کا پانی بگاڑی ماگی۔ پھر ان میں سے جو
بھی غالب آ جاتا ہے وہ بھی بہت لے جاتا ہے پچھ اس کے مطلب ہوتا
ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بھائی کے سوا کسی اور وجہ سے حضرت عائشہؓ نے بھی
اسی طرح کے قہقہہ کا اظہار کیا تھا اور اس پر حضورؐ نے فرمایا تھا:

وهل يكون الشبه لابن قبل ذاك قد اعلمنا ما ماء الرجل

لشبه الولد لخواه وقد اعلمنا الرجل ماء ما الشبه الولد لخواه

اور کیا بچے کا مٹی کے مطلب ہوتا اس کے سوا کسی اور وجہ سے ہوتا ہے؟ جب
عورت کا پانی سو کے پانی پر غالب آتا ہے تو بچہ اپنی فنیہاں پر جاتا ہے اور جب سو کا
پانی عورت کے پانی پر غالب آتا ہے تو بچہ دھیمیاں پر جاتا ہے۔

ایک نور روایت میں ہے کہ ایک سوری عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نور

کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے جواب میں فرمایا:

مَادَ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ وَمَادَ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ
الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ
الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ الْقَوْمَ لِيُضِلَّ

موا کا پانی سفیدی مائل اور عورت کا پانی زردی مائل ہوتا ہے جب یہ دونوں ملتے ہیں اور سو کی مٹی عورت کی مٹی پر غالب آتی ہے تو لفظ کے حکم سے پتا ہوتا ہے کہ جب عورت کی مٹی سو کی مٹی پر غالب آتی ہے تو لفظ کے حکم سے لڑکی بنتی ہے۔

آپؐ نے خدا جانے کس لفظ کا مطلب یہ سمجھا کہ مگر یہ مرکب مائل بہ سفیدی ہو تو پتہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکی۔ "اور یہ کس عبارت کا ترجمہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مگر عورت کے وقت موا کا انزال عورت سے پہلے ہو تو پتہ پتا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔" اصل مضمون عرواۃ المحدث میں بیان ہوا ہے اگر اس کے خلاف علم و عقل کی کوئی قیادت موجود ہو تو ضرور ثابت فرمائیے۔

(۹) اس سنی کی روایات بخاری کی کتاب النبیاء، کتاب الاطعمہ اور کتاب الامتنان میں موجود ہیں۔ مگر ہر جگہ لفظ جن کے الفاظ ہیں وہ صریح طور پر اس مضمون کے متعلق ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بھٹے خود اپنے ہاتھ سے کر لئے اور جب کہ یہ کام ایک شخص خود بھی کر سکتا ہے تو انہوں نے یہ سنی لئے جانیں کہ مدد دہی کی طرف سے جنھیں نئے جراح کو پا کر یہ کام کر لیا ہو گا پھر مسند ابی یوسف کی روایت میں اس کی یہ تفصیل ملتی ہے کہ بائیں ہاتھ واضح کر دی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ کام خود کر لیا لہذا اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب لفظ کی طرف سے حکم ہوا کہ لفظ کو تو انہوں نے قدم (یعنی کے کام کا ایک ٹکڑا) لے کر لفظ کر لیا اس سے ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ لفظ کی طرف سے وہی تھی کہ ابراہیمؑ تم نے جلدی کی وہ نہ ہم تمہیں خود اس کا کہنا دے چکے انہوں نے عرض کیا کہ اسے رہا میں نے پسند نہ کیا کہ مجھے حکم کی تعمیل میں دیر کہوں (صحیح ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۳۵)

(۲۶) مضمون کی اصلاح بخاری کتب الاخیاء کتب الجہد اور کتب الامین و انور میں موجود ہیں۔ ان مختلف اصلاحات میں سے کسی میں حضرت سلیمانؑ کی بیویوں کی تعداد ۶۰ کسی میں ۷۰ کسی میں ۸۰ کسی میں ۹۰ اور کسی میں ۱۰۰ بیان کی گئی ہے۔ مگر سب کی مندرجی مختلف ہیں اتنی مختلف حدود سے جرات مگر حق کو پہنچی ہو۔ اس کے حلقوں یہ کہنا تو مشکل ہے کہ وہ بالکل ہی بے اصل ہو گی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کو کھٹے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے کوئی نقلی ہوئی ہے یا وہ پوری بات من نہیں گئے ہوں گے۔ ممکن ہے حضورؐ نے فرمایا ہو کہ حضرت سلیمانؑ کی بہت سی بیویاں تھیں جن کی تعداد بیوی ۶۰ ۷۰ ۸۰ ۹۰ اور ۱۰۰ تک بیان کرتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہو کہ یہ حضورؐ کا اپنا بیان ہے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے حضرت سلیمانؑ کے قول کو اس طرح بیان کیا ہو کہ ”میں اپنی بیویوں کے پاس بیویاں گا اور ہر بیوی سے ایک بچہ پیدا ہو گا۔“ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے کہے ہوں کہ ”ایک رات میں بیویاں گ۔“ اس طرح کی غلط فہمیوں کی مثالیں حدود روایات میں ملتی ہیں جن میں سے بعض کو وہ سری روایتوں میں ایسا ہو جاتا کوئی۔ جب کی بات نہیں ہے اور اس طرح کی چند مثالوں کو لے کر پورے ذخیرہ حدیث کو ساتھ لاکھڑا قرار دینا کبھی معقول تو ہی کا نام نہیں ہو سکتا۔

یہ انتظام اللہ کا مصلحہ تو یہ کسی روایت میں بھی نہیں کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جن بیویاں کر انتظام اللہ کئے سے احراز کیا تھا۔ اس لئے اس میں تو یہی انتہاء کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ یہ انتظام آپؐ نے آخر کس روایت میں دیکھے ہیں۔ ”کسی نے کہا انتظام اللہ بھی ساتھ کئے۔ لیکن آپؐ نے پرہیز کی؟“ حدیث میں جو انتظام آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ

فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ نَعْلَمُ بِقُلِّ

ان کے ساتھی نے کہا ان سے کہا میں شہد اللہ ”مگر انہوں نے نہ کھل۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کے حوالے سے یہ بات نقلی تو پاس بیٹھے ہوئے ایک

مجلس نے خود کیا "مظاہر لفظ" اور حضرت سلیمانؑ نے اس کے کہہ دینے کو کفایت سمجھ لیا اور اپنی زبان سے اس کا اظہار نہ کیا۔

(۱۰) یہ حدیث بخاری کتاب الوضوء کے حصہ دوم میں آئی ہے اور حدیث کی دوسری کتب میں بھی موجود ہے مگر کسی میں بھی حضرت حنفیہؑ کے یہ الفاظ نہیں ہیں کہ "یَا عَجُوزُ" نے "بھیرے سائے کھڑے ہو کر وضو کیا" کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ الفاظ آپ کو کہاں ملے؟ ان کے حامل الفاظ یہ ہیں کہ "میں اور نبی ﷺ چلے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ ایک کونے کے ذخیر کی طرف گئے ہو ایک دیوار کے پیچھے تھا اور آپ کھڑے ہوئے جیسے تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے اور آپ نے وضو کیا میں ہٹ کر دور ہانے لگا تو دیکھ آپ نے اشارہ کیا اور میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ جا رہے ہو گئے۔" اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے دیوار اور ذخیر کے درمیان کھڑے ہو کر وضو کیا تاکہ دونوں طرف سے پردہ رہے اور حضرت حنفیہؑ کو دیکھ کر پیچھے کھڑا کیا۔ کیونکہ اس صورت میں نظر آنے کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسند ابی داؤد کے مطابق نبی ﷺ چلتے چلتے چڑھ کر بی وضو کرتے تھے مگر اس موقع پر آپؐ نے کسی طرف کی وجہ سے ایسا کیا تھا اور حضرت حنفیہؑ نے یہ روایت اس لئے بیان کی تھی کہ ان کے زمانے میں بعض لوگ کھڑے ہو کر وضو کرنے کو قبیح سمجھتے تھے۔

(۱۱) یہ روایت بخاری کتاب الطہارۃ لافہام اور مسلم باب التہات الطہارۃ میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں بھی آئی ہیں۔ ان سب روایات کی اسناد کو "ان کی کثرت طرق کو دیکھنے کے بعد اس امر میں تو کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہی ان کے راوی ہیں کیونکہ اسے کثیر راویوں کے ہارے میں خصوصاً آپ کہ ان میں سے اکثر و کثرت تھے یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے ایک صحابی کا نام لے کر قصداً ایک لفظ روایت تصنیف

کی ہوگی۔ رہے حضرت ابو ہریرہؓ تو ان پر ہم پر شبہ تک نہیں کر سکتے کہ وہ نبی
 ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں گے۔ لیکن ہمارے لئے ان
 راویوں کو بھروسہ نہ تھا جس قدر مشکل ہے اس سے بدتر حالتوں میں مشکل یہ یاد کرنا
 ہے کہ ایک نبی نے بھوت پرانا ہو گا یا نبی ﷺ نے غلط بات "ایک نبی
 پر دلائل کوئی کا مجموعہ اترام لگایا ہو تک اس لئے کہ تک ہم یہ کہتے ہیں کہ
 کہ اس مسئلہ میں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جس کی بنا پر نبی ﷺ کا
 ارشاد صحیح طور پر نقل نہیں ہوا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ
 کے ہر تین "بھوت" اس روایت میں بیان ہوئے ان میں سے دو تو قطعاً
 بھوت نہیں ہیں "اور تیسرا بھوت دراصل نبی اسرائیل کا بھوت ہے۔ جو
 انہوں نے پہچان میں ایک جگہ نہیں "بلکہ دو مختلف پر حضرت ابراہیمؑ کی
 طرف منسوب کیا ہے۔

پہلے دو واقعات نور قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں "مگر نہ ان میں سے
 کسی کو اللہ تعالیٰ نے بھوت قرار دیا اور نہ صورت واقعہ سے ان کے بھوت
 ہونے کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے کنبے
 قیلے کے لوگ اپنے ایک مشرک بیلے کے لئے شر سے باہر ہلنے گئے تو آپ
 یہ عذر کر کے پیچھے ہٹ کر گئے کہ علیٰ قسم (میں یاد ہوں) اس کو بھوت قرار
 دینے کے لئے کسی مستحضر پر یہ معلوم ہوا ضروری ہے کہ حضرت ابراہیمؑ
 اس وقت بالکل عذرت تھے "کسی قسم کی غفلت ان کو نہ تھی۔ لیکن یہ بات
 نہ اللہ نے دیکھی نہ اس کے رسولؐ نے۔ پھر اسے آخر کس بنا پر بھوت کہا
 جائے؟ "دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم کے بت خانے
 میں گھس کر بڑے بت کے سوا باقی سارے بت توڑ دیئے تو قوم کے لوگوں نے
 حضرت ابراہیمؑ پر شبہ ظاہر کیا۔ چنانچہ وہ ہلنے گئے اور ان سے پوچھا گیا کہ تم
 نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا

ہل فعلہ بحیرہم ہذا فسلوا ہم ان یمثلوا یسئلون۔

(بلکہ یہ فعل ان کے اس بڑے نے کیا ہے "ان زلمیٰ جنوں سے پوچھ لو اگر یہ

بول سکتے ہیں 'اس فقرے کے الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بات ایک بھوتے بیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شرک کے خلاف ایک دلیل کی حیثیت سے فرمائی تھی۔ ان کا دوا دراصل پہچنے والوں کو اس حقیقت پر متنبہ کرنا تھا کہ تمہارے یہ کہے خدا ہیں جو تمہارے اپنی واضح صیورت تک نہیں بنا سکتے۔ اور تمہارا یہ بڑا خدا کیا ہے جس کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ یہ کسی فعل پر قادر نہیں ہے۔ اس بات کو تو کوئی معمولی خفیہ قسم تری بھی بھوت نہیں کہ سکا کہہا کہ ہم نبی ~~مکمل~~ پر یہ بدگمانی کریں کہ آپ نے اسے بھوت قرار دیا ہو گا۔

دبا تیسرا "بھوت" تو دوا دراصل اس عمل نفسانی میں سے ایک ہے جو بائبل میں انبیاء کے نام پر گزرتے گئے ہیں۔ بائبل کی کتب پیدائش میں یہ واقعہ ایک جگہ نہیں بلکہ دو جگہ بیان کیا گیا ہے۔ پہلا واقعہ مصر کا ہے اور وہ بائبل کے الفاظ میں یہ ہے:

"میں نے اپنی بیوی سارہ سے کہا کہ دلچسپی میں چلتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے۔ اور میں ہو گا کہ میری بیوی دیکھ کر کہیں گے کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ سو وہ مجھے تو بار بار اس کے بگڑتے زور رکھا لیں گے۔ سو تو یہ کہہ رہا کہ میں اس کی بہن ہوں۔ میری بیوی نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ اور وہ عورت فرعون کے گھر میں پہنچی گئی۔ یہ خداوند نے فرعون اور اس کے خاوند پر ابرام کی بیوی کے سبب سے بیوی بنائیں قابل کہیں 'تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اس سے کہا کہ تو نے یہ مجھ سے کیا کیا؟ تو نے مجھے کہا کہ یہ میری بیوی ہے؟ تو نے یہ کہا کہ وہ میری بہن ہے؟ اسی لئے میں نے اسے لایا کہ وہ میری بیوی بنتی۔"

(پہلے حصہ آیات ۱۲-۱۰)

ملاحظہ یہ ہے کہ خود بائبل ہی کے بیان کے مطابق اس وقت حضرت سارہ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ اس کے بعد دوا واقعہ فلسطین کے جنوبی علاقے کا بیان کیا گیا ہے اور

”مہربان نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہہ دیا کہ وہ میری بہن ہے اور
جور کے بدشگونی ملک نے سارہ کو بلا الہا لیکن رات کو خدا ہی ملک کے
پاس خواب میں آیا اور اسے کہا کہ دیکھ تو اس عورت کے سبب سے تھے تو
نے لیا ہے چاک ہو گا ٹیڈنگ وہ شوہر وہی ہے۔ اور اپنی ملک نے مہربان کو بلا
کر اس سے کہا کہ تو نے ہم سے یہ کیا کیا اور مجھ سے تیرا کیا قصور ہوا کہ تو
مجھ پر اور میری بدشگونی پر ایک مکمل حکیم لگاؤ؟“

(کتاب ص ۱۰ آیت ۲: ۱۹۷۲)

بائبل کے اپنے بیان کی رو سے اس وقت حضرت سارہ کی عمر ۷۵ سال تھی یہ
دوئوں تھے خود بخود ہے ہیں کہ یہ سراسر جھوٹے ہیں ”اور ہم کسی طرح یہ پور نہیں کر
سکتے کہ نبی ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی ہو گی۔
اب ایک شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ اگر یہ بیوی بائبل کے درجہ درجہ لفظ
ہیں تو اہل روایت نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں درج ہی کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ
ہے کہ روایت کا تعلق احادیث کے غرض معنوں سے ہے ”اور روایت کا تعلق لفظ
خود سے۔ اہل روایت نے جو خدمت اپنے اسے لی تھی وہ دراصل یہ تھی کہ عقل
احمد ذرا بخ سے نبی ﷺ کے عہد سے عقل جتنا سولوں کو بچے پہنچے اسے جمع کر
دی۔ چنانچہ یہ خدمت انہوں نے انجام دے دی۔ اس کے بعد یہ کام اہل روایت کا
ہے کہ وہ غرض معنوں پر غور کر کے ان روایات سے کام کی بائبل لفظ کریں۔ اگر اہل
روایت خود اپنی اپنی قسم کے مطابق روایت کا کام بھی کرتے اور مضائقہ پر تنقید کر کے
ان ساری روایتوں کو رد کرتے جاتے جن کے معنوں ان کی انگریزی رائے میں مناسب
نہ ہوتے تو ہم اس بہت سے سولو سے محروم نہ جاتے جو مجموعہ احادیث مرتب کرنے
والوں کے نزدیک کام کا نہ ہوتا اور وہ سب سے بہت سے لوگوں کے نزدیک کام کا ہوتا۔
اس لئے یہ میں مناسب تھا کہ اہل روایت نے زیادہ تر تنقید لفظ تک اپنے کاموں کو
محدود رکھا اور تنقید مضائقہ کی خدمت انجام دینے والوں کے لئے ستر لفظ سے بچ
پہنچا ہوا مواد جمع کر دیا۔

(۳) یہ حدیث بخاری ”کتاب“ ”بندہ المطلق“ باب خیر مال المسلم غنم وشیع

ہر شرف العالی اور کتاب الحدیث اختصار باب ما قال الله تعالى و تعدوا
 ابرہم خلیفہ میں آئی ہے۔ اس شخص کی تمام احادیث کو جمع کرنے سے ہر بات
 معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ~~ابو ہریرہ~~ نے "وزع" کو مولا ہامدوں میں سے
 قرار دیا تھا۔ اور بعض روایات کی بدولت یہ بھی فرمایا تھا کہ "دوسرے مولا
 ہامدوں کی طرح اسے بھی مار دیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی کج ترین روایت یہ
 بخاری میں آئی ہیں کہ میں نے "وزع" فرمائی ہیں۔

ان القنی علی اللہ علوہ وسلم قال الوزع الفویسوی ولم
 اسمعه امر بقتلہ۔

نبی ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ نے وزع کو فویسوی (مولا) فرمایا۔ مگر میں نے نہیں
 سنا کہ آپ نے اسے مار ڈالنے کا بھی حکم دیا ہو۔

دوسری ایک روایت یہ مسند احمد اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے مولا ہے۔
 اس میں مار دینے کا بھی ذکر ہے اور حضرت ابراہیم پر آپ پہونچنے کا بھی ذکر جیسا کہ
 حافظ ابن جریر نے صحیح البہاری میں لکھا ہے۔ وہابی فی اسکی اصح یعنی صحیح بخاری و ابن
 ماجہ ہی زیادہ کج ہے۔

پھر بخاری کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وزعم سعد بن ابی وقاص ابن
 ابی ~~سعد~~ ~~ابن سعد~~ یعنی سعد بن ابی وقاص کا دعویٰ یہ تھا کہ حضورؐ نے اسے
 مار ڈالنے کا حکم دیا۔ لیکن اس روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت سعد بن ابی
 وقاص سے یہ بات کس نے کہی۔ وار بھی ہیں یہ روایت اس طرح ہے کہ میں ابن
 شہاب بن ابی وقاص۔ مگر ابن شہاب نے حضرت سعد کو نہیں دیکھا اس لئے

۱۔ وزع کے اصل سے گزرتے ہیں۔ ذکر بخاری۔

۲۔ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ نے پانچ ہامدوں کو (واجب مولا) قرار دے کر فرمایا تھا کہ
 انہیں عزم میں اور حالت انعام میں مار دینے کی بھی اجازت ہے۔ "بھڑ" لفظ کا اور یہ بھی ابن شہاب

ہوئے یہ بتاؤ تاکہ اگر کوئی سترہ رکے بغیر فلا کے لئے کسی کھلی جگہ کھڑا ہو جائے گا تو عورتیں کتے گھرے سب اس کے سامنے سے گزریں گے۔ اس بات کو سن کر بعض لوگ اس مسئلے کو یوں بیان کرنے لگے کہ عورت کتے اور گھرے کے گزرنے سے فلا قطع ہو جاتی ہے۔ یہ باتیں باب حضرت عائشہؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ان العموات لہ اہۃ سود (مگر تو عورت ہڈی پر بی جاہور ہوئی بعد لتعنونا بالکلاب والحمر) تم لوگوں نے تو ہم کو گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا (کن الثبی صلی اللہ علیہ وسلم کلان یصلی من اللیل ولما معترضة بینہ و بین القبلة کما معترض الجنۃ) (ابن عساکرؒ) قرأت کو فلا پہنچتے تھے اور میں ان کے اور جیلے کے درمیان بنارس کی طرح پانی بہتی تھی۔

(۵۷) اس مضمون کی روایت بخاری نے کتب بعد الخلق اور کتب طب میں نقل کی ہیں۔ نیز ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد اور دار قطنی میں بھی یہ مسند ہے۔ بعض شارحین نے اس حدیث کے الفاظ کو ٹھیک من کے لغوی معنی میں لیا ہے اور اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ فی الواقع کبھی کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں اس کا تریاق ملا جاتا ہے۔ اس لئے جب یہ کسی کھانے پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے رو کر نکالا جائے۔ اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ نبی ﷺ دراصل اس پر جاہور کا طبع کرنا چاہتے تھے جس کی بنا پر بعض لوگ حدیث کے اس پائے یا سہاں کی اس چوری رنگی سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں جس میں کبھی گری ہو۔ اور پھر یا تو اسے پیچک دیتے ہیں یا اپنے غلو میں کو کھانے کے لئے دے دیتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کا غور توڑنے کے لئے آپؐ نے فرمایا کہ کبھی اگر تمہارے کھانے میں گر جائے تو اسے

۱۔ جو وہی کیفیت ہے یہ صحت والا ہے کہ کبھی کے پہلی ہی ایک خاص قسم کے جرائم ہوتے ہیں جن کو جرائم کن یا جرائم طر (Demi-crimes) کہا جاتا ہے۔ یہ کسی کے ہم کے دوسرے جرائم کو پہلی جگہ نہ لگتے ہیں۔

یہ کہ غلو اور بھر اس کھانے کو کھاتے۔ اس کے ایک ہاں میں بھاری ہے۔ یعنی کبوتر غلو کی بھاری جو اسے دیکھ کر تھکے نفس میں پیدا ہوتی ہے اور وہ سوتے پر میں اس کا تعلق۔ یعنی اس کبوتر غلو کا طبع جس کی وجہ سے تم ایسے کھانے کو پیچک دیتے ہو یا اپنے غلوں کو کھاتے ہو۔ اس سستی کی تائید وہ اعلیٰ بھی کرتی ہیں جن میں میں نے ~~کھاتے~~ لے برتن میں تھوڑا سا کھانا پھوڑ کر اٹھ جانے کو چاہتا تھا۔ اور غم دیا ہے کہ اپنی رکھی کو صاف کر کے اٹھو۔ اس غم کی وجہ بھی یہی ہے کہ جو شخص اس طرح برتن میں کچھ پھوڑ کر اٹھتا ہے وہ گویا یہ چاہتا ہے کہ یا تو اس چیز کھانے کو پیچک دیا جائے یا اسے کوئی دوسرا کھائے۔

آخری سوال جو آپ نے بھاری کے "راج انگب" اور "کلب اٹھ" ہونے کے بارے میں کیا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ سچی اور سچے سے تو ہم کو کلب اٹھ پہنچی ہے۔ کیونکہ اسے بڑا آدمیوں نے ہوا تر نکل کیا ہے۔ مگر اس کے بعد جس کلب کے متعدد جات ہم کو ستر ترین مندوں سے پہنچے ہیں وہ بھاری ہے۔ کیونکہ وہ سری رام کلبوں کی بہ نسبت اس کلب کے مصنف نے مندوں کی جانچ پڑتال زیادہ کی ہے۔ یہ صحت کا غم صرف اسٹو سے متعلق ہے اور جیسا ہائل کچ ہے۔ وہی مضامین کی تنقید بخلاہ روایت "تو اس کے متعلق میں لوہ اشارہ کر چکا ہوں کہ یہ ہم اقل روایت کے لوہ سے بڑی حد تک غیر متعلق تھا اس لئے یہ دعویٰ کرنا کچ نہیں کہ بھاری میں جتنی اعلیٰ درجہ ہیں ان کے مضامین کو بھی ہوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہئے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی جان لینے کی ہے کہ کسی روایت کے مندا کچ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مندوں میں ہر لحاظ سے کچ اور ہوں کا توں قابل قبول ہو۔ ہم کو خود اپنی زندگی میں بدھا اس کا تجربہ ہوا رہتا ہے کہ ایک شخص کی گفتگو کو جب سننے والے دوسروں کے سامنے نقل کرتے ہیں تو کچ روایت کی کوشش کرنے کے بعد وہ ان کی نقل میں مختلف قسم کی کوتاہیاں رہ جاتی ہیں۔ مثلاً کسی کو پوری بات یاد نہیں رہتی اور وہ اس کا صرف ایک حصہ نقل کرتا ہے۔ کسی کی سمجھ میں بات ابھی

طرح نہیں نکلی اس لئے وہ ناقص معلوم ہوا کرتا ہے۔ کوئی دور میں کھٹکوں میں کسی وقت
 پہنچتا ہے اور اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ پہلے کیا بات ہو رہی تھی۔ اس طرح کے متعدد
 غلط فہمیوں کی وجہ سے ہمارے وقت نیک نیتی اور صداقت کے پختہ قائل کی بات اپنی
 صحیح صورت میں نقل نہیں ہوتی۔ اور ایسا ہی مسئلہ حالات اور اقل کی مددوں میں بیان
 کرنے میں بھی پیش کیا کرتا ہے۔ کبھی اس غلط فہمی کو دوسری مدد میں رفع کر دیتی ہے
 اور سب کو ظاہر کر دیکھنے سے چار دیواری تصور ملتے آ جاتی ہے۔ اور کبھی ایک ہی مذہب
 موجود ہوتی ہے (اسے اصطلاح علم حدیث میں فہم کہتے ہیں) اس لئے کہ بعض علم
 روایت کی مدد سے رفع نہیں کیا جاسکتا اور روایت سے کلم لے کر یہ رائے قائم کر لیتی
 پڑتی ہے کہ اصل بات کیا ہو سکتی تھی؟ یا یہ کہ یہ بات اپنی موجودہ صورت میں نقل
 قبول ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ نبی ﷺ کے مزاج اور بیوا کھٹکوں سے یہ جو منہایت
 رکھتی ہے یا نہیں۔ اس حد تک حدیث میں تحقیق کرنے کی صلاحیت جن لوگوں میں نہ
 ہو انہیں قول حدیث کی کتابیں جتنی ہی نہیں پڑھیں یا پڑھیں تو کم از کم ان کو
 پہلے ملال نہ کرنے پڑیں۔

(از علی القزاقی، مہرم و صلی علیہ وسلم، اکتوبر و نومبر ۱۹۵۵ء)

کیا روزے کی طاعت رکھنے کے بلحاظ قدیمہ دیا جاسکتا ہے؟

سوال: میں کیمپور میں ایک صاحب علم نے پچھلے ۱۰ رمضان میں ایک فقرہ کھڑا کیا تھا کہ رمضان کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیات یک وقت پڑھ لی جیسی اس لئے لفظ نے شروع میں جو دعوت دی ہے کہ ”جو روزہ رکھنے کی طاعت رکھتے ہوں“ اور پھر ”وہی“ تو وہ قدیمہ لیا کریں۔“ یہ ایک اہل دہلیت ہے اور اب بھی اس سے قائلہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس کی تعلیم میں ایک اہمیت ۱۴۳۷ کے آخری حصہ کو پیش کیا گیا کہ اگر روزہ رکھو تو بہتر ہے اور نہ رکھو تو قدیمہ لیا کرو۔ میں لاکھنا تھا کہ اہمیت ۱۴۳۷ پہلی آیات کے ساتھ ہی شامل ہوئی تھی ”وہ پہلی آیات کی دہلیت کو کیسے سمجھیں سکتے ہیں۔“

آپ کی فقیر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آیات ۱۴۳۷ و ۱۴۳۸ تو جنگ بدر سے پہلے ۲۰ھ میں شامل ہو گئی اور اہمیت ۱۴۳۷ ایک سال بعد شامل ہوئی۔ اگر یہ بات پس ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر ان کے اس خیال کی تردید ہو سکتی ہے کہ آج بھی ایک محدث ہذا کا افسانہ قدیمہ دے کر روزے کی فرضیت سے بچ سکتا ہے۔

لہذا وہ صاحب اپنے آپ کو علم حدیث کے استاد اور قرآن کے مفسر سمجھتے ہیں۔ اور ہر دو کے حلقہ اپنے افکار و خیالات دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ تکلیف گزارا کر کے ان کتب کا حوالہ دے دیں جن سے آپ کو ثبوت ملے ہو کہ آیات ۱۴۳۷ اور ۱۴۳۸ تو ۲۰ھ میں جنگ بدر سے پہلے شامل ہو گئی اور اہمیت ۱۴۳۷ ایک سال بعد شامل ہوئی۔ اس طرح ہمارے پاس ایک سند ہو جائے گی اور ہم انہیں اپنے ہمسہ خیالات کی خصوصیات سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے۔ یہ اسلام کی ہی خدمت ہے۔ امید ہے کہ آپ ضرور ہمیں اپنے افکار علیہ سے مستفید فرمائیں گے۔

جواب: اس سوال میں جس فقرے کا ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ خود اس کے موضوع و

مضمون ہی سے ظاہر ہے۔ اس کے صنف کا صنف مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں روزے رکھنے کی مصیبت سے خود بھی بھی اور اپنے ہم شرب صحابہ لوگوں کو بھی بچائیں۔ عام فنی قیمت ہیں کہ کھلی کھلی ظاہری کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور جو ظاہری کرنا چاہتے ہیں اسے بے ظاہر کر گزرتے ہیں۔ ان میں کم تو کم یہ نگاری موجود تھی ہے کہ خدا کی ظاہری کرنے کے لئے خود خدا ہی کی کتب کو جمع بنائیں۔ لیکن یہ زلل قسم کے فنی نہ ہیں کہ اپنے فنی و لغو کے لئے قرآن کو آڑ بناتے ہیں اور قرآن سے یہ خدمت لینے ہی کے لئے انہوں نے اس کا رشتہ حدیث سے توڑا ہے تاکہ اس کی آیات کو جیسے چاہیں سنی پتائیں، ان لوگوں کو کج کھلی پہن لی ہوئی ہے۔ جس جس طرح چاہتے ہیں عقل خدا کو خدا کی کتب کا ہم لے لے کر خدا کے دین سے بھرتے ہیں۔ پہلے انہوں نے ”قرآن“ تفسیر کئے تھے۔ پھر ”اسلام“ وضع کئے تھے چل کر یہ ”خدا“ بھی بنائیں تو کون ان کا ہاتھ بڑھ سکتا ہے۔

بدنوں کے بارے میں قرآن سے جو ملا استدلال انہوں نے کیا ہے اس کی قطعی واضح کرنے کے لئے سب سے پہلے ہم خود قرآن کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ ذیل بحث آیات کا قطعی ترجمہ یہ ہے:

”سے لوگ جو ایمان لائے ہو“ کہہ دیجئے گئے ”تم پر روزے جس طرح رکھے گئے تھے تم سے پہلے کے لوگوں پر“ تاکہ تم پر بیزگاری نہ ہو۔ روزہ رکھنا چند گئے چنے دونوں کا بھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر ہو تو پورا ہونا چاہئے شہر و سرے دونوں سے اور جو لوگ اس کی (یعنی روزے کی) طاقت رکھتے ہوں ان پر فرض ہے ایک سبکیں کا کھانا پھر جس میں عقل کیا گیا قرآن، رضا کا کہنا ان کے لئے اور مدنی آیات لئے ہوئے ہدایات اور تفریق حق و باطل کی۔ پس جو پائے تم میں سے اس بیچے کو تو چاہئے کہ اس کے روزے نہ رکھ اور جو مریض ہو یا سفر ہو تو پورا ہونا چاہئے شہر و سرے دونوں سے۔“

(ملاحظہ فرمائیے سورہ البقرہ رکوع ۱۸۳ اور اصل سے متعلقہ کر کے خوب

اہلین کر لکھ کر اصل اور تھے میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق تو نہیں ہے۔

اس عبارت کو جو شخص غلط فہم میں ہو کر چلے گا اس کے دل میں لانا پڑتا سوال یہ پیدا ہو گا کہ اگر یہ چار عبارت ایک ہی سلسلہ فقرے کی ہے جو ایک وقت اور جگہ ہوئی تھی تو اس میں پہلے ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا گیا کہ یہ رمضان میں تم کو یہ نصبت دی گئی تھی اس لئے تم میں سے جو اس کو پائے اسے چاہئے کہ اس مہینے کے بدلے دے۔ آخر یہ کیا اصول ہیں کہ پہلے کہا میں دیکھا چھ گئے پتے دونوں کا۔ پھر تم چار قسموں میں بدلتوں کے متعلق بعض احکام بیان کئے پھر بتایا گیا کہ وہ مجھے پتے دیں رمضان کے ہیں اور رمضان کو اس کام کے لئے اس وجہ سے منتخب کیا گیا ہے اور اس چارے مہینے کے بدلے دیکھ جائیگا۔ ایک مربوط سلسلہ فقرے میں شاید ایک لازمی بھی اپنی بات ہیں لہذا نہ کرنا بلکہ ہیں کہنا کہ اگلی قسموں کی طرح تم پر بھی بدلے فرض کئے گئے ہیں اور چونکہ رمضان کے مہینے میں تم کو قرآن کی نصبت دی گئی ہے اس لئے یہ فرض بدلے تم اس مہینے میں رکھو۔ اس کے بعد اس کو جو کچھ احکام بیان کئے ہوئے وہ بیان کر دیتا۔

دوسرا سوال ایک غلط فہمیان کا ہے کہ اگر کے دل میں یہ پیدا ہو گا کہ اس سلسلہ عبارت میں جب پہلے یہ فقہاء آچکا تھا کہ جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر ہو تو پورا ہونا چاہئے شکر دے دلوں سے۔ "تو اس فقرے کو بعد میں دہرا لے کر کیا حلاوت تھی؟ اور اگر فی الواقع اس کا دہرانا ضروری تھا تو پھر یہ فقہاء بھی کیوں نہ دہرایا گیا کہ "جو لوگ اس کی حلاوت دیکھتے ہوں ان پر فرض ہے ایک مسکن کا کھانا؟" حقیقت میں ضرورت تو دونوں میں سے ایک کو بھی دہرا لے کر نہ تھی۔ لیکن ایک کو دہرانا اور دوسرے کو نہ دہرانا تو ایک معاملاً محسوس ہوتا ہے۔

تیسرا سوال جو اس کے دل میں کھلے گا وہ یہ ہے کہ "کہ رمضان وہ ہے" جس سے پہلے کی عبارت اور اس کے بعد کی عبارت کا مضمون ایک دوسرے سے صریحاً متناقض نظر آتا ہے۔ پہلا مضمون صاف طور پر یہ کہہ رہا ہے کہ جو شخص طاقت

ہرے میں تم کو اس مہینے کے روزے ضرور رکھنے چاہئیں۔

محدثین و مشرکین نے یہ تشریح خود لکھی اور تابعین سے نقل کی ہے۔ خلاصہ
 نام ابو بن خلیل "حضرت سید بن جابر" سے ایک طویل تحریر بیان نقل کرتے ہیں
 جس میں وہ فرماتے ہیں کہ "لاز اور دونہ" دونوں کی سورج صوبہ بدرج قائم کی گئی
 ہے۔ لاز میں پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کیا جاتا تھا پھر کے کی طرف رخ پھیرا
 گیا۔ پہلے لوگ ایک دوسرے کو "لاز" کے وقت اطلاع دیتے تھے پھر دونوں کا طریقہ مقرر
 کیا گیا۔ پہلے طریقہ یہ تھا کہ اگر ایک شخص حج کے کسی مرحلے پر اگر حاجت میں
 شریک ہو تا تھا تو اپنی لاز کا پھوٹا ہوا حصہ لٹا کھانے کے بعد نام کی چوٹی شروع کرتا
 تھا پھر یہ طریقہ مقرر کیا گیا کہ حاجت میں جس مرحلے پر بھی آکر شریک ہو نام کی
 چوٹی میں لاز چڑھتی شروع کر دے۔ پھر نام کے تمام پھیر دینے کے بعد اللہ کر اپنی لاز
 پوری کرے۔ اسی طرح روزے کے احکام بھی بدرج آتے ہیں۔ باب فی تفسیر **فَمَنْ**
عَدَّ نَفْسًا فَسَاءَ قَوْلُهَا پر مبنیہ ہیں دن کے روزے رکھتے تھے "اور ایک دنہ عزم
 کی دوسری کو رکھا کرتے تھے۔ پھر لفظ نے رمضان کے روزے فرض کے حکم پر روایت
 رکھی کہ "ہو دونہ نہ رکھے وہ ایک سنگین کو کھانا کھا دے۔ اس کے بعد عزم آگیا کہ
 رمضان کے روزے ضرور رکھے جائیں۔ اور عذر دست ختم کوئی کے لئے نصیب کی
 روایت منسوخ کر دی۔ پہلے لوگ انتظار کے بعد اس وقت تک کھانا پینا مہاشرت کرتا
 جتنا سمجھتے تھے جب تک سو نہ جائیں۔ سونے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ دوسرے دن کا
 روزہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ اس باب میں کوئی صریح عزم نہ تھا مگر لوگ ایسا ہی سمجھ
 ہوئے تھے۔ بعد میں عزم آیا **لَا تَكُونُوا لَكُمْ لَيْلَةُ الصَّيَامِ فَرِحْتُمْ لَكُمْ فَاسْتَكْمَلْتُمْ** اور قولہ
ثُمَّ اتَّعَمُوا الصَّيَامَ إِلَى الظُّلُمِ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۳)

اس ضمن میں تاجیک بن عسکری "مسلم" اور دیگر اور دوسرے محدثین نے متعدد
 روایات نقل کی ہیں۔ یہ حضرت جابر "حضرت عبداللہ بن عمر" حضرت عبداللہ بن
 مسعود اور حضرت سلمہ بن اکوع وغیرہ سے مروی ہیں۔ مشہور مشرکین جبرہ بن جری (محدث
 صحاح) نے پوری سند کے ساتھ جن صحابہ اور تابعین سے اس کی تائید میں روایات
 نقل کی ہیں ان کے نام یہ ہیں: سید بن جابر "ابن عمر" عباس "سلمہ بن اکوع"

مکر، نکر، حسن، ہنس، شعی، عطاء، زہری، ان میں سے ایک دولت میں وہ حضرت جعفر بن زہل کی یہ قسریٰ قتل کرتے ہیں کہ پہلے چو کہ اہل عرب دونوں کے ملے نہ تھے اور دونوں ان پر سخت گریں گزرتا تھا اس لئے ان کو یہ دولت دی گئی تھی کہ رمضان میں جس دن دونوں نہ دیکھی اس دن کسی مسکین کو کھانا کھادیں۔ بعد میں مایوسی غم آگیا کہ چارے بیٹے کے بدلے دیکھ لایا کہ تم مریض ہو یا سڑے ہو۔ ایک اور دولت میں وہ ان مہاشا کی یہ قسریٰ قتل کرتے ہیں کہ پہلے سارے کے دونوں میں لڑائی لڑنے فساد کی رخصت رکھی تھی مگر دوسرے سارے جو غم آگیا اس میں مریض و سالاری دولت قریب تھی۔ لیکن غم کے لئے فساد کی دولت کا ذکر نہ تھا اس لئے یہ دولت منسوخ ہو گئی۔

اس قسریٰ سے ہر شخص خود کو ان کر سکا ہے کہ جو لوگ حدیث سے سبہ نواز ہو کر ہنگامہ کو عمارت اور تحقیق کے ساتھ پیچ کر قرآن سے منجھانے لگام قتل رہے ہیں وہ کس طرح خود گمراہ ہو رہے ہیں اور عام مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

(ترجمان القرآن، باب شعبان، ترجمہ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۵۵)

منکرین حدیث کا ایک اور اعتراض

سوال : منکرین حدیث مسلم شریف کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ ”آنحضرتؐ مسلم کی ام ولد ہادیہ قبیہ سے لیا گئے کا الزام ایک شخص پر لگایا گیا کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو غم دیا کہ طرم کو قتل کر دیا جائے چنانچہ اب حضرت علیؓ کو مارنے کے اس شخص کو قتل کرنے کے لئے قتل کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ وہ سخت تھا آپؐ وہیں پہلے آئے اور آنحضرتؐ مسلم کو یہ واقعہ سنا دیا۔ اس حدیث سے حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ نے محض الزام کی بجائے ”مخوفہ کی کارروائی کے بغیر اور طرم کی صفائی سے بغیر اس کے قتل کا حکم کیسے دیا؟ حالانکہ یہ اسلام

کی مجموعی سپرٹ اور ان اعلیٰ کے خلاف ہے جس میں سلام کا
برائی حکام بیان ہوا ہے۔

۳۔ دنا کی سزا دے ہے یا رجم (اگرچہ عکریں حدیث رجم کے قائل
نہیں) مگر قل کی سزا کو کون مقدم میں نہیں دے گا؟

۴۔ حضرت علیؑ نے غزوہ بدر میں کہا کہ اے اللہ! حضرت صلعم
نے کسی کو یہود دیکھنے سے کسی اعلیٰ میں معذرت فرمائی ہے۔

۵۔ حافظ ابن حجرؒ میں ہمدانیؒ کا علیؑ کا یہی دور دوسرے عکریں
حدیث نے جبر و قہر کے ہر اصول بیان کئے ہیں، اس کوئی ہے
اس حدیث کا کیا حکم ہے؟ اگر حدیث اپنی پوری اعتبار کے باوجود
بہ نفع ہے تو اس مسئلہ میں اس تک چوک گئے ہیں تو کیا
مناظرین کو حق نہیں کہ وہ باوجود اہل بیت کے اب اس قصہ کو پورا
کریں؟

۶۔ اس حدیث کے متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
آنحضرت صلعم کا حکم نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری مقدمہ کی کارروائی
بیان کر رہا ہے اور غالباً بعض تعلیقات کے مضمون اس کو زوالی ہو
گیا کہ وہ پوری کارروائی اپنے الفاظ میں بیان نہیں کر سکا۔

جواب یہ عکریں حدیث دراصل جمل مرکب میں جمل ہیں۔ جس چیز کو نہیں جانتے
اسے جانتے دہلی سے پہنچنے کے بجائے علم میں کر فیصلے ملوا کرتے ہیں اور پھر
انہیں شلخ کر کے عوام الناس کو گمراہ کیا شہرہ کر دیتے ہیں۔ ان کی گمراہ کن تقریریں
اکثر ہادی نگہ سے گزرتی رہتی ہیں اور ان کا کوئی اعتراض لیا نہیں ہے جس کو دلائل
سے رد نہ کیا جاسکا ہو۔ لیکن جس وجہ سے مجدد عالمی اعتبار کوئی چلی ہے وہ
دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی بحث میں باہموم بازاری فتنوں کا سامرا اختیار کرتے
ہیں۔ ان کے مضمون چوتھے وقت لیا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک ملاحت
بہری بھانڈا ہاتھ میں لئے کھڑا ہو اور زبان کو لے کے ساتھ ہی چلب کے منہ پر اس
بھانڈا کا ایک ہاتھ دبید کر دے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کے منہ گناہی شریف آدمی

کے اس کی بات نہیں ہے اور نہ اس تلاش کے لوگ اس لائق سمجھے جاسکتے ہیں کہ ان سے کوئی علمی بحث کی جائے۔

سرمل ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ جنی شریف کو میں کے دل میں ہی غور ہواؤں کی غیروں سے کوئی شہ پیدا ہو جائے ان کے شہادت رفع کرنے کی کوشش کریں اگرچہ یہ بات عدلیہ و قضا کے خلاف ضرور ہے کہ شریف اور سرمل لوگ ان کے بیسویں طرز کلام کو دیکھنے کے بعد ان کی باتوں کو وزن دیتے تھیں۔

جس واقعہ کے حقائق آپ نے سوال کیا ہے اس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت مارے قبیہ کے ہمارے میں عند کے ملاحظین نے یہ انوار ازا دی تھی کہ اپنے چچا دارو ہائی سے ان کا بہتر تعلق ہے۔ رفتہ رفتہ یہ بات نبی ﷺ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ "تذهب فلان وجهہ عند مارہ فاضرب عنقه" "ہو اگر تم اس کو مارے کے پاس پڑو اس کی گردن مار دو۔" بعد میں کہ کہنے والے نے حضورؐ سے یہ کہا کہ وہ وہی اس وقت موجود ہے "آپؐ کسی کو بھیج کر دیکھ لیں" اور اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اگر وہ وہی کسی صاحبِ حالت میں پلا جائے تو جان سے مار دو۔ اس حکم کے مطابق حضرت علیؑ جب وہی پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک عرض میں لٹا ہوا ہے۔ آپؐ نے جاتے ہی اسے ڈاکا اور ہاتھ پکڑ کر اسے عرض میں سے کھینچ لیا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جانی سے بھرے ہوئے عرض میں لٹا ہو اس کے ہمارے میں باہر سے دیکھنے والے کو بیک نظروں سے ملے گا کہ وہ نکلا ہے یا سزا حاصل گئے ہوئے ہے۔ جب حضرت علیؑ نے اس کو باہر کھینچا تو پایک آپؐ کی نظر اس کے ستر چڑی اور ملوم ہوا کہ وہ تو مشغول تھا کہ ہے۔ آپؐ نے اسی وقت اسے پھوڑ دیا اور اگر حضور ﷺ کو حقیقت معلوم ہوئی۔

اب فرمائیے کہ اس واقعہ پر کیا اعتراض ہے اور کس پہلو سے ہے؟ یہ بات بھی میں عرض کر رہا ہوں کہ خدا کے فضل سے یہ مدحِ فیض نہیں ہے۔

بعض صحابہ نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس شخص کے غٹ ہونے کا صلہ حضور ﷺ کو ملوم تھا اور آپؐ نے حضرت علیؑ کو قتل کر حکم دے کر سرمل اس لیے بھیجا تھا کہ جب حضرت علیؑ یہ حکم اسے سنائیں گے تو وہ اپنا راز خود کھول

وے تک اور اس طرح سب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ساری افواہیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ لیکن میں کتابوں کے اگر یہ بات نہ بھی ہو تب بھی واقعہ یہ ہے کہ خود باطل افواہیں ہیں۔ کیا کسی شخص کو یہ حق نہیں پائیگا کہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے رسول خدا کی برحقیت دیکھے، خود وہ بھی ایسی سخت ہے حتمی، تو وہ ایسے کوئی کو قتل کر دے؟ اپنی ماں یا بیوی یا بہن کے ساتھ فعل ہوتے دیکھا بھی دیکھا بھی ایک معتقل وہ اشتعال ملا جاتا ہے۔ کہا کہ ظہیر خدائے ہندو پر ایسا حملہ دیکھا جائے۔ ہم جس شخص کو اس پر افواہیں ہو اس سے بچ بھیجے کہ اگر اس کی بیوی کے متعلق ایسی ایک گھنٹی خبر اسے پہنچے تو اس کا دل عمل کیا ہو گا۔

(ترجمان القرآن، جلدی اولیٰ، صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

پہلی کے باوجود حلال ہونے کی دلیل

سوال: میری فکر سے "ترجمان القرآن" کا ایک پرانا پرچہ گزرا تھا جس میں انکس کے ایک طالب علم نے گوشت دنیو کھانے کے متعلق اپنی حکمت و فہم کی تحریر۔ جس کے جواب میں آداب نے فرمایا تھا کہ وہ یوروں کا راجہ یا پہلی کا گوشت کھانا کسے۔ مجھے یہی سوچنا پڑا کہ مسئلہ یعنی پہلی غیر ذرا خود پر آپ سے بلکہ عرض کیا ہے۔ کیونکہ غالباً آپ بھی مسلمان عالم کی طرح اس کا گوشت کھانا حلال خیال فرماتے ہیں۔ میرے خیال میں حلال و حرام کا فیصلہ بغیر اللہ تعالیٰ کے کسی انسان کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ

وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ السُّبْحَانَ لِلَّهِ عَمَّا تُشْرِكُونَ
لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْءٌ

لیکن قرآن کی مدد سے پہلی غیر ذرا خود کی حرمت تو موجود ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک عہد ہے اور ہم یہ ثابت کر (پھر سورہ صافات) دنیو (مستحبات) ذرا کرنے کا حکم سورہ سورہ ہے۔

۱۔ حرمت علیکم القیئہ۔ الخ لکم لیسق (۵/۲) چلی بھی
میتہ میں شامل ہے۔

۲۔ یسئلونک ماذا یأکل لعل لہم عی لعل لکم الطیبہ فکلوا
معا لیسکن علیکم ولا تکر وا لسم اللہ ... الخ
یہاں ہم طیبہ کو ذبح کرنے اور ان پر خدا کا نام لینے کی تصریح
ہے۔ چلی کی استنہائیس ہے۔

۳۔ فکلوا مما ذکروا لکم علیہ لعل لکم الطیبہ ان کنتم بایئہ مومنین
۱۱/۱۱ یہ لہائی پہلو ہے اسی امر کا کہ صرف خدا کے نام کا ذبح شدہ
ہمارہ کھلا کہ۔ یہاں بھی چلی غیر ذبح شدہ کی استنہائیس ہے۔ بلکہ
اسے خدا کا نام لے کر چلی حیوانات کی طرح ذبح کرنا چاہیے۔

۴۔ ولا یأکلوا مما لیس لکم لعل لکم الطیبہ وانہ لیسق (۱۱/۱۱)
یہ نہیں کا پہلو ہے۔ یہاں صرف آلات کے بصری نمونے
ہیں۔ تاکہ اگر ایک طرح سے کوئی کچھ نہ سمجھ سکے تو دوسری طرح
کچھ ہلکے لہائی اور نمی پر وہ پہلو قرآن کے عام اسلوب کے
مطابق اس مسئلہ میں بھی موجود ہیں۔ اور یہاں تو غیر ذبح شدہ
حیوان کو کھانا لیسق قرار دیا گیا ہے۔ یہاں پر بھی "لا یأکلوا
وہیولہ کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ لہذا غیر ذبح شدہ چلی کا گوشت
کھانا قصداً حرام ہے۔

اب عرض ہے کہ چلی غیر ذبح شدہ کی علت اگر کیس قرآن کریم میں
ذکر کی گئی ہے تو مسمیٰ قرا کر نگے بذریعہ "ترجمان القرآن" مطبع قراچی عام
علم اسلام تو "موجودنا علیہ لعل لکم الطیبہ" کی دلیل پیش کر کے پھلکارا حاصل
کر لیتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن کے میں احکام کی موجودگی میں اس
قسم کی دلیل ہرگز کام نہیں دے سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ احادیث
رسول ﷺ میں چلی غیر ذبح شدہ کو حلال قرار دیا گیا ہے لیکن قرآن
کے حلالہ میں قرآن کی دلیل پیش نہ کی جا سکتی۔ ہم ان احادیث کو بسوا چشم

من لیتے ہیں جو قرآن کے سوال ہیں۔ لیکن اگر کوئی حدیث قرآن کے مروجہ فہم کے خلاف ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ حدیث رسول کریم ﷺ نے ہرگز نہیں فرمائی۔ بلکہ موضوع ہے اور احادیث کو قرآن پر قاضی کہنا تو خارج از بحث ہے۔

لہذا چاہئے کہ بعد از اہلپ کے سامنے قرآن کے دلائل پیش کرنا ہے۔ اس لیے استدعا ہے کہ آپ بھی قرآن ہی سے دلائل پیش کریں۔ ہمارے دلائل کے مقابلہ میں ایک دلیل بھی کافی ملتی ہے۔

جواب یہ تو غلطی کی بات ہے کہ آپ قرآن مجید میں خود فرماتے ہیں۔ مگر آپ کے سوال سے انکار ہوتا ہے کہ آپ خود ہی لفظ ہمارے پڑ گئے ہیں۔ قرآن پر خود کہہ ہی نہیں ہیں کہ آپ نبی ﷺ کی قرآن و حدیثیں اور آپ ﷺ کے شاندار صحابہ کی توضیحات اور ابتدائے کتب تک کے تمام علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین کی تحقیقات اور امت کے حوازی قبائل ہر چیز سے پتہ چلا ہو کہ اس صحیفہ کے الفاظ میں خود فرمائیں اور جو کچھ اس سے آپ کی کچھ میں آئے اس کے تعلق سے کچھ نہیں کہ اس میں حق ہے اور اس کے خلاف جو کچھ بھی کہیں پایا جاتا ہے وہ رد کر دینے کے لائق ہے۔ خواہ وہ احادیث و آثار میں ہو یا فقہائے امت کی تحقیقات میں یا اس پر امت کا حوازی عمل پایا جاتا ہو۔ صاف فرماتے یہ طریقہ اگر آپ اختیار فرمائیں گے تو قرآن سے دلالت پانے کے بجائے گمراہی اخذ فرمائیں گے۔

یصل بہ کثیرا ویجہی بہ کثیرا وما یصل بہ الا القسطنطنیۃ الذین

یصلون بعد اللہ من بعد حیثتہ و یصلون ما لہم اللہ بہ ان

یوصل و یصلون فی الارض ا

آپ پرمانہ فرمائیں۔ آپ خود کا یہ طریقہ اختیار کر کے اللہ کی کتاب کا تعلق اس کے نبی کی باتیں سے کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے خود اس کو عزا ہے۔

۱۔ لفظ اس کے درجہ سے جوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے اور جوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ اس کے درجہ سے گمراہ نہیں کرتا مگر ان باتوں کو جو لفظ کے معنی کو استوار ہو جانے کے بعد دیتے ہیں اور ان معانی کو لکھتے ہیں جنہیں عربی لفظ نے علم دیا ہے اور زمین میں لکھ دیتے ہیں۔

وما انزلنا عليك الكتاب الا تبين لهم الايات المتظهِرات

اس لئے آپ اپنے آپ کو اس ظہر میں ڈال رہے ہیں کہ کتاب اللہ سے آپ کو دہشتہ کے بجائے شکات ملے۔

کتاب اللہ کو دیکھنے کے لئے اسطیث و آثار اور سطح کی تحقیقات کی طرف رجوع کرنا ہرگز وہ فعل نہیں ہے جس پر موجدنا علیہ آہاد خاکی بھیجی کسی جا سکتی ہو۔ یہ قرآن کی آیات کو قرآن کے خلاف کے خلاف استعمال کرنے کی ایک بدترین مثال ہے۔ قرآن نے یہ بات ہمیں بھی فرمائی ہے کہ لوگوں کی خدمت میں قرآن ہے جو اپنے ظہر پر دہشت یافتہ آہاد کے طریقہ کی طرح ہی چڑی کر رہے تھے۔ اس کو تو لوگوں پر چہاں کرنا ہو کتاب الہی کا علم رکھنے والے لوگوں کی طرف کتاب الہی کا خلا معلوم کرنے کے لئے رجوع کرتے ہیں نہ صرف یہ کہ حلقی طور پر خلا ہے بلکہ خود قرآن کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ اگر اس فعل کو آپ موجدنا علیہ آہاد خاکی کے تحت لاکر قابل خدمت ٹھہراتے ہیں تو پھر قرآن کے تو اوشکات کا آخر آپ کے نزدیک کیا خلا ہے کہ فاستلوا اهل الذکر ان یتعلمون اور فواتک الذہین ہدی اللہ فہدہم لکلمہ ۲۱

آپ کی یہ بات بھی سچی نہیں ہے کہ وہ ہرگز جو قرآن سے ڈاکو یا اس کے بیان سے غلبہ حدیث میں نظر آئے وہ ان قرآن کے خلاف ہے۔ اس لئے اسے رد کر دیا جائے۔ قرآن میں اگر کوئی علم عموم کے خلاف میں بیان ہوا ہو اور حدیث یہ بتائے کہ اس علم عام کا اطلاق کن خاص صورتوں پر ہوا ہے تو یہ قرآن کے علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کی تشریح ہے۔ اس تشریح کو اگر آپ قرآن کے خلاف ٹھہرا کر رد کر دیں گے اور ہر علم عام کو اس کے عموم ہی پر دیکھنے کے لئے اسرار کریں گے تو اس سے بے شمار قیاسی بیانیہوں کی جن کی مجلس آپ کے سامنے پیش کریں تو آپ خود بھی جانیں گے کہ فی الواقع یہ اسرار خلا ہے۔

اے ای بی ایم نے یہ کتاب تم پر اس لئے اتالی کی ہے کہ تم میں کے سامنے اس بات کی تشریح کر دو جس میں وہ الغلبہ کریں۔

یہ فعل ذکر ہے اور تم نہیں جانتے۔

یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے دہشتہ کی نفی میں تم میں کی دہشتہ کی نفی کر۔

آپ اسرار کے ساتھ مطالبہ فرماتے ہیں کہ ذراغ کے بغیر پھل کے حلال ہونے کی کوئی دلیل قرآن سے پیش کردہ۔ میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں مگر ابتدائی میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ جواب آپ کے اس مطالبہ کو اصولاً صحیح بن کر عرض نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ آپ کو یہ بتانے کے لئے عرض کیا جا رہا ہے کہ آپ کا مطالبہ قرآن میں قدر سلی ہے اور اس سلی مطالبہ پر اسکو کر کے آپ کا حدیث 'تفسیر' قدر اور امت کے متواتر عمل 'پرچہ کو رد کر دینا' کلمہ ہو چکا کتنی بڑی جسارت ہے۔ خدا کہے کہ میری اس تفسیر کے بعد ہی آپ منکرین حدیث کے اٹھائے ہوئے قدر سے بچ جائیں اور قدرتی قرآن کی صحیح روش اختیار کر لیں۔

پہلی بات تو اصل تفسیر سے متعلق ہے جسے آپ کو ابھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید قانون کی زبان میں کلام نہیں کرتا بلکہ اس کا سلوب بیان خطیبانہ ہوتا ہے اور خطیبانہ اسلوب بیان میں نہ ان چیزوں کی تصریح کی جاتی ہے جن کو خطاب لوگ موقع و محل سے خود سمجھ رہے ہوں اور نہ ان معاملات کو طرز رکھا جاتا ہے جو قانون کی دفعات مرتب کرتے وقت فکر میں رکھی جاتی ہیں۔ کیوں کہ عام سامعین سے اس طرز کلام میں خطاب کرتے وقت یہ فرض نہیں ہوتا کہ وہ الفاظ کو ان کے معمول حدود سے گھٹایا بڑھا کر ان کے قانونی حدود پر متعلق کر نہیں سکیں گے۔ اس قصور کو گھٹانے کے بعد اگر آپ ان آیات پر غور کریں گے جن سے آپ نے "ہر جانور کو ذراغ کرنے" اور "بلا ذراغ کسی جانور کی حلال نہ ہونے" کا قانونی کلیہ مستنبط کیا ہے تو آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہی موقع و محل اور سیاق و سباق اور عرف عام سے یہ بات آپ ہی واضح تھی کہ کلام دراصل انعام اور تنگی کے دوسرے جانوروں سے متعلق ہے نہ کہ پانی کے جانوروں سے متعلق۔ نیز یہ بات جو کہ عقل عام (Common Sense) سے متعلق دیکھنی ہے کہ موقع کے بغیر کسی جانور کو نہ کھانے کا حکم عام سن کر کوئی عقل مند کوئی ایسے پچھلیوں تک وسیع نہ سمجھے گا۔ اس لئے ایک غیر قانونی طرز کلام میں اس امر کی ضرورت نہ تھی کہ پھل کی جگہ اس سے متعلق کیا جائے۔

اس کے بعد آپ دیکھیے کہ قرآن میں خصوصیت کے ساتھ پانی کے جانوروں کے متعلق کیا حکم ملتا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے: لَاحِلْ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ

”تمہارے لئے حلال کیا گیا مسند کا فکار اور اس کا علم۔“ یہی دو چیزیں لائقِ ثواب ہیں :

اول یہ کہ مسند کا فکار حلال کیا گیا۔“ فکار سے مراد یہی فعلِ فکار نہیں بلکہ فکار کیا ہوا جائز ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ فعلِ فعلِ فکار کی تحلیل ہے معنی ہے۔ اگر اس کا مکمل حلال نہ ہو۔ اور جب اس فکار کے لئے کوئی خاص شرطِ تحلیل بیان نہیں کی گئی تو یہی بات سمجھی جائے گی کہ عام طور پر دنیا میں پائی کا فکار جس طرح استعمال کیا جاتا ہے اس طرح اس کے استعمال کو حلال کیا گیا ہے۔ اب آپ غلط کر کے بتائیے کہ دنیا میں کب کب مہملوںِ فحاش کی جاتی رہی ہیں کہ آپ صیدِ فحاش کے مضموم میں صرف عام کے لحاظ سے فکار کی ہوئی پھیلیں کے فحاش کو بھی شامل قرار دے سکیں؟ یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کو فحاش کہتے ہیں وہ دنیا بھر میں صوفیاء اور اس کے سلسلہ میں فحاش کے مشروط ہونے کی تو تصریح ضروری ہو گی مگر اس کے مشروط نہ ہونے کی تصریح کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم یہ کہ یہی صید کے ساتھ ایک اور چیز کی تحلیل کا بھی ذکر ہے اور وہ ہے علمِ فحاش۔ سوال یہ ہے کہ یہ علمِ فحاش کیا ہے؟ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ علمِ فحاش غیرِ فحاشی طرف نہیں بلکہ صید کی طرف پھرتی ہے اور اس کا مطلب ہے مسندِ فکار کو کہنا۔ کیونکہ اگر یہ مطلب ہوتا تو علمِ فحاش کے بجائے علمِ فحاش کیا ہوتا۔ اس لئے کہ علمِ فحاش مسندِ فحاش کی طرف پھرتی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صیدِ فحاش کے علاوہ علمِ فحاش بھی حلال ہے۔ اس علمِ فحاش کی تفسیر آپ کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ مگر میں آپ کو یہ بتانے دیتا ہوں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ جیسے لوگوں نے اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس سے مراد وہ جائز ہے جسے فکار نہ کیا گیا ہو بلکہ جس کو مسند نے حاصل ہونا چاہا ہو۔ اور یہی بات خود نبی ﷺ سے بھی حضرت عائشہؓ ہی عہدِ فحاش نے نقل کی ہے کہ ”معلقہ فحاشہ لوجوز منہ فحاشہ“ (مردان) ”جسے مسند نے پیچک دیا ہو یا جسے حاصل ہوا ہو اور مسند کا پانی نہ گیا ہو اسے کہو۔“ نیز اسی کی تفسیر یہ حدیث بھی ہے کہ مسندِ فحاش کو اللہ نے نبی آدم کے لئے فحاش کر دیا ہے۔“ (دارِ فحاشی) اور یہ کہ مسند

کا مرا ہوا حلال ہے۔" (وسطا وغیرہ) آپ چاہیں تو ان ساری تفسیروں کو رد فرما دیں مگر یہ کہ کرم یہ بھی ضرور بتائیں کہ آپ خود میدانِ فکر کے ساتھ "وہمعلوہ" کے حلال کیے جانے کا مطلب کیا سمجھتے ہیں؟

پہلی کے بارے میں ابن قیم نے (ذوالفہرہ) (جلد دوم۔ فصل فی سورۃ الفخہ) میں ایک لطیف بحث کی ہے "یہ کہ کرم اس کو بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ اس میں انہوں نے نقلی دلائل کے سوا عقلی دلائل سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ پہلی کو نسخ کرنے کی درحقیقت کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ محض پانی سے نکل آتا ہی اس کے ذائقے کے لیے کافی ہے۔

(ترجمان القرآن جرم ۱۷ ص ۱۷۷۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

قتل مرتد کے مسئلے پر ایک اعتراض

سوال: (۱) ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا الفخ (سورۃ نساء) کی تخریج کے سلسلے میں ایک میرزا لائی دوست نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ میرزا ابو الفتح موصی صاحب اپنی کتاب "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" یہ لکھتے ہیں کہ جو ایک دہلہ اسلام لاکر اس سے پھر جائے اسلام نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ لیکن قرآن میں دوسری دہلہ لیکن لانا مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہے۔ یہ کہ کرم یہ افکار رفع فرمائیں۔

(۲) الفخہیت للشیعہ الفخ (سورۃ نور) کا مضمون کیا ہے؟

جواب: آیت ان الذین امنوا ثم کفروا سے قتل مرتد کے مسئلے پر آپ کے تھوڑی دوست نے جو اعتراض کیا ہے "وہ ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ قتل مرتد کا حکم تو اسی جگہ بخذ ہو سکتا ہے جہاں اسلامی حکومت موجود ہو مگر مسلمان ان عقائد پر بھی پلایا جا سکتا ہے جہاں نہ اسلام کی حکومت ہو۔ نہ ارتداد کی سزا دینی ممکن ہو۔ اس لیے آیت مذکورہ سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن کی رو سے تمام حالتوں میں کفر بعد اسلام کے بار بار ارتداد کا امکان ثابت ہوتا ہے جو قانون قتل مرتد ہونے کی صورت میں ناچل قصور ہے۔ پھر آپ کے ان تھوڑی دوست کو یہ بھی

معلوم نہیں ہے کہ اسلامی قانون صدور ارتداد کے بعد فوری مرتد کو قتل کر دینے کا حکم نہیں دیتا بلکہ اس کو اپنی عقلی محسوس کرنے اور توبہ کرنے کا موقع بھی دیتا ہے اور اگر وہ توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیتا ہے۔ علماء دینی اصولوں نے اس بات پر بھی غور نہیں کیا کہ یہ کھت ارتداد کی اخروی سزائیں کر رہی ہے اور کسی جرم کا اخروی نتیجہ بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کے لئے کوئی دنیوی سزا نہ ہونی چاہئے۔ جن محکموں کی سزائیں میں بیان کی گئی ہے ان میں سے جہاد ایسے ہیں جن کی دنیوی سزا کے علاوہ اخروی سزا کا بھی ذکر کیا گیا ہے، مثلاً مسلمان کو عموماً قتل کرنا اس لئے کہ بکثرت حالات ایسے ہو سکتے ہیں اور دانا ہوتے رہتے ہیں جن میں ایک شخص ارتداد جرم کرتا ہے اور دنیوی سزا سے بچا رہتا ہے۔ اسی ارتداد کے معاملہ میں دیکھئے کہ اس کی دنیوی سزا صرف اس وقت دی جاسکتی ہے جبکہ کوئی کا ارتداد عادی ہو، حکومت کے نوٹس میں آ جائے اور حالات میں اس کا ثبوت یقیناً پہنچ جائے۔ مگر بکثرت ارتداد ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو عقلی طور پر واقع ہوں اور بار بار توبہ کرنے کے بعد کوئی بار گھر میں جلا ہوتا رہے۔ لہذا دنیوی سزا تجویز کر دینے کے باوجود اخروی سزا کا ذکر ضروری ہے اور کسی مقام پر محض اخروی سزا ذکر ہونے کے سنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ جس جرم کے لئے دنیوی سزا نہیں ہے۔

اس سلسلے میں میرے لئے یہ بات ناقص قسم ہے کہ "مرتد کی سزا" کا نام سننے ہی سے عربی حضرات آخر کیوں اس قدر پریشان ہو جاتے ہیں؟ میں نے اپنی کتاب میں کہیں بھولے سے اشارہ تک ان کی طرف نہیں کیا ہے۔ پھر بھی وہ اس پر اتنے مشتعل ہیں کہ گویا انہی کے لئے سزا سے موت تجویز کی گئی ہے۔ کیا وہ خود اپنے حلقے کسی شبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟

آیت العقیقت للظہین سے مراد یہ ہے کہ بدکار موبوں کے لئے بدکار عورتیں ہی موزوں ہیں اور بدکار عورتوں کے لئے بدکار موہی موزوں ہیں۔ پرہیزگار اہل ایمان کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے لوگوں سے رشتے جوڑیں۔

(ترجمان القرآن، رجب، شعبان ۱۳۸۵ھ۔ اپریل، مئی ۱۹۶۵ء)

سحر کی حقیقت اور معوذتین کی شان نزول

سوال : معوذتین کی شان نزول کے متعلق بعض حضرات نے حضور علیہ السلام پر یہودی لڑکیوں کے جلد کا اثر ہونا اور ان سورتوں کے پڑھنے سے اس کا زائل ہونا جتنا عوامی افسانہ تھی فرمایا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ نیز جلد کی حقیقت کیا ہے؟ بعض اعراب حضور علیہ السلام پر جلد کے اثر کو عصب کے خلاف سمجھتے ہیں۔

جواب : شان نزول کے بارے میں یہ بات پہلے ہی سمجھ لینے کی ہے کہ حضرت جب کسی واقعہ کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جب واقعہ پیش آیا اسی وقت وہ آیت نازل ہوئی تھی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے اس آیت کا تعلق ہے۔

معوذتین کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ وہ کے میں نازل ہوئی ہیں اور اہل بیت میں جلد کا جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ عبد العزیز کا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بدایت "لفظ ہے کہ جب جلد کا وہ واقعہ پیش آیا اس وقت یہ دونوں سورتیں نازل ہو گئیں۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضور کو ان سورتوں کے پڑھنے کی بدایت لڑائی تھی۔

جلد کی حقیقت اگر کپ سمجھا جائیں تو قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کا قصہ پڑھیں۔ جلد گردن نے لاطیوں اور رسیوں کے جو سہا پہا پائے تھے وہ حقیقت میں سہا پہا نہیں بن گئے تھے مگر اس مجمع نے جو وہی موجود تھا یہی سمجھ لیا کہ یہ لاطیوں اور رسیوں سہا پہوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضرت موسیٰ کی آنکھیں بھی غلط ہونے کے باوجود اس قدر مسح ہو گئیں کہ انہوں نے بھی انہیں سہا پہ ہی دیکھا۔ قرآن مجید کا بیان ہے کہ

فَلَمَّا قَالُوا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ (اعراف-۳)

جب جلد گردن نے اپنے شہرہ بچھکے تو لوگوں کی آنکھوں کو مسح کر

وہ اور انہیں مرعوب کر دیا۔

فَلَمَّا حَا لَهُمْ وَهُمْ يَلُودٌ لَّيْلٍ قَالَهُ مِنْ سَعْرِهِمْ لَهَا نَسْفُ فُلُوحِمْ
فِي نَفْسِهِ خَيْفَةُ مُوسَىٰ لَمَّا رَأَىٰ أَنَّهُ لَيْلٍ قَالَهُ مِنْ سَعْرِهِمْ لَهَا نَسْفُ فُلُوحِمْ
اور وہیں موسیٰ کو دیکھتی ہوئی محسوس ہوئی اور موسیٰ اپنے دل میں ار
مید

اس سے معلوم ہوا کہ جلد قلب ہریت نہیں کرتا بلکہ ایک خاص قسم کا لیبیلی
اثر ڈال کر آدمی کے حواس کو حجاز کر دیتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جلد
کی یہ تاثیر عام انسانوں پر ہی نہیں، انتہاء پر بھی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس درجہ سے کوئی
جلد گر کسی نبی کو شکست نہیں دے سکتا نہ اس کے مشن کو لٹل کر سکتا ہے نہ اسے
اس حد تک حجاز کر سکتا ہے کہ وہ جلد کے ذریعہ اثر آ کر منصب ہریت کے خلاف کوئی
کام کر جائے، لیکن بجائے خود یہ بات کہ ایک نبی پر جلد کا اثر ہو سکتا ہے، خود قرآن
سے ثابت ہے۔

احادیث میں بھی ~~میں~~ جلد کا اثر ہونے کی جو روایات آئی ہیں ان میں
سے کوئی چیز بھی محض "تجربہ اور مشاہدے کے خلاف نہیں ہے" اور نہ قرآن کی تائید
ہوئی اس حقیقت کے خلاف ہے جس کی میں نے اوپر تصریح کی ہے نبی اگر دشمن یا شہید
ہو سکتا ہے تو اس کا جلد سے حجاز ہو جانا کوئی تعجب کی بات ہے؟ روایات سے جو کچھ
معلوم ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ چند روز تک حضور ﷺ کو کچھ لیپین سا لاف
ہو گیا تھا اور وہ بھی تمام محالیت میں نہیں بلکہ بعض محالیت میں جبری طور پر۔

(ترجمان القرآن، رمضان، شوال ۱۳۵۵ھ، ج ۱، ص ۱۸۵)

حدیث کے بعض احکام کو عطف قرآن سمجھنے کی غلطی

سوال : قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم تلاوت کی چاری کریں تو ایسی وضو کرنا چاہیے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر تلاوت کے لئے تو سرور وضو کرنا ضروری ہے "تلاوت چارہ لینے کے بعد وضو کی سیلہ فتح ہو جاتی ہے اور دوسری تلاوت کے لئے ہر عمل ایک وضو کرنا لازمی ہے۔ پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ ایک وضو سے کئی کئی تلاوتیں کیوں پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں وضو کے جو ارکان ہوتے ہیں جن میں کئی کرنے اور ناک میں پانی لینے کا ذکر نہیں ہے اور نہ کہیں ایسے فعل و عوارض کی ضرورت دی گئی ہے جن سے وضو ٹوٹتا ہے۔ اس صورت میں کئی وضو کرنا اور بعض صورتوں کو ناقض وضو قرار دینا کیا قرآنی تعلیمات کے عطف میں ہے؟ مثلاً تھمر کے بارے میں بھی قرآن وضاحت کرتا ہے کہ صرف یہ خطر سڑجہ میں ہی تلاوت میں تھمر کیا جاسکتا ہے۔ کیا عام یہ اس سفر میں تھمر عطف قرآن میں ہے؟

جواب : بلاشبہ وضو کے بارے میں قرآن مجید میں یہی حکم ہے کہ جب تلاوت کے لئے تھمر تو وضو کر "مگر نبی ﷺ نے اس میں بتایا ہے کہ اس حکم کا غلط کیا ہے؟ اسی طرح قرآن میں صرف حد وصولی کا حکم ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس میں حد وصولی کا بھی طریقہ اور سنی بتایا کہ اس میں کئی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی شامل ہے۔ قرآن میں صرف سر کے مسح کا حکم ہے "مگر حضور ﷺ نے سینہ، ہاتھ اور سر کے مسح میں کئی کا مسح بھی شامل ہے۔ آپ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ وضو شروع کرتے وقت پہلے جن ہاتھوں کو پاگ کرلو جن سے تمہیں وضو کرنا ہے۔ یہ ہاتھ قرآن میں نہیں بتائی گئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے حکم قرآنی کی تشریح کر کے ہمیں یہ باتیں بتائی ہیں۔ قرآن کے ساتھ نبی ﷺ کے آئے کا قصد ہی تھا کہ وہ کتب کے غلط کو کھول کر ہمیں بتائے اور اس پر عمل کر کے غلطی آمیزت و غلطی الہیہ الذکور تصدق للناس مقلد الیہم میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اسے کیا

ہم نے یہ ذکر لوگوں کے پاس براہ راست بھیج دینے کے بجائے قصاری طرف اس لئے
بھل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ اس ہدایت کی تشریح کو جو ان
کی طرف بھیجی گئی ہے۔

اس بات کو اگر آپ اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کو اپنے اس سوال کا جواب
سمجھنے میں بھی کوئی دقت پیش نہ آئے گی کہ ایک ہی دھو سے ایک سے زائد نمازیں
پڑھنا کیوں جائز ہے۔ دراصل نبی ﷺ نے ہمیں بتایا کہ ایک دھو کی مدت قیام
کس قدر ہے اور کن چیزوں سے یہ مدت ختم ہوتی ہے۔ اگر حضور ﷺ یہ نہ
بتاتے تو ایک شخص یہ لگتی کہ سکا تھا کہ یہی دھو کے بعد وضو کر لینا یا کسی
دوسرے ناقص دھو فعل کا صدور اس سے ہو جانا اور وہ پھر بھی نماز کے لئے کھڑا ہو
جائے گا مثلاً دو نماز میں رتخ خارج ہو جانے کے باوجود نماز پڑھ ڈالے قرآن میں
مروا ہے بتایا گیا ہے کہ نماز کے لئے دھو ہونا ضروری ہے 'یہ نہیں بتایا گیا کہ دھو
کب تک باقی رہتا ہے اور کن چیزوں سے منقطع ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص بطور خود یہ
نہیں سمجھ سکا تھا کہ یہی دھو جس شخص نے دھو لیا ہے 'رتخ خارج ہونے سے اس
کے دھو میں کیا قیامت واقع ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے واضح طور پر
یہ بتا دیا کہ دھو کو منقطع کرنے والے اسباب کیا ہیں تو اس سے خود بخود یہ بات نکل آئی
کہ جب تک ان اسباب میں سے کوئی سبب رونما نہ ہو 'دھو باقی رہے گا خواہ اس پر
کتنے ہی گھٹے گزر جائیں۔ اور جب ان میں سے کوئی سبب رونما ہو جائے تو دھو باقی نہ
رہے گا خواہ آدمی نے ابھی دھو لیا ہو اور اس کے اعتقاد بھی پوری طرح
غلط نہ ہوئے ہوں۔

اگر ہم آپ کے اس استدلال کو دیکھ لیں کہ قرآن میں چونکہ حکم من اللہ میں کیا
ہے کہ جب تم نلا کے لئے اٹھو تو دھو کہ اس لئے ہر نماز کے لئے یہی دھو ضروری
ہے 'تو اسی طرح استدلال کر کے ایک شخص یہ حکم لگا سکتا ہے کہ ہر مستطیع
مسلم کو اتنے دنے قرآن ہر سال حج کرنا چاہئے 'اور یہ بھی دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہر

میں ایک دفعہ دیکھا دے کہ کوئی قرآن کا حکم پورا کرتا ہے۔ تخریجِ رسول سے ہے
 ہزارہ کہ ہر شخص قرآن کی ہر کلمہ کی ایک نئی تفسیر نکالی کر سکتا ہے اور کسی کی
 رائے بھی کسی دوسرے شخص کے لئے حجت نہیں بن سکتی۔

قرآن کے حقائق سوال کرنے میں بھی آپ وہی عقلی کر رہے ہیں جو دوسروں کے
 معاملے میں آپ نے کی ہے۔ قرآن کے فقہ کی تفسیر میں قرآن لکھنے والے رسول کی
 تفسیح و تخریج کو نظر انداز کر دینا ایک سمت بنی اصولی عقلی ہے جس کی وجہاً قاضیوں
 میں سے چند کی طرف میں لوہہ بٹھان کر چکا ہوں۔ قرآن صرف حالتِ طہارت میں تلاوت کی
 صورت بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حالت میں نام کے سوا کچھ نہیں کہنے کے لئے صرف
 ایک رکعت بھی کھلتی کہتی ہے۔ اس حکم میں کسی حالت میں قرآن کی تلاوت نہیں
 ہے۔ یہ وہ سراسر حکم نام کوئی ~~قرآن~~ کے ذریعہ سے پایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ستر کی
 حالت میں حج اور طہارت کے فرض تو پورے پڑے جائیں، لہذا قرآن ضرور جہان کے
 فرضوں میں صرف وہ دو رکعتیں پڑھ لی جائیں۔ اس قرآن کو جو شخص خلاف قرآن کہتا
 ہے وہ وہ بنی عقلیوں کرتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ کسی حکم کے قرآن میں نہ ہونے اور
 خلاف قرآن ہونے کو ایک چیز سمجھتا ہے، حالانکہ حق وہاں میں بنا لیتی ہے۔ دوسرے
 یہ کہ وہ نئی کے واسطے کو درمیان سے ہٹا کر براہِ راست قرآن کو لینا چاہتا ہے، حالانکہ
 قرآن اس کے پاس براہِ راست نہیں آیا بلکہ ~~قرآن~~ کے واسطے سے آیا ہے، اور
 خدا نے یہ واسطہ اسی لئے اختیار کیا ہے کہ ~~قرآن~~ اسے قرآن کا نشانہ سمجھائے
 کیا وہ شخص یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدا نے یہ واسطہ تفصیل ہی اختیار کیا؟

(ترجمان القرآن۔ جلد اولیٰ صفحہ ۱۷۷۔ نواری ۱۹۵۳ء)

قرآن میں چوری کی سزا

سوال: اس آیت کے علاوہ ایک مضمون مزرکن میں چور کی سزا کے متعلق سے بھی دیا گیا ہے۔ اگر ممکن ہو تو آپ اسے اپنے جگہ میں شائع فرمادیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ فقہ لوگ اس پر اجماع خلی کریں اور اکتھت اگر میرے ساتھ حقیق ہو تو پھر دتا کے جرم کے بارے میں بھی اسی طرح کی تحریر کی جائے۔

پہلی دستور سزا پاکستان کے سلسلے ذرا اور چوری 'و فوجداری جرم' ایسے ہیں جن کی شرعی سزائیں روایات کے خلاف ہیں۔ میرے مضمون کا غرض یہ ہے کہ پہلی مذکورہ کے لئے یہ ممکن ہو جائے کہ وہ اپنے قانون کو ایک طرف قرآن کی سزائوں کے مطابق دیکھ لیں اور دوسری طرف لوگوں کی خیانت کا لحاظ بھی رکھ سکیں۔ پہلی تک ہو سکے کسی جرم میں تہ کی سزا دی جائے اور یہ 'جسار' جگہ ملی وغیرہ سزائوں کو روایات دیا جائے تو یہ ہیں قرآن کے غرض کے مطابق ہو گا۔

نوٹ: جناب سائل کے قول پر مضمون کے چند ضروری انکساریں یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ انکساریں ائمہ پیغم 'مخ' سورہ نجم نو میر ۵۵ کے تراشے سے لئے گئے ہیں اور آیت کے ساتھ موصول ہوا تھا۔

۳۳ نکات (سورہ مائدہ ۳۸-۳۹) میں چوری کے جرم کی سزائیں کی گئی ہیں۔ وہ یہ کہ چوروں کے ہاتھ ٹٹک دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام مضمون نے یہی سمجھا ہے کہ اس سے مراد چور عورت ہے۔ "سوال یہ ہے کہ آیت قطعی جب بھی نوع انسان کے لئے کسی انعام یا سزا کا ذکر کرتا ہے تو شق و طور حالوں کے سوا صرف ذکر کے لئے کرتا ہے اور مونث خود بخود اس میں شامل سمجھی جاتی ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ یہاں سزا سے مراد چور کا سمجھنا وعدہ کار ہے۔ دنیا میں وہ قسم کے آدمی ہیں۔ ایک وہ جو کام کر رہے ہیں اور وہ سب سے زیادہ ان کے وعدہ کار ہیں۔ وہ اور عورت میں سے باہم سمجھ کر لے دیا جاتا ہے اور عورت

اس کی مددگار ہوتی ہے، اس لئے مددگاروں کے لئے لفظ قطعی نے سوئٹ کا
 سینڈ استعمال کیا ہے، قرآن مجید نے باہوم چلی گئیں کسی کام یا نتیجہ میں
 سو کے ساتھ عورت کا سینڈ استعمال کیا ہے وہی جیسے اس سے مراد اس کام
 میں جھین مددگار لی ہے، "خود وہ عورت ہو یا سو" فعل زمانہ میں سو کا پہلا
 مددگار واقعہ ہوتی ہے، "لور وہ سزا مددگار وہ دہلی ہوتے ہیں" جج میں بیٹم
 دہلی بن کے اسے وقوع میں لاتے ہیں اور جھیل کراتے ہیں۔ اسی لئے
 زامیہ کے لفظ میں وہ سب شامل ہیں۔ اسی طرح چوری کا کام باہوم انہام
 نہیں پاسکتا، جب تک تیار پڑی کہنے والے، چور کے ہتھوڑے اور چوری
 کے ہاتھ کے پھانسنے والے نہ ہوں۔ لفظ قطعی نے سارو کے لفظ میں ان
 سب کو شامل کیا ہے، "اور سب کے لئے ایک ہی سزا یعنی ہاتھ کٹنا مقرر کی
 ہے۔" — "یہ بات کہ پہلی سارو سے چور کے مددگار مراد ہیں" اس سے
 بھی ظاہر ہے کہ سارو اور سارو کے درمیان دلا کا لفظ لایا گیا ہے، "حاکم
 اگر مراد چور عورت ہوتی تو دلا کے بھانسنے کو کا لفظ ہوتا۔" — "دوسری
 بات یہ پہلی جملہ خود ہے، یہ ہے کہ لفظ نے چوروں کو پچی توبہ کرنے کی
 صلت دے کر سزا سے معاف فرمایا ہے، "حاکم اسلامی قبیوں کی قصور اند
 میں معافی کا کوئی ذکر نہیں۔" اس سوچ پر توبہ کے بارے میں چند اصطلاح
 نقل کی گئی ہیں۔ "تنبی بھی دہلی میں قرآن کی رو سے چور کو پچی توبہ
 کرنے کا ایک دفعہ موقع ملتا ہے۔ اگر بدعت توبہ کے وہ بار چوری کہے تو
 اس کو ضرور سزا ملنی چاہیے۔" — "قرآن جب ایک طرف چور کی معافی کا
 ذکر کرتا ہے اور دوسری طرف ہاتھ کٹنے کا حکم دیتا ہے تو اس کا مطلب اس
 کے نواچکے نہیں کہ وہ چوری کے لئے کم سے کم سزا یعنی معافی سے لے کر
 زہاد سے زیادہ سزا یعنی ہاتھ کٹنا دیتا ہے اس واسطے یہ کہنا کہ اسلام میں
 چوری کی سزا ہاتھ کٹنے کے سوا کچھ نہیں، "میرے نزدیک اصول قرآن کی
 خدا تعالیٰ کرنا ہے۔" — "قرآن کی رو سے قاضی کو چور اور اس کے
 مددگاروں کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ان

کے ہاتھ کٹ ڈالے۔ وہ اس سے توبہ کرا کے ہاتھ کورا بھی پھوڑ سکتا ہے اور یہ 'جرحہ' توبہ کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ انتہائی سزا ہاتھ کٹنا ہے۔ اس تشریح کے ساتھ اس بچہ و پندر کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ قرآن کی سزائیں وحشیانہ سزائیں ہیں، جو موجودہ متمدن دنیا میں قتل قبول نہیں۔

جواب: آپ نے چور کی سزا کے بارے میں جو احتمال فرمایا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ سداقہ اور زانیہ سے عروہ سرقہ اور زانیہ میں حد کرنے والے لینا محض ایک ظلم ہے جس کے لئے مہل میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اس طرح قرآنی الفاظ میں زہد متی ایک متنی پیدا کرنے کو میں جائز نہیں سمجھتا۔ دین یہ بات کہ سداقہ کے ساتھ سداقہ کی تشریح کرنے کی بات قطعی کو کیا ضرورت تھی؟ تو اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے معاملہ میں سزا کی سختی کا تصور لوگوں کو دینے ہی اچھا خاصا پریشان کرنا ہے۔ لیکن سوچی بہ نسبت عورت کے حق میں یہ خیال اور بھی زیادہ پریشان کن ہو سکتا ہے۔ اس لئے ممانعت کی گئی کہ سو فی نہیں عورت بھی چور ہو تو اس کو ضرور یہ سزا دی جائے۔ یہی صحت دہانی کے ساتھ زانیہ کی تشریح میں بھی غلط رکھی گئی ہے۔

دو عطف سے جو متنی آپ نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے وہ بھی گجے نہیں ہیں۔ پہلی زبان میں دو عطف محض سمیت ہی کے متنی میں نہیں آتا کہ آپ لانا اس کے متنی یہ کریں کہ معطوف اور معطوف الیہ دونوں پر ایک ساتھ حکم جاری ہو۔ "جو تو" مطلق جمع کے لئے بھی آتا ہے اور اس سے مقصد یہ بتانا ہوتا ہے کہ جو حکم بیان کیا جا رہا ہے اس میں معطوف اور معطوف الیہ دونوں یکساں ہیں۔ اس صورت میں اس کا قائلہ قریب قریب وہی ہوتا ہے جو "جو" کا ہے، یعنی خواہ معطوف ہو یا معطوف علیہ۔ دونوں میں سے جو بھی ہو اس کا وہی حکم ہو گا جو بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے تو آیت فاعلموا ما طلب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع کا مطلب آپ یہ لیتے ہیں کہ دو یا تین تہی یا چار چار نہ کہ یہ سب ایک ساتھ۔ لہذا الصاریق والفسارفة کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چور خواہ مرد ہو یا عورت، دونوں پر یہی قطع یہ کا حکم جاری ہو گا۔

چور کی توبہ کے معاملے میں آپ نے جو بحث فرمائی ہے اس میں آپ یہ بھول

مکے ہیں کہ آخر کونسا چور ہو گا جسے اگر سزا سے بچنے کی امید ہو تو وہ توبہ نہ کر لے گا اور تپ کس جگہ یہ حد مقرر کریں گے کہ اتنی بار توبہ کر لینے پر بھی جو شخص چوری سے باز نہ آئے تو پھر اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے گا؟

آپ کا یہ سوال بھی صحیح فہمی ہے کہ چوری اور زنا میں حد کسے دہلیں گے لئے قرآن میں کیا سزا مقرر کی گئی ہے؟ ایک یہی مسئلہ کیا قرآن میں تو کھانے پینے کی دھلت کے بارے میں بھی سکوت کیا گیا ہے۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم یا تو ہر جرم کی سزا قرآن ہی سے نکالیں یا پھر قرآن کے ذکر کوہ جہاں اور سزوں کے سوا کسی جرم پر سزا نہ دیں؟ قرآن تو صرف حدود مقرر کرتا ہے۔ باقی رہا تعزیرات کا مسئلہ تو شریعت میں یہ مسلم ہے کہ اس باب میں حسب ضرورت احکام عدل کے جاسکتے ہیں۔

(ترجمان القرآن۔ صفحہ ۳۳۵۔ دسمبر ۱۹۵۵ء)

قرآن میں زنا کی سزا

سوال: آپ نے میرے مضمون "قرآن میں چوری کی سزا" پر جو اظہار خیال فرمایا ہے اس کے لئے شکریہ۔ اب اسی قسم کا ایک اور مضمون "قرآن میں زنا کی سزا" کے عنوان سے بھیج رہا ہوں۔ میری استدعا ہے کہ آپ اس پر بھی اظہار خیال فرمائیں۔ اگر جدا کو منظور ہوا تو جناب کی دونوں تقیدوں کا ایک جا جواب دوں گا۔

پہلی سرسری طور پر اس قدر گزارش کرنا ضروری ہے کہ آپ نے میری اس تشریح کے بارے میں نکتہ چینی نہیں فرمائی کہ قرآن نے جو سزا بیان کی ہے وہ زیادہ سے زیادہ سزا ہے "اور کم سے کم سزا ج کی قوت تینہی" پر منحصر ہے۔ اور نہ اس بارے میں کہ فرمایا کہ دنیا میں کسی جرم کی سزا جرم کو آخرت کی سزا سے محفوظ رکھتی ہے۔

نوٹ: مفسر کے حوالہ پر مضمون کے چند ضروری اختیارات درج آ رہے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں جواب کو دیکھا جاسکے۔

”ہم پہلے سلیختہ مضمون (قرآن میں چار کی سزا) میں بتا چکے ہیں کہ سداق سے مراد سرقہ کے تمام حدودہ لوگ ہیں ’خود وہ سونٹ ہوں یا ذکر‘ اور خود عورت اگر چار ہے تو وہ لفظ سداق میں بھی داخل ہے اور سداق بھی ہے۔ یہی بھی (کہتے تھے وہی) وراثتی میں) وہی کبلیت ہے۔ زانیہ میں فعل زنا کے تمام حدودہ لوگ شامل رہیں ’خود وہ دہلی ہوں‘ دھارہ ہوں یا بیہوش رہیں ہوں‘ یا زانیوں کے لئے آستیاں فراہم کرنے والے‘ یا زنا کے متعلق ہوں‘ وغیرہ وغیرہ۔“

”چار کی سزا کو بیان کرتے ہوئے ’سداق‘ کو سداق کے بعد لایا گیا تھا اگر کوئی وجہ ہوتی چاہئے کہ یہی زانیہ کو زانی سے پہلے لایا گیا۔ ہمیں جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ چوری کے جرم میں بڑا عزم چار ہوتا ہے اور اس کے حدودہ بعد میں۔ مگر زنا کی صورت میں زنا کے حدودہ (یعنی زانیہ) زانی سے مقدم ہیں۔ کیوں کہ جن کی حدودہ اور رخصتہ کی بغیر فعل زنا واقع ہی نہیں ہو سکتا اس واسطے سے پہلے لایا گیا۔“

”قرآن نے زنا کی دو سزائیں بیان کی ہیں ’ایک یہ کہ زانیوں کو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں اور دوسری یہ کہ جن کا قبضہ (بوندے آیت وراثتی کا) ملے گا (زانیہ) کو دیا جائے۔ یعنی جن کو مومنین کی جماعت سے علیحدہ کر کے یہ اہانت نہ دی جائے کہ وہ قحبہ کے بغیر مومنین کے لئے اور نکاح کریں۔“

”قرآن میں دیگر احکام کی رو سے مومن کا مشرک کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور یہی اس کے خلاف ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی مشرک اور مشرک اپنے غری مومن میں استعمال ہوتے ہیں ’یعنی مشرک وہ عورت ہے جو اپنے غلام کے ساتھ کسی دوسرے کو خلا اٹھانے میں شریک کرے۔ اور مشرک وہ عورت ہے جو اپنی چوری کے ساتھ کسی غیر عورت کو دیا حاصل کرنے میں شریک کرے۔“

”یہی زانیہ اور مشرک کے معنی میں فرق ہے۔ مشرک شوہر دار زانیہ ہے اور زانیہ وہ عورت ہے جو فعل زنا میں کسی دوسرے کی مدد

کرسے۔ اپنے آپ کو مفصل جاننے سے یا کسی دوسری طرح۔ اسی طرح ذاتی اور مشرک میں فرق ہے۔ ذاتی عام ہے "غلام اس کی بیوی ہو یا نہ ہو" اور مشرک وہ ذاتی ہے جس کی بیوی ہو۔۔۔ "جو عالم صاحبان دھارے میں قبل کو نہیں جانتے وہ ذاتی کے لئے صرف ایک ہی سزا تجویز کریں گے" یعنی سو (۱۰۰) کوڑے۔ دوسری سزا مقررہ حق کے ہیں کوئی سزا نہ ہو گی۔۔۔

"ظاہر ہے کہ یہ سو کوڑے انتہائی سزا ہے۔ ہم نے اپنے مضمون (قرآن میں چور کی سزا) کے تحت لکھا تھا کہ چور کی سزا پانچ گنا انتہائی سزا ہے "کم سے کم سزا ج کی قوت قہری ہے" "تھمر ہے"۔۔۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام کی تعزیرات کی کتاب یعنی قرآن مجید اس قاعدے کے خلاف سب جرموں کے لئے ایک ہی سزا تجویز کرے اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانگے" "بلکہ ہر ایک جرم کے خلاف عتاب ہوتا ہے جن جن جرم کی شدت اور عتاب کا اندازہ نہ ہوتا ہے"۔۔۔ "اسی وجہ سے کہ عقلیہ لڑبڑ اور خود رسول اکرمؐ نے دنیا کی انتہائی جانوں میں ۱۰۰ کوڑوں کی سزا کو انتہائی جلیل کر کے بحرین کو ریم کی سزا دی" یعنی فوائے موت صادر کیا۔۔۔ "پھر دے دینے میں ریم جانور ہے یا نہ؟ کم از کم انکا قتل معلوم ہے کہ قرآن میں ریم کا کوئی ذکر نہیں۔ اور یہ حالت یہ ہے تو اسے کیوں ایک منسوخ القلولہ اور قائم القلم نیت کی بنا پر ذبح کر دیا جائے"۔۔۔ "بلکہ عقل اس امر سے بہت کٹتی ہے کہ بچی یا بچی کے ساتھ زنا کرنے والے کو زندہ رہنے دیا جائے اس لئے اگر بعض مخصوص جانوں میں ذاتی کے خلاف موت کا فیصلہ صادر کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا مگر وہ صرف فوائے موت ہو" "فوائے ریم نہ ہو کیونکہ ریم کج کل کے تمدن کے خلاف ہے اور کوئی انتہائی بہت ریم کو گوارا نہیں کر سکتی"۔۔۔ "اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ زنا اور چوری کے جرموں کی سزا میں ایک بلندی فرق ہے۔ وہ یہ کہ چور کو تپہ کرنے کا موقع سزا سے گلی دیا گیا ہے اور ذاتی کو سزا کے بعد دیوہ (آیت: الا الذین تابوا من بعد ذلک)۔۔۔ میں ذاک کا اٹھان سزا

کی طرف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذاتی صورت میں حد سے بری نہیں ہو سکا مگر بد وقت کے حد سے بری ہو سکا ہے 'ہر ملکہ کا فی قول کر کے'۔

جواب : حضرت علامہ مع مضمون قرآن میں ذاتی سزا پہلے آپ کے پہلے مضمون اور اس حد سے مضمون کو بغور پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں 'اور میرے اس اظہار رائے پر آپ برائے نامی' کہ آپ آیات قرآن کی تکوینی و تفسیر اور احکام شریعہ کی تفسیر میں وہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے جو ایک خدا ترس آدمی کو ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اگر آپ میری فصاحت نامی تو میں وہ نامی بغور اصول کے آپ کو بتا دوں۔ ایک یہ کہ آپ بغور خود اپنے نظریات قائم کر کے قرآن و سنت سے ان کے حق میں دلائل و اصول لے کر طریقہ پھوڑ دیں اور اس کے بجائے قرآن و سنت سے ان کے حق میں دلائل و اصول لے کر طریقہ پھوڑ دیں اور اس کے بجائے قرآن و سنت سے کسی مسئلے کا اشتہار کرتے وقت ملک کے محدثین و مفسرین و محدثین کی تحریکات کو سرے سے نظر انداز کر دیا کریں۔ آپ کو اختیار ہے کہ ان میں سے ایک کی رائے کو پھوڑ کر وہ سرے کی رائے لیں 'لیکن ان میں سے کسی ایک کا آپ کے ساتھ رہنا اس سے بہتر ہے کہ آپ ان سب سے الگ اپنا مستقل مذہب بنائیں۔ فقہ صرف اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے جبکہ آپ قرآن و سنت کے کمرے محض سے اپنی درسہ کی محققانہ بصیرت بچھڑا چکے ہوں۔ (جس کی طلبات آپ کی تقریروں میں مجھے نظر نہیں آتی) اور جس مسئلے میں بھی آپ اپنی فقہ رائے ظاہر کریں اس میں آپ کے دلائل قلیل معلوم ہوں۔ ان دو باتوں کو اگر آپ ملحوظ رکھیں گے تو مجھے امید ہے کہ اس طرز کی غلطیوں سے محفوظ رہیں گے جو میں نے آپ کے مضامین میں پائی ہیں۔

میرے لئے آپ کے مضامین پر مضمحل نتیجہ کرنا تو مشکل ہے 'اہل بیت جو نہیں غلطیں بلکہ فقہ و کچھ رہا ہوں انہیں بیان کے وقت ہوں۔

(۱) آپ کا یہ قول ایک حد تک صحیح ہے کہ قرآن میں چودہی اور ذاتی جو سزا بیان کی گئی ہے وہ احتمالی سزا ہے 'کم سے کم سزا' کے اختیار فیضی پر موقوف

ہے لیکن اس سے بھی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اس بات کی تصریح بھی ضروری ہے کہ جب زنا کے لئے وہ شلوات یکم کھج جاتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ وہ جب شرعی قلم کے مطابق چوری کا جرم جہت سے جلیقہ پھر چوری اور زانیہ ہی نہ جہتی کہیں کہیں چوری کی مقرر کر دی گئی ہے۔ اس صورت میں عد سے کم سزا دینے کا جج کو اختیار نہیں۔ جہت کٹر درجہ کی چوریوں کٹر درجہ کی سزائوں کے قائل ہوں گی اور ثبوت زنا کے بغیر اگر کٹر درجہ کے فاضل شلوات یا قرآن سے جہت ہوں گے تو ان پر کٹر درجہ کی سزائیں دی جائیں گی۔

(۲) آپ نے اپنے اس مضمون میں بھی اپنی سابق غلطی کا اعلا کیا ہے کہ ازانہ کے سنی "فصل زنا کے مدغم لوگ" بیان کیا ہے اور اس سے مراد "ذلل" "ذلل" "پیام رسول اور دینی دامن کے لئے جہتیں یکم پہنچنے والے" لئے ہیں۔ قرآن صریح طور پر اس سنی سے لاکرنا ہے۔ جس آیت میں دینی دامن کی سزائیں کی گئی ہے اس میں الزانی سے پہلے الزانیہ کا ذکر ہے اور پھر دونوں کے لئے ایک ہی سزا مقرر کی گئی ہے کہ غلطی و اسفل و بعد منہما معلقہ جلدہ (دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو) لیکن آپ نے اس پر بھی اپنی رائے کو قرآن کے مطابق بدلنے کے بجائے قرآن کے حکم کو اپنی رائے کے مطابق بدلنے کی کوشش فرمائی۔ یہ بھی ہے جہت ہے جس سے ہرگز واجب تھا۔

(۳) شرک اور شرک کے جو سنی آپ نے بیان کئے ہیں (یعنی شرک وہ عورت ہے جو اپنے غلام کے ساتھ "سرب" کو "عائلا" میں شریک کرے اور شرک وہ جو ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر عورت کو "عائلا" کرنے میں شریک کرے) یہ بالکل ہی ایک آزاد سنی آفری ہے جس کے لئے نہ صحت میں کوئی بنیاد پائی جاتی ہے نہ اصطلاح میں "اور نہ کوئی قرینہ ہی ایسا موجود ہے جس کی بناء پر ایسے "عائلا" اور "سرب" سنی لئے جائیں۔ آیت الزانی لا ینکح الزانیہ اور مشترکہ لفظ میں لا ینکح سے مراد لا یلحق بہ

ان پہنچے۔ یعنی ذاتی ایک لیا بدکار ہے کہ وہ کسی مفید سوسہ سے نکل کر
کرنے کے لائق نہیں ہے اس کے لئے اگر سوسوں ہو سکتی ہے تو ایک بدکار
یا مشترک صورت ہی ہو سکتی ہے اور ذاتی ایک ایسی حالت و قیام ہے کہ وہ کسی
باصط سوسہ کے لئے سوسوں نہیں ہے وہ اگر نکل کے لائق ہے تو ایک
بدکار یا مشترک سوسہ کے لئے ہو سکتی ہے اس سے خصوصاً فعل ذاتی قیامت و
قیامت واضح کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ مسلماً اہل اللہ کو سوسوں پرنا سوسوں
اور صورتوں سے منافقت کے تحت نہ قائم کرنے چاہئیں۔

(۴) یہ ایک عجیب بات میں نے دیکھی کہ آپ خود تسلیم فرما رہے ہیں کہ
مخلقات اربعہ اور رسول اللہ ﷺ نے ذاتی امتیازی حالتوں میں ذاتی
صفت کی آپ تصریح نہیں کرتے، لہذا کو دیم کی سزا دی ہے مگر پھر بھی
آپ یہ کہنے میں تامل نہیں کرتے کہ ”دیم کو کل کے قتل کے خلاف ہے
اور کوئی انسانی طبیعت دیم کو گوارا نہیں کر سکتی۔“ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے ان
الفاظ پر آپ خود اگر بھی غور کریں گے تو آپ کو براہ راست محسوس ہو گی۔ کیا
کوئی انسانی طبیعت رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ پاکیزہ اور رحیم و شفیع
ہو سکتی ہے؟ اور کیا ہم مسلمانوں کے لئے آج کل کا حق (علم ہم و لا حولہ)
کوئی معیار حق ہے؟

یہ چند موضوعات میں صرف اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ آپ نے خود
مجھ کو اپنے مسلمانوں پر تنقید کی دعوت دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جب
انکا پڑا مل دیکھتے ہیں کہ تنقید کی خود دعوت دیتے ہیں تو آپ ضرور میری حق
باتوں کو لکھتے دل سے چڑھیں گے اور اگر حق معلوم ہوں گی تو قبول کریں
گے۔

(ترجمان القرآن۔ راجع لیل ’رہی ہر طرف سے سمجھ۔ جنوری‘ فوروری ۱۹۷۷ء)

سوالات متعلقہ ”تفسیر القرآن“

سوال: معراج ذیل اختلافات پر مدققی فرمائیے۔

۱۔ آپ نے قصیم القرائن میں ایک جگہ اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ طوفان نوح نام نہیں تھا لیکن ظاہری قرائن اس بات کے خلاف ہیں۔ اول کشتی کس لئے بنائی گئی تھی؟ کہیں نہ حضرت نوح کو بھرت کرنے کا حکم دیا گیا؟ دوم کشتی میں عیال و املاک میں سے ایک ایک جزا لینا بھی اس بات کا سہید ہے کہ طوفان فطرت نام تھا۔ حضرت نوح کی بددعاؤں نے بھی اس عمویت کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ ہے کہ وہ لا تفلو علی الارض من الکفارین دیہاراً۔

۲۔ چنانچہ آپ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ دنیا کی ساری انسانی نسل ان سب لوگوں کی ہے جو کہ حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ آپ نے نوریۃ من جعلنا مع نوح سے اس کی دلیل اخذ کی ہے۔ لیکن یہ سچی نہیں کیونکہ نوح کے ساتھ ان کے غنیمتے بھی کشتی میں سوار تھے۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ میں علاج نوح سے مراد حضرت نوح کے بیٹے ہیں نہ کہ بچہ اور لوگ۔ دوسری جگہ اس کی تفسیر طو قرائن کے یہ افلا کہتے ہیں کہ وجعلنا نوریۃ ہم القابین کتبہ کمال صبر کے افلا ہیں!

۳۔ سورہ یوسف کی تفسیر میں جناب نے لکھا ہے کہ دنیا کو حضرت یوسف نے علاج میں نہیں لیا کیونکہ قرائن کریم سے اس صورت کا بد چلن ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن کیا حضرت یوسف اور حضرت نوح کی ادواج کافرنہ تھیں؟ اگر تھیں تو کفر کیا بد چلنی سے زیادہ شدید نہیں ہے؟ ظلوہ بری حضرت یوسف کے قصے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ علاج کے وقت تک دنیا میں اس کی بد چلنی اور سلوک بد چلنی سے تائب ہو گئی تھی۔

جواب : ۱۔ میں تعلیمیت کے ساتھ تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ طوفان نوح عالمگیر نہ تھا لیکن میرا ارادہ تاریخ و آثار قدیمہ کے مطالعہ کی بنا پر ہے کہ طوفان صرف اس علاقے میں آیا تھا جہاں قوم نوح آباد تھی۔ قرائن مجید سے اس کے خلاف یا موافق کوئی صریح

بات نہیں تھی۔

آپ کا یہ معاملہ کہ کشتی بدلنے کا حکم کیوں دیا گیا؟ ہجرت کا حکم کیوں نہ دیا گیا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک نسلِ نوح تمام دوسے لوگوں پر نہ بھٹی تھی۔ تب
دنیا اتنی ہی تھی جس میں قومِ نوح آباد تھی۔ یہی آپ کے دوسرے معاملات کا بھی
جواب ہے۔

۱۔ حضرت نوحؑ کے حلقے یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان پر ایمان
لانے والے صرف ان کے گھر کے لوگ ہی نہ تھے بلکہ ان کی قوم کے
دوسرے لوگ بھی تھے، اگرچہ تھوڑے تھے۔ نیز یہ کہ کشتی میں یہ سب اہل
ایمان سوار کئے گئے تھے۔ سورہ ہود میں ہے:

فَلَمَّا أَصْلَحَ لَهَا فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَوْجٍ الْمُنِينَ وَأَهْلَكَ الْأَمِنَ صَبَاحَ عَلَيْهِ

الْقَوْلُ وَمَنْ لَمْ يَنْصُرْهُ إِلَّا ظَلِيلٌ ۝۱

ان لوگوں کے پارے میں یہ کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ ان سب کی نسل بلیو
ہو گی۔

اس کے برعکس قرآن مجید ۱۰ جگہ تصریح کرتا ہے کہ ہود کی نہیں انہی لوگوں کی نسل
تھی جو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کئے گئے تھے۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:
ذَرِيَّةَ مَنْ جَعَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۝۱۔ اور سورہ مہم میں فرمایا:

مَنْ الْغَافِقِينَ مِنْ ذَرِيَّةِ آدَمَ وَمَنْ جَعَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۝۲۔ اس کے

۱۔ ہم نے اس سے کہا کہ اس کشتی میں سوار کر لے ہر چھ کا ایک ایک جوڑا اور
اپنے گھر والے دو جو اس کے جس کے پارے میں پہلے صاف کا حکم دے دیا گیا ہے (۱)
اور ۲۔ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اس کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لانے
تھے۔

۳۔ نسلِ بنی لوگوں کی جن کو ہم نے سوار کیا تھا نوحؑ کے ساتھ۔

۴۔ ان لوگوں میں سے جو قوم کی نسل سے تھے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو
ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا۔

جواب میں آپ کا یہ ارشاد کہ سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ۔

اور یہ مصرعہ ولادت کرتا ہے "تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی حضور پر ظاہر کیا
میں ہے کہ صرف حضرت نوحؑ کی اولاد ہی باقی رہی بلکہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جن لوگوں
نے حضرت نوحؑ کو کرب عظیم میں مبتلا کیا تھا وہ سب کے لئے اور باقی اس شخص کی ذریت
ی رہی جس کو وہ ماریا جانتے تھے۔

سہ رنجا سے حضرت یوسفؑ کے شعلہ کا کوئی ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ کسی
صحیح میں اور نہ بنی اسرائیل کی مستند روایات میں۔ نیز قرآن سے اس صورت کی توجہ
کا بھی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ قول اس قصے کی صحت پر اسرار کی کیا ضرورت ہے؟
جس بد چلتی کارکناب امرامہ صلیح سے ہوا تھا حضرت یونسؑ اور حضرت نوحؑ کی بد چلتی
کے متعلق اس طرح کی کسی بد چلتی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ دیا آپ کا یہ ارشاد کہ کفر
سے زیادہ بد چلتی اور کیا ہو سکتی ہے "تو آپ خود خود کریں گے تو آپ کو اس قول کی
کنواری معلوم ہو جائے گی۔ دیا اور اس کے حقیقت ایک ایسی بد چلتی ہیں جو بد چلتی
تمام عالم انسانی میں پہلی اور بد انگلی میں سے شمار ہوتی ہے۔ اس میں طوط ہوا اور بات
ہے اور کلمہ شرک میں جکا ہوا اور بات۔ انہما عظیم اسلام کے آئینہ امیر اور بعض
کے اعلیٰ حد تک کلمہ شرک میں جکا رہے ہیں "مگر بے حسنی میں جکا نہیں رہے۔
اعتقادی حیثیت سے کلمہ شرک طوطہ کتنے ہی لٹکے ہوں مگر اعتقادی حیثیت سے بے حسنی
بست زیادہ پست اور لوثی چیز ہے۔" لے کفار و مشرکین تک بھی ذلت کی نگاہ سے دیکھتے
ہیں۔

سوال : "مجھے علم جاہلیت میں کوئی مصلحت نہیں" ہم عظیم المیزان کا
مستند کرتے ہوئے چند سوالات پیدا ہوئے ہیں جنہیں المیزان حاصل کرنے
کے لئے پیش کرتا ہوں۔

ترجمان المیزان جلد ۲۵ء ص ۲۶۳ ص ۲۶۳ پر ملاحظہ فرمائیے کہ
"ایک ہی درخت ہے اور اس کا ہر پھل دوسرے پھل سے نوعیت میں فرق
ہونے کے بخیر و شر "جہالت اور حیرت میں خلط ہے۔" اور "ایک ہی

جڑ ہے اور اس سے دو انگ سٹے نکلے ہیں جن کے پھل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔"

"موتے میں مختلف" ہونے کی یہ رائے جو آپ نے لکھی ہے یہ مشابہ کی بنا پر ہے یا تکنیکی علم کی بنا پر؟ اگر واقعہ میں ہے تو بحرِ قزح کا چند ایک درختوں کی جھلس بھی دی جاتی۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ ایک ہی درخت کے پھل کے موتے میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہو سکتا۔ درخت کے جس حصے کو سورج کی روشنی داخل ہوتی ہے اس حصے کے پھل پہلے پختہ ہو جاتے ہیں۔ پھلوں کی شکلوں اور جسامت میں تو فرق ہو سکتا ہے مگر موتے میں فرق ہونا کچھ میں نہیں کہتا۔"

والہ! ہر درخت کے پھلوں کی جسامت، رنگ اور موتے کا انحصار اس علاقے سے ہے جو ان کو جڑ کے قوس سے پہنچتی ہے۔ اور اس سوئی گری ہے جو انہیں دھوپ، ہوا اور دوسرے شب و روز کے اثرات سے پہنچتی ہے۔ یہ سب عوامل چونکہ تمام پھلوں پر یکساں طریقے سے اثر کرتے نہیں ہوتے، بلکہ ہر ایک پھل اور دوسرے پھل کے علاقے میں ان کے اثرات کچھ نہ کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے جس طرح جسامت اور رنگ میں تو فروا امت خلوت ضرور ہوتا ہے اسی طرح موتے میں بھی کم و بیش خلوت ہوا کرتا ہے، اگرچہ بہت زیادہ نمایاں نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ یہ ایک مبالغہ حقیقت ہے کہ کائنات میں کوئی دو چیزیں بھی ایسی نہیں ہیں جو جملہ حیثیت سے بالکل یکساں ہوں۔ ہر شے کے اندر کچھ تبدیلی ہے ایک ایسی خصوصیت رکھتی ہے جس میں کوئی دوسری شے اس کی شریک نہیں ہے۔ یہ ہے کہ ایک ہی آدمی کے جسم کے ایک ہاتھ کے ٹھٹھکے دوسرے ہاتھ کے ٹھٹھکے سے مختلف ہوتے ہیں، ایک ہی چہرے کا دائیں رخ بائیں رخ سے مختلف ہوتا ہے، ایک ہی سر کے دو بال تک بالکل یکساں نہیں ہوتے۔ اس طرح صنایع کمال و اکتل نے یہ دکھایا ہے کہ اس کی منافی کمال درجے کی جدت طراز ہے۔ اس حیثیت انگیز شے تخلیق پر اگر کوئی کی نگاہ ہو تو اسے یقین آجائے کہ کچھ تبدیلی اس ہے پیاں کائنات کے ہر گوشے میں ہر وقت ہر جگہ ہے۔ صرف اور توہم لوبا رہا ہے، اور ہر کان اس کا گھنٹی اور تھوڑی

کلمہ عالمگیر بنانے پر جاری ہے۔ سخت طوائف اور ہٹل ہیں وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اس کا رخسار اپنی آفریت میں لا کر کسی گوشہ میں بیکار رہ گیا ہے اور اب یہ کارخانہ ایک گئے بندھے گھوڑے کے مطابق آپ سے آپ چل رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تحقیق میں بے پناہ شرم اور شمت میں یہ کمال درجے کا تہجد کیسے پایا جاسکتا۔
(ترجمان القرآن۔ جلدی الاول، جلدی الثانی، ربیع الثانی، ص ۱۰۰۔ تاریخ، اپریل، ۱۳۵۵ھ)

چند تفسیری اور فقہی مسائل

سوال: مصدر اول اختراعات کے جواب لکھنے کی تکلیف دے رہا ہوں۔

اب آیت یہ ہوا: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يَخْلُقَ مَا يَشَاءُ فَيَفْجَأُكُمْ بِذَلِكَ يَوْمَ لَا تَمْلِكُونَ مِنْ شَيْءٍ﴾ (سورہ اعراف: ۳۱) کا مضمون یہی کلمہ میں نہیں آتا۔ اس وقت میرے سامنے صرف تفسیر کشاف ہے۔ صاحب کشاف کی توضیحات سے مجھے اتفاق نہیں ہے، کیونکہ قرآنی الفاظ میں توضیحات کی تصدیق نہیں کرتے۔ میں یہ تبصروں کہ اگر آپ کا وہی نتائج نہیں کیا چاہتے آپ کے نزدیک اس کلمہ کا صحیح مطلب کیا ہے؟ سورج کیہ کا شعری دلیل پیش نظر رہتا چاہیے۔ نیز یہ لفظ دوسرے قرآن کی اسطلاح میں کن کن معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

ج۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد دوم میں ص ۱۰۰ سے ۱۰۴ تک، وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالَةٍ مِنْ دَرَجَةٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَفْثَةً فَمِنْ قَوْلِهِمْ كَيْفَ- ثُمَّ خَلَقْنَا النَّفْثَةَ مَلَكًا فَنَخْلُقُ مَا نَشَاءُ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُفْثَةً ثُمَّ نَخْلُقُ مَا نَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَلَّافٍ۔ (المومنین ۱۲: ۲۱) کی تخریج کرتے ہوئے علم الجنین کے جن ذرائع سے کہ قرآنی الفاظ کے ساتھ چھپ کر لیا ہے، اس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ مولانا کے علم و فضل کی عظمت

کے اعتراف کے بغیر مجھے اس بات کے اٹھارہ کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ سجاد کرام دلتک صالحین میں سے کسی نے بھی ان دانت نہ کوہن نہیں کیا ہے۔ لیکن ہے میں غلط فہمی کی بنا پر کہ یہاں ہیں آپ اس مقام کا بغور مطالعہ کر کے اس "حقائق چہ" کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ نیز اگر آپ کو سولہ کی اس تخریج سے اختلاف ہو تو بار فرمائیے کہ آپ کے نزدیک اس نکتہ کا مطلب کیا ہے اور قسم قسم کے سولہ نے جو اعتراضات کیے ہیں آپ کے پاس ان کا کیا جواب ہے؟

س۔ سولہات الطرکان (نام رابطہ) اور سماں بیوٹو (ذ. جری) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ قرآن مجید کے لئے اگر کوئی لغت کی منہ و سحر کتاب معلوم ہو تو مطلع فرمائیے۔

س۔ اسٹی شریعت میں سولوں کے لئے سونے چوڑی کا استعمال ممنوع ہے۔ کیا سونے یا چوڑی کا پھول اس منعیت کی زد میں آ سکتا ہے؟ اور گزنی کے بعض حصوں میں سونے کے استعمال کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

ج۔ امریکن سوپ ٹیگزی "رجیم پارٹن" کے انگریز میجر نے سولوں کے لئے رائے ترکیبی پر بحث کرتے ہوئے اس بات کا اکتشاف کیا ہے کہ یورپ سے آنے والے طوشیوار سوپ میں چمپی کا استعمال ناکارہ ہوتا ہے۔ ہر قسم کے چمور کی چمپی کو استعمال کیا جاتا ہے خواہ وہ مغربی ہو یا گھٹے اس اکتشاف چہ کے بعد میں نے "مس" حمام و بیوٹو کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ اس مسئلہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا آپ انگریزی طوشیوار سوپ استعمال کرتے ہیں؟

جواب: لا ایتہ یدبر الامر من الصغار فی الاذن تعلیمات کے قبیل سے ہے اس کا اہل معلوم تو کچھ میں آ سکتا ہے مگر تحقیقی معلوم نہیں کیا مشکل ہے کیونکہ ہمارے پاس اس کے لئے کوئی ادبی علم نہیں ہے۔ مجھے یہ کہہ کچھ میں آ

ہے کہ یہ ہے کہ زمین کی تھوڑی صرف زمین ہی ہے نہیں ہر رسی ہے بلکہ وہ مٹی اس
انکھام کو چا رہی ہے ہر سارے جہان وجود کی عالم و دہر ہے۔ اس تھوڑے سرور و عالم
ملا میں ہے جہاں زمین اور اس کے عقب اشیاء مخلوقات سے حلق ایک منصوبہ چار
ہوتا ہے۔ کارکنان قضا و قدر اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے پر مامور ہوتے ہیں اور
ہر وقت و وقت اس کے ہر مرحلے کی تکمیل پر اپنی رپورٹ لوہے دیتے یا پیش کرتے ہیں۔
اس منصوبے میں ایک ایک مرحلے کی انتہیم یا اوقات ایک ایک ہزار سال اور یکایک
یکایک ہزار سال کی ہوتی ہے۔ ہرے لئے وہ ایک مدت دراز ہے مگر وہ کائنات کے
بلکہ وہ گویا ایک دن کا کام ہے۔

پھر چاہے کے طوری ذیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا مطلب یہی کہہ میں یہی
آتا ہے کہ اس سے مراد کارکنان قضا و قدر کا اپنے کام کی رپورٹ لے کر پیش
کردہ رسی میں ہوتا ہے۔ مثلاً دیگر وہ کام جو پہلے انتہیم کی حیثیت سے فنا کے نہ ہو گیا تھا
قلا پہلے تکمیل کو پہنچنے پر بعد کی شکل میں لوہے (down) کیا جاتا ہے۔
ظاہر سے مراد ایسے مواقع پر کائنات کا انتہام "ہوا کرنا" ہے۔

کہتے ہیں خلقنا الانسان من طین کی تفسیر مولانا محمد اعظم
لے کی ہے اس کا بجز حصہ کچ ہے۔ ایسے مخلوقات میں قدم طہری سے
انتہام کرنا کل احوال نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ علم و شہد کے حلق اشیاء
کی واقعیت بھی ہوتے کی قرین کے اس طرح کے حالات کا مطلب پہلے سے
زیادہ کچ طریقے سے کہہ میں آتا ہے جیسے کہ ہر کئی انتہام ضروری یا امور
انتہام نہیں ہیں جن میں ملک کا علم زیادہ مستر ہو۔ لہذا اس کا وہ حصہ واقعی
انتہام نہیں ہے جس میں انہوں نے اس کہتے کار شدہ بھی (اور) تھوڑے ارتقاء
سے ہوا ہوا ہے "وہ وادوئیہ کے واقعے سے اس قدر مرعوب ہیں کہ علم
جنین کے جو خاکسار دراصل اس فکر کی تردید کر رہے ہیں انہی کو وہ اس کے
خواب میں غم کر رہے ہیں۔

مذہبات نام راقب اور انہیں جہولہ قرین کو سمجھنے میں ایک مدد تک مدد
نہ ضرور دیتی ہیں لیکن بہر اوقات انہیں ان سے ظاہر کائنات کے رستے پر بھی

جہاں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کی تحویل میں خود اپنا ایک مسلک رکھتے ہیں اور لغت کی تحقیق میں اپنے مسلک کے نظریات بھی داخل کر دیتے ہیں۔ اس لئے جن لوگوں کا شیخ علم الہی سکھوں تک محدود ہے وہ یہ ممکن کرنے لگتے ہیں کہ ایک لفظ کی لغوی تفسیر ہی جگہ ہے جو راجح اور دھڑکی نے جان کر دی ہے۔ محض نزدیک اس کے بدلے اسلئے غریب 'تبع' لغویوں 'تبع' لیں انٹر 'تبع' لیں وہی اور ان جریر کی لغوی تحقیقات زیادہ قابل احکام ہیں کیونکہ یہ لوگ لغت سے بحث کرتے ہیں 'اپنے نظریات کو دخل نہیں دیتے۔

سوئے پادری کا صرف پستای منوع نہیں ہے بلکہ ان کے برتن استعمال کرنا بھی منوع ہے اس لئے ان کے پادریوں کے ہاتھ ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ وہی گزری 'تو اس کے اندر کسی پردے میں سونا لٹکا گیا ہو تو وہ ہاتھ ہو سکتا ہے۔ مگر باہر بطور بدعت جو سونا پادری استعمال کیا گیا ہو وہ ہاتھ نہیں ہے۔

یہ امر تحقیق طلب ہے کہ حرام چیزیں کی پادری کی تحقیقات میں شامل ہو جانے کے بعد بھی کیا اپنی اصل کو بقی رکھتی ہیں یا نہیں؟ اور اگر یہ اصل بقی نہیں رہتی بلکہ کی پادری ترکیب ان کی بدعت تبدیل کر کے ان کو اور ان کے ساتھ لئے دلی بدعتی شیعہ کو بھی ایک ہی چیز بنا دیتا ہے 'تو کیا وہی چیز بھی اس بنا پر حرام ہوگی کہ اس کے اجزائے ترکیبی میں ایک حرام شے شامل تھی؟ یہ ایک دقت مسئلہ ہے جس کو حل کرنے کے لئے ہمارے ہے کہ پہلے محو ترکیب 'اشکلا' آمیزش اور اجزائے ترکیب اور کی پادری ترکیب و تحول کی نوعیت کا فرق ایسی طرح سمجھ لیا جائے۔ نیز یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ کی پادری ترکیب کی انفرادی مادوں میں جو تغیرات واقع ہوتے ہیں وہ ان تغیرات سے اشیاء ہیں جو نہایت اور حیوانات کے جسم میں اجزاء بننا کے داخل ہونے کے بعد واقع ہوا کرتے ہیں۔

مسلک کے اس پہلو کو دیکھیں کہ اپنے کے بعد پہلے باہری فن سے یہ پہچان

ضروری ہے کہ ایسا صلہ میں نحو ترکیب واقع ہوتی ہے یا یکپیدی ترکیب؟ یعنی کیا اس کے اجزاء کا اختلاط محض آمیزش کی نوعیت رکھتا ہے جس میں ایک ایک جز اپنی اصل جگہ پر رکھتا ہو؟ یا یہ سب مل کر ایک یکپیدی عمل کی بدولت اپنی ابتدائی صورت کو دیتے ہیں اور ایک نئی چیز پیدا کر دیتے ہیں؟

اس کے بعد علم کو ٹیپلے کرنا چاہئے کہ جو (ترکیب) حکما سو غرائز کی نوعیت کی ہوں ان میں حرام اجزاء کی شمولیت کا کیا حکم ہے؟

اس تحقیق کی ضرورت خاص طور پر اس وجہ سے بہت ضروری ہو گئی ہے کہ ہمارا ملک زیادہ تر غلام اشیاء پیدا کر کے بیچ رہا ہے اور ہم ان کے بدلے میں ایسے ملکوں سے اپنی ضروریات کی بے شمار مصنوعات خرید رہے ہیں جن کے لوگ حلال و حرام کی تفریق سے لاعلم یا آگاہ ہیں۔ اب یہ بات دلالت کرتی ہے کہ علم میں اتنی رہتی ہے کہ ملک جہاں ہم رہتے ہیں وہاں سے درآمد ہوتی ہے اس میں حلال و حرام سے استغناء کی جاتی ہے اور اس طرح کی خبریں سنیں کہ اسے وہاں امدادی کسی شے کی طرح ہوتی رہتی ہے کہ کہیں ہم ملک میں تو جلا وطن ہو رہے ہیں۔ اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ پہلے اصولی طور پر مختلف اقسام کے مرکبات کی شرعی حیثیت شخص کی جانے اور پھر ہر ایک کا حکم واضح طور پر ظاہر کیا جائے۔

میں اس مسئلہ میں خود بخود یہ ہیں اور قطعی رائے ہے نہیں پہنچ سکتا ہوں کہ اس پر حلالی میں سب کے ساتھ شریک ہوں کہ وہاں تو کئی کئی چیز کے حلالی یہ اطلاع ملکوں میں نہ جاتی ہے کہ اس میں کوئی حرام چیز شامل ہے۔ اب آپ نے صلہ کے حلالی خبر سنا کر ایک اور ملک کا اختلاف کر دیا۔

(از علین الحقاریہ۔ رجب "شہان" ص ۳۵۵۔ اپریل "مئی" ۱۳۸۵ھ)

مسئلہ تقدیر

سوال: مخلوق "باب الامان" تقدیر میں اہل کی خلق علیہ صحت وارد ہے؟

ان خلق لعدکم بجمع قر بنان امہ ثم یبعث اللہ فیہ

ملکنا ہلویج کلمات لہکتب عطلہ والجلہ وزراء وشاری لوسعید ثم

منہاج فیہ الروح -

"بیجا تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس کی ماں کے جہد میں ہوئی ہے۔ ہر ایک عقل اس کی طرف ایک فرشتے کو چاہتا ہے کہ سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے عمل 'عز' ملتی اور شکوت و سہولت کے بارے میں روش چاہ کر رہا ہے اور ہر اس میں روح پورک رہا ہے۔" اب سوال دہن میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان سارے معاملات کا فیصلہ ماں کے جہد میں ہی ہو جاتا ہے تو ہر آزادی عمل اور دوسری عمل کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ عام طور پر ایسی ہی اصطلاح سن لیتے کے یہ لوگ ہاتھ پٹوں توڑ کر رہ جاتے ہیں۔

بول: نظریہ کے مسئلے میں آپ کو جو الجھن ہے اسے چند لفظوں میں دور کرنا مشکل ہے۔ آپ اگر پوری طرح سمجھنا چاہیں تو میری کتاب "مسئلہ جہد و قدر" مطالعہ فرمائیے۔ صحت کے بارے میں یہ بات آپ کے دہن میں رہنی چاہئے کہ کسی مسئلے کے سارے پہلو کسی ایک ہی صحت میں مذکور نہیں ہوتے، اس لئے جو شخص صرف ایک وہ دلائل کو لئے کر رہا ہے کوئی نتیجہ نکالنا چاہے گا کہ ملا نہیں ہو جاتا وہ جانتے گا کہ جو الجھن آپ کو ایک صحت سے پیش آئی ہے اس سے بہت زیادہ الجھنیں اس صورت میں پیش آئیں گی جب کہ قرآن کی کسی آیت سے آپ کوئی بڑا مسئلہ حل کرنا چاہیں گے۔ اسی مسئلہ نظریہ کے حلقی قرآن مجید کی کوئی آیت سراسر جہد اور اعتقاد دلوں ہی تک وقت انسانی زندگی کے ہر گوشے میں اس طرح پائے جاتے ہیں کہ اگر جو ایک کو انگ کر کے دیکھا جائے تو دوسرے کا کوئی مقام باقی رہنا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ ایک کو دیکھنے کے ساتھ یہ دہن نہیں دیکھا چاہئے کہ دوسری حقیقت کا وہ مقام ہے کہ بھی اپنی جگہ بحال رہے۔ مسئلہ نظریہ کی ہر وہ تعبیر جو حقیقت کے ایک رخ کو دوسرے رخ کی نفسی غمی کا ذریعہ بنادے وہ کسی صورت میں بھی سچی نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم مسائل دین کے حلقی ایک جامع نظریہ قائم کرنے کے لئے یہ ضروری قرار دیتے ہیں ایک مسئلہ پر چلی کلیات و اصطلاح سے روشنی پڑتی ہو جن سب کو نگاہ میں رکھا جائے۔

جس خاص حدیث کے بارے میں آپ نے اپنی انجمن بیان کر رکھی ہے اس پر آپ اس پہلو سے غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جو ہے عجب عظیم و بزرگ پیدا فرما رہا ہے اگر اس کو حق میں سے ہر چیز کے حصول پر معلوم نہ ہو کہ کس چیز کی کیا استعداد ہے کس کا دنیا میں کیا کام ہے اور کس کو نظام کائنات میں کس جگہ رہنا ہے اور کیا خدمت سرانجام دینی ہے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (سبحانہ) اس بے غری کے ساتھ ایک دن بھی اس عظیم الشان کائنات کا انتظام چلا سکتا ہے؟ یہ بات آخر کس طرح ہمارے دل کی جا سکتی ہے کہ دنیا کا خالق اور مدبر اپنی مخلوق کے حل اور مستقبل سے نا علم ہو؟ یہ تک نہ جانتا ہو کہ کل اس کی سلطنت میں کیا کچھ پیش آئے والا ہے اور اس کو کس کے اچھوتے ہاتھ سے لڑنے کا صرف اسی وقت علم ہو جب وہ اپنا کام کر گزرے یہ بات نہ صرف خلاف عقل ہے بلکہ اگر آپ اس کے دل کی پوری قوت انجمن سے بہت زیادہ انجمن اس سے پیدا ہوئی ہیں اور حقیقی توحید و تقدیر کی خبریں کہ آپ کے دامن میں پیدا ہوئی ہیں۔ پس یہ تو ہر عمل کا اصل انکار حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن و ممکن کا علم رکھتا ہے اور ہر ممکن کا مستقبل اسے معلوم ہے۔ اللہ کا علم اللہ کی قدرت کی نشانی نہیں کہ اللہ کی قدرت نے ہر انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ عقلی اور برائی میں سے جس چیز کو چاہے انتخاب کر لے اور اللہ کا علم یہ جانتا ہے کہ کون شخص کیا کچھ انتخاب کرے گا عقلی سے اس ذات پاک کا علم حتمی ہے اور ہرگز سے اس کی قدرت حتمی۔

دوسری یہ بات کہ لوگ عقیدہ تقدیر کو خدا مستحق میں لے رہے ہیں اور اس کے برے نتائج نقل رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ایک حقیقت کو اس کی وجہ سے بدل ڈالا جائے نہ حقیقتیں اس بنیاد پر بدل سکتی ہیں کہ لوگ حق کو سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ عقلی حقیقت کی نہیں بلکہ لوگوں کی سمجھ کی ہے اور وہی اصطلاح طلب ہے۔

(ترجمان القرآن۔ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ۔ حبر مجاہد)

انسان کے "فطرت" پر پیدا ہونے کا مفہوم

سوال : حدیث : کل مولود یولد علی الفطرة فامواه یهود اتمہ

ابو نعیم رحمہ اللہ نے کہا کہ مطلب ہے؟ اس سوال کا ہنٹ آپ کی کتاب
 غلطی کی وہ عبارت ہے جس میں آپ نے خلیل ظاہر کیا ہے کہ "انسان
 میں کے جوت سے اسلام لے کر نہیں آتا" اس حدیث کا مطلب سمجھا یہ لیا
 جاتا ہے کہ ہر بچہ مذہب اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر آپ کی مذکورہ بالا عبارت
 اس سے لاپرواہی ہے آپ کی اس عبارت کو دیگر معترضین نے بھی بطور
 اعتراض لیا ہے۔ مگر میں اس کا مطلب کسی طور سے سمجھنے یا خود شک کرنے
 بجائے آپ ہی سے سمجھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ متعدد یہ لیا ہوا ہے کہ معترض
 نے آپ پر اعتراض کر دیا اور ہدیٰ انگریز میں اس کا اعتراض مستقل مضمون
 ہوا مگر جب آپ کی طرف سے اس عبارت کا مضمون بیان ہوا تو محل سلیم
 نے آپ کے بیان کا مضمون کی تصدیق کی۔"

جواب: اس حدیث میں جو حقیقت بیان ہوئی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ انسان خدا کے
 پاس سے کھرا شرک و دہشت لے کر نہیں آتا بلکہ وہ خاص فطرت لے کر آتا ہے
 جو خدا کے سوا اپنے کسی معبود کو نہیں جانتی اور شرائع فطریہ کے فطری اصولوں کے سوا
 کسی چیز سے مانوس نہیں ہوتی۔ اگر اس فطرت پر کوئی برقرار رہے اور کوئی نیکو ہوا
 باعمل اسے مشرک، کافر و احمق اور گمراہ، احمق و اوصاف کی طرف نہ موڑ دے تو
 اسے انبیاء عظیم اسلام کی مثال کہ تعلیمات کو قبول کرنے میں ذرا تاہل نہ ہو۔ وہ اس
 چیز کو اس طرح لے جیسے اس کی اپنی چیز تھی جو کسی نے اسے دے دی۔

لیکن یہ حقیقت کا صرف ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ "اسلام" جس چیز
 کو کہتے ہیں وہ کسی آدمی کو خود بخود حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ صرف انبیاء عظیم اسلام
 کے واسطے سے ہی ملتی ہے۔ اور ایک آدمی مسلم اسی وقت ہوتا ہے جب کہ انبیاء کے
 مثال کہہ دیں کہ جان کر ملے اس کی تصدیق کہے "حتیٰ کہ اگر کوئی شخص یہ شعور
 کو پہنچے تک نیک نیک اسی فطرت پر قائم ہو جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا تھا تب بھی
 اس کا مسلم ہونا اسی پر موقوف ہو گا کہ لی کے واسطے سے اس کو دین ملے اور وہ اسے
 قبول کرے۔ جو شخص اس بات کو نہیں مانتا وہ دراصل یہ کہتا کہ آدمی میں کے جوت
 سے جو فطرت لے کر آتا ہے وہی پیدا کا پر اسلام ہے اور وہی آدمی کے ہدایت یافتہ

ہونے کے لئے کافی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ شرائع کا تخیل اور
انبیاء کی تدبیریں غیر خودی ہے۔ بلکہ قرآن جس بات کو بار بار وضاحت کے ساتھ
پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو ہر عمل خدا کی طرف سے ایک رہنمائی کی ضرورت
ہے اور وہ ہر شخص کو براہ راست نہیں بلکہ انبیاء کے واسطے سے ہی مل سکتی ہے۔ اور
اسی کا اصرار قبول کرنے پر آدمی کی جبلت کا دار ہے۔ دیکھئے جس وقت کوئی انسانی ماحول
سرے سے موجود نہ تھا اور کسی یسوع یا عیسیٰ یا عیسیٰ کا نام و نشان تک نہ تھا
اس وقت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا:

فَلَمَّا يَتَذَكَّرُ مِنْكُمْ إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا أُفِيكُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

يَعْرِفُونَهُ (البقرہ - ۳)

یہی اگر میری طرف سے تمہارے پاس رہنمائی آئے تو جو لوگ میری رہنمائی
کی پیروی کریں گے ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔
اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی جس عظمت کو اللہ نے خود اور تعالیٰ کی ایک
عظمت سے پہلے ہی ہے وہ اگر اپنی عظیم حالت میں بھی محفوظ ہو پھر بھی وہ خود راستہ
پہننے کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے وحی کی رہنمائی باکرم ہے۔ عظمت کی
ملاہمت زیادہ سے زیادہ جس اتنی ہی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے جب اس کے سامنے
دلوں میں پیش کی جائے تو وہ اسے پہچان لیتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے مگر وحی کے
بغیر خود دلوں میں ہر جہاں اس کے بس میں نہیں ہے۔ یہی ~~مخلوق~~ ~~مخلوق~~ سے پیدا کر سلیم
الطہریت آخر کون ہو سکتا ہے؟ آپ کا اصل یہ تھا کہ جب تک وحی نے رہنمائی نہ کی
آپ اپنے گمراہ تھے اور جگہ نہ جانتے تھے کہ راستہ کون ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَأَوْفَىٰ بِوَعْدِهِ أَنَّكَ تَرَىٰ مَا لَا تُبْصِرُ مَا

كَانَتْ تَدْرِي مَا تَكْتُمُ وَلَا تَحِطُ

اس اسلام کے حلقہ آخر کوئی صاحب علم و عقل آدمی یہ کہے کہ سکا ہے کہ
یہ مسلمان گمراہ ہیں پیدا ہونے والے ہر آدمی کو آپ سے آپ مل جاتا ہے اور اس کے
ماحول ہونے کے لئے سرے سے کسی علم و شعور اور اور وحی تصدیق کی حاجت ہی نہیں
ہے؟

(ترجمہ القرآن۔ ج ۱، صفحہ ۱۰۰۔ آئینہ نوہم ۱۹۸۸ء)

حروف مقطعات

سوال: ”عظیم القرآن میں آپ نے حروف مقطعات کی بحث میں لکھا ہے کہ دور نبول قرآن میں الفاظ کے قائم مقام ایسے حروف کا استعمال حسن بیان اور بلاغت زبان کی علامت سمجھا جاتا تھا نیز یہ کہ ان کے معنی نامعلوم بالکل معلوم ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کائناتیں اسلام کی طرف سے اس وقت ان کے استعمال پر بھی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ ان حروف کی تشریح چند ہی اہیت میں رکھنی پوری ہے ان کے کھٹے پر ہدایت کا انحصار ہے۔ اس بارے میں میری حسب ذیل گزارشات

ایہ:

اگر ان حروف کے معنی ابتدائی دور میں ایسے معلوم تھے تو یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ ان کا استعمال شعوبہ میں حروف ہو گیا اور دکنہ ان کے معنی انہما سے کینہ ہو ہو گئے۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ اگر آج ہمارے عرب میں چند ایسے الفاظ کا استعمال حروف ہو جائے جو قرآن میں بھی آئے ہیں تو ہم عرب کے بعد دیکھتے اسلام میں قرآن کے ان الفاظ کا صحیح معنوم نہیں نہیں رہے گا۔ پھر اس سے بھی عجیب تو آپ کا یہ استدلال ہے کہ چونکہ ان حروف کے معنی کے قصیب پر ہدایت و نہایت کا دار نہیں اس لئے ان کی تشریح و توضیح کی مطلق ضرورت نہیں۔ اس طرح تو قرآن کے بیشتر حصہ کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس کا مطلب کھٹے پر ہدایت کا انحصار نہیں پوری اس سے کو نظر ہو تو کیا جاسکتا ہے۔ اس نظریے کے تحت تو چند ہند حضرات سے کہہ دو نہیں کہ وہ قرآن کے ایک حصے کو اہیت دیں اور دوسرے حصے سے صرف نظر کر لیں۔ یہ کہ کرم آپ اپنے موقف کی دواں وضاحت فرمائیں۔

جواب: آپ نے جو اعتراضات کئے ہیں ان سے پہلے اگر آپ ان باتوں کو چاہ لیتے

ہر قسم کی قمیوں سے ملے کر کئی جگہ کی قمیوں میں حروف مختلف ہر کی مکی
ہیں تو آپ کو یہی بات سمجھنے میں زیادہ سہولت ہوگی۔ بلکہ شاید ان باتوں کو دیکھنے کے
بعد آپ محسوس کرنے کے اس مسئلے میں سب سے زیادہ اطمینان بخش دہی بات ہو سکتی
ہے جو میں نے لکھی ہے۔

کسی زبان میں بعض اسلوب بیان کا حروک ہو چکا یا معروف نہ رہنا کوئی ایسا
انکارنا واقعہ نہیں ہے کہ آپ کو یہ بات سمجھ کر ایسی قدر تعجب نہ ہو۔ بلکہ اس کے برعکس
یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن کی بدولت چھ سو برس سے عربی زبان کے لوہ میں
انکار کم قیود واقع ہوا ہے۔ انہی طویل مدت میں تو زبانیں بدل کر مکہ سے مکہ ہو چکی
ہیں۔

حروف مختلف زیادہ تر غلطیوں اور شعر میں استعمال ہوتے تھے اور ان کے
کوئی ایسے حصے میں نہ تھے کہ ہاتھ لگتے میں درج کے جاتے۔ بلکہ یہ ایک اسلوب
بیان تھا جس سے کثرت استعمال کی بنا پر بولنے والے اور سننے والے یکساں طور پر
پہنچتے تھے۔ اسی لئے جب رفتہ رفتہ زبان میں اسلوب کم استعمال ہوتے ہوئے حروک
ہو گیا تو لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا مشکل ہوتا چلا گیا۔ یہی حال کہ تیسری چوتھی
صدی کے مسلمانوں کو ان کے مسمیٰ حصے کرنے کے لئے لمبی چوڑی بحثیں کرنی پڑیں اور
پھر بھی کوئی قطعی حلقہ نہ مل سکے۔

اسلوب بیان کے بتدریج حروک ہونے کی شکل یہی ہوتی ہے کہ کوئی خاص
تکریب ان کے حروک ہونے کی بیان نہیں کی جاسکتی۔ بس ایک مدت کے بعد محسوس
ہونے لگا ہے کہ لوگ ان کو سمجھنے سے عاجز ہو رہے ہیں۔ جس زمانے میں یہ اسلوب
مستعمل تھا اس زمانے میں اس کی تکریم کی کسی کو ضرورت نہ تھی۔ آئی اور جب یہ
مستعمل نہ رہا تو تکریم کی ضرورت بھی تھی۔ آئی اور تکریمات کی بھی گئیں۔ مگر جیسا
کہ میں لوہ کہہ چکا ہوں یہ تکریمات اتنی مختلف تھیں کہ ان میں کوئی بھی قطعی حلقہ
نہ ہو سکی۔

آپ کا یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے کہ اگر قرآن کے بعض الفاظ حروک یا مشکل
ہو جائیں تو کیا ان کا مضمون بھی سمجھ نہ رہے تھے الفاظ اور اسلوب بیان کو غلط طور نہ

کچھ الفاظ کے بارے بارے گفت میں چند کے جانچے ہیں اور ان کی بڑی تشبیہات
'نیز معلوم ہے میں ان کے اجتماعات' سب کو اہل گفت نے وضاحت کے ساتھ کہہ دیا
ہے۔ اس لئے آپ اگر پہلی زبان میں ان کا استعمال سمجھا نہ ہو تب بھی کوئی نقصان
واقع نہیں ہوگا مگر اسلوب بیان کا سلسلہ بہت اہلک ہے۔ ان کے معنی کسی چند
کے ہونے نہیں بلکہ استعمال سے ہی سمجھ میں آتے ہیں 'اور استعمال حراک ہونے کے
بعد کسی حد تک وہی لوگ ان کو سمجھ سکتے ہیں جو اس دور کے لوہ کا کھڑت سے
مسلحہ کریں جس دور میں وہ اسلوب مستعمل تھے' یہاں تک کہ ان کا اہل ان اسلوب
سے باخبر ہو جائے۔

میں نے حروف خطیات کے حلق جو بات کہی ہے کہ ان کا معلوم نہ کھلے
سے کوئی بڑی قیامت واقع نہیں ہوتی' اسے آپ خود قوالہ کھینچ کر بہت دور لے گئے
ہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ حروف چونکہ خطیاتی طاقت کی نشان دہی کرتے ہیں
اور ان میں کوئی خاص علم یا کوئی خاص تعلیم ارشاد نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی
ان کا مطلب نہ سمجھ سکے تو اس کا یہ نقصان نہیں ہے کہ وہ خط قلمی کے کسی علم کو
جانتے سے یا کسی تعلیم کا کام نہ اٹھانے سے محروم نہ کیلے لڑا اب ان کے معنی صحیح
کرنے کے لئے کوئی اصول ہاتھ نہیں آتا اور کوئی مسند تخریج بھی نہیں ملتی' تو خود
قوالہ اہلک سے معنی پیدا کرنے اور ترجمے کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی گنج مراد
خدا، پھر دیکھئے اور کتاب کی ان کلمات پر غور شروع کر دیجئے نہیں کھلے کے دریاخ
نظر سے پاس ہیں۔

(ترجمان القرآن۔ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ۔ مطابق جنوری ۱۹۳۵ء)

ترجمان القرآن

سوال: فتح کے بارے میں متعدد ذیل سوالات پر برہ کرم دو مثنیٰ والینہ
۱۔ قرآن میں فتح کے بارے میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟ کیا کوئی
آپہ صفحہ میں لکھی بھی ہے جس کی صحت تو کی جاتی ہو مگر اس
کا علم شروع ہو۔

و کیا قرآن کی کوئی آیت ایسی بھی ہے جو منسوخ الکلاۃ ہو مگر اس کا علم ہوتا ہے؟ حدیث میں آیت ریم کو بطور مثل پیش کیا

ہے۔

و اصل قرآن کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے۔ کیا یہ فقہی آثر تھا اسے جہت ہے؟ اگر ہے تو اس کا صحیح معلوم کیا ہے؟

جواب: آپ کے سوچتے نظر ہیں مگر اس کے جواب کے لئے تفصیل بحث کی ضرورت ہے جس کی فرصت مجھے حاصل نہیں ہے۔ اس لئے جملہ جوابات پر ہی قیامت کرنا ہوں۔

و قرآن میں صحیح دراصل تدریج فی احکام کی بنیاد پر ہے۔ یہ صحیح لہذا نہیں ہے۔ حدود احکام منسوخہ ایسے ہیں کہ اگر معاشرے میں بھی ہم کو بدین مصلحت سے سبوتا پیش آجائے جس میں وہ احکام دیتے تھے تو انہی احکام پر عمل ہو گا۔ وہ منسوخ صرف اسی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ معاشرہ ان مصلحت سے گزر جائے اور پھر اسے احکام کو ہٹا کر نئے کے مصلحت پیدا ہو جائیگی۔

و میرے نزدیک قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جو منسوخ الکلاۃ ہو اور اس کا علم ہوتا ہے۔ آیت ریم جس کا ذکر بعض روایات میں آیا ہے دراصل ایک دوسری کتب لفظ یعنی قورات کی آیت تھی نہ کہ قرآن کی۔ اس آیت کے صحیح سے مراد یہ ہے کہ جس کتب میں یہ آیت تھی اس کتب کو تو منسوخ کر دیا گیا مگر اس کے ریم کے علم کو باقی رکھا گیا۔

و چنانچہ فقہاء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حدیث قرآن کی اصل اور اس پر قاضی ہے لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو ظاہر فقہاء سے ظہور ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہی ~~تدریج فی احکام~~ کی تدریج سے قرآن کا ایک خاص علم ہم پر سکنا ہے۔ پہلے اسی طرح آپ کی قول یا عملی تدریج پر بھی چلتی ہے کہ کسی خاص آیت کا علم باقی نہیں رہا ہے۔ اس معلوم کے علو اگر اس اصول سے کوئی دوسرا معلوم لے لیا گیا ہے تو وہ صحیح نہیں ہے۔

(تشریح طرز کے شعبہ "رہنما" کے مطابق مئی ۱۹۵۲ء)

گھر گھوڑے اور عورت میں دوست

سوال: "میں رہائش کے لئے ایک مکان خریدنا چاہتا ہوں۔ ایک ایسا مکان فروخت ہو رہا ہے جس کا مالک بالکل عوارث فوت ہوا ہے اور دور کے رشتہ داروں کو وہ مکان میراث میں ملا ہے۔ میں نے اس مکان کے خریدنے کا ارادہ کیا تو میرے گھر کے بعض افراد مزاحم ہوئے اور کہنے لگے کہ گھر منوں ہے اس میں رہنے والوں کی نسل نہیں بخشتی حتیٰ کہ اصل مالک پر جانوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ گھر کے لوگوں نے ان اعلیٰ کا اہی حوالہ دیا۔ جن میں بعض گھروں گھوڑوں اور عورتوں کے منوں ہونے کا ذکر ہے۔ میں نے کتب اعلیٰ میں اس سے متعلق روایتیں دیکھیں اور اختلاف فروع و عوائی میں اس پر جو شک لگایا ہے وہ بھی چھٹا لیکن بزم و تہن کے ساتھ کوئی شخص تو یہ سمجھ میں نہ آ سکا۔ اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

جواب: جن روایات کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ کتب صحیح میں وارد تو ہوئی ہیں۔ مگر حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے ان کی حقیقت پر گور معلوم ہوئی ہے۔ ہم اس سے اپنی سب سے اس کو بچ لیں کیا ہے۔

عن ابن حبان العرج أن رجلين دخلا على عائشة وقالوا إن أبا هريرة يحدث أن النبي ﷺ كان يقول إنما الطيرة في المرأة وأند له وأند لـ فقالت وأند بن أنزل الفرجان على ابن القاسم ما هكذا كان يقول ولكن كان يقول كان أهل الجاهلية يقولون الطيرة في المرأة وأند له وأند لـ ثم قرأت عائشة ما أصاب من مصيبة من الأرض ولا من أنفسكم إلا في كتاب من قبل أن نبرأها
ابن حبان العرج سے روایت ہے کہ دو آدمی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ

کرتے تھے کہ بدگھٹی تو صرف عورت اور کھوٹا آدمی لکھریں ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قسم ہے اس ذات کی جس نے قرآن مجید (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا ہے۔ کیا یہاں نہیں فرمایا کہ تھے بیکہ۔۔۔ تم آپس میں کھڑے نہ رہو۔ اہل بدعت اور کھوٹے اور گھر میں خوست و بدگھٹی کے قاتل تھے۔ پھر حضرت عائشہ نے یہ نصیحت فرمائی کہ کوئی مصیبت زمین میں اور آسمان سے نہیں آتی مگر اس کے رونما ہونے سے پہلے وہ ایک نوحۃ میں لکھی ہوتی ہے۔

ام المومنین کی اس تشریح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جو روایت بیان کی ہے وہ غالباً صحیح الفاظ میں نقل نہیں ہوئی ہے۔ تاہم اگر اس کو درست مان لیا جائے تو اس کی ایک معقول توجیہ بھی ہو سکتی ہے۔

خوست کا ایک مضموم تو ہم پر ملتا ہے جسے انتظام سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ لیکن خوست کا ایک دوسرا اعلیٰ مضموم بھی ہے۔ اس سے مراد کسی چیز کا ہموالی اور ہموالہ ہونا ہے۔ یہ مضموم معقول بھی ہے اور غیر معقول بھی۔ چنانچہ صحت میں مکان کے خوس ہونے کا یہی ذکر ہے وہاں مطلب یہ نہیں ہے کہ مکان میں کوئی ایسی دھن چیز موجود ہے جو رہنے والوں کی قسمت بگاڑ دیتی ہے بلکہ اس کا وہاں یہ ہے کہ تجربے اور مشاہدے نے اس مکان کو سکونت کے لئے ہموالی ثابت کر دیا ہے۔ ہاں لوگات کسی مرض کے حدود میں ایک مکان میں یکے بعد دیگرے رہتے چلے آتے ہیں یہی تک کہ مرض کے ذریعے اثرات وہاں مستقل طور پر جاگزیں ہو جاتے ہیں۔ اب اگر تجربے سے معلوم ہو جائے کہ جو وہاں رہا وہ اس مرض خاص میں مبتلا ہو گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ مکان اب سکونت کے لئے ہموالی ہو گیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ طاعون اور وبا کے معاملے میں یہ بات ہرما تجربے سے ثابت ہو چکی ہے۔ اصلیت میں بھی یہ حکم موجود ہے کہ پہلی طاعون پھیلے ہو یا وہاں سے بھاگ بھی نہیں اور قصداً وہاں جاتا بھی نہیں۔ ایسا ہی جملہ عورت اور کھوٹے کا بھی ہے۔ اگر حدود توہین کو ایک کھوٹے کی سواری ہموالی آتی ہو یا قصداً توہی ایک عورت سے یکے بعد دیگرے نکاح کر کے خاص مرض کے شکار ہونے میں تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس

کھڑے یا اس عورت میں کوئی مظلوم غلطی ہے۔

اب یہ دیکھنا آپ کا اپنا کام ہے کہ جس مکان کو آپ ٹھہرا چاہتے ہیں اس کی
لوست وہی نوعیت کی ہے یا اچلی نوعیت کی۔

(ترجمہ القرآن۔ راجع الفکی ص ۳۷۷۔ انوری ص ۳۷۷)

فقهی مسائل

زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کے اصولی احکام

سوال نمبر

- (۱) زکوٰۃ کی تعریف کیا ہے؟
- (۲) کس کس لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ اس مسئلے میں عورتوں، غلاموں، قیدیوں، مسافروں، قاتل، اسفل، افرار اور مستحقین یعنی غیر ملک میں حرم لوگوں کی حیثیت کیا ہے۔ وضاحت سے بیان کیجئے۔
- (۳) زکوٰۃ کی نوابگی واجب ہونے کے لئے کئی طرح کے حصص کو مانگ کر لیا جاتا ہے؟
- (۴) زکوٰۃ کی نوابگی واجب ہونے کے لئے عورت کے ذاتی مستقل کے لئے کیا حیثیت ہے؟
- (۵) کیا کہیں کو زکوٰۃ فراگنی ہوتی ہے یا ہر حصے دار کو اپنے اپنے حصے کے مطابق فرا فرا زکوٰۃ لوار کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے؟
- (۶) اگر غلام اور دوسرے چاروں لوگوں پر زکوٰۃ کے وجوب کی صورت بیان کیجئے۔
- (۷) جن کہیں کے حصص قتل و قتل ہیں، ان کے مسئلے میں جنہیں زکوٰۃ کے وقت کس پر زکوٰۃ کی نوابگی واجب ہوگی؟ حصص کے غریبوں والے یا غریبوں کے لئے والے یا غیر؟
- (۸) کس کس اشیاء اور چیزوں پر اور مجموعہ ملکی حالت کے پیش نظر کس کس حالت میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ پانچویں میں چیزوں کے بارے میں ان سے پیدا شدہ حالت میں کیا صورت ہوگی؟
- (۹) فقہی "سونا چاندی" اور دولت اور عواہرات
- (۱۰) دولت کے لئے (جن میں غلام، غنایں اور دوسری وصفتوں کے لئے شامل ہیں۔) اور فقہی "بک" یا کسی دوسری بک حالت میں رکھی
- (۱۱) بکوں میں بقایا نکلت "بک" یا کسی دوسری بک حالت میں رکھی

ہوتی چھری لئے ہوئے قرعے "مراوت" ہاتھ اور غلام فی ہاتھ اور
 لٹی ہاتھ اور کھل کر ہاتھ بالکل ہے۔

(۱) صلیات

(۲) بیسے کی پالیسی اور پالیسی کی رسی۔

(۳) سٹی "شیر خانے کی مصیبت" ذرا پیو ہمارے مع علاج "سہریں" پھل
 اور پھل۔

(۴) مصیبت

(۵) برآمد شدہ وقت

(۶) آمد شدہ

(۷) جنگ اور پھر کسی کا شہ

(۸) چلی "سوئی اور پانی سے نکلے والی دسری چھری

(۹) پانی

(۱۰) دہرہ دہرہ

(۱۱) رسول اکرمؐ کے لئے میں جس لحاک پر ذکوہ واجب تھی کیا غلطی

راشدین نے ان کی لہجہ میں کوئی تبدیلی فرمایا؟ اگر کوئی تبدیلی تہذیبی
 کی تھی تو کن اصولوں پر؟

(۱۲) کیا نکل کے سکوں اور سونے چاندی کے سوا دسری دھاتوں کے روپے

قبول سکوں پر ذکوہ واجب ہوگی؟ اگر نکلے روپے میں رہے یا جو خراب
 ہیں یا حکومت نے واپس لے لئے ہیں یا دوسرے ملکوں کے نکلے ہیں ان
 کا بھی اس سلسلے میں غور کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۱۳) مل خاطر اور مل دھن کی تعریف کیا ہے؟ اس سلسلے میں ملکوں میں

جمع شدہ رقم کی حیثیت کیا ہے؟

(۱۴) افراط ذکوہ کے لئے مل ہی (مستند) کی حدود بیان کیجئے کیا

مطلوب مل ہی پر ذکوہ واجب ہوگی؟

(۱۵) لیکن زکوہات اور دسری چھری کرائے پر دی جاتی ہیں ان پر اور

جیسی گاڑی سڑو فیوہ، ذکوۃ لگانے کے کیا ٹھہرے ہوئے چاہئیں۔

(۳۴) کسی آدمی کے گھر میں کئی ٹھکانے چھوڑ دیے، ذکوۃ نقدی کی شکل میں (۳۵) (بعض) کی صورت میں یا دونوں طرح دی جاسکتی ہے؟ کسی آدمی کے مختلف ٹھکانے چھوڑ دیے گئے تو ان کے ہر ایک ٹھکانے میں ذکوۃ واجب ہوتی چاہئے۔

(۳۶) جن مختلف ملکوں اور چھوٹی چھوٹی ذکوۃ واجب ہوتی ہے ان میں ہر ذکوۃ کی شرح سے لی جائے؟

(۳۷) کیا غنائے ریشمیہ کے بدلے میں نقدی، سکون، سونے، مسکینوں، مسکینوں، تجارت، زرعی پیداوار، ذکوۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے؟ اگر ایسا ہوا تو (مسئلہ کے ساتھ تفصیلی دیکھ بیان کیجئے)۔

(۳۸) نقدی کی صورت میں اگر ذکوۃ ۵۰ سو فیوہ درہم اور ۲۰ ملکی شکل میں واجب ہو تو یہ کتنے کتنے پاکستان کے روپوں کے برابر ہوں گے؟ علاج کی صورت میں علاج اور دوا پاکستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں کتنے ہونے کے برابر ہوں گے؟

(۳۹) کیا مسکینوں کی حالت کے پیش نظر غنایہ قدر کم از کم سولہ سو روپے جس میں ذکوۃ واجب ہے اور ذکوۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے؟ اس مسئلے پر اپنے خیالات واضح کر کے ساتھ پیش کیجئے۔

(۴۰) مختلف اشیاء اور ملکات پر کتنی مدت گزرنے کے بعد ذکوۃ واجب ہوتی ہے؟

(۴۱) اگر ایک سال میں کسی شخص نے کوئی مال خریدا تو کیا اس میں صرف ایک بار ذکوۃ لگانی چاہئے یا ہر سال؟

(۴۲) ذکوۃ قرضی مال کے حوالے سے واجب ہوتی چاہئے یا کسی مال کے حوالے سے؟ کیا ذکوۃ کی تحفیں اور وصولی کے لئے کوئی محدود مقرر ہونا چاہئے؟

(۴۳) ذکوۃ کی رقم کتنی حد تک صرف میں خرچ ہوتی چاہئے؟

(۳۳) یہ قرضہ حکیم میں نہیں بلکہ مصارف میں ذکوۃ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی حد یہ ہیں کہ جو شخص یا شخصوں نے "نی بیکل لٹ" کے تحت کسی اور موضوع کی وضاحت کی ہے۔

(۳۴) کیا یہ لازمی ہے کہ ذکوۃ کی رقم کا ایک حصہ ان مصارف میں سے ہر ایک مصارف پر خرچ کرنے کے لئے الگ رکھا جائے؟ یا قرآن کریم میں ذکر کیا ہے کہ ذکوۃ کی رقم قرآن مجید میں ملنے والے احکام مصارف پر خرچ کرنے کے لئے ان میں سے کسی ایک یا چند مصارف میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے؟

(۳۵) مستحقین ذکوۃ کے ہر طبقے میں کسی فرد کو کچھ حصہ میں ذکوۃ لینے کا حق ہوتا ہے؟ یا ان کے مختلف حصوں میں ہر حصہ حصہ ہوتے ہیں؟ ان کی مدد میں اس امر کی وضاحت کی جائے کہ یہودی عورتی رقم یا قرآن مجید کے قلیل رکھنے والے جو سہ ماہیوں کو ذکوۃ لینے کا مکمل حق ہوتا ہے؟ یا صرف ان کے لئے؟

(۳۶) کیا ذکوۃ صرف افراد کو ملنی چاہئے ہے یا عورتوں (مطلقہ طبعی عورتوں) خیم عورتوں اور عورتوں (غریب) کو بھی ملنی چاہئے ہے؟

(۳۷) کیا ذکوۃ کی رقم میں پھر مستحق نہیں، مسکینوں، عورتوں اور ان لوگوں کو جو لاپرواہ یا ضعیف ہونے کی وجہ سے مدد کی نسلے جے منظور ہوں اور عورتی خیم کے طور پر گزارہ کرنا چاہئے؟

(۳۸) کیا ذکوۃ کو دھارے کے ناموں مثلاً مسجدوں، مہنتوں، سڑکوں، پلوں، کھوپڑیوں اور دیگر چیزوں کی تعمیر، خرچ کیا جاسکتا ہے جس سے ہر آدمی یا عورت سب دولت کا حصہ لے سکے؟

(۳۹) کیا ذکوۃ کی رقم کسی شخص کو قرض دینے یا قرضہ یا سود کے طور پر دی جاسکتی ہے؟

(۴۰) کیا یہ ضروری ہے کہ ذکوۃ جس طبقے سے وصول کی جائے، اسی طبقے میں خرچ کی جائے یا اس طبقے سے باہر جاسکتی ہے؟

قلمب کے لئے یا اوقات ارضی و طبری حلقہ داروں یا سیلاب و فیلو کے
صیبت زدگان کی امداد بھی خرچ کی جا سکتی ہے؟ اس سلسلے میں کہہ
کے نزدیک حلقے کی کیا تعریف ہوگی؟

(۳۰) کسی حقنی کے حقوق سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کیا طریقہ رہا
چاہئے؟

(۳۱) کیا اضیاء و تاجر امتداد کرنے چاہئیں کہ لوگ زکوٰۃ کی برداری
سے بچنے کے لئے غلط نہ کر سکیں؟

(۳۲) زکوٰۃ کی تفصیل اور اس کا انتظام مرکز کے ہاتھ میں ہونا چاہئے یا
صوبوں کے ہاتھ میں؟ اگر زکوٰۃ مرکز جمع کہے تو اس میں سے وصول کیا
دوسرے علاقوں کا حصہ مقرر کرنے کے کیا اصول ہیں؟

(۳۳) آپ کی نظر میں زکوٰۃ کے علم و نسق کو چلانے کا بہترین طریقہ کیا
ہے؟ کیا زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے کوئی ایک محکمہ قائم کیا جائے یا حکومت
کے موجودہ محکموں سے ہی یہ کام لیا جائے؟

(۳۴) کیا بھی زکوٰۃ کو سرکاری محصول قرار دیا گیا؟ یا وہ کوئی ایسا محصول
ہے کہ حکومت محض اس کی وصولی اور انتظام ہی کی ذمہ دار رہی ہو؟

(۳۵) کیا وصولی انکم کے لئے یا حلقے راشدین کے دور حکومت میں
انراض عامہ کے کاموں کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول
وصول کیا گیا؟ اگر کیا گیا تو کوئی محصول تھا؟

(۳۶) اسلامی حکموں میں زکوٰۃ کی وصولی اور انتظام کرنے کا کیا طریقہ رہا
ہے اور اب کیا ہے؟

(۳۷) کیا زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کا انتظام صرف حکومت کے پاس رہنا
چاہئے یا کوئی مجلس ایسا مقرر ہو کہ اس کا انتظام حکومت اور عوام کی
مشاورہ گرائی میں ہونا چاہئے؟

(۳۸) زکوٰۃ جمع کرنے اور اس کا انتظام کرنے کے لئے ہر عملہ دیکھا جائے
اس کی نگواہیں 'کادفنی' 'مائی' 'پولینٹ فلا' اور شراب کا عذمت کیا جاتی

پہنچیں؟

جواب: زکوٰۃ کے قوی سنی علماء اور لوگ کہتے ہیں۔ انہی دونوں مسئلوں کے لحاظ سے اصطلاح میں "زکوٰۃ" اس مافی عبادت کو کہتے ہیں جو ہر صاحب منصب مسلمان پر اس لیے فرض کی گئی ہے کہ خدا اور بندوں کا حق ادا کر کے اس کا دل پاک ہو جائے اور اس کا نفس "بیزورہ" ہو جائے جس میں وہ رہتا ہے "غلل" خود فرضی، بغض و نفیو جذبات دوسرے سے پاک ہو اور اس میں محبت و اہلسنی "لرزاع" دل اور دماغی تعلیم و مواصلات کے توسط نشوونما پائیں۔"

فقہاء نے زکوٰۃ کی مختلف تشریحات بیان کی ہیں۔ مثلاً

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ - (المعتمد لابن قدامہ ج ۲ ص ۲۲۲) کہ ایک حق ہے جو ہر مال میں واجب ہوتا ہے۔

اصطلاحاً جو زمین النصاب میں غنیمت و غنیمت غیر مستحق ہر مانع شرعی و مانع من الصرف علیہ (اللیل الاوطار۔ ج ۶ ص ۱۰۰) النصاب میں سے ایک جزء کسی ملک اور اس کے باوجود غنیمت کو دیا ہو کسی ایسے مال شرعی سے متعلق نہ ہو جس کی بناء پر اسے زکوٰۃ نہ دی جائے۔

تعليق: مال مخصوص المستحقه بشرائط مخصوصة لا ينفقه على

المعذوب الا بغيره ج ۱ - ص ۱۰) ایک مخصوص مال کو مخصوص شرائط

کے مطابق اس کے مستحق کی ملک میں دینا۔

(۲) مائل و بالغ مسلمان مہر و اگر صاحب منصب ہوں تو میں ۶ زکوٰۃ واجب ہے اور اس کی لواحق کے وہ خود اسے دے رہے ہیں۔

بلاغ بچوں کے بارے میں مختلف ہے۔ ایک مسلک یہ ہے کہ حتم ہے زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ حتم کے بعد رشد کو پہنچے ہے اس کا دل اس کا دل اس کے حوالے کرتے وقت اس کو زکوٰۃ کی تحصیل کا دے "پھر اس کا اپنا کام ہے کہ اپنے کام قیمتی کی پوری زکوٰۃ ادا کرے۔

تیسرا مسک یہ ہے کہ جیم کامل اگر کسی کاروبار میں لگایا گیا ہے اور بیج دے رہا ہے تو اس کا مل سے اس کی زکوٰۃ لیا کہے ورنہ نہیں چڑھا مسک یہ ہے کہ جیم کے مل کی زکوٰۃ واجب ہے اور اس کو لیا کہ اس کے مل کے ذمے ہے۔ ہمارے نزدیک یہی چڑھا مسک زیادہ صحیح ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

الامن والى يتيمله منى غلبته له فيه ولا يتركه فثا كله الصدقة
 (ترمذی، دقطنی، بیہقی، کتاب الاموال، لاہر، صیغہ۔ خیواری، غرض
 کسی ایسے جیم کا مل ہو جو مل رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ اس کے مل سے
 کوئی کاروبار کرے اور اسے بے غی نہ رکھ پھولے کہ اس کا سارا مل زکوٰۃ
 کھا جائے۔

اسی کے ہم سعی ایک حدیث امام شافعی نے مرسلہ "اور ایک دوسری حدیث طبرانی
 اور ابوداؤد نے مرسلہ مانع کی ہے اور اس کی تین جگہ صحابہ و تابعین کے حصہ آئے۔
 انہوں سے پہلی ہے ابو حضرت "حضرت مالک" حضرت عبداللہ بن عمر "حضرت علی"
 حضرت جابر بن عبداللہ "اور تابعین میں سے پہلی جگہ "حسن بن علی" "عبد اللہ بن علی"
 اور زہری سے منقول ہیں۔

مذاہب اہل لوگوں کے مسئلے میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے جو لوہے مذکور ہوا
 ہے اور اس میں بھی میرے نزدیک قول صالح یہی ہے کہ بھون بکے مل میں
 زکوٰۃ واجب ہے اور اس کا لیا کہ بھون کے مل کے ذمے ہے نہ امام مالک اور ابن
 شلب زہری نے اس رائے کی تشریح کی ہے۔ تھوہی یہ بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جو کوئی
 اس کے پیچھے اس کے کاروبار یا اس کے مل کا حصول ہو اس کی طرف سے جمل اس
 کے دوسرے واجبات لیا کہے گا زکوٰۃ بھی لیا کہے گا۔ لیکن قدس اس کے حصول اپنی
 کتاب المغنی میں لکھتے ہیں۔ اگر مل کا مالک تھوہ ہو چلے تو زکوٰۃ اس پر سے ملتا نہ ہو
 کی "تھوہ تھوہ اس کے اور اس کے مل کے درمیان حاجی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ
 اپنے مل میں اس کا صرف کھانا ہوتا ہے۔ اس کی بیج اس کا بیج اور اس کا کھانا
 ہوتا ہے۔ سب کچھ کھاتا ہے۔" (بیج ص ۴۴۹)

سائر یہ بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سائر ہونے کی حیثیت

ہے ذکوۃ کا مستحق ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر وہ صاحب نصاب ہے تو ذکوۃ کا فرض اس پر سے ملتا ہو جائے گا اس کا سراسر ذکوۃ کا مستحق بنانا ہے اور اس کا کھوار دینا اس پر ذکوۃ فرض کرنا ہے۔

پاکستان کا مسلمان پختہ اگر کسی غیر ملک میں مقیم ہو تو اس پر ذکوۃ اس صورت میں عائد ہو گی جب کہ اس کا مال یا جائیداد یا کھوار پاکستان میں بقدر نصاب موجود ہو۔ کسی مسلمان ملک کا مسلمان پختہ اگر پاکستان میں مقیم ہو اور یہی اس کے پاس مال یا جائیداد یا کھوار بقدر نصاب ہو تو اس سے بھی ذکوۃ وصول کی جائے گی۔ دہا وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم حکومت کی رعایا ہو اور پاکستان میں رہتا ہو تو اسے لوٹے ذکوۃ پر مجبور نہیں کیا جاسکتا حالانکہ وہ خود بخود دینا چاہے۔ اس لئے کہ اس کی اپنی حیثیت اس حکومت کی غیر مسلم رعایا سے مختلف نہیں ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا جُورَهُمُ بِالْإِيمَانِ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ مِنَ الْآخِلِينَ

(۳) ذکوۃ کی لوائی واجب ہونے کے لئے کسی عمر کی قید نہیں ہے۔ جب تک کوئی مقیم ہو رہے ہو تو کون چاہے اس کی ذکوۃ لیا کرنا اس کے دل کے لئے ہے۔ اور جب وہ سن رشد کو پہنچ کر اپنے مال میں خود تصرف کرنے لگے تو وہ اپنی ذکوۃ خود لیا کرنے کا کھوار وار ہے۔

(۴) زکوۃ کی ذکوۃ کے بارے میں کسی مسلک میں ایک مسلک یہ ہے کہ اس پر ذکوۃ واجب نہیں ہے۔ اسے "مردی" مرقا ہی اس کی ذکوۃ ہے۔ یہ اسی میں مالک، سعید بن مسیب، قتادہ اور شعبہ کا قول ہے۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ عمر بحر میں صرف ایک مرتبہ زکوۃ ہے ذکوۃ نہیں ہے اور جو زیادہ تر رکھا رہتا ہے اس پر ذکوۃ واجب ہے۔ چوتھا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کے زکوۃ پر ذکوۃ ہے۔ ہمارے نزدیک یہی آخری قول صحیح ہے۔ اول تو جن احادیث میں چاندی سونے پر ذکوۃ کے متعلق کا حکم بیان ہوا ہے ان کے لفظ عام ہیں۔ مثلاً یہ کہ

فِي رِقَّةٍ رِيعَ الْفِضَّةِ وَالْيَسْرِ فَرَسَيْنِ خَمْسَ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ (چاندی میں اصل فی صد ذکوۃ ہے اور پانچ اوقیہ سے کم پر ذکوۃ نہیں ہے)۔ پھر متحد احادیث و آثار میں تصریح ہے کہ زکوۃ پر ذکوۃ واجب ہے۔ چنانچہ ابو ذر

تغذی اور نعلی میں قوی حد کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ اس کی ایک لڑکی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کھنجر تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم اس کی زکوٰۃ دینا چاہو؟ اس نے کہا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

یَسْرُكُ لَهَا بِسَوْرٍ فَلَهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ سَوْرَتَانِ مِنَ النَّارِ۔ (ایسا کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نوازے ہوئے فن کے بدلے آگ کے کھنجر (پہلے ۱) نیز سوراہا ہر دو اور دار کھنجر میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد مقول ہے۔ عداوت زکوٰۃ غلبہ ہکنز (جس زکوٰۃ دینے والا کر دی وہ کفر نہیں ہے۔ میں حرم نے علی میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمارؓ نے اپنے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہ فرمان بھیجا تھا اس میں یہ روایت بھی تھی۔ مَوْلَانَا الْمُسْلِمِينَ يَرْكَبُونَ مِنْ حُلِيِّهِمْ (سلاطین عورتوں کو حکم دے کہ اپنے زکوٰۃ کی زکوٰۃ دلا کریں۔) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے لڑائی پوچھا گیا کہ زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بلع مقلین غلبہ الزکوٰۃ (جب وہ دھرم کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس میں زکوٰۃ ہے)۔ اسی ضمنوں کے اقوال صحابہ میں سے ہیں یہاں عبداللہ بن عمرو بن ماس اور حضرت عائشہؓ سے "تجلیں میں سے سعد بن سب" سید بن ابی ہریرہؓ "عطاء" جہاد" ابن عمرؓ اور زہریؓ سے اور ائمہ فقہ میں سے سفیان ثوریؓ ابو حنیفہؓ اور ان کے اصحاب سے مقول ہیں۔

(۵) کہیں کہہ کے ہارے میں طرا نیل یہ ہے کہ جو حصہ دار قدر غلبہ سے کم ہے دیکھتے ہیں "یا ہر ایک سال سے کم مدت تک اپنے حصے کے مالک رہے ہوں تو کو مستثنیٰ کر کے باقی تمام حصے داروں کی انہی زکوٰۃ کہیں سے وصول کی جانی چاہیے۔ اس میں انتظامی سہولت بھی ہے اور اس طریقے میں کوئی بات ایسی بھی نہیں ہے جو اصل شرع میں سے کسی اصل کے خلاف چلتی ہو۔ حدیث یہ دانتے نام مالک" نام شاہی اور متحد

(۸) شریعت میں جو اشیاء محلِ زکوٰۃ ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ زری
 پیدوار فصل کھنے کے بعد "سونا چھری" جب کہ وہ محل کے آثار و انعام
 پر بقدر نصاب یا اس سے زائد موجود ہوں "اسی طرح نقد روپیہ جو سونے
 چھری کا قائم مقام ہو۔ سواشی جب کہ وہ افزائشِ نسل کے لئے پاسے
 رکھے ہوں اور محل کے آثار و انعام پر بقدر نصاب ہوں۔ اموالِ تجارت
 جبکہ وہ محل کے آثار و انعام پر بقدر نصاب ہوں۔ مطلق و رکاب۔

الف۔ نقدی "سونے" چھری اور تجارت پر زکوٰۃ ہے۔ زری کی زکوٰۃ
 میں صرفہ اس سونے یا چھری کے وزن کا اعتبار کیا جائے گا جو ان میں
 موجود ہو۔ جو اہر خزانہ زری میں جڑے ہوئے ہوں یا کسی اور صورت میں
 ہوں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص جو اہری تجارت کرتا ہو تو
 اس پر وہی زکوٰۃ عائد ہوگی جو دوسرے اموالِ تجارت پر ہے "یعنی ان کی
 قیمت کا احوال فی صدی۔" فقہ علی الزہابی کا رد یہ "میں لکھا ہے۔
 "سونا" یا نقد اور دوسرے تمام جو اہر پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے جبکہ وہ
 تجارت کے لئے نہ ہوں۔ اس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے۔"

(ج ۶ ص ۵۵)

ب۔ دھات کے ٹکے اور نقدی ٹکے محلِ زکوٰۃ ہیں "کیونکہ ان کی قیمت
 ان کی دھات یا ان کے نقدی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس قوتِ خرید کی
 بنا پر ہے جو بازار میں ان کے لئے پیدا کر دی گئی ہے" جس کی وجہ سے وہ
 سونے اور چھری کے قائم مقام ہیں۔ "فقہ علی الزہابی کا رد یہ" میں
 ہے۔ "میں زکوٰۃ کی رائے یہ ہے کہ اوراقِ ملکہ پر زکوٰۃ ہے کیونکہ وہ
 فعال میں سونے اور چھری کے قائم مقام ہیں اور ان کو بلا تکلف سونے
 اور چھری سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے انہ میں سے نہیں
 جو خلیفہ ملک اور شاہی کا مذہب یہ ہے کہ ان پر زکوٰۃ ہے۔"

(ج ۶ ص ۶۵)

ج۔ ٹکڑوں میں جو لاشیں رکھی ہوں وہ محلِ زکوٰۃ ہیں۔ دوسرے لوازم

اگر رجسٹر ہوں اور حکومت ان کے حسب کتاب کی چنگی کر سکتی ہو تو ان میں دیکھی ہوئی لکھوں کا وہی حکم ہے جو دیگر کی لکھوں کا ہے۔ اور اگر وہ رجسٹر نہ ہوں نہ ان کے حسب کتاب کی چنگی کرنا حکومت کے لئے ممکن ہو تو ان میں دیکھی ہوئی باتیں اصول بات کی تشریح میں آتی ہیں جن کی ذکوۃ وصول کرنا حکومت کا کام نہیں ہے۔ ان کے بلک خود ان کی ذکوۃ لکھنے کے ذمہ دار ہیں۔

لئے ہوئے قرضے اگر ذاتی حوالے کے لئے لئے گئے ہوں اور خرچ ہو جائیں تو ان پر کوئی ذکوۃ نہیں۔ اگر قرض لینے والا سال ہر ایک ان کو رکھے رہے اور وہ ہزار حسب ہوں تو ان پر ذکوۃ ہے۔ اور اگر ان کی تجارت میں لایا جائے تو وہ قرض لینے والے کا تجارتی سرمایہ شمار ہوں گے اور اس کی تجارتی ذکوۃ وصول کرتے وقت اس کے ایسے قرضوں کا مستثنیٰ نہ کیا جائے گا۔

دفعہ ہوئے قرضے اگر باستانی دائیں لی سکتے ہوں تو ان پر ذکوۃ واجب ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک ان کی ذکوۃ سال پر سال لوا کر لی ہو گی۔ یہ حضرت علیؓ کی ۱۳ چاروں میں مہدولہ "ملاس" ابراہیم بنسٹ اور حسن بھڑی کا مسلک ہے۔ اور بعض کے نزدیک جب وہ قرضے وصول ہوں تو تمام گزشتہ سالوں کی ذکوۃ لوا کر لی ہو گی۔ یہ حضرت علیؓ ابوذرؓ سفیان ثوریؓ اور حنفیہ کا قول ہے۔ اور اگر ان قرضوں کی دائیں مشتبہ ہو تو اس بارے میں علماء نے نزدیک قول داغ یہ ہے کہ جب رقم دائیں ملے اس وقت صرف ایک سال کی ذکوۃ لکھی جائے۔ یہ حضرت عمر بن مہدولہ حسنؓ بیت لورائی اور امام مالک کا قول ہے اور اس میں بیت اہل اور صاحب مل "دھنوں کے مغلو کی مشعلت و ملت پائی جاتی ہے۔

مراونہ ہائیو کی ذکوۃ اس شخص سے وصول کی جائے گی جس کے قبضے میں وہ ہو۔ مثلاً مراونہ زمین اگر عرصے کے قبضے میں ہے تو اس کا

عمر اس سے وصول کیا جائے گا۔

تخلیغ پر چھینلو کی ذکوۃ حدود تخلیغ میں اس شخص سے لی جائے گی جس کے ہاتھ میں وہ ہو۔ اور قبضہ ہونے کے بعد اس کی ذکوۃ کا اہل دار وہ ہو گا جس کے حق میں قبضہ ہو۔

کھل کر ہلال مال چھینلو کا بھی وہی حکم ہے جو لوہے میں ہوتا ہے۔ حاصل جس شخص کے ہاتھ میں ہو اور وہ تک رہے اس کی ذکوۃ اسی کے لئے رہے گی۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز سے قائم اٹھتا ہے اس کے واجبہات بھی اس کو لگا کر رہیں گے۔

۱۔ صلے اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو جس شخص کو وہ دیا گیا ہو اس سے ذکوۃ لی جائے گی۔

۲۔ اور پلوٹنٹ فلا اگر جڑی ہوں تو ان کا حکم وہی ہے جو مسکڑ حاصل قرضوں اور لعاؤں کا ہے۔ یعنی جب ان کی رقم دہن مل جائے تو صرف ایک سال کی ذکوۃ ملانی ہو گی۔ اور اگر وہ اختیاری ہوں تو اگلے نزدیک ہر سال کے غلٹے پر بھی رقم ایک شخص کے حساب میں ہے۔ کچھ پلوٹنٹ فلا میں بیج ہو اس پر ذکوۃ وصول کی جائے گا۔ کیونکہ اگرچہ یہ رقم بپ اس کے لئے عمل از وقت کھل وصول نہیں ہے لیکن اس نے اپنے ملک کو اختیار خود اس حالت میں دیا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ ذکوۃ سے بچ جائے۔

۳۔ شیر علقہ (دیری مارہا) کے مسٹی موائل کی تریف میں آتے ہیں اس لئے ان پر ذکوۃ نہیں ہے۔ بہت شیر علقے کی مصنوعات پر اس طریقے سے ذکوۃ ملتا ہے جس طرح وہ سرے کار علقوں پر۔

دری پھولار میں جو چھری ڈنڈہ کر کے رکھے کے کھل ہو یا نعل، عسکری نصف عمر ہے۔ اور یہی حکم ان ہاتھوں کا بھی ہے جو ڈنڈہ کر کے رکھے جاسکتے ہوں۔ جیسے علقہ میں اور پھولار ہے۔ جو درامت یا دانی زمینوں میں ہو اس پر عمر واجب ہو گا اور جن میں معمولی درالخ سے آب پاشی کی جائے اس پر نصف

ہجرت شد کی تہارت ہے زکوٰۃ مالک کی حالت

ک۔ چالی بھلے خود محل زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ اس کی تہارت پر ہی زکوٰۃ واجب ہے جو اس وقت تہارت پر مالک ہوئی ہے۔

سوال: خبر لور دسری وہ چھری و سندھ سے نکلتی ہیں وہ ہمارے نزدیک جہالت کے حکم میں ہیں اور ان پر ہی زکوٰۃ مالک ہوئی چاہئے جو جہالت میں ہیں وہ نکلیں چھری ہم ملک کا مذہب ہے اور اسی پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی حکومت کا عمل بنا ہے۔ (کتب الاہوال ص ۳۹) کتاب المغنی عن فقہاء 'ج ۲ ص ۳۵۵۔

ل۔ چاہوں گا حکم میں مصلوں کے سلسلے میں گزر چکا ہے۔

۴۔ برآمد ہے کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ در آمد ہے جو حصول حضرت م کے لئے میں لیا جاتا تھا اس کی حیثیت زکوٰۃ کی نہ تھی بلکہ وہ صرف عداوت میں حاصل کا یہ مسئلہ نکاح میں ایسا ہی حکمت کے بل کی در آمد پر اپنے ملک میں وصول کرتی تھی۔

(۵) حکومت راشدہ میں بی ~~مستحق~~ کے عہد کے اس وقت زکوٰۃ کی غریب میں کوئی ایسا انداز کیا گیا تھا جو حضور ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ کے مقصد کے ہونے اس وقت زکوٰۃ میں سے کسی پر عیاشی کی جا سکتی تھی۔ خدا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بغیر کو گئے پر عیاشی کیا اور اس پر ہی زکوٰۃ مالک کی ہو گئے کے لئے آنحضرت ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ نے مقصد کی تھی۔

(۶) ہر قسم کے سکوں پر زکوٰۃ مالک ہو گی۔ اور نمبر (۸) ضمن (ب) میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

جو نئے دیئے نہیں ہیں یا جو خراب ہیں یا جو حکومت نے واپس لے لئے ہیں۔ ان میں اگر چاندی یا سونا موجود ہو تو ان پر چاندی یا سونے کی اس مقدار کے لحاظ سے زکوٰۃ مالک ہو گی جو ان کے اندر چلی جاتی ہے۔

در سرحد سکوں کے نئے اگر عدلے ملک کے سکوں سے پہلی

تبدیل کے ہائیکے ہیں تو ان کا حکم ٹھیک کا ہے۔ اور اگر تبدیل نہ کیے
ہائیکے ہیں تو ان پر صرف اس صورت میں ذکوۃ مانگو جو کی جگہ ان کے
اور بقدر نصاب سنا یا پھری ضرور ہو۔

(۲) مل کاہرہ ہے جس کا سنا اور انھیں مالکین حکومت کر سکتے ہیں
اور مل مالکین وہ جو مالکین حکومت کے لئے قابل سنا اور انھیں نہ ہو۔
انھوں میں بیع شدہ رقوم مل کاہرہ کی طرف میں آتی ہیں۔

(۳) مل بھی وہ ہے جو یا تو بے فوائد مالک کے قابل ہو یا جسے سنی و عمل
سے پہلا جائے اس طرف کی وہ ہے ذکوۃ انہی اصول پر مانگو کی گئی
ہے جو ان ہیں۔ اور بیع شدہ رقوم پر اس لئے مانگو کی جاتی ہے کہ اس
کے مالک نے اسے لوٹ نہ کر رکھا ہے۔

(۴) جو شیعہ کرلیے وہی جاتی ہیں ان کی حالت رائج دولت توہم کے
مطابق ان کے موافق سے انھیں کی جائے اور اس پر اصلی فی صد ذکوۃ
فی جائے بیٹ ہی سود کہتے ہیں کہ جس نے رکھا ہے کہ جو لوٹ
کر لے کر چائے جاتے ہیں ان پر دینے میں ذکوۃ لی جاتی تھی۔

(کتاب اصول ص ۷۷)

(۵) سونٹی (لوٹ) گئے۔ یعنی "نکلی اور جو ان کے ہاتھ ہوں) اگر
الزوائج نسل کی طرف سے جائے جائیں اور بقدر نصاب یا اس سے زائد
ہوں تو ان پر وہ ذکوۃ مانگو ہو گی جو شریعت میں سونٹی کے لئے مقرر ہے
اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ و سیرت النبی معتمد مہلک سید سلیمان
نودی (ج ۱ ص ۱۷۵ تا ۱۷۷) اور اگر وہ تجارت کے لئے ہوں تو ان پر
تبدلی ذکوۃ ہے۔ یعنی اگر ان کی قیمت بقدر نصاب (۱۰۰ روپے) یا اس
سے زائد ہو تو ان پر اصلی یعنی ذکوۃ لی جائے گی۔ اور اگر ان سے
زراعت یا عمل و نقل کا کام لیا جائے ہو یا کسی شخص نے ان کو اپنے مالی
اموال کے لئے پلا ہو تو ان کی حدود غلو نکلی ہی ہو ان پر کوئی ذکوۃ

نہیں۔

مربوں اور دس سوے ہزار اگر خیر پائے جائیں تو وہ زکوٰۃ سے
 مستثنیٰ ہیں۔ اگر تجارت کے لئے ہیں تو ان پر تجارتی زکوٰۃ ہے۔ اور اگر
 انہوں کی قرضت کے لئے مرنے والے کا نام کیا جائے تو اس کا وہی حکم ہے
 جو غیر مذکور دس سوے ہزار کا ہے۔

سود کی زکوٰۃ فقہی کی صورت میں بھی وصول کی جاسکتی ہے اور
 خود سود بھی زکوٰۃ میں لے جاسکتے ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ کا فتویٰ ہے
 (کتب الصوفی ص ۱۰۸)۔

(۱۵) جن مختلف سطحوں پر زکوٰۃ واجب ہے ان کی شرح حسب ذیل
 ہے۔

دری پچہ ہزار = ۵ فی صدی جب کہ وہ ہارنہ زمینوں سے حاصل ہو۔

= ۵ فی صدی جب کہ وہ صنعتی کمپنی سے حاصل ہو۔

فقہی اور سود چاندی = اصل فی صد

سود تجارت واصل فی صدی

مساکن = جیسا کہ توہ بیان ہوا اس کا تفصیلی نقشہ میرزا تقی خان درہم میں

ملوث ہے۔

سود = اصل فی صد

ارکار = ۲۰ فی صدی

کارخانوں کے سود = اصل فی صدی

(۱۶) غلامانہ و اشعری کے لئے میں نے ~~میں نے~~ کے مفرد کے ہونے

نسلب اور شرح زکوٰۃ میں کوئی تبدیلی نہیں کی گی نہ اب اس کی کوئی

محدودت محسوس ہوتی ہے اور اندرا خیال یہ ہے کہ میں نے ~~میں نے~~ کے

بعد کوئی ~~تبدیلی~~ کی مفرد کہہ سکوں میں درجیم کرنے کا ہمارا نہیں

ہے۔

(۱۷) فقہی 'چاندی' سود تجارت 'سود' ارکار اور کارخانوں کے سود

میں نسلب دس سو درہم ہے۔ سود و عہدہ الی صاحب فراگی علی کی تحقیق یہ

ہے کہ دو سو درہم کی چھتری تھوڑے ٹک کے معیاری وزن کے حسب
۳۶ ذرہ ۵ پائے ۲ رہتی ہوتی ہے۔ مگر شیخ سادے بیان کردہ چھتری
ہے۔

۲۰ چھتری چھل کے حلق سولہ مہمانی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ ذرہ ۵ پائے ۲
پائے ۲ رہتی سونے کے برابر ہے۔ اور عام طور پر مشہور یہ ہے کہ سادے سادے
تولے کے برابر۔

کتاب لاسوق اپنی عید میں جو حسب لکھا گیا ہے اس کی دو سے دس درہم کا
وزن طرہ ۳۳ رہتا ہے اور ذرہ ۵ چھل چھل کے برابر ہے۔
(۱۸) اس کا جواب نمبر ۱۸ میں گزر چکا ہے۔ جہت سونے کے حسب میں
تبدیلی ممکن ہے کیونکہ اس کا حسب ۲۰ چھل جس روایت میں آیا ہے
اس کی حد بہت ضعیف ہے۔

(۱۹) سلطان دکان اور زرعی پیدوار کے سوا تمام صورتوں میں واجب ذکاۃ
کے لئے یہ شرط ہے کہ قدر حسب یا اس سے زیادہ ملے یا ایک سلی
گزر جائے۔ سلطان اور افکار کے لئے سلی گزرنے کی شرط نہیں ہے۔
اور زرعی پیدوار پر فصل کٹنے کے ساتھ ہی ذکاۃ واجب ہو جائے گی۔
طرح سلی میں دو یا زائد فصلیں کٹی جائیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ
تواضعاً یوم حصہ (۲۰) اس کا جواب نمبر ۱۸ میں گزر چکا ہے۔

(۲۱) یہ کہ کج کل تمام ملی ملکات اور حسب کتاب شعی سلی کے لحاظ
سے ہو رہے ہیں اس لئے ذکاۃ کے معاملہ میں بھی شعی سلی ہی
استعمال کیا جائے تو مذاکرہ نہیں ہے۔ قری سلی کا واجب اس معاملے
میں کسی نقص سے ثابت نہیں ہے۔

تحصیل ذکاۃ کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر نہیں کیا گیا ہے۔
حکومت جس تاریخ سے ذکاۃ کی تحصیل کا حکم شروع کرے اسی سے
سلی کا ذکر لہرایا جاسکتا ہے۔

(۲۲) و (۲۳) قرآن مجید میں ذکاۃ کے آٹھ معارف بیان کئے گئے ہیں

فرد مساکین، مالین، ذکاۃ، مولد، القلوب، رجب، عارضی، فی سبیل
 لہ "لہن السبل۔"

فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی ہر اوقات کے لئے وہ سبوں کا
 علاج ہو۔ یہ لفظ تمام حالت میں کے لئے عام ہے۔ "مولد" بڑھاپے یا
 کسی جسمانی عیب کی وجہ سے مستقل طور پر علاج نصیب ہو گئے ہوں یا
 کسی عارضی سبب سے سواست خدا کے علاج ہوں اور کچھ سارا پار
 اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہوں، جیسے "چیم پے" وہ عورتیں ہے
 روزگار لوگ اور وہ لوگ جو کسی دائمی طریقے کے کار ہو گئے ہوں۔

مسکین کی تشریح حدیث میں یہ آئی ہے کہ "فلان لا یجد غنی
 یغنیہ ویبطلن لہ فیصد فی علیہ ولا یقوم فیصل القلوب" "اور نہ
 اپنی حالت بھری پاتا ہے" نہ بھلا پاتا ہے کہ لوگ اس کی مدد کریں نہ
 کھڑے ہو کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔" اس لفظ سے مسکین
 اس شرف کری کو کہتے ہیں جو اپنی بددی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہو مگر
 اپنی ضرورت کے قابل بددی نہ پاسکا ہو۔ لوگ اسے ہر روزگار پار
 اس کی مدد نہیں کرتے اور وہ اپنی شرافت کی وجہ سے مدد مانگا نہیں پھر
 سک۔

مالین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذکاۃ کی تحصیل، تقسیم اور اس
 کے حسب کتاب کا انتظام کرتے ہوں۔ وہ صاحب نصاب ہوں یا نہ ہوں
 ہر حال میں وہ اس د سے اپنے کام کی نگرانی پائیں گے۔

مولد القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اسلام اور اسلامی
 مملکت کے خلاف سے نہ کلا یا اس مملکت کی خدمت پر کلا کر
 مقصود ہو اور اس غرض کے لئے مل دے کر ان کی تکلیف قلب کرنے
 کے سوا چارہ نہ ہو۔ یہ لوگ کار بھی ہو سکتے ہیں اور ایسے مسلمان بھی
 جن کا اسلام نہیں اسلامی مملکت کی خدمت پر کلا کر کے لئے کافی نہ ہو۔
 نیز یہ لوگ اسلامی مملکت کے پھوٹے بھی ہو سکتے ہیں اور کسی بددی

حکمت کے بھی۔ اس قسم کے لوگ اگر مناسب منصب بھی ہوں تو ان کو
 زکوٰۃ دی جا سکتی ہے بشرطیکہ اسلامی حکومت اس کی ضرورت محسوس
 کرے۔ ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ سوائے انصاف کا حصہ
 عیوہ کے لئے سہارا ہو چکا ہے۔ حضرت سزائے اس ہمارے میں ہو رائے
 قائم کی تھی وہ ان کے لئے لڑنے کے لئے تھی نہ کہ آئندہ تمام لوگوں
 کے لئے۔

دعوت سے مراد قائم ہیں۔ حکاموں کو آواز کرانے کے لئے زکوٰۃ
 دینا اس میں شامل ہے۔ اگر کسی نے اس میں قائم موجود نہ ہوں تو یہ وہ
 سہارا ہے۔

حکومت سے مراد ایسے افراد لوگ ہیں جو اگر اپنا پارا قرض لوگوں
 دی تو ان کے پاس بظاہر منصب مل جاتی نہ رہے۔ ایسے لوگ کھانے
 والے بھی ہو سکتے ہیں اور بے روزگار بھی۔

فی سبیل اللہ سے مراد جملہ فی سبیل اللہ ہے خواہ وہ حکومت سے ہو
 یا قائم و ایمان سے۔ یا ہاتھ پاؤں کی صحت اور غذا و صوب سے۔ ملک میں
 سے کسی نے بھی اس لفظ کو دیکھ نام کے معنی میں نہیں لیا ہے۔ ان کے
 نزدیک بالاعتق اس کا معنی ان مساکین تک محدود ہے جو خدا کے دیے کو
 قائم کرنے، اس کی اشاعت کرنے اور اسلامی حکمت کا دفاع کرنے کے
 لئے کی جائیں۔

ان اسلین یعنی مساکین۔ ایسا شخص خواہ لپٹا گریبی فنی ہو، لیکن
 اگر خلعت سز میں وہ خدا کا صحت مند ہو جائے تو زکوٰۃ سے اس کی مدد کی
 جا سکتی ہے۔

(۲۳) یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ کی رقم ان تمام مصارف میں صرف
 کی جائے جو قرآن میں حقوق کے لئے ہے۔ حکومت حسب موقع و
 ضرورت ان میں سے جن جن مصارف میں جس جس قدر مناسب لگے
 خرچ کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو ایک ہی مصارف میں

مدی زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے۔

(۲۵) مستحقین زکوٰۃ میں سے فقیر اور مسکین اس صورت میں زکوٰۃ لے سکتا ہے جبکہ وہ صاحب نصاب نہ ہو۔ طالبین اور موقوفہ اعلیٰ طلب صاحب نصاب ہوں جب بھی ان کو زکوٰۃ کی مد سے دیا جا سکتا ہے۔ غلام کا غلام ہونا بجائے خود اسے اس حالت کا مستحق بناتا ہے کہ اس کی آزادی پر زکوٰۃ صرف کی جائے۔ قرضدار اس حالت میں زکوٰۃ لے سکتا ہے جبکہ وہ اپنا پورا قرض لو کر کے صاحب نصاب نہ رہ سکا ہو۔ راجہ خدا میں جملہ کرنے والے اگر بجائے خود صاحب نصاب بھی ہوں تو اس جملہ کے مصارف کے لئے انہیں زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ ابن السیلم لکھی صورت میں زکوٰۃ پا سکتا ہے جبکہ حالت سفر میں وہ مد کا خرچ ہو۔

بی ہائم پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ مگر آج پاکستان میں یہ تحقیق کیا بہت مشکل ہے کہ کون ہائی ہے اور کون نہیں ہے۔ اس لئے حکومت تو ہر شخص کو زکوٰۃ دے گی جو اس کا حاجت مند نظر آئے۔ یہ لینے والے کا اپنا کام ہے کہ اگر وہ اپنے ہائی ہوئے کا حقین رکھتا ہو تو زکوٰۃ نہ لے۔ (۲۶) زکوٰۃ جب حکومت کے قرضے میں جمع ہو جائے تو وہ افراد اور اداروں سب کو دے سکتی ہے اور خود بھی زکوٰۃ سے ایسے لوہارے قائم کر سکتی ہے جو مصارف زکوٰۃ سے مشتق ہوں۔

(۲۷) جو لوگ زکوٰۃ کے مستقل یا عارضی طور پر حلق ہوں ان کو مستقل طور پر یا عارضی طور پر وظائف دینے جا سکتے ہیں۔

(۲۸) مصارف زکوٰۃ کی مدنی تکمیل لئے ایسی کام نہیں ہے کہ ”رہ عام“ کی ہم معنی قرار پاسے۔

(۲۹) زکوٰۃ کی مد سے قرض جس دینے میں کوئی ضمانت نہیں ہے۔ بلکہ موقوفہ حالات میں حاجت مند لوگوں کو قرض دینے کے لئے بیت المال میں ایک مد خصوصی کر دیا جائے تو ایک شخص ہے۔

(۳۰) عام حالات میں تو یہی صاحب ہے کہ ایک طلبے کی زکوٰۃ اسی

عطائے کے حالات متعلق ہر طرف کی جانے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں ایک مروجہ رسم کی ذکوۃ کو ذرا بخل کر دی گئی تو انہوں نے غم دیا کہ وہ رسم دہلی کی جائے (کتاب الاموال ص ۱۰۰) البتہ اگر وہ رسم کسی عطائے میں کوئی زیادہ شدید ضرورت پیش آ جائے تو ایسے عطائوں کو ذکوۃ بھلی ذکوۃ کے بجائے موجود ہوں یا بھلی کی ضروریات کم تر رہنے کی ہوں ضرورت مند عطائے میں لے جا کر صرف کی جا سکتی ہے۔ ملک سے باہر بھی اگر کوئی بڑی مصیبت پیش آ جائے تو انسانی ہمدردی اور ایک ملک کی خاطر ذکوۃ بھیجا جا سکتی ہے مگر اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ خود ملک کے اندر ہر حاجت مند ہیں وہ عوام نہ رہ جائیں۔

عطائے سے مراد انسانی عطائے ہیں۔ اس سے مراد خلیع قسمت اور صوبہ تینوں ہو سکتے ہیں۔ ملک کے لحاظ سے ایک عطائے صوبہ ہو گا صوبہ کے لحاظ سے قسمت اور قسمت کے لحاظ سے خلیع۔

(۳۱) حقانی کے ترکے سے پہلے وہ قرعے لوائے جائیں گے جو اس نے وہ رسم لوگوں سے لئے ہوں پھر ذکوۃ کے بجائے پھر وصیت اور اس کے بعد جو بچے گا وہ داروں میں تقسیم ہو گا صاحب مل کی موت کی وجہ سے اس کی ذکوۃ ملکہ نہیں ہو جائیگی۔ اس نے چاہے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو وہ اس کے مل میں سے نکال جائے گی۔ عطائے ذہری، ملکہ، لام، ملک، لام شافعی، لام عمر، اہل حق بن راجہ اور ہمدرد کی رائے قریب قریب یہی ہے۔ بعض فقہائے یہ رائے دی ہے کہ اگر صاحب مل نے ذکوۃ کے لئے وصیت کی ہو تو وہ نکال جائے گی ورنہ نہیں۔ مگر اہل حق رائے میں اس کا تعلق صرف اموال ہندو سے ہے کیونکہ اس میں اس امر کا اہل ہے کہ صاحب مل نے اپنی موت سے پہلے ذکوۃ نکال دی ہو اور وہ سب کو اس کی خبر نہ ہو۔ لیکن جب اموال ظاہر کی ذکوۃ وصول کرنے کا باوجود انتظام حکومت کر رہی ہو تو ایسا کوئی اہل بقا نہ رہے۔

اس لئے ذکاۃ کے بھلا اس شخص کے ذمے بہتر ذرا قرض ہوں گے۔ پہلے اس کے مال میں سے ازلو کا قرض واصل کیا جائے اور اس کے بعد خدا اور برکات تک

(۳۲) ذکاۃ سے بچنے کے چلوں کا علاج بھی طریقوں سے ہو سکتا ہے۔

اول یہ کہ حکومت کا انتظام ایسا کر لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو دشمنی نہ کھائیں 'ذکاۃ کی تحصیل اور تقسیم میں جاہداری اور بددعائی سے کام نہ لیں' اور نہ اصول ذکاۃ کا پڑا حصہ اپنی گلیوں اور گلیوں سے صرف کریں۔ تحصیل کی مہلت لوگوں میں یہ اٹھ پیدا کرے گی کہ ان کی ذکاۃ کج طریقے سے واصل اور کج مصروف میں صرف کی جائے گی اس لئے وہ لوگ ذکاۃ سے بچنے کی کوشش نہ کریں گے۔

دوم یہ کہ انتہائی اخلاق کی اصلاح کی جائے اور لوگوں کی سیرت و کردار کو خدا کی محبت اور اس کے خوف پر تعمیر کیا جائے۔ حکومت کا کام صرف انتظام ملک اور دفاع ملک تک ہی محدود نہ رہے بلکہ وہ عوام کی تربیت کا فریضہ بھی اہتمام دے۔

سوم یہ کہ ذکاۃ سے بچنے کی عام اور ملکی صورتوں کے خلاف قوانین نافذ رکھے۔ خلاف ورزیوں پر ذکاۃ اصول کو ختم مل سے پہلے کسی غیر معمولی مقدار میں اپنے کسی صوبہ کے نام نکل کرے اس پر غور نہ چلایا جائے اور بددعوت اس پر لگا جائے کہ اس نے یہ انتقال ذکاۃ سے بچنے کے لئے نہیں کیا ہے۔

(۳۳) دوسرے راستے میں ذکاۃ کی تحصیل و تقسیم کا انتظام صوبوں کے ہاتھ میں ہونا چاہئے اور مرکز کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ ایک صوبے کی دوسری ذکاۃ دوسرے ایسے صوبوں میں جگہ جگہ جلی کی ذکاۃ معمول یا غیر معمولی طریق ضرورتوں کے لئے نکال نہ ہو رہی ہو۔ نیز مرکز کو یہ بھی اختیار ہونا چاہئے کہ اگر ذکاۃ کی مدد سے جگہ ایسے ادارے قائم کرنے یا جگہ ایسے کام کرنے کی ضرورت پڑی آئے جی کا تعلق ملک کے اندر

اور پھر "مئی بجل لٹ" خلیات انہم دہتے سے ہو "یا ملک کے پھر غیر
مصلیٰ صاحب کے موقع پر مدد بھیجے کی ضرورت ہو "تو وہ مصلیٰ سے حق
کی ذکاۃ کا ایک حصہ طلب کر سکے۔

(۳۳) ادارے نزدیک ذکاۃ کی تحصیل کے لئے کوئی ایک عہدہ قائم کرنے
کی ضرورت نہیں ہے۔ مختلف اقسام کی ذکاۃ وصول کرنا ایسے ٹھکانوں
کے سپرد ہونا چاہئے جن کے فرائض اسی قسم کے دوسرے ٹھکانوں وصول
کرنے سے مختلف ہیں۔ مثلاً زرعی ذکاۃ اور مویشی کی ذکاۃ وصول کرنا
عمر بل کے سپرد ہو۔ اسواں تجارت کی ذکاۃ انکم ٹیکس کا نکتہ وصول
کرسے۔ کارخانوں کی ذکاۃ انکم کا نکتہ وصول ہوا اسیاں۔ ذکاۃ کی
حالت سرکاری لوٹنے کے سپرد اور اس کا مصلب کنٹریولمنٹ جنرل کے
ہاتھ کے سپرد ہو۔

اگر عدلی سٹارٹ کے مطابق ذکاۃ کو مصلیٰ کے انتظام میں دیا جائے اور
تحصیل ذکاۃ کے کسی شعبے کا کام کسی ایسے ٹھکانے کے حوالے کرنا چاہے جو مرکزی
عمر ہو "تو یہی فراہم دے یہ انتظام کیا جاسکتا ہے کہ تحصیل ذکاۃ کی مدد تک
اس ٹھکانے کے مصلوب سپرد ہوا کرنا کرسے۔

بہت ذکاۃ کی تقسیم اور مصلوب ذکاۃ میں اسواں ذکاۃ کو فروغ کرنے کے
لئے ایک ایک عہدہ قائم ہونا ضروری ہے جسے کسی ایسے ادارے کے ماتحت رکھا جائے
جو لوٹاک اور دوسرے ایسی لوٹاکوں کی نگرانی کا کام بھی کرنا ہو۔

(۳۴) یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ "ذکاۃ کوئی" ٹیکس نہیں ہے بلکہ ایک
"مئی عہدہ" ہے۔ "ٹیکس" اور "مصلوبت" میں فیلڈی تصور اور انضام
روح کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حکومت کے کارکنوں اور
ذکاۃ دہنے والوں میں اگر "مصلوبت" کے بجائے "ٹیکس" کی ذہنیت پھلا
ہو جائے تو یہ حق انضامی و مددنی فائدہ کو بالکل ہی ضائع کر دے گی جو
ذکاۃ سے اصل تصور ہیں "اور لڑائی فائدہ کو بھی بہت بڑی مدد تک
فصلان پہنچائے گی۔ حکومت کے سپرد ذکاۃ کی تحصیل و تقسیم کرنے کے

معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ ایک سرکاری محصول ہے، بلکہ درآمدی اس
 مہدوت کا انتظام اس وجہ سے حکومت کے سپرد کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی
 تمام انتظامی مہدوت میں نظم پیدا کرنا ایک اسلامی حکومت کا فریضہ ہے۔
 اچھت مسئلہ اور ادارت حج بھی اسی طرح اسلامی حکومت کے فرائض میں
 سے ہے جس طرح تحصیل و تقسیم زکوٰۃ۔

(۳۶) بحث میں اصول بیان کیا گیا ہے کہ حق فی ظلم ظلم سوا
 الزکوٰۃ۔ ”کوئی کے بل میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے۔“ اس اصول
 ارشاد کی سوجھ بوجھ میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کیا ایک اسلامی
 حکومت زکوٰۃ کے سوا دوسرے حاصل مانگ کر سکتی ہے۔ پھر جبکہ قرآن
 میں زکوٰۃ کے لئے چند مخصوص مصارف مبینہ کر دیئے گئے ہیں تو ان مصارف
 اس سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ حق مصارف کے سوا اور دوسرے فرائض
 حکومت کے لئے مانگ ہوں ان کو بجا لانے کے لئے وہ دوسرے حاصل
 پبلک پر مانگ کرے۔ نیز قرآن میں یہ اصول پراہت بھی دی گئی ہے کہ
 يستأذنوك ماذا انفقون قل العفو ”تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ
 کریں؟ کو عفو۔“ حق کا لفظ (economic burden) کا ہم معنی ہے اور
 اس میں نقصان بھی کی گئی ہے کہ ”عفو“ لیس کا صحیح گل ہے۔ مزید برآں
 ایسے خطرات بھی موجود ہیں کہ خطراتے راشدری کے عہد میں دوسرے
 حاصل مانگ لئے گئے ہیں۔ خطا حضرت عز کے عہد میں محصول درآمد
 متروک کیا گیا اور اس کا اثر ”زکوٰۃ“ میں نہیں بلکہ ”سنے“ (حکومت کی عام
 آمدنوں) میں تھا۔ عہد برہی شریعت میں کوئی ایسی پراہت موجود نہیں
 ہے جس سے یہ نتیجہ نکلا جاسکے کہ حکومت انتظامی ضروریات کے لئے
 کوئی دوسرا لیس نہیں لگا سکتی اور اصول یہ ہے کہ جس چیز سے منع نہ
 کیا گیا ہو وہ مہلج ہے۔ فقہائے اسلام سے بھی جہاں تک ہم کو معلوم
 ہے، ایک غیر معروف شخصیت خفاک بن مزاحم کے سوا کوئی اس بات کا
 قائل نہیں ہے کہ نسیخت الزکوٰۃ کل حق غیر العفو (زکوٰۃ نے کل

میں ہر دوسرے حق کو منسوخ کر دیا ہے) ضحاک کی اس رائے کو کسی
 بطل ذکر تھیں۔ بے تسلیم نہیں کیا ہے۔ (الحلی فی حرم، ج ۲ ص ۲۸۸)۔
 (۳۷) صدر اہل میں حکومت کی طرف سے فعلی طور پر جو اموال
 ظاہر کی زکوٰۃ من مصلحت پر غروی ہا کر وصول کرتے تھے جیوں اموال
 ہوں۔ زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے ایک غولے نہیں تھے بلکہ حکومت کے
 غولہ ہا ی میں وہ جمع ہوتی تھی، لہذا اس کا حسب کتاب ایک رہتا
 تھا اور زکوٰۃ کی تقسیم حکومت کے وہ عمل کرتے تھے جن کے سپرد
 وہ سرکاری غولہ بھی ہوتی تھیں۔ تقسیم زکوٰۃ کے لئے کسی ایک
 محلے کا وجود ہا رہے علم میں نہیں ہے۔ لیکن یہ ایسے انتظامی مصلحت ہیں
 جن میں آج کے اموال و غولہ ہا کے لحاظ سے ہم جس طرح مہذب
 سمجھیں اسی صورت میں اختیار کر سکتے ہیں۔

سورہ مسلم حکموں کے مصلحت ہیں معلوم نہیں ہے کہ کسی نے
 زکوٰۃ کی تفصیل و تقسیم کا ایسا انتظام کیا ہو۔

(۳۸) زکوٰۃ کی تفصیل و تقسیم کا انتظام کرنے والے محلے کی حیثیت
 گولہ ہوں، غولہ ہوں، ہنشلوں اور شرطہ غولہ کے لحاظ سے دوسرے
 سرکاری غولہ ہوں سے مختلف نہ ہوتی چاہئے۔ لہذا تمام سرکاری غولہ ہوں کی
 گولہ ہوں کے معاملے میں حکومت کو اپنے طریق کار میں تبدیلی
 کرنی چاہئے۔ سورہ افزلا و تغویہ اگر عمل رہے تو نہ زکوٰۃ کی تفصیل
 صحیح طریقے سے ہو سکے گی اور نہ اس کی تقسیم۔

(ترجمان القرآن۔ حرم منہ صلاۃ۔ نومبر ۱۹۵۵ء)

جماعت کے درمیان تعلق کے لئے قائم کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہر فرد اور جماعت کے درمیان کھینچ تکی شہد ہو جائے گی۔ افراد چاہیں گے کہ تعلق اور شرح میں تبدیلی ان کے مفاد کے مطابق ہو اور جماعت چاہے گی کہ ان کے مفاد کے مطابق۔ اختلافات میں یہ چیز ایک مسئلہ بن جائے گی۔ تعلق گنا کر اور شرح پیدا کر اگر کوئی قانون بنایا گیا تو جن افراد کے مفاد پر اس کی تدبیر سے کی جائے اس خوش حالی کے ساتھ نہ رہے گی جو جماعت کی اصل روح ہے۔ بلکہ ان کی طرح جتنی سمجھ کر رہے گی اور میل سٹری (Tension) اور گریج (Growth) دونوں ہی کا سلسلہ شہد ہو جائے گا۔ یہ بات جو اب ہے کہ علم نہ اور رسول سمجھ کر ہر شخص سر جھکا دیتا ہے اور جماعت کے جذبے سے بخوشی راقم لکھا ہے۔ اس صورت میں کبھی جتنی وہ ہی نہیں سکتی بلکہ پارلیمنٹ کی اکثریت اپنے حسب غنا کوئی تعلق اور کوئی شرح لوگوں پر مسلط کرتی رہے۔

کمپنیوں کے حصوں میں ذکوۃ کا مسئلہ

سوال: کسی مشترک کاروبار مثلاً کسی کمپنی کے حصص کی ذکوۃ کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا۔ حصہ بھانے والا تو کوئی قیمتی چیز نہیں ہے، محض ایک کٹہر ہے۔ کا کٹہرا ہے۔ صرف اس دستخط کے ذریعے حصہ دار کمپنی کی املاک و ہائوس مشترک میں شامل ہو کر بقدر اپنے حصہ کے بلکہ یا حصہ دار قرار پاتا ہے۔

”حصہ“ کے مفق سماجی نے بہت ہی مفاد تصور پیش کیا ہے۔ کٹہر کا کٹہرا نہ حصہ ہوتا ہے نہ اصل قیمت رکھتا ہے۔ بلکہ وہ ایک دستخط ہوتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ فلاں کاروبار میں اس صاحب سے حصہ دار ہے۔ اگر وہ کوئی ایک دکان میں رہے کے شریک ہوں اور وہ اپنی شراکت کے لئے دستخط لگا کر رکھ لیں تو دستخط ان کا اصل حصہ شراکت نہیں ہے بلکہ ان کی حصہ داری کا ثبوت ہو گی۔ یہی صورت زیادہ حصہ داروں کے مشترک کاروبار کی ہے۔ یہ بھی مفاد لکھا گیا ہے کہ

دیکھا ہے کہ کھیتی کے لٹاک کیا اور کس نوعیت کے ہیں۔ اگر
 کھیتی کی جائداد غیر ذات (بلا تک) اور غنیمت اور مشغری ہے، مطلق ہو تو حصہ
 دار کی شراکت بھی ایسے ہی لٹاک کی ہوگی جس پر آپ کے بیان کردہ اصول
 کے تحت زکوٰۃ نہیں آتی۔ حصہ دار کے حصہ کی ہیئت تو ضرور ہے لیکن وہ
 اس قسم ہیئت کا جزو ہے جو غیر متعلقہ جائداد کی شکل میں کھیتی کو مجموعی
 حیثیت سے حاصل ہے۔ ہر حصہ دار کے حصے پر زکوٰۃ نہیں ملتا ہونی
 چاہئے؟

جواب: کھیتی کے جس حصہ دار کے حصہ کی ہیئت ہندو نصیب ہے اس کے متعلق یہ
 سمجھا جائے گا کہ وہ خود نصیب کا ملک ہے۔ اب اگر اس نے اپنے اس حصے کو کھیتی
 کے کاروبار میں لگا رکھا ہے تو اس سے اس کے حصے کی ہیئت کے لحاظ سے اطروہی طور
 پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی بلکہ کھیتی سے تہذیبی زکوٰۃ کے قواعد کے مطابق تمام ایسے
 حصہ داروں کی زکوٰۃ انہی سے لی جائے گی جن کو زکوٰۃ لیا کرنے کے قابل قرار دیا گیا
 ہو۔ کھیتی کی زکوٰۃ کا حساب لگانے میں مشغری مکان (ریجنڈو فیو مال پیدائل کو مستثنیٰ
 قرار دیا جائے گا اس کے باقی حصے لٹاک جو اصول تجارت پر مشتمل ہوں اور اس کے
 فوائد کی رقم جو غنم سلی ہے موجود ہوں سب پر زکوٰۃ لے لی جائے گی اور اگر کھیتی کا
 کاروبار اس نوعیت کا نہ ہو تو اس کی سلازہ آمدنی کے لحاظ سے اس کی مالی حیثیت شخص
 کی جائے گی اور اس پر زکوٰۃ لگادی جائے گی۔

(ترجمہ القرآن۔ راجع الفصل "راجع الثانی منہ صحیح۔ بخاری" اور دیلمی)

وجہ ماہیہ) حصہ داروں کو کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ دراصل حصہ ہی جائے اور جن
 حق ہے۔ کہ اگر حصہ دار کسی صاحب سے ایک کاروبار اور اس کے سوا کسی اور متعلقہ لٹاک
 کے حقوق بخلاف میں شریک ہونے کا اور حصہ کی ہیئت دراصل الہی حقوق بخلاف کی ہیئت ہوتی
 ہے۔ حصہ کوئی مالی دعوہ نہیں بلکہ ایک نمونہ مالی حیثیت ہے۔

مضاربت کی صورت میں زکوٰۃ

سوال: دو آدمی شرکت میں کاروبار شروع کرتے ہیں۔ شریک اول سہلہ لگاتے ہیں اور مدت بھی کرتے ہیں۔ شریک ثانی صرف مدت کے شریک ہیں۔ منافع کی تقسیم اس طرح ہٹے پائی ہے کہ کل منافع کے تین حصے کے جائیں گے، ایک حصہ سہلہ کا اور ایک ایک حصہ ہر دو شریک کا ہر گز اس کاروبار کی زکوٰۃ کے حلقہ دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات سے مطلع فرمائیے:

(۱) اگر کاروبار کے مجموعی سہلے سے کیا زکوٰۃ نکالی جائے تو شریک ثانی کو یہ اعتراض ہے کہ کاروبار کا سہلہ صرف صاحب سہلہ کی ملکیت ہے اور اس پر اسے طبعاً منافع بھی ملتا ہے، لہذا سہلہ پر زکوٰۃ سہلہ دار کو ہی دینی چاہئے۔ کیا شریک ثانی کا یہ اعتراض درست ہے؟

(ج) کاروبار میں فتح اور نقصان دونوں کا امکان ہے۔ زکوٰۃ کا فتح و نقصان سے نہیں بلکہ سہلے سے تعلق ہے۔ کاروبار میں نقصان کی صورت میں بھی سہلہ سہلے پر زکوٰۃ دی جائے گی۔ اگر نقصان کی صورت میں کاروبار سے زکوٰۃ نکالی جائے تو شریک ثانی کے حصہ کی زکوٰۃ کی ایک تہائی رقم اس کے اگلے سال کے منافع سے نکالی جائے گی، جبکہ اگلے سال بھی زکوٰۃ کی رقم کا ایک تہائی حصہ اسے دینا ہو گا۔ اسی حالت میں شریک ثانی کے لئے یہ زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔ سہلہ دار کے سہلہ کی زکوٰۃ کا ایک حصہ دوا کرنے کا نہیں ہوتا ہے۔ کیا یہ صورت زکوٰۃ کے اصل مقصد کے متعلق نہیں ہے؟

جواب: آپ کے دونوں سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

(۱) شریک ثانی کا اعتراض درست نہیں ہے۔ زکوٰۃ صرف اس سہلے پر نہیں لگتی ہے جس سے کاروبار شروع کیا گیا ہو، بلکہ کل کاروبار کی ملکیت پر لگتی ہے۔ یہی طریقہ یہ ہے کہ ہر سال کاروبار سے پہلے زکوٰۃ نکالی جائے۔ ہر منافع اسی نسبت سے تقسیم کے دو حصوں تقسیم ہو، جو ان کے درمیان ملے ہو

بھی ہو۔

(ب)۔ اصولی تہارت کی ذکوۃ کا اصول یہ ہے کہ کوئی بھی تہارت اگر قدر نصاب سے زائد ہو تو اس سے ذکوۃ نکالی جاتی چاہیے۔ اب جو شخص صرف کلم کا شریک ہے اس کی محنت نے ہر عمل اس تہارت میں ہدایت پیدا کرنے میں بہت نہ بہت حصہ لیا ہے۔ یہ ہدایت صرف ابتدائی سہانے ہی کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس لئے اس ذکوۃ کے دو حصے سہولت دار کو لوانا کرنے چاہئیں اور ایک حصہ شریک محنت کو لوانا چاہیے۔

(ترجمہ القرآن۔ ربیع الثانی ص ۳۵۰۔ دہری ۱۹۵۳ء)

دارالاسلام اور دارالکفر کے مسلمانوں میں وراثت و مناکحت کے تعلقات

سوال : اہل بدعتی اسلام کے دوران مسلمانوں میں ایک آیت "والذین امنوا ولم یتبعوا ملکم من ولا ینکحوا من شیء... الخ" فکر سے گزری۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ "اس آیت میں آزاد مسلمانوں اور غلام مسلمانوں کے تعلقات کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے پہلے ملکم من ولا ینکحوا من شیء سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جو مسلمان دارالکفر میں رہنا قبول کریں یا رہنے پر مجبور ہوں ان سے دارالاسلام کے مسلمانوں کے حقیقی تعلقات نہیں رہ سکتے۔ نہ وہ ہم رشتہ قائم کر سکتے ہیں اور نہ انہیں ایک دوسرے کا ورثہ و ترکہ مل سکتا ہے۔" اب عرض یہ ہے کہ بعد از جنگ و پاکستان "دارالکفر" اور "دارالاسلام" کی صورت میں دو ملک وجود میں آ گئے ہیں۔ بعد از جنگ مسلمانوں کی حالت بھی اکثر میں اچھی ہے۔ ان کی ذہنیات بھی بڑی حد تک بدل چکی ہیں۔ فریڈک ان سب لوازمات سے ایسے ہو چکے ہیں جو ایک تمام قوم کے لئے لازمی ضروری ہیں۔ جیسے رہنے پر مجبور ہیں اور امت سے وہاں کی رہائش خواہ قبول کئے ہوئے ہیں۔ بعض ہجرت کر کے اپنے دیار واپس کی ضمانت کی

عالم پاکستان چلے آئے ہیں۔ ان میں اکثر ایسے بھی ہیں جن کے والدین
ہندوستان ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں اور سوتے دم تک اس کو چھوڑنے پر
چار نہیں مگر لوگوں پاکستان چلی گئی ہے اور اب ہندوستان کی سکونت اختیار
کرنے کے لئے کسی قیمت پر چار نہیں۔ خودی طاقت حسب ذیل سوالات
پیدا ہوتے ہیں:

- (۱) اپنی حالت میں لوگوں 'دھرم' یا کسی اور دھرم دار کے دھرم و دگر
سے غورم رہے گی؟ اگر وہ ان کے انتقال پر اپنے حق وراثت کا
دعوئی کریں تو کس حد تک یہ دعوئی جائز یا ناجائز ہو گا؟
- (۲) سوتے طاقت کے چلی نظر کر لی پاکستانی مسلمان یا اصلی ہندو
ہندوستانی مسلمان لڑکی سے شادی کر سکا ہے یا نہیں؟ کرنے کی
صورتح میں تعلقات جائز کچے جائیں گے یا ناجائز؟

جواب: جہاں تک مجھے علم ہے قرآن کا فتویٰ ہے کہ دارالاسلام اور دارالکفر کے
مسلمانوں میں وراثت اور شادی بیاہ کے تعلقات نہ ہوں۔ یہاں مسلمانوں کا مسئلہ ان
کے ایسے دھرم دار و دارالکفر میں نہ گئے ہیں جن کے دارالکفر ہو سکتے ہیں تو ان کے
بارے میں بھی برا خیال ہی ہے کہ نہ ہندوستان میں اپنی میراث پاسکتے ہیں اور نہ
ان کے ہندوستانی دھرم دار پاکستان میں ان سے میراث پاسنے کا حق رکھتے ہیں۔ ظلم کے
بارے میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہجرت سے ظلم آپ ہی آپ تو نہیں ٹوٹ سکا لیکن
اگر دوہیں میں سے ایک دارالاسلام میں ہجرت کر گیا ہے اور دوسرا ہجرت پر چار نہ ہو
تو وراثت میں اس غبار پر درخواست دی جا سکتی ہے اور ایسے دوہیں کا ظلم رفع کیا جا
سکا ہے۔ آگاہ شادی بیاہ کا قتل پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان نہ ہونا
چاہئے۔

(ازدعا انگریز۔ شہنشاہ اسلام۔ جنوری ۱۹۵۸ء)

مسئلہ مذکورہ پر مولانا غفر ابرو صاحب عقلی سے مراسلت

مولانا غفر ابرو صاحب کا مکتوب

مکرمی مولانا سید ابو الوالی صاحب زکوة کا مکرم

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ آپ سے عاجز و محبت ہے جس کی شہادت خود آپ کا ظہیر دینے کا اور میرا یہ غرض عمل بھی کہ میں کہے کہے غلطی بھون اور دھماکہ سے آپ کو لڑخود گفت رہا ہوں۔ یہ غلط بھی اس عاجز و محبت کی خاطر لڑخود گفت رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم کر کے غموس ہوا کہ آج کل بعض علماء نے آپ کی تکفیر و تفسیق کے لئے لکھی لکھی شہادت کر دی ہے اور آپ کو عصمت اہل حق سے جدا کر دیا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ آپ کو اہل حق سے الگ نہ کرے۔ پھر کسی کے الگ کرنے کی ہوا نہیں۔

لنکل شیئ من افساقتہ عوض

والیس للہ ان فساقہ من عوض

میں نے ترکانِ اہل حق میں ایک مخدوم زادہ بزرگ کا مضمون پڑھا۔ غموس ہے کہ انہوں نے تصور شیخ کی وہی تصویر پیش کی ہے جس کی بناء پر محققین نے اس کی تعلیم موقوف کی تھی۔ تصویر شیخ کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے قلب کو صاف کرنا اور طاقی حاصل کرنا ہے پاک و صاف کرنا ضروری ہے۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ہر چیز کی محبت کو ایک ایک کر کے الگ الگ کر دیا جائے۔ یہ راستہ طویل بھی ہے اور بعض کے لئے دشوار بھی۔ اس لئے بعض شخصیتوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ میں سب پر کسی ایک کی محبت کو غالب کر دیا جائے۔ اس کے قلب سے وہ سری اشیاء کی محبت مطلوب و حاصل ہو کر مہدوم یا مخدوم ہو جائے گی۔ پھر اس ایک کی محبت کا مطلب کرنا یا نکالنا زیادہ دشوار نہ ہو گا۔ اس کے لئے محبت شیخ کو تہذیب کیا گیا کہ اس سے طلب کوئی طلبہ محبت ہوتی ہی ہے اور چاہے یہ محبت بوجہ اللہ ہے اس لئے اس کا طلبہ محبت حق میں نہیں ہو گا۔ اس سے واضح نہ ہو گا۔ جب قلب صاف شیخ سے وہ سری اشیاء کی محبت مطلوب ہو جائے تو صاف شیخ کو مطلوب کرنے کے لئے تصور رسول کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد کافی اللہ کا راستہ شروع کر دیا جاتا

ہے۔ مگر جب کم فہم نے تصور شیخ کا مطلب نہ سمجھ لیا اور انھوں نے خدمتِ زانو پر رگ
نے بیان فرمایا ہے تو محققین نے اس کی تعلیم موقوف کر دی اور اس کو معاہدہ ۱
التمتعیل الفہم لہم لہا معلقون کا صدق تالیف اس مسئلہ میں آپ کے دستِ حق
پر ہاتھ لکھا گیا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں دوسرے مسئلہ میں اپنے خدمتِ زانو کی تصدیق کرتا
ہوں کہ آپ اور آپ کی جماعت کے بعض افراد قرآن و حدیث سے براہِ راست
استنباط کرنا چاہتے ہیں اور اس کی پودا نہیں کرتے کہ وہ استنباط فقہاء است کے موافق
ہے یا خلاف۔ اس کی تین مثال ترجمان القرآن جلد ۳۶ ص ۳۰۳ پر پتہ شہین مہر
مطابق ہرآن ۱۳۴۰ میں ابھی ابھی میری نظر سے گزری۔ آپ نے دارالاسلام اور
دارالکفر کے مسلمانوں کے تعلقات کا غم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”میں تک شک
علم ہے قرآن کا خلاف یہی ہے کہ دارالاسلام اور دارالکفر کے مسلمانوں میں دراصل اور
شعری پاد کے تعلقات نہ ہوں۔“ مگر ان مسابیح کے حلقہ جن کے ایسے رشتہ دار
دارالکفر میں رہ گئے ہوں جن کے وہ وارث ہو سکتے ہیں فرمایا ہے کہ ”ان کے بارے
میں ابھی میرا خیال یوں ہے کہ نہ وہ بدوستان میں میراث پا سکتے ہیں اور نہ ان کے
بدوستان رشتہ دار پاکستان میں ان سے میراث پانے کا حق رکھتے ہیں۔“ ص ۴۵
آپ کا یہ فوجی مذہب مثالی اور جملہ مذہبِ اربعہ کے خلاف ہے اور جس آیت
سے آپ نے یہ استنباط کیا ہے۔ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجروا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَا
يَتَّهِمُوا مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يهاجروا“ اس میں اگر بدعت کو بمعنی وراثت حلیم کر لیا
جائے ”موالات کے معنی میں نہ لیا جائے“ تو یہ غم اس وقت کا ہے جبکہ ابتدائی قدم
حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسابیح و انصار کے درمیان موافقہ قائم کر دی
تھی جس کی بناء پر مسابیح انصار کے اور انصار مسابیح کے وارث ہوتے تھے جس
کی دلیل اسی آیت کا یہ ٹکڑا ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجَرُوا وَلَمْ يَنْصُرُوا وَلَئِنْكُم بِهِمْ ذُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجَرُوا وَلَمْ يَنْصُرُوا وَلَئِنْكُم بِهِمْ ذُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَلَمْ يهاجَرُوا وَلَمْ يَنْصُرُوا وَلَئِنْكُم بِهِمْ ذُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

انفسہم و ازواجہ لمہاتہم و اولادہم بعضہم اولیٰ ببعضی فی
کتاب اللہ من العمومین والخاصین الا ان تغلبوا فی اولیاءکم
معمولاً کان ذلک فی الکتاب مستورا۔

سے منسوخ ہو گیا تو آپ یہ حکم باقی نہ رہا کہ مسلم صحابہ مسلم غیر صحابہ کا وارث نہ ہو
یا برعکس۔ بلکہ آیت الموارثت کے موافق وارث ہونے لگے۔

پھر آپ نے اس پر بھی غور نہ کیا کہ سورہ المائدہ کی آیت ولا تعسکوا بعصم
الکوفلروا مسئلوا ما خلقتم والیستلوا ما انفقوا کے تحتل سے پہلے تک غیر مسلم
مورتیں صحابہ صحابیہ کے نکاح میں بدستور تھیں۔ اس آیت کے تحتل کے
بعد حضرت عمر و عتبہ نے اپنی ناکر مورتوں کو غلام دے دی تو ان کا نکاح مکہ کے کالہوں
سے ہوا۔ حالانکہ مکہ اس وقت صرف دارا کفری نہ تھا بلکہ وہیں کے ہاتھوے غارپ
بھی تھے جن سے غزوہ حدیبیہ آمد میں چند سہل کے لئے صلح کی گئی تھی۔ تو جس
دارا کفر کے ہاتھوے بدسربگ نہ ہوں وہیں کی مسلمان مورتوں سے شادی بیاہ کو اور
وہیں کے مسلمانوں کے ساتھ وارثت کو آپ کس دلیل سے منسوخ کر سکتے ہیں؟

آج بعد مکتل جیسا دارا کفر ہے ویسا ہی برطانیہ کی حکومت میں تھا اور آج جیسا
پاکستان دارالاسلام ہے ویسا ہی کسی وقت حیدر آباد بھی دارالاسلام تھا بلکہ کچھ وہاں کہ
وہیں تھے اسور مذہبی قائم تھا جو آپ تک پاکستان میں قائم نہیں ہوا تو کیا آپ اس وقت
بعد مکتل اور حیدر آباد کے مسلمانوں میں بیاہ شادی بیاہ اور وارثت کو منسوخ کھینے
تھے؟ یا اس وقت اگر کوئی حاکم صحابہ ہو کر مکہ عید میں نہ جاتا اور اس کی موت کے
وقت مکہ عید میں اس کا کوئی وارث نہ ہوتا تو آپ یہ فتویٰ دے سکتے تھے کہ اس کے
بعد مکتل دشت وادیوں کو اس کا ترک نہ دیا جائے؟

اگر آپ یہ فتویٰ دیتے ساری دنیا آپ کی مخالفت کرتی۔ حکومت جلا کا قہار
نہی کے لئے میں بھی اور آج بھی یہی ہوا ہے اور ہے کہ ایسے لوگوں کا ترک بعد مکتل
کی حکومت کے ذریعہ سے ان کے بعد مکتل و درہم کو دھوا جانا تھا بلکہ ثبوت مل جانا کہ
اس کے درہم موجود ہیں۔ کسی مذہب کے علمائے بھی حکومت جلا کو یہ فتویٰ نہیں
دیا کہ ان جاتیوں کا مل بعد مکتل و درہم کا نہیں بلکہ حکومت کا حق ہے۔

اور اگر آیت فضل سے مراد خاصہ معنی اور اہل حق میں ہو گا تو معنی مواضع ہے تو اس کا میراث و تعلق سے کوئی تعلق نہ ہو گا بلکہ مواضع اور اہل مواضع کا اس میں بیان ہو گا جس میں تعلق اور غیر تعلق کا فرق بھی ہو گا اور مستحق و غیر مستحق کا بھی۔ جس کی تفصیل سورہ المستحق کی آیات لا یصلحکم اللہ عن الذین لم یقاتلوا عن اللہ عن الذین... کا یہ کے تحت ضرر و محو میں و فقہاء نے بہت کچھ بیان کیا ہے غلط ہو شرح السیر النور علیہ السلام محمد بن الحسن القطیفی۔

آخر میں غیر خواہی کے ساتھ چند باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا

ہوں۔

(۱) قرآن سے مسائل و احکام کا استنباط کرتے ہوئے کم از کم احکام القرآن اور اہل احکام القرآن میں تفسیر روح المعانی اور بیان القرآن العظیم اور التقریری سے مراجعت ضرور کر لیا کریں۔

(ب) فتویٰ دینے سے پہلے فقہاء حنفیہ کی کتابوں اور اہل فتویٰ علماء سے مراجعت کر لیا کریں۔ کیونکہ فتویٰ فتویٰ محقق کتابوں کے مطالعہ سے نہیں آتی۔ اس کے لئے اہل علماء کے پاس رہ کر فتویٰ کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ج) ہم اور آپ مذہب حنفی کے سوا دوسرے مذاہب سے پوری طرح واقف نہیں ہیں کیونکہ ہمیں دوسرے مذاہب کا دوری دینے والے محقق علماء موجود نہیں ہیں۔ اور محقق کتابوں میں دوسرے ائمہ کے اقوال دیکھ لینے سے ان کے مذہب کا پورا علم نہیں ہو سکتا آپ دیکھیں گے کہ ہمدانی کتابوں میں بعض مسائل کے حلقہ دوسرے ائمہ کا مذہب غلط لکھ دیا گیا ہے۔ جیسا ان کی کتابوں میں ہمارا مذہب بعض مسائل میں غلط نقل ہو گیا ہے۔ غلط ہو کر رہی ہے۔ جیسا کہ "بی بی بی بی" میں لکھا ہے کہ ہر بات سند کے ساتھ کے اپنی مصنف کے باب ائمہ علی ہی حلیہ میں بہت سے مسائل ہم صاحب کی طرف غلط منسوب کر گیا ہے جس کا کتب حنفیہ میں پتہ بھی نہیں۔ اس سے آپ کچھ شک ہے کہ جب تک کسی مذہب کو اسی کے علماء سے باخبر نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے پوری واقفیت نہیں ہو سکتی۔ بعض دفعہ مسئلہ صحیح

نقل ہوتا ہے مگر اس میں جس قدر تحصیل و لغو اصل مذہب میں ہیں وہ سب نقل نہیں کی جاتیں۔

چنانچہ امرۃ المتوہ کے مسئلہ میں ہماری کتابوں میں امام مالک کا مذہب بہت جمل بیان کیا گیا ہے۔ جب اس مسئلہ کی تحقیق علماء مالکیہ سے کی گئی تو اس میں بڑی تفصیل معلوم ہوئی اور بہت سی لغو و شرائط کا علم ہوا جن کا ہماری کتابوں میں پتہ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ الیوم واللیقہ تنظیم احادیث التھوری۔ پس کسی مسئلہ میں مذہب حق کو چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے مذہب اربعہ سے غور کیا اس وقت تک نقل قبول نہیں جب تک وہ سبے مذہب کے علماء سے اس مسئلہ میں مراعات نہ کر لی جائے۔

(۲) نسبت صولیہ غنیۃ نیست کہہ کر امام سوم افغان بھیج خیر لہ۔ "فلا ولی لہ" صاحب کے اس قول کو غلط فہم رکھ کر نسبت صولیہ کے حاصل کرنے کی پوری کوشش کی جائے کہ تک اس کے بغیر درج احادیث حاصل نہیں ہوتا جس پر کمال امکان موقوف ہے۔ اور اس نسبت کے لئے رسوم صولیہ و ان کے اختلاف مناجات کی اصناف ضرورت نہیں مگر نقل نسبت کی صحت اور اس ضروری ہے؟

نقل راہگذار موصلی شہر
تپ کے قریب ہی ہے۔ شریف فراہی۔ گاہے گاہے ان کے پاس
جائے رہا کریں۔ امید ہے کہ یہی باتوں کو بغیر غلطی پر حمل کیا جائے گا اور
اسی نظر سے غلط کو دیکھا جائے گا۔ (اسلام)

(مغیر اس)

جواب

مکرمی و مکرری مولانا غفر اللہ عنہ صاحب حنفی زادہ محمد کم

اسلام تنظیم درجہ اولیٰ و برکات۔ حلیت نامہ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۳۷۱ھ دارالحدیث سے

۱۔ اسی لئے جواب بھی تاخیر حاضر ہوا ہے۔ اس میں بھی کوتاہی نہیں ہے۔

میں آپ کے انکشاف و صحت کامل سے شکر گزار ہوں اور میں شکر گزاری کی

موجب ہو طبعی وراثتی ہے اور آپ نے ازراہ کرم صحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو
برائے خیر دیے۔

تعلیمی کے بارے میں مطلب نے بالکل صحیح فرمایا۔ میری بھی طبیعت تنہا بس یہی
ہے کہ اللہ کے دیوار سے نہ دھکا دیا جائے اس کے بعد نہ ہی دہانوں سے دھکا
دینے جانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

تصور بھیجی ہو تعمیر آپ نے پیش فرمائی ہے اس پر کسی اعتراض کی گنجائش
نہیں۔ فقیر کی مدد تک اسے پہنچا جائے گا اگر کوئی اسی نیت سے اس تصور کو اختیار
کرتے ہو آپ نے بیان فرمائی ہے۔ بہت جلد جو تعمیر حکیم عبدالرشید صاحب نے پیش فرمائی
تھی وہ تو سخت خطرناک تھی اور مولانا امین احسن صاحب نے جو گرفت کی تھی اسی پر
کی تھی۔

آپ کا یہ ارشاد بجا ہے کہ قرآن سے مسائل و احکام کا استنباط کرتے ہوئے
حصص اور ان اہل حق کی احکام القرآن اور تعمیر روح المعانی اور بیان القرآن کا مطالعہ کر
لیا جائے۔ المودت کہ میں پہلے ہی اس طور سے پر حال ہوں۔ مولانا قاضی کی بیان
القرآن تو میرے پاس نہیں ہے۔ بہت خدمت گذار تھیں مکتبیں موجود ہیں اور یہ
کلمات ہے احکام معلوم کرنے میں تجوں کو بخیر دیکھ لیتا ہوں۔ اور صرف انہی پر اکتفا
نہیں کرتا بلکہ ان کی کچھ باتیں جو یہ "اور تعمیر کبر سے بھی مراد صحت کر لیتا ہوں تاکہ مسئلے
کے تمام اطراف سامنے آجائیں۔ اس لئے آپ پر خیال نہ فرمائیں کہ میں تحقیق و
مطالعہ کے بغیر ہی اظہار رائے کر دیتے گا غلطی ہوں۔ بہت ایک چیز ضرور ہے جس میں
میرا طریقہ آپ حضرات سے مختلف ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ان میں سے کسی کی تحقیق
کو حرف آخر نہیں سمجھتا اور باب میرا ان کے بیانات سے اطمینان نہیں ہوتا تو خود
غور فکر کر کے رائے قائم کرتا ہوں۔

فوتی دینے کی فطرت میں نے آج تک بھی نہیں کی۔ فوتی جو شخص بھی مجھ سے
پرہیز ہے "میں جانتا ہوں اس کو یہی جواب دیتا ہوں کہ مجھے منصب الہی حاصل نہیں ہے۔
بہت جلد لوگ مسائل میں میری تحقیق پہنچتے ہیں ان کو اپنے علم کے مطابق جواب دے
دیتا ہوں۔ اور جواب دینے وقت اللہ کی مسکو نکلیں سے مزاحمت کرنے کا پورا التزام

کرتا ہوں۔ مصلحہ و تحقیق کے بغیر مفکر دانے سے میں نے بیحد اجتناب کیا ہے۔ یہ
 اور بات ہے کہ کبھی محض مفکر دانے پر اکتفا کر جاتا ہوں اور دلائل و دلائل چاہنے کرنے
 کا سرخ نہیں پالتا۔

آپ کا یہ ارشاد بھی سچا ہے کہ کتابوں میں بالعموم اپنے مذہب کے سوا اور سب
 مذاہب کے اقوال ثبت کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ اس سچ کو میں نے
 خود محسوس کیا ہے۔ اس لئے میں مذہبِ حقّی کے سوا اور سب مذاہب کے اقوال معلوم
 کرنے کے لئے صرف ان کتابوں پر اکتفا نہیں کرتا جو فقہا حنفیہ نے لکھی ہیں بلکہ خود
 ان مذاہب کی اصل کتابیں بھی دیکھ لیتا ہوں۔ مثلاً مذہبِ حنبلی کے لئے المغنی وغیرہ
 فقہاء اور مذہبِ مالکی کے لئے القدونہ و فیہود یز میرا تجربہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے
 اقوال کو اعتدال علی مذاہبِ اربعہ میں کئی کئی احتیاط کے ساتھ ثبت کیا گیا ہے اور وایت
 الجہد بھی اس سلسلہ میں بہت "خاصی تمل احکام" ہے۔ شریعت کو بھی میں نے اس سلسلہ
 میں غما غما پایا ہے۔ اگرچہ بعض اختلافات پر انہوں نے مذاہب کے نقل میں غلطیوں
 کی چیز بہر حال ایک مسئلے کی تحقیق میں بہت سے مراجع کی طرف رجوع کرنے سے
 قریب قریب کجی واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔

صوفیہ کی صحبت سے میں نے اکثر استفادہ کیا ہے۔ ایک مدت تک میرا طریقہ یہ
 رہا ہے کہ جس بڑے بزرگ کا بھی پتہ چلا تو اس سے حضور جا کر ملا اور ان کی صحبت میں
 بیٹھ میرا اپنا خاکہ ان بھی اعلیٰ صوفیوں میں سے ہے اور میرے والد مرحوم تک رجعت
 و ارشاد کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ قبول کا قورزا بہت مصلحہ بھی میں نے کیا ہے اور
 متعدد صوفی بزرگوں سے توجہ لینے اور اشتغال دیکھنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اس لئے
 قبول اور اہل قبول کے بارے میں اپنے جن خیالات اور آراء کی بنا پر میں ہدام
 ہوں انہیں آپ ایک ایسے شخص کے خیالات اور آراء نہ سمجھیں جو اس کچھ سے
 بالکل غلط ہے۔ میں نے قبول کو بھی دیکھا ہے اور اہل قبول کو بھی "اور اس کے
 لہجہ اور رسمے پہلو دیکھ کر ہی ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جس نتیجہ پر
 میں پہنچا ہوں اسے ہر شخص مان لے۔ جہت یہ حضور عرض کرتا ہوں کہ میری دانے کو
 محض ایک سلی دانے کھٹنے کی فضیلت دے کرے لوگ بھی نہ کریں۔ اب بھی مجھے کسی

صاحب کل سے اختلاف کرنے میں تامل نہیں ہے اور میری ہر رائے نظر رکھنے کے قابل ہے۔ لیکن میں اس کو کیا کہوں کہ جس سے لوگ جنہیں صاحب کل کہا جاتا ہے، میں نے اپنے تجربے میں ان کو ناقص پایا ہے۔ لہذا حقیقی کسی صاحب کل سے اختلاف کرنے کا موقع نصیب فرما سکے۔

اب میں اس مسئلے کی طرف آتا ہوں جس پر آپ نے تفصیلی گرفت فرمائی ہے۔ میں نے اس پر جس انتقاد کے ساتھ اظہار رائے کیا تھا اسے دیکھ کر شاید آپ نے یہ گمان فرمایا کہ میں اس مسئلے میں فقہاء کے ارشادات سے بے اعتنا ہوں اور قرآن کی صرف ایک آیت دیکھ کر اظہار رائے کر بیٹھا ہوں۔ مگر اگر مسئلہ یہ نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ۳ کنز کی مسلمان رعایا اور دارالاسلام کی حکومت اور مسلم رعایا کے باہمی تعلقات کا مسئلہ سخت عجیب و غریب ہے اور اس مسئلہ میں میں نے فقہاء کے احکامات کو بہت باطنی پایا ہے۔ حقیقتیں کو تو اس مسئلے سے کچھ زیادہ سہلہ نہیں کیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کے بارے میں اظہار کھل کر بیان نہیں سکے۔ وہی حقائق تو ان کو اس سے سہلہ ضرور پیش کیا۔ مگر وہ نہ تو حقیقتیں سے کچھ زیادہ غصیل رکھنے والے تھے اور نہ خود ہی اختلاف کی جرات کر سکے۔ اب جو ہم اپنی آزاد حکومت لے کر بیٹھے ہیں تو ہمیں پھر اس مسئلے سے سہلہ نہیں آ رہا ہے اور قدم قدم پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کچھل کتب فقہ اس مسئلہ میں ہماری پوری رہنمائی نہیں کرتیں۔ آپ خود ذرا ان احکام کو پڑھ لیا کریں جو اس مسئلے کے حقیقی کتب فقہ میں ملتے ہیں اور پھر دیکھیں کہ کیا وہ ہمارے اس وقت کے حالات میں تمام مسائل کا کافی جواب دیتے ہیں؟

دارالاسلام کی حکومت اور مسلم رعایا اور دارالاسلام کی مسلمان رعایا کے باہمی تعلقات کا مسئلہ محض قانونی نہیں ہے بلکہ اس کے اندر سیاسی اور بین الاقوامی تعلقات کے مسائل بھی ساتھ ساتھ الجھے ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان دارالاسلام کی رعایا ہے اگر دارالاسلام کے کسی شخص کا وارث ہو اور اس کا مسئلہ اس دولت سے وابستہ ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہی رعایا اس کے لئے فقہ میں جانب ایک لڑکی ہو دارالاسلام کی رعایا ہے اور جس کے لئے اقباس دارالاسلام میں رہتے ہیں اور وہیں اپنے مفادات رکھتے ہیں اگر دارالاسلام میں یہی ہوئی کہے تو ہو سکتا ہے کہ اسے غیر مسلموں کی بہ

بہت زیادہ آسانی کے ساتھ ہاسوی کے لئے استعمال کیا جائے ایک عورت جو ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجی ہے یا دارالاسلام ہی کے رہنے والی ہے اس کا شوہر اگر دارا کفر کا پھل ہو اور ہجرت کے لئے چار نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ہم نہ اس عورت کو اس سے عقد دلا سکتے ہیں نہ عدلی کسی عدالت کا کوئی اختیار اس شخص پر نافذ ہوتا ہے کہ ہم کسی حق کا استحقاق کر سکیں۔ لہذا ہمیں اس عورت کو یا تو تمام حقوق سے محروم رکھنا چاہئے گا یا پھر اسے دارا کفر سمجھنا چاہئے۔ مگر اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں جن معاملات میں پائی جاتی ہیں جو ذریعہ فتنہ نوامیس کی نہیں ہیں۔

پھر اس مسئلہ میں حدود معاشی بھی ہیں۔ دارا کفر کی حکومت اپنے علاقہ میں دارالاسلام کی رعایا کے حقوق بالحدود سنبھال کر سکتی ہے یا جن کو طرح طرح کی پابندیوں سے محروم کر سکتی ہے اور دارالاسلام کی طرف دولت کے منتقل ہونے کو روک سکتی ہے۔ مگر ہم دارالاسلام میں دارا کفر کے ایک مسلمان کے حقوق وراثت شرعیہ یا بیعت کے بعد انہی کیسے سنبھال کر سکیں گے اور دارالاسلام کے ایک مسلمان کو اپنی دارا کفر میں رہنے والی بیوی کا عقد یا مراد کر کے سے کسی طرح روک سکیں گے؟ اس طرح دولت کا ایک طرف بہت شہوع ہو جائے گا جو دارالاسلام کے لئے معر اور دارا کفر کے لئے مفید ہے۔ خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ دارا کفر میں کہو لڈوں مسلمان رعایا کی حیثیت سے کہو ہوں اور دارالاسلام کے بے شمار مسلمانوں سے جن کے تعلقات ہوں یہ نقصان ناقص لگا بھی نہیں رہتا۔

میں اس پیچیدگی پر بہت غور کرتا رہا ہوں اور مجھے نہ کب عقد میں اس کا شرعی حل مل سکا ہے اور نہ ان معاملات میں جو ابتدا چند سال تک میں طیبہ اور مکہ کے مسلمانوں کے درمیان رہے تھے۔ اس لئے میں نے قرآن مجید سے اس کا حل معلوم کرنے کی کوشش کی اور میں نے یہ کہا کہ آیت والذین امنوا ولم یہاجرُوا ملککم من ولا یتکم من شہنی حتی یہاجرُوا ولن استنصرکم فی الدین فطیکم النصرا لا علی قوم بینک وبينہم میناق میں اس کا مکمل جواب موجود ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس آیت سے کیا احکام مستنبط ہوتے ہیں اور کس طرح ہوتے ہیں۔

اس نکت میں سب سے اہم لفظ "دولت" ہے جس کے معنی کا قصین ضروری ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کو محض دولت یا اور کسی ایک معنی پر منحصر کرنے کی کوئی مستقل وجہ ہے۔ معنی زبان میں اس لفظ کی پوری وسعت کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ نصرت، سرپرستی، مصلحت نگہبانی اور قرابت کے مفہومات پر حاوی ہے۔ ان مفہومات کو مد نظر رکھتے ہوئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ "دولت" سے مراد ایک طرف تو وہ قسطنطنیہ ہے جو ایک ریاست اور اس کے شیعوں کے درمیان ہوتا ہے "اور دوسری طرف وہ قسطنطنیہ جو ایک ریاست کے شیعوں میں ہوتا ہے "اور اس کے حدود ان تمام اقسام کے دولہاء پر وسیع ہیں جن پر ملت کے اعتبار سے لفظ "دولت" کا اطلاق ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ دارالاسلام کی حکومت صرف دارالاسلام ہی کے مسلمانوں کی دینی ہو اور اس کو دارا کفر کے مسلمانوں کی "دولت" سے یکدوش کر دیا جائے تاکہ وہ بین الاقوامی سطح پر جتنا نہ ہو اور ایسے فرائض سے کہ انہار بھی نہ ہو جنہیں لواء کا ملکا ملل ہے۔

اس کے ساتھ قرآن کا غلط یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دارالاسلام کی مسلم رعایا اور دارا کفر کی مسلم رعایا کے درمیان بھی دولت کے یہ تعلقات نہ ہوں "بلکہ ان دولہاء کو دارالاسلام ہی کے مسلمانوں تک محدود رکھا جائے۔

دولت کا یہ معلوم اور غلط قصین ہو جائے کے بعد اس نکت سے جو ہدایات نکلتی ہیں وہ یہ ہیں:

- (۱) دارا کفر کی مسلم رعایا کی مصلحت و نصرت، سرپرستی و نگہبانی اور پشتیبانی دارالاسلام کی حکومت کے ذمہ نہیں ہے۔ یہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے: "لما یروى عن کل مسلم بین ظہر اہل العشرین"۔ البتہ اگر وہ دین کے معاملہ میں مدد مانگیں تو بشرط طاقت اس کافر قوم کے خلاف ان کی مدد کی جاسکتی ہے جس سے انہارا مصلوبہ نہ ہو۔

(۲) دارا کفر کا کوئی مسئلہ ہو یا سنیہ دارا کفر ہی کی دعوایا رہے، دارالاسلام میں اگر مسلمانوں کے ساتھ ہی کے حقوق شہادت میں حصہ دار نہیں ہو سکتا ہے جو جاکہ ہے کہ دارالاسلام کی حکومت میں اسے کوئی اور داری کا حصہ دیا جائے۔ یہ حقوق اور یہ صاحب اسے صرف اسی صورت میں مل سکتے ہیں جبکہ وہ کھرت کر کے آجائے۔

(۳) دارا کفر اور دارالاسلام کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے، مثلاً یہ کہ "ہوں سحرچی اور قوموں کے درمیان کمال احمد دوسرے تعلقہ ہوں۔" لا ینہاکم اللہ عن الذین الذین لہم ینقتلوکم فی الدین ولم ینخرجوکم من دینکم ان تمروہم و یقبضوا علیہم۔ اور ان کے درمیان اٹاک اور مومنیت کے بارے میں مسلمانانہ معاہدات بھی ہو جائیں تاکہ دونوں کی دعوایا ایک دوسرے کی ملکیت میں جاکہ لوگوں کی ملک و تصرف ہو سکے اس معاملہ میں آپ نے دلوں اور دھرم "مشرقی" جملے سے جو معاہدہ فرمایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ محض موافقت کی بنا پر انصار اور صحابہ پرچ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے بلکہ وراثت رشتہ نسب و صحابہ کی بنا پر ہو گی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا جا سکتا ہے کہ یہ آیت دارالاسلام کے مسلمانوں کی میراث میں انوار عام کو پہنچاتا ہے جو دارا کفر یعنی دعوایا کی حیثیت سے رہتے ہوں۔ اور یہ مطلب آخر کیسے نکلا جا سکتا ہے جبکہ قرآن صاف فیصلہ کر چکا ہے کہ

۱۔ ہاں جیسی اس ہے میں دیکھا کہ تم ہی غیر مسلمانوں کے تعلقہ دیکھو جنہوں نے وہی کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تم کو قتل نہ کروں گے نہیں نکلا ہے یہ کہ تم ان سے ایک ملک کو لوگوں سے تعلقہ کرو۔

لن الذین آمنوا وعملوا الصالحات... والذین آمنوا و نصروا المؤمنین بعضهم
اولیاء بعضہ۔

(۴) دارالاسلام نور دارالکفر کے مسلمانوں کے درمیان جب ولایت کا تعلق
نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ کلمات کا تعلق بدرجہ اولیٰ نہیں ہے۔ اس لئے کم از
کم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ ہے کہ جن کے درمیان ممانعت پابندی نہیں
ہے۔ وہ ہم شریعیہ دیا کریں تو تعلق منقطع ہو جائے گا لیکن اچھا یہ ہے کہ
وہ ایمان نہ کریں۔ اور اسلامی حکومت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اس طرح کے
رشتوں میں انتظامی نظام کے ذریعہ سے رکاوٹیں ڈالے اور بعض خاص ممانعت
میں جن کو روک دے۔ نیز یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ جن کے درمیان پہلے تعلق
ہو چکے تھے۔ اب بعض اختلاف دار کی بنا پر ٹوٹ گئے لیکن اگر ایک منقطع
اورت ہو دارالاسلام کی رہنے والی ہو یا ہجرت کر کے دارالاسلام آچکی ہو
بہالت میں اس بنا پر تعلق کی درخواست کہے کہ اس کا شوہر دارالکفر کی
رہتا ہے اور ہجرت کے لئے چار نہیں ہے تو یہ اس کی درخواست کو منظور
کرنے کے لئے ایک معقول وجہ ہو گی۔ اس لئے کہ اسلامی حکومت اس
اورت کے ممانعت کی تو حتمی ہے اور اس کے حقوق کی گمراہی اس کا
فرض ہے مگر اس کا شوہر اس حکومت کی ولایت سے خارج ہے جس کی بنا پر
اس اورت کا کوئی حق بھی اس سے وصول کر کے نہیں دیا جاسکتا لہذا اگر
یہ حکومت اسے اس شوہر کی قید تعلق سے نہ چھڑائے گی تو فرائض ولایت دیا
کرنے میں قاصر رہے گی۔ آپ خود فرمائیں تو یہ بات آپ کو بھی عجیب معلوم
ہو گی کہ جس کے ہم وطن نہیں ہیں اس کے حقوق کے تو ہم نگہبان ہیں کر چہ
جائیں مگر جس کے ہم وطن ہیں اس کا کوئی حق بھی نہ دلوں گے اور نہ دلوں گے۔

۱۔ ہم لوگ تعلق دلتے نور دارالاسلام میں ہجرت کر کے آ گئے۔ اور جنہوں نے
مذاہب کو دارالاسلام میں آجک دی اور ان کی مدد کی وہی ایک دوسرے کے دی ہیں۔

میرے نزدیک اس معاملے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کا تقاضا اس پر ہے کہ جس عورت کے پاس عقد موجود ہو اور جس کے چھلنے عقد ہو جانے کا بھی کوئی محفل اہل دہا اس کے لئے تو ایک مناسب وقت انتظار تہیج کر دی جائے کہ اس وقت کے بعد اگر اس کا شوہر ہجرت کر کے آ جائے تو وہ عورت اسی کی ہو گی "ورنہ اس کے بعد طلاق صحیح ہو جائے گا اور عورت آزاد ہو گی کہ بعد چھلنے طلاق کر سکے لیکن جس عورت کے پاس عقد نہ ہو "یا جس کے چھلنے عقد ہونے کا محفل اہل دہا اس کا طلاق بلا تہیج صحیح کیا جاتا ہے۔ ہم دہرا گھر کے کسی شخص کی خاطر دہرا سلام کی کسی عورت کو نہ تو بھوکا نہ کچھتے ہیں اور نہ اسے قذف اور زنا کے خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

نکتہ لا تمسکوا بعصم الکوفہ سے اس موقع پر آپ نے جو استدلال فرمایا ہے وہ بالکل بے غل ہے۔ ہجرت کے موقع پر مسابری کے طلاق میں شک کی ہو غیر مسلم اور جس قسمی میں کو اس لئے طلاق نہ دی گئی تھی کہ اس وقت تک مشرکین و مشرکات کے ساتھ مکنت کی عرصت کا علم نہ آیا تھا اسی بنا پر وہ مسلمان اور جس بھی مشرکین کے طلاق میں رہیں ہو ہجرت کر کے مدت پوری ہو گئی تھی۔ بارہوں مشکوک کے درمیان حالت جنگ قائم ہو گئی جس کی بنا پر ایک مدت تک یہ طے ہونا مشکل تھا کہ مسابری اپنا طلاق کیا ہو اہل مشرکین سے لے کر اہل مشرک عربوں کو چھوڑ دیں اور مشرکین کو ان کا طلاق کیا ہو اہل دہا سے کہ ان کی مسلمان ہونے کو ان کی قید طلاق سے آزاد کرا لیا جائے۔ اس لئے یہ معاملہ صلح صحیح تک قائم رہا اور صلح کے بعد علم آیا کہ ولا تمسکوا بعصم الکوفہ استلوا ما تلتقتم و استلوا ما التفتوا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس مسئلہ سے آپ زیر بحث مسئلہ میں کیا دلیل لائے ہیں اور کیسے؟

آپ نے مجدد کلمہ اور جہاز اور ترکی کے تھانے سے جو استدلال

فرمایا ہے وہ اس قتل نہ تھا کہ آپ جیسا ہی علم اسے پیش کرکے حیدرآباد کی حکومت اپنے فکر امور مذہبی کے علاوہ دارالاسلام نہ تھی نہ امن کی حیثیت تو دارالافتہ کہ حیدر ایک ایسی ریاست (Princely State) کی تھی۔ حیدرآباد کے مسلمان بھی انگریز کے ہی تھے اور نظام حیدر آباد بھی۔ نظام کی حکومت نے اگرچہ اسلامی طریقے جاری رکھے تھے تو وہ اس کے بل بوتے پر نہ تھے بلکہ اس بنا پر تھے کہ انگریز نے اسے امن کی ضمانت دے رکھی تھی۔ جیسا کہ پورے اسلام کو اگر نظام قائم کرنا چاہتا بھی تو نہ کر سکتا تھا کیونکہ انگریز اس کو گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ایسی حکومت کو آخر کس بنا پر دارالاسلام کہا جا سکتا ہے؟ بخلاف اس کے پاکستان میں پورے اسلام کے قیام کا دستوری اعلان ہو چکا ہے اور علماء اس کے قیام میں اگر کوئی چیز مانع ہے تو وہ پاکستان کے اپنے ہی مقام کا تسلسل ہے نہ کہ کسی غیر مسلم طاقت کا تسلط۔ اس لئے پاکستان اور حیدر آباد کے درمیان سب سے کوئی وجہ مماثلت موجود ہی نہیں ہے کہ ایک کے مسائل کو دوسرے کے مسائل پر قیاس کیا جائے۔ رہا نئی اور مجاز کا مسئلہ تو ہی مملکت کے علماء کی ہر رائے تھے اسی پر وہیں عمل ہوتا رہا کیا ضروری ہے کہ میں امن کی رائے سے اتفاق ہی کروں؟ آخر آپ کی اور اس ملک کے دوسرے متعدد علماء کی رائے سے بھی تو میں اختلاف کر کے اپنی تحقیق پیش کر ہی رہا ہوں۔ آپ میری دلیل دیکھئے نہ یہ کہ نئی اور مجاز میں اس کے خلاف کیا عمل ہوتا رہا۔

میں جانتا ہوں کہ میرے سارے استدلال کو یہ کہہ کر رد کیا جا سکتا ہے کہ ہر عمل پر قرآن و حدیث سے براہ راست استنباط ہے اور اس میں یہ پروا نہیں کی گئی ہے کہ یہ استنباط فقہائے امت کے موافق ہے یا خلاف۔ لیکن اگر یہ کسی مستقل اور صحیح استدلال کو رد کر دینے کے لئے شرعاً کافی وجہ ہو سکتی ہے تو مجھے اس وجہ کے لحاظ سے مطلع فرمایا جائے ورنہ مجھے صاف فرمایا جائے اگر میں غلطی کروں کہ عقیدہ جہاد کی یہی وہ قسم ہے جو علماء کرام کے غلوں اور طاغوتوں کے علاوہ کسی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکتی ہے۔

(غلام محمد عیسیٰ)

مولانا غفر اللہ صاحب کا دسرا مکتوب

میری مولانا سید محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ بہت بہت صبر سے خط کے جواب میں موصول ہوا بہت مسرت ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں۔ میں خوش ہوں کہ میری غیر طلبہ تحریر پر آپ نے غلوں و بہت کی غفرائی اور تفصیل کے ساتھ جواب لکھنے کی دست برداشت کی۔ مجھے آپ سے اتنی ہی توقع تھی۔ اب میں اعتقاد کے ساتھ چار باتیں اس خط کے حلق اور عرض کرتا ہوں۔ امید ہے ان کو بھی غیر غلوں پر عمل فرما کر غفر غلوں سے دیکھا جائے گا۔

آپ نے کتب اقصیہ کے حلق فرمایا ہے کہ میں ان میں سے کسی کی تحقیق کو بھی حرف آخر نہیں سمجھتا۔ "تو ایک اسی طرح اپنی کسی تحقیق کو بھی حرف آخر نہیں سمجھتا چاہئے۔ بلکہ ایسے مواقع پر صاف کہہ دینا چاہئے کہ عام مشرین کے مطالبات سے میرا التعمین نہیں ہوا اس لئے خود فکر کے بعد جو کہ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے " دوسرے مقام سے بھی تحقیق کر لی جائے۔ اور میری تحقیق کو قبول نہ سمجھا جائے کیونکہ مجھے حسب الاحاطہ نہیں ہے۔"

آپ نے فرمایا ہے "میرا تفسیر ہے کہ مذاہب اربعہ کے اقوال کو اہل اہل مذاہب اربعہ میں کافی اعتقاد کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔" لیکن میرا تفسیر یہ ہے کہ عقل کتابی دیکھ لینے سے دوسرے مذاہب سے پوری واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ان مذاہب کے علماء سے اسی طرح ان کا عقد نہ چڑھا جائے جس طرح ہم نے فقہ حنفی کو اپنے علماء سے چڑھا ہے۔ کیونکہ فقہی کتابوں میں بالعموم اپنے مذاہب

یہ معلوم کر کے جب ہوا کہ وہی اہل ان کے پاس نہیں۔ شاہ احمد علی ہونے کی وجہ سے اسے عقل امتا نہیں سمجھا کیونکہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کا بہت ہی مہل تاثیر ہے اس کا درجہ بلند رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی کا غیر علمی عقائد اہل اسلام ہے۔ انہوں نے وہی اہل ان کو دیکھ کر فرمایا کہ وہی اہل ان کو دیکھ کر انہوں نے دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔

کے سوا دوسرے مذاہب کے اقوال نقل کرنے والے بھی ان کی کتابوں کو دیکھ کر ہی نقل کرتے تھے مگر پھر بھی ان سے بہت کچھ غلطی ہوئی ہیں جس کا سبب یہ ظاہر ہی ہے کہ انہوں نے ہاتھ ان کے مذاہب کو نہ چھاتھ پھر ہم نور آپ کس شمار میں ہیں کہ صرف مطالعہ کتب سے ان مذاہب کو حاصل کر سکیں۔

یہاں تجویز ہے کہ اہل حق لیکن قدامت میں بہت سے مسائل مذہب اہل کی طرف منسوب کئے گئے ہیں حالانکہ علماء حنبلیہ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کوچہ تصوف سے جلد فہمی ہیں نور آپ نے تصوف کو بھی دیکھا ہے نور اہل تصوف کو بھی۔ مگر ہر حال الانصلح ان تعبد اللہ بکاملی قولہ جس درجہ کی طرف اشارہ ہے اس کی تفصیل ضروری ہے۔ اس کی ضرورت سے آپ انکار نہیں کر سکتے اور یقیناً جب تک قرآن و حدیث دنیا میں موجود ہے دنیا مستحسین سے غلط نہیں ہو سکتی۔ ان کی تلاش ضروری ہے۔ نہ معلوم آپ کے نزدیک معیار کمال کیا ہے؟ مونیہ کا اصلی کمال یہی نسبت اہل ہے۔ اس کے حقیقی ثلہ ولی اللہ نے لکھا ہے "نسبت مونیہ فضیلت کبریٰ"۔ "نور اس کی علامت حدیث میں یہ ہے کہ اذلولوا بکرم اللہ نور یقیناً ایسے لوگ اب بھی ہیں — مگر ان کے پاس غلط افہام ہو کر جانا چاہتے تھے یہی کہ نہ جانا چاہتے کہ بخلاف فکر سے تو رسول اللہ ﷺ کے کلمات بھی غلط ہو جاتے ہیں وہی کس شمار میں ہے؟

دور اسلام کی مسلمان رعایا نور دارا کفر کی مسلم رعایا کے چھی فصلات کے مطالعہ میں شرح امیر الکبیر نظام محمد بن الحسن ^{رحمۃ اللہ علیہ} کا مطالعہ ضروری ہے "وہ انکار اللہ اس باب میں شکی کافی ہے۔ آپ نے جو سیاسی لوز میں اقوامی الجہتیں اہل واریں کے قہر و تاک میں بیان فرمائی ہیں وہ تو دار کفر کے مسلمانوں کی ہجرت میں بھی موجود ہیں "تو کیا ہجرت کو بھی اس خیال سے بند کر دیا جائے گا کہ مبادا یہ لوگ جاہلوں میں کر آتے ہوں؟ بالخصوص ہندو رعایا نے پاکستان کی واپسی بعدِ جنگ سے تو ہائل بند کر دیں چاہئے کہ ان پر تو سو فیصدی جاہلوں کا شبہ ہے۔ بلکہ پاکستان سے بالخصوص ہندوؤں کو بھی نقل دینا چاہئے کہ ان پر مار آئیں ہوئے کا شبہ ہے۔ نیز پاکستان کے آجروں کا ہندوستان مل لے کر جانا بھی بدک دیا جائے۔ اسی طرح وہیں کے آجروں کا پاکستان آنا

نہی۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسا نہیں کیا جاسکا اور نہ ہو سکتا ہے۔ پھر وزارت و تاجاری میں یہ اختلاف ملحق کیوں بن گئے؟ ان دھڑوں کا جو طبع قرآن نے اظہار کیا ہے یہاں تک کہ بین المذاہب کا جادو حکم العمومات مہاجرات فلیستحقون وہی سب مسودوں میں مدسے کار لایا جائے۔ حکومت کو ان لوگوں پر کڑی نگاہ رکھنی چاہئے جو پاکستان سے باہر جاتے آتے یا بعدِ وطن سے تعلق و وراثت کا تعلق رکھتے ہیں۔ مگر فلس تاجار و تجارت کو ان اختلاف کی بنا پر بھروسہ نہیں کر سکتے جبکہ ہجرت اور تجارت کو بند نہیں کیا جاسکتا۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ تجارت کا دروازہ کھولنے سے پاکستان کا دہل بھی پاکستان سے باہر جا رہا ہے جس کو حکومت پاکستان پر کد نہیں کرنا چاہتی۔ اور مسلم مہاجرین اور بعدِ مزاہب میں اپنے پاکستان آکر پناہی بھی کرتے ہیں۔

آیت واقعہ بین المذاہب مہاجروا مملکم من ولایہم من شیعہ حتی مہاجروا میں اس وقت کا حکم ہے جبکہ ہجرت فرض اور شرعاً قبول اسلام تھی۔ حدیث اتنا بڑی من کل مسلم بین ظہور فی المشرقین بھی اسی وقت کے متعلق ہے۔ اور اس وقت حکومت مدینہ مہاجرین کی آپہکاری کی ذمہ دار تھی۔ مگر آپ کی حکومت تو اس کی ذمہ داری نہیں لیتی بلکہ مہاجرین کی کد کو مد کنا چاہتی ہے۔ اور جو پاکستان آ گئے ہیں ان کو بھی بعدِ وطن واپس کرنا چاہتی ہے۔ اور جو بعدِ وطن سے چلے گئے ہیں ان کو واپس بلانا چاہتی ہے۔ اس حالت میں جو مسلمان دارا کفر کی رعایا بنے ہوئے ہیں مجبور ہیں۔ ان پر اس آیت کے احکام چسپاں کرنا پڑی ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب تک بعدِ وطن کے مسلمانوں پر ہجرت کو فرض نہ کیا جائے اور جب تک حکومت پاکستان ان چار کد مسلمانوں کی آپہکاری کی ذمہ داری اپنے سر نہ لے لے اس وقت تک ان احکام کو طاعت نہیں کیا جاسکتا جو آپ اس آیت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بنی خضریٰ نے اس سے مسلمین دارالاسلام و دارا کفر کے مابین قطع تجارت سمجھا ہے اور ولایت کو وراثت کے معنی میں لیا ہے وہی اس آیت کو سورہ اعراب کی آیت ولولوا الاحرام بعضهم لولای بعض فی کتاب اللہ من العمومین و قریبہم سے منسوخ مانتے ہیں۔ چونکہ آپ نے بھی اس سے قطع تجارت پر استدلال کیا ہے اس لئے میں نے کہا تھا کہ پھر بنی خضریٰ کی طرح اس علم کو سورہ

احزاب کی آیت سے منسوخ بھی تھا چاہئے۔ یہ تدارض میں نے پیدا نہیں کیا بلکہ حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے۔

آپ تو دارا کفر کے مسلمانوں کو درالاسلام میں حقوق شہادت اور دار واری کے عہدے دینے سے انکار کرتے ہیں مگر حکومت پاکستان دار کفر کے کفار کو پاکستان میں حقوق شہادت اور دار واری کے عہدے دے رہی ہے۔ غالباً ابھی تک امت سے انگریز ہوتے ہوتے عہدوں پر ہیں اور امت سے باہرین کو امریکہ، لندن و غیرہ سے بلایا جا رہا ہے۔ اور غالباً آپ بھی اس کو شرعاً منسوخ نہ کہیں گے "ورنہ پاکستان ترقی نہ کر سکے گا۔ پھر مسلم غیر مابری کیوں خطا دار ہے؟

دار کفر اور دارالاسلام کے مسلمانوں میں کفایت کی نفی کرنا ذرا حقیق ہے کیا ایک سید بھلاستان میں رہنے کی وجہ سے سید نہ رہے گا جیسا کہ پہلے؟ آخر قطع ولایت سے اگر حلیم بھی کر لی جائے۔ نفی کفایت کیونکر لازم آگئی؟

یہ عورت مابریہ ہو کر دارالاسلام میں آجائے اور شوہر دارا کفر میں رہنے پر مصر ہو اس کے لئے اول شوہر سے طلاق حاصل کرنے کا حکم ہے۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مراءہ کے بعد طلاق واقع کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ کو آیت مذکورہ سے کوئی حقیق نہیں۔ اس کے لئے دوسرے دلائل ہیں جن سے فقہانے قرض کیا ہے واضح ہو

فصلہ النازجہ، احکام الامۃ القہرۃ۔

آیت ولا تمسکوا بعصم الکفر استلال کے لئے نہیں بلکہ آپ کو احرام دینے کے لئے لکھی تھی کہ آپ تو آیت والذین آمنوا ولم یصلحوا لکم من ولائہم من شرف سے باہم مسلمانوں کے درمیان قطع ولایت کے قائل ہو رہے ہیں حالانکہ آیت ولا تمسکوا بعصم الکفر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم مابریہ اور ناجہ کافرہ غیر مابریہ کے درمیان بھی قطع ولایت اس سے پہلے نہ ہوئی تھی کیونکہ قطع بھی ولایت کے معلوم میں داخل ہے۔ ہا یہ دعویٰ کہ اس آیت کے نزول تک مشرکین و مشرکات کے ساتھ ماکفایت کی حرمت کا حکم نہ آیا تھا۔ لہٰذا یہ قطع وکیل ہے۔ آیت ولا تمسکوا بالمشرکات حتی یومن۔۔۔۔۔ ولا تمسکوا بالمشرکین حتی یومنوا (سورہ بقرہ) اس سے بہت پہلے نقل ہو چکی تھی۔ پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ سورہ

انہو کی گتھ سے ابتدا؟ ظنح مابین مسلم و کافر وہ کس حرام ہو گیا۔ ظنح سابق کا
 انقطاع نہ ہوا۔ لہٰذا وہ سورہ کتھ کی گتھ سے ہوا۔ سو یہ میرے دعا کے لئے سورہ ہے کہ
 مسلم صابر اور کافر غیر صابر کے درمیان اس وقت تک ولایت باقی تھی تو آپ مسلم و
 مسلمہ کے درمیان قطع ولایت کے کیسے قائل ہیں؟

میں پھر عرض کرتا ہوں کہ قرآن و حدیث سے یہاں دست استہلا کو بھی صیح نہیں کرنا
 مگر اس کے لئے جس قدر وسعت نظر فی طبعیت اور معرفت بلا و منوع و معرفت اقوال
 فقہاء سابقین کی ضرورت ہے یہ شرط ہم میں خود آپ میں ملتی ہے۔ اس لئے بیچنا ہم سے
 پڑی ہوئی خطبات کا ترجمہ ہو گا۔ سنا سنی اس میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں فقہاء سابقین
 کا فیصلہ نہ ملے تو علماء وقت سے مراجعت کی جائے۔ شاید کسی سے یہ کہہ مل جائے۔ یا کم از کم
 اپنی تحقیق کو عرب آخر نہ سمجھا جائے اور صرف کچھ دیا جائے کہ اس مسئلہ میں فقہاء سابق
 کے حکم میں کوئی جرح نہیں ملتا۔ میں نے قرآن و حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ دوسرے علماء سے
 بھی تحقیق کرنی چاہئے اور میری تحقیق کو غلطی نہ سمجھا جائے۔ دہشام ظہر اور حلی
 جواب: غلطی و کفری جواب مولانا ظہر اور صاحب حلی دام بھرم

السلام عظیم و در حدیث اللہ و رکوع حدیث بدر و حدیث سرخسائی ہوا

میں آپ کو اطمینان داتا ہوں کہ میں نے بھی اپنی کسی تحقیق کو "دوسروں ہی کے لئے
 نہیں خود اپنے لئے بھی" عرب آخر میں سمجھا۔ میری ہر رائے قابل نظر تھی ہے۔ جب بھی
 لکھتا ہوں خود حیدر مسلمہ و تحقیق سے اپنی کوئی غلطی واضح ہو جاتی ہے اس کی اصلاح کر لیتا ہوں
 اور اس کا اظہار بھی کر دیتا ہوں۔ اور جب بھی کسی کی تنقید سے "خود" کئی ہی غلطیاں و
 مسوئہ ہو "دلائل میری کوئی غلطی لکھتا ہے" ظاہر ہو جاتی ہے اس سے رجوع کرنے میں لگے
 تال نہیں ہوتا۔ اس بات کا پورا اظہار کر چکا ہوں کہ غلطی سبکی میں اپنی تحقیق سے ہو چکا
 کسی میں نے لکھا ہے "کوئی غلطی نہیں ہے بلکہ ایک اظہار رائے ہے تاکہ اہل علم اس پر
 اور کریں۔ اگر میری تحقیق سے غلطی ہو تو قبول کریں" خود دلیل سے اس کو رد کر
 دیتے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ طبعی بحث یا ہر اظہار رائے کے ساتھ اس تفسیر کا احترام مطلق
 ہے۔

مولانا کلاوی کی بیان افراں سے میں نے بھی بھی استفادہ کیا ہے۔ پناہ کثرت کے قیام

کے زمانہ میں وہ اعلیٰ کتب خانہ میں موجود تھی۔ مگر عداوتِ مذہبیہ وہاں نہ کیا اس میں جلیں اور بہت سی کتابیں ضائع ہو گئیں وہاں ایک یہ کتاب بھی تھی۔ اب راتو رات اس قفس کی عقل کی چادری ہے اور اس سر تو کتابیں جمع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ مجھے علم کے سلسلہ میں کوئی قسب نہیں ہے۔ حقیقت کی طرح سامنے سے بھی اختلاف کرتا ہوں اور مہی کی طرح ارد گرد میں بھی کہیں علم سرور نہ تو اس سے قائم الخانا ہوں۔

مجھے آپ کی اس رائے سے بخوبی اتفاق ہے کہ ”دوسرے مذاہب کی چہری واقفیت ان کے علم سے چارے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کے اس جز سے اتفاق نہیں ہے کہ اس طرح کی ”چہری واقفیت“ کے بغیر سب سے بحث و تحقیق ہی بند ہو جاتی چاہے۔ اگر یہ بات درست ہو تو اگر اعلیٰ مدارس دینیہ میں درسِ حدیث و فقہ کے مروجہ مذاہب مثلاً کو ”دوسرے مذاہب پر ترجیح دیتے ہوئے“ ہو نکلیں کی جاتی ہیں ان میں کیا وزن پاتی نہ جاتا ہے؟ نیز اسلام اور دوسرے لوگوں کا اسلامی قانون اور دوسرے قوانین کے عقل پر ہم جو حکم لکھتے اور پڑھتے رہتے ہیں اس کے لئے بھی کیا وجہ ہونا پاتی رہتی ہے جبکہ ہم نے ان کی کتابوں کو استخوان سے بہتہ بہتہ نہیں پڑھا ہے؟ میرے خیال میں صحیح یہ ہے کہ جتنی تک بھی تحقیق کتابوں کے ذریعہ سے ممکن ہو کوئی چاہئے اور اصلاح کے لئے تنقید کا چاہئے۔ اگر ہم مغربی علوم و فنون اور قوانین کے بارے میں بھی تو ان کی کتابوں ہی کو پڑھ کر غلام کرتے ہیں۔ ہر چیز کو بہتہ بہتہ تو نہیں پڑھتے۔ اعلیٰ گزریں ہر طرح کے اعلیٰ علم تک پہنچتی ہیں اور جس سلسلہ میں بھی کوئی عقلی ہوتی ہے کوئی نہ کوئی باخبر توی اس پر ٹوک دیتا ہے۔ اس طرح ہم علمی مسائل میں حقائق کی جستجو اور غلطیوں کی اصلاح ہوتی رہتی ہے اور علمی ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ صرف ایک فقہ ہی کیوں ایسی پھولی ہوئی ہو کہ اس میں بحث و تحقیق کا کام صرف اس اندیشے سے بند رکھا جائے کہ کہیں کسی مذاہب فقہی کے بیان میں ہم سے عقلی سرور نہ ہو جائے؟ اس طرح کی اعتیاد اگر بھٹکے لے رہتی ہوئی تو ہم تک ان کی وہ جتنی قیمت تحقیقات کیے پہنچیں جن میں علامہ ضیہ جتوئی کے ساتھ ساتھ آپ کے اپنے بیان کے مطابق غلطیوں بھی ہیں؟ بحث و تحقیق میں اعتیاد تو ضروری ہے مگر نہ اپنی اعتیاد کہ یا تو سب سے بحث و تحقیق ہی بند کر دی جائے یا اس کے لئے ایسی

شرعی لگا دی جائیں جو چاہی نہ ہو سکتی ہوں۔

درجہ انسان کی اہمیت اور اس کے حاصل کرنے کی ضرورت سے اللہ کا کیا موقع ہے۔ میرے نزدیک تو وہی اصل میں مطلوب ہے۔ اور میں اس سے بھی اللہ نہیں کرنا کہ جسین سے نہ خدا کی زمین پہلے غلط تھی نہ اب غلط ہے۔ یہ لوگ ہمیں بھی ہیں خدا کی رحمت کا ایک ٹکڑا ہیں جو ان کی صحبت، سمیت، رفعت اورے لئے مہیا ہے۔ مگر طویل بحث سے بچنے ہوئے میں صرف انکا عرض کروں گا کہ جہاں باہموم ہیں لوگوں کے زیادہ پائے جانے کا کلن کیا جاتا ہے وہاں یہ سب سے کم پائے جاتے ہیں۔ اور جن گوشوں کو حاصل ہے۔ انکا حقیقہ رکھتے ہیں کہ انسان کی کوئی جھک تک نہیں میں دیکھنے کی توقع نہیں رکھتے۔ وہیں یہ اکثر مل جاتے ہیں۔ اہل حق میں جن شخصیتوں کی مزی اور مزی ہونے کی شہرت حاصل ہے ان میں جن کے ساتھ مجھے کسی نہ کسی طور پر سلطہ پیش آیا ہے اور میں نے ان کے اندر وہ کنوڑیاں پائی ہیں جو معمولی انسانوں کے لئے بھی سونڈوں نہیں ہیں کچا کہ باہری ترکیب نفس کے لئے اس کے برعکس غیر معمولی لوگ جو دنیا کے کاروبار میں گئے ہوئے ہیں اور جنہیں شہرہ کوئی مرجہ بھی مل نہیں سکتا ان کے اندر ایسے ایسے بندہ حق ملے ہیں جو طرف خدا سے لاپنے والے اور اس کی رضامندی کے لئے ہر شے کو قربان اور ہر نقصان کو گوارا کرنے والے ہیں اور جنہیں قبول حق اور لوائے حق سے نہ کوئی شخصیت باز رکھ سکتی ہے اور نہ کوئی مصیبت۔

شیخ ابیر انکھیر پاشا اسلام کے ہیں لازمی قانون، ایک ہمیں کتاب ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے علاوہ سمجھتا اور وہ سری کتابوں کے بھی وہ جواب دہ ہے ہیں جو ہیں لازمی قانون سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں دارا کفر اور دارالاسلام کے تعلقات پر تو بحث اچھی رہی تھی مگر غور سے کہ دارا کفر کی مسلم دنیا اور دارالاسلام کے تعلقات کا پہلو، حقیقت کی کتابوں میں جو بحثیں ہیں آپ ایک مرجہ باہر کا جاننے لے کر دیکھیں اور اس وقت کے حالات پر ان کو متعلق کرنے کی کوشش فرمائیں۔ مجھے توقع ہے کہ اس کے بعد آپ کو خود بھی ان کی عقلی کا احساس ہو جائے کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو دور عرصے میں عقلی لائحہ کے

لئے مقرر رہا ہے اس میں سارے مسلمان دارالاسلام ہی کی رعایا تھے اور کم ہی ایسا
 اتفاق ہوا تھا کہ کوئی بڑی مسلم آبادی کفار کی رحمت میں ہو۔ بعد میں جب بڑی بڑی
 مسلم آبادیاں کفار کی رحمت ہی گئیں تو اس وقت اعتدال کا دروازہ قریب قریب بند ہو
 چکا تھا اس لئے ہمارے کانچ کا یہ شعبہ بڑی حد تک تختہ گسیلی ہو گیا۔ پھر موجودہ
 زمانہ کی ہمد گیر قوی جمہوری ریاست سے تو مسلمانوں کو پہلے کبھی سبقت پیش ہی نہیں
 آیا تھا جس میں ریاست کی پوری آبادی کو "ملک قوم" فرض کر کے کافر اکثریت
 مسلمانوں پر اپنی تشدد و تہمت اور قوانین عدالت ہی کو نہیں بلکہ اپنے نظریات و
 تشبیہات اور احساسات تک کو مسلط کر دینے کی کوشش کرتی ہے۔ اس طرح کی غیر
 مسلم قوی ریاست کا معاملہ تو اس دارا کفر کے معاملہ سے بہت زیادہ پیچیدہ ہے جہاں
 مسلمانوں کو ایک "بڑی قوم" کی سی پرورش دی گئی ہو اور یہ معاملہ اس سے زیادہ گہری
 نظر چاہتا ہے جس سے آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔

اس معاملہ میں اصل قضیہ طلبِ جہد ہے نہیں ہے کہ جہاد کے امکانات کئی
 کئی ہیں اور ان کو کس طرح بند کرنا چاہئے، بلکہ یہ ہے کہ وہ "دولت" جس کو
 دارالاسلام کی حکومت اور مسلم رعایا اور دارا کفر کی مسلم رعایا کے یہی تعلقات سے
 مستحق کیا گیا ہے، کن جہتوں میں ہے اور اس کے سقوط کے عملی اثرات و نتائج کیا ہیں۔
 میں اس کے جو سنی اور عہدہ بیان کر رہا ہوں اگر آپ کو اس سے اتفاق نہیں ہے تو
 آپ خود بیان فرمائیں کہ آپ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں۔

آپ کا یہ سوانحہ ہجرتِ دینی ہے کہ جب دارالاسلام نے اپنے دروازے
 ہجرت کے لئے بند کر رکھے ہوں تو وہ انتظام موجودہ حالات پر کیسے متعلق ہوں گے جو
 ہجرت کی فرضیت کے نذرانے میں دے گئے تھے مگر میری طرف سے اس کا جواب یہ
 ہے کہ یہ انتظام تو پانچہ ہجرت کی فرضیت کے نذرانے میں دے گئے تھے لیکن مستحق
 دولت "ہجرت کی فرضیت پر موقوف نہیں ہے بلکہ بحکم اشکافِ داریں اس کا حق ہے۔
 اگر آپ میری اس بات کو نہیں مانتے تو کیا آپ یہ فرماتے ہیں کہ جب دارالاسلام کی
 حکومت تمام کافر حکومتوں کی مسلم رعایا کو ہجرت کی دعوت نہ دے سکتی ہو تو اس
 صورت میں وہ ان کی پوری مسلم رعایا کی وحی ہے؟ اور کیا اس صورت میں دارالاسلام

کے مسلمان بھی دارا کفر کے مسلمانوں کے دل ہوں گے؟ حالانکہ مسئلہ اس کے برعکس ہونا چاہئے۔ جو دارالاسلام لگا کھڑا ہو کہ اپنے قریب ترین دارا کفر کی مسلم آبادی کو بھی ہند نہ دے سکا ہو وہ اس کی ولایت کا حق لہا کرنے سے بدرجہ لائق قاصر ہو گا واقعہ یہ ہے کہ جو حقائق اور مصالح اس ولایت کے سقوط کے متعلق ہیں ان کا کوئی تعلق بھی ہجرت کے وجوب و عدم وجوب سے نہیں ان کی بنیاد تو دراصل یہ ہے کہ جو مسلمان ایک غیر مسلم حکومت کے تابع امر ہیں ان کی ولایت کا بار سنبھالنا مسلم حکومت کے لئے عملاً غیر ممکن ہے۔ اور حیدر علی اگر مسلم حکومت ان کی دلا بننے کی دہی ہو، اور اس ولایت کا حق لہا کرنے کے لئے ہمسایہ غیر مسلم حکومتوں کے داعی القزاق میں داخلت کرے، "لا کم از کم ٹھکی جیت ہی سے اپنے لئے اس داخلات کا حق محفوظ رکھے" تو یہ چیز اس کو ان تمام غیر مسلم حکومتوں سے ایک دائمی کوریجش میں جھکا کر دے گی جن کے تحت مسلمان آباد ہوں۔

آپ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ ولایت کے مسئلہ کا یہ حکم دارا کفر کے مسلمانوں کو محل ہجرت نہ کرنے کی سزا دینے کے لئے تھا اس لئے آپ کو یہ اعتراض ہے کہ جب ہم ان پر ہجرت کا راستہ نہیں کھول رہے ہیں تو ان کو یہ سزائیں دی جائیں مگر یہ بات میں نے لوہ عرض کی ہے اس پر اگر آپ غور فرمائیں گے تو مجھے افسوس ہے کہ آپ کا یہ اعتراض دور ہو جائے گا۔ وجوب ہجرت کی صورت میں ہجرت نہ کرنے کی سزائیں دے ساری ہیں جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔ ان سزائیوں کو (جو صرف وجوب ہجرت کی صورت کے لئے مخصوص ہیں) بھی عاقبتی تاجروں کی مشعل دخلات کے ساتھ (جس کا جی بخود اختلاف دار ہے) خواہ ہجرت ممکن اور واجب ہو یا نہ ہو) ملحوظ کر دینے سے یہی ظاہر نہیں لاحق ہو سکتی ہیں۔

چونکہ ملک سے باہرین کی خدمات حاصل کرنا اور چیز ہے اور کسی کو حقوق شہریت دے کر ان تمام رائیوں اور دوسروں میں شریک کر لینا جن میں صرف شہری ہی شریک ہو سکتے ہیں، بالکل ہی ایک دوسری چیز۔ ضرورت کے وقت شہریت ہمیں باہر سے باہرین کی خدمات حاصل کرنے سے نہیں روکتی۔ مگر یہ بات کم از کم میرے علم میں تو قرآن کی دی ہوئی ہدایات کے بالکل خلاف ہے کہ جو شخص ایک غیر مسلم حکومت

کی رعایا ہو۔ اور جس کے سارے عقائد و ارا کفر سے وجہت ہوں، اس کو ہم اپنے
اپنی سفیر اور وزیر اور نیکوئی و نیکی مانیں۔

فصل ولایت سے مطلق کلامت کی نفی کا دعویٰ میں نے کب کیا تھا کہ اس سے
دارا کفر کے کسی سید کا غیر سید ہو جانا لازم آئے۔ میرا دعویٰ یہ تھا کہ مہاکت میں
جس کلامت کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ صرف انہی لوگوں کے درمیان مستقر ہے جن کے
درمیان موافقت ہو۔ ہماری سب سے موافقت ہی نہ ہو وہیں کلامت اگر نسب یا دوسرے
وجہ سے مستقر ہو تو وہ شکی یا شک کے لئے کوئی سوزن بنیاد نہیں ہے۔ اس لئے کہ
مہاکت سے زوجین کے جو قانونی حقوق ایک دوسرے پر قائم ہوتے ہیں ان کی بنیاد
کلامت پر نہیں بلکہ ولایت پر قائم ہوتی ہے۔ اگر ولایت نہ ہو تو ان حقوق کے
استقرار میں کلامت سے کچھ بھی عددگار نہیں ہوتی۔ دارا کفر کے ایک سید صاحب
دارالاسلام کی ایک سیدانی کے باہر نسب کفری سہی مگر یہ کلامت اس غریب کو سزا
نقد اور دوسرے حقوق و وجہت دہانے میں آخر کیا حد کر سکتی ہے؟

ہم جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں، یہی اس فقرے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ
دارالاسلام اور دارا کفر کے مسلمانوں کے درمیان مہاکت حرام ہے، یا ان کے مابین
کفر، اشکاف واریج سے آپ ہی آپ ٹوٹ گئے ہیں، یا آئندہ ان کے درمیان کفر
سب سے منع فرمایا نہیں ہو سکتا بلکہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جن زوجین
کے درمیان اشکاف دار واقع ہو چکا ہے ان کی طرف سے اگر کفر، کفر کی درخواست
والی عداوت میں آئے تو وہ قتل لٹا ہونی چاہئے۔ اور یہ کہ آئندہ اس طرح کے
رشتے کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

حکامہ: بیوا علی

(میں نے ان کو دی تھا، وہی الجہ مے سمجھ۔ خبر نہ سمجھ)

کیا بائع عورت خود اپنا نکاح کر لینے کی مجاز ہے؟

سوال: علمہ اشکاف اور علمہ اہل عدت کے درمیان نکاح بائع یا بائع کے
مسئلہ میں عام طور پر اشکاف پڑتا ہے۔ اشکاف اس کے قائل ہیں کہ بائع

عورت اپنا نکاح اولیاء کے ہون کے بغیر یا ان کی خواہش کے علی الرغم نہیں چاہے کر سکتی ہے اور اس نکاح پر اولیاء کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اس کے برعکس اہل عدت حضرات ایسے نکاح کو باطل اور نکاح قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نکاح بائنی کی صورت میں بائناہل و سرائع کیا جاسکتا ہے۔ فریقین کے وکیل "جہاں تک میرے سامنے ہیں" مختصراً پیش کرنا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ کہہ۔ اہل ہارسے میں اپنی تحقیق واضح فرمائیں۔

جواب: اس سوال کے ساتھ سائل نے پوری تحصیل کے ساتھ فریقین کے وکیل پیش کر دیئے ہیں "لہذا پہلے ہم ان وکلاء کو یہاں نقل کر دیتے ہیں۔"

(۱) حنفیہ کا استدلال حسب ذیل آیات اور احادیث سے ہے:

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَنكَم وِیْلًا رَّوٰیجًا یَتْرَکُوْنَ مَا تَنْصِبُوْنَ اَرْبَعَهٗ اَشْهُرًا وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغَ الْاِحْلَیْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْهَا فَعَلٰنَ اَمٰی اَنْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ۔ ۳۰)

تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں "پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو جو کچھ وہ اپنی ذات کے معاملے میں صحابہ طریقے سے کریں" اس کی تم پر "کوئی دوسداری نہیں۔"

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدِ حَتٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرًا.. (البقرہ۔ ۲۴)

پھر اگر "تیسری بار شوہر نے عورت کو طلاق دے دی" تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہو گی "تاکہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔"

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اَنْ یَتَّکِبْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَکُوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ۔ ۲۰)

پھر تم ان عورتوں کو اس سے منع نہ کرو کہ وہ اپنے دوسرے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ وہ پہلے طریقے سے باہم رضامند ہو جائیں۔

عن نافع ابن جبیر عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا يم لعن بنفسها من ولبريا والبركر تستلبر ولا نها ستكونها وفر رواية الشيب لعن بنفسها من ولبرها۔

(مطبوعہ الرابع ج ۳ ص ۵۵)

نافع ابن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے دل سے زیادہ خود اپنے ہارے میں قیصر کرنے کی ہمدرد ہے اور کٹاری کا مٹھوہ لیا جاتا ہے اور اس کی بہنات اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ شوہر دیدہ عورت اپنے دل سے زیادہ اپنے نکاح کے معاملے میں ہمدرد ہے۔

عن ابن سلعة ابن عبد الرحمن قال جالت امرأة في رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت ان ابن النكاح رجلا وانا ككوبة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا بيها لا نكاح لك اذ هي فلتكس من شئت۔ (بخاری)

ابن سلطہ ابن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میرے باپ نے میرا نکاح ایک عورت سے کر دیا ہے اور میں اسے چھوہ کرتی ہوں۔ آپ نے باپ سے فرمایا کہ نکاح کا اختیار تمہیں نہیں ہے اور لڑکی سے فرمایا جلتو جس سے تمہارا باپ نے نکاح کر لیا۔

روى عن طريق مالك عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه عن عائشة أنها زوجت حفصة بنت عبد الرحمن من العنذر ابن زبير و عبد الرحمن غلب بالقاسم فلما قدم عبد الرحمن قال و مثلن يفتات عليه فكلمت عائشة العنذر ابن زبير فقال عبد الرحمن ما كنت لأرد امرأة فضيعة فاستقرت حفصة عند العنذر ولم يكن ذلك طلاق۔ (بخاری)

مالک نے عبد الرحمنؓ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے

حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے سہ ماہی عبد الرحمن کا مندر بھی نہر سے نکال کر دیا۔ اس وقت عبد الرحمن شام میں تھے۔ سب وہ وہیں آئے تو کہنے لگے کہ کیا میری رائے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ تب حضرت عائشہؓ نے مندر بھی نہر سے ہات کی۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ عبد الرحمن کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر عبد الرحمن نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ جس محلے کو آپ نے طے کر دیا ہے میں اس کی تردید نہیں کرتا۔ چنانچہ مندر مندر کے پاس ہی رہیں اور یہ طلاق نہ تھی۔

الطبرجہ ابوداؤد والنسائی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس للولی مع الثیب امر۔ (ایضاً)
ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر دیوہ عورت پر ولی کو کچھ اختیار حاصل نہیں ہے۔

الطبرجہ النسائی واحمد... عن عائشة قالت جات فلانة اتي النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ان ابی زوجنی ابن لثیبه لیوفع بی من خسیسته قال فجعل الامر لیهما فقالت انی قد اجزت مصلح ابی ولكن لو ان تعلم النساء ان لیس فی الایام من الامر شیء

نسائی اور احمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک لڑکی بنی کریم رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرے باپ نے اپنے بچے کے ساتھ میرا بچہ صرف اس لئے کر دیا ہے کہ میرے دوسرے سے اسے زانیہ سے نکالے۔ آپؐ نے نکاح کی تنبیہ و احتیاط کا حق لڑکی کو دے دیا۔ لڑکی نے کہا میرے والد نے جو کچھ کیا ہے میں اسے جائز قرار دیتی ہوں۔ میری خواہش صرف یہ تھی کہ عورتی چلن لہجہ میں اس کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

(۴) کل حدیث حضرت اپنی تائید میں مندرجہ اہل احادیث پیش کرتے ہیں:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم ايها امرأة تكلمت بغير إذن وليها فنكاحها باطل ...
فإن الشجر والنخلان ولي من لا ولي لها۔

(بخاری المرم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عورت بھی اپنے
ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے۔ میں اگر بھڑا ہوتا جس
عورت کا ولی نہ ہو تو سلطان اس کا ولی ہے۔

عن ابی موسیٰ عن ایبہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا نکاح الا بولی۔

(بیہقی)

ابو موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ”ولی کے بغیر کوئی نکاح جائز نہیں ہے۔“

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزوج
المرءۃ المرأة ولا تزوج المرأة نفسها۔

(سنن کبریٰ بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ایک عورت دوسری عورت کی (ولی بنی کر) نکاح نہ کرے۔ اور نہ کوئی عورت خود اپنا
نکاح کرے۔

قال عمر ابن الخطاب ایہا امرأة لم ینکحها ولی اوفواۃۃ فلیکھا
جہا باطل۔

(بیہقی)

حضرت عمرؓ نے فرمایا جس عورت کا نکاح ولی یا حکم نہ کریں اس کا نکاح باطل
ہے۔

عن عکرمۃ ابن خالد قال جعلت امرأة ثیب امرها بید رجل غیر
ولی فانکحها فبلغ ذلک عمر فجعل النکاح والمنکح و رد نکاح
جہا۔

(ہینا)

تکرر میں غلطی سے روایت ہے کہ ایک شوہر دیدہ عورت نے اپنا منہ ایک ایسے شخص کے سپرد کر دیا جو اس کا دل نہ تھا اور اس شخص نے عورت کا نکاح کر دیا۔ عورت مرگ تو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے نکاح کرنے اور کرانے والوں کو گونڈوں کی سزا دی اور نکاح منسوخ کر دیا۔

من علی قال ایما امر امرنا نکحت بغیر لادن ولہا فنکاحھا
بطل لانکاح الایمان ولم۔

(ہینا)

حضرت علیؑ نے فرمایا جس عورت نے بھی اپنے دل کے لڑکے کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ حدیث دلی کوئی نکاح نہیں۔

من السعید بن عمرو علیا رضی اللہ عنہما وشرحا ومسرودھا
رحمہما اللہ قالو الانکاح الا بولی۔

(ہینا)

امام شعبہؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ شریع اور مسنون نے فرمایا کہ دلی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔

ابن داکل پر ایک لکھ ڈالنے سے ہی یہ محسوس ہو جاتا ہے کہ دونوں طرف کافی وزن ہے اور یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ قرعین میں سے کسی کا منک باطل للہ ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شارع نے فی الواقع وہ منکولہ حکم دیا ہے؟ یا ایک حکم کو وہ مراعات منسوخ کرتا ہے؟ یا دونوں نکلیں کو ملا کر شارع کا غلطہ ٹھیک طور پر مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ پہلی ثن تو صریحاً باطل ہے۔ کیونکہ شریعت کا چرہ الحکم شارع کی حکمت للہ پر ولایت کر دیا ہے اور حکیم سے منکولہ احکام کا صدور ممکن نہیں ہے۔ وہ سری ثن بھی باطل ہے کیونکہ حج کا کوئی ثبوت یا قریب موجود نہیں ہے۔ اب صرف تیسری ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور ہمیں اس کی تحقیق کرنی چاہئے۔ میں دونوں طرف کے کل کو جمع کر کے شارع کا جو غلطہ کچھ سکا ہوں وہ یہ ہے۔

۱۔ نکاح کے معاملے میں اصل قرعین صو اور عورت ہیں نہ کہ صو اور اولیائے

عورت۔ اسی بنا پر لکھنا کہ قتل مانگ کر منکوحہ کے درمیان ہوتا ہے۔

۴۔ بائد عورت (یا کہ ہو یا نہیں) کا نکاح اس کی رضا مندی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف منعقد نہیں ہو سکتا خواہ وہ نکاح کرنے والا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ جس نکاح میں عورت کی طرف سے رضائے ہو اس میں سرے سے لکھنا ہی سودر نہیں ہو تاکہ ایسا نکاح منعقد ہو سکے۔

۵۔ مگر شارع اسکو بھی ہاتھ نہیں دکھاتا کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملے میں بالکل ہی خود مختار ہو جائیں اور جس قسم کے سو کو چاہیں اپنے اولیاء کی مرضی کے خلاف اپنے غلامان میں دلالہ کی حیثیت سے گھسالا لیں۔ اس لئے جہاں تک عورت کا تعلق ہے شارع نے اس کے نکاح کے لئے اس کی اپنی مرضی کے ساتھ اس کے ولی کی مرضی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ نہ عورت کے لئے ہاتھ ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے اپنا نکاح خود کر لے اور نہ ولی کے لئے ہاتھ ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح جہاں چاہے کر دے۔

۶۔ اگر کوئی ولی کسی عورت کا نکاح بطور خود کر دے تو وہ عورت کی مرضی پر مستقل ہو گا۔ وہ منظور کرے تو نکاح قائم رہے گا یا منظور کرے تو مسئلہ عدالت میں جاتا چاہئے۔ عدالت تحقیق کرے گی کہ یہ نکاح عورت کو منظور ہے یا نہیں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ عورت کو نکاح منظور ہے تو عدالت اسے باطل قرار دے گی۔

۷۔ اگر کوئی عورت اپنے ولی کے بغیر اپنا نکاح خود کر لے تو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر مستقل ہو گا۔ ولی منظور کرے تو نکاح برقرار رہے گا یا منظور کرے تو یہ مسئلہ بھی عدالت میں جاتا چاہئے۔ عدالت تحقیق کرے گی کہ ولی کے اعتراض و انکار کی بنیاد کیا ہے۔ اگر وہ فی الواقع مستقل دلالہ کی بنا پر اس مو کے ساتھ اپنے گھر کی لڑکی کا جوڑ پند نہیں کرتا تو یہ نکاح صحیح کیا جائے گا اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس عورت کا نکاح کرنے میں اس کا ولی دانتہ تسلیم کرتا رہا یا کسی ناجائز غرض سے اس کو جتا رہا اور عورت نے غلبہ آکر اپنا نکاح خود کر لیا تو پھر ایسے ولی کو سنی اختیار ٹھیکرا دیا جائے گا اور نکاح کو عدالت کی طرف سے منسوخ قرار دے دی جائے گی۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

شکوہی بیاد میں کلامت کا لحاظ

سوال : ترجمان القرآن پبلیکیشنز ایجوکیشنل سوسائٹی نے مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی کے جواب میں ایک جگہ ایسے تسلسلے سے کلام لیا ہے جو بالکل بے دانش ہے۔ مولانا موصوف نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا ایک سید بدھو سنی میں رہنے کی وجہ سے سید بن گیا بلکہ جلدیابی چلنے لگا؟ یہی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ آپ نے بھی جواب میں دہلی زبان سے اس غیر اسلامی امتیاز کو یہ کہہ کر حلیم کر لیا کہ ”موراکھ کے ایک سید صاحب“ دارالاسلام کی ایک سیدانی کے ہاتھ لپ کھوئی سی۔“ آپ کے الفاظ ہم ہیں۔ کیا آپ بھی مسئلہ کو اسلام میں جاکر سمجھتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ قرآن و حدیث سے اختلاف بھی کرنا کر سکتے ہیں۔ کچھ میں یقین کیا کہ دنیا کے کلام کج اور فحشوں کو انسانیت کی لوجھ بچ میں کہیں دخل ہو؟ نئی نوع انسان سب قوم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اگر لوہے کا کلمہ کیا ہے تو وہ لوہہ نہیں گئے؟

جواب : آپ نے کلامت کے مسئلے پر اعتراض کیا ہے اس سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ طرزِ تعبیر میں اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن نفس مسئلہ کلامت تو اصل اور اصل ”لوہوں سے ہے۔ قصیدت سے قطع نظر“ پہلے خود شائع میں اس کے مستخرج ہونے پر اگر ارجح کا اتفاق ہے۔

اس مسئلے کا پختہ حدود احاطہ نہیں۔

لا تلتکم والنساء الا بالکتاب

(دار الفکر، ممبئی)

مورخوں کی شکوہیں نہ کہ مگر ان لوگوں کے ساتھ جو کلمہ ہیں۔

یاعلیٰ ثلاث لا توطئہ ہذا الصلوۃ لا تقبض والصلوۃ لا تقبض

والایم لزوجہ کفلا۔

(تذی 'عالم)

اسے طلاق نہیں کہہ جی جن کو طلاق پہلے ایک لفظ 'بیکہ' اس کا وقت آجائے۔
دوسرے بیکہ چار ہو جائے تیسرے ہی یہی عورت کا طلاق 'بیکہ' اس کے لیے
کفیل جائے۔

تخبروا للظنکم وانتمکوا الا کفلا۔

اپنی نسل پیدا کرنے کے لئے اچھی عورتیں تلاش کرو 'اور اپنی عورتوں کے طلاق
ایسے لوگوں سے کرو جو ان کے کفیل ہوں۔

(یہ حدیث حضرت عائشہ 'ابن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے متعدد طریقوں سے
مروی ہے) امام نووی نے کتب الاہرام میں حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

انتمن لمروج ذوات الانصاب الامن الا کفلا۔

میں شریف گھرانوں کی عورتوں کے طلاق کرو کہ وہ انہیں اور نہ کہنے والی کہ
یہ تو ہے اس مسئلے کی نقلی دلیل۔ دوسری نقلی دلیل 'تو عقل کا استخراج تھا یہ ہے
کہ کسی لڑکی کو کسی شخص کے طلاق میں دیتے وقت یہ دیکھا جائے کہ وہ شخص اس کے
جوڑ کا ہے یا نہیں۔ اگر جوڑ کا نہ ہو تو یہ طلاق نہیں کی جاسکتی کہ ان دونوں کا یہ ہو
تکے بیکہ طلاق سے حضور تو عطا بھی اور عطا بھی کیا ہے کہ دوہن کے درمیان
موت و رحمت ہو اور وہ ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کر سکیں۔ آپ خود سوچ
لیں کہ بے جوڑ لڑکیوں سے اس حضور کے حاصل ہونے کی کہیں تک طلاق کی جاسکتی
ہے؟ اور کونسا عقل مند ایسا ہے جو اپنے لڑکے یا لڑکی کا یہ کرنے میں جوڑ کا خلاف
کرتا ہو؟ کیا آپ اسلامی مساوات کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مرد کا ہر عورت سے اور
ہر عورت کا ہر مرد سے صرف اس بنا پر طلاق کر دیا جائے کہ دونوں مسلمان ہیں یا اس
لفظ کے کہ ان میں کوئی ممانعت پائی جاتی ہے یا نہیں؟

فقہاء نے اس جوڑ کا مظلوم شخص کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر ایک نے اپنے
اپنے طریقے پر بتایا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان کن کن امور میں مماثلت ہونی
چاہئے۔ ہم ان قصیدت میں بعض فقہاء سے اختلاف اور بعض سے اتفاق کر سکتے ہیں۔

مکرمی لفظ اصل عام یہ تھا کہلی ہے کہ زندگی بھری حرکت و رفعت کے لئے جن
 دو ہستیوں کا ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے ان کے درمیان 'خلق' دین 'خلق' اور
 معاشرتی طور طریق 'معاشرتی عزت و حیثیت' ملی حالت 'ساری ہی چیزوں کی مماثلت
 دیکھی جاتی ہے۔ ان امور میں اگرچہ وہی یکساں نہ ہو تو کم از کم ان کا خلوت بھی نہ ہو
 کہ نہ جہن اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور رفعت نہ کر سکیں۔ یہ
 انسانی معاشرت کا ایک عملی مسئلہ ہے جن میں حکمت عملی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔
 قوم کی ساری بوللو کے یکساں ہونے کا نظریہ آپ یہاں چلانا چاہیں گے تو لاکھوں گھر
 برباد کر دیں گے۔ ہاں اگر آپ یہ کہیں کہ بعض نسل و نسب کی بنا پر ذات پات اور
 لونچ بچ کا تصور ایک جہلی تصور ہے تو اس بات میں جتنا میں آپ سے اتفاق کرتوں کہ
 جن لوگوں نے کلمات کے ضمنی مسئلے کو سمجھ کر کے حدود کی طرح کچھ بولی اور کچھ
 بولی ذاتی قرار دے رکھی ہیں ان پر شک بھی دیا ہی اعتراض ہے جیسا آپ کو ہے۔

(ازمن القرآن۔ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ۔ جبر ۱۴۰۵ھ)

خلع شکار

سوال: مسلمانوں میں عموماً رواج ہو گیا ہے کہ وہ بعض ہم لوگوں کو عین
 کی شادی قبل بدل کے اصول پر کہتے ہیں۔ کبھی عیا بھی ہوتا ہے کہ کئی
 انھیں مل کر اس طرح کا قبل بدل کہتے ہیں۔ مظاہرہ کر کے لڑکے کے
 ساتھ بکر عمر کے لڑکے کے ساتھ اور عمر نہ کے لڑکے کے ساتھ اپنی لڑکیوں
 کا خلع کر دیتے ہیں۔ ان صورتوں میں عموماً سر کی ایک ہی مقدار ہوتی
 ہے۔ بعض طلبے دین اس طریقہ کو شکار کہتے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ شکار
 کو بی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بلکہ حرام قرار دیا ہے۔

حکایت موصوفہ ایک قریب کنویں پر طریقہ اختیار کرنے پر مجبور بھی ہوتا
 ہے کیونکہ جس آنکھی سے وہ سرے لوگ اس کی لڑکی کو قبل کرنے پر چار
 ہوتے ہیں اس آنکھی سے اس کے لڑکے کو ارشد دیتے پر چار نہیں ہوتے۔
 یہ کرم اس مسئلہ کی حقیقت واضح فرمادیں۔

جواب : عام طور پر لوٹے بدلے کے تعلق کا جو طریقہ ہمارے ملک میں رائج ہے وہ دراصل اسی شکار کی تفریف میں آتا ہے جس سے نئی صلی علم علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ شکار کی تین صورتیں ہیں اور وہ سب جاہلوں ہیں۔

ایک یہ کہ ایک آدمی دو سرے آدمی کو اس شکار پر اپنی لڑکی دے کہ وہ اس کو بدلے میں اپنی لڑکی دے گا اور ان میں سے ہر ایک لڑکی دو سری لڑکی کا سر قرار پائے۔
 دو سرے یہ کہ شکار تو وہی لوٹے بدلے کی ہو مگر دونوں کے برابر برابر سر کا مطالعہ
 وہ "مہ ہزار روپیہ" طور پر کیے جائیں اور محض فرضی طور پر فرقیوں میں ان سب کو رتوں کا چار کر لیا جائے۔ دونوں لڑکیوں کو محض ایک پرہ بھی نہ ملے۔

تیسرے یہ کہ لوٹے بدلے کا محض فرقیوں میں صرف اپنی طور پر ہی ملے نہ ہو بلکہ ایک لڑکی کے تعلق میں دو سری لڑکی کا تعلق شکار کے طور پر شامل ہو۔

ان تین صورتوں میں سے جو صورت بھی اختیار کی جائے گی "شریعت کے خلاف ہو گی۔ پہلی صورت کے ناجائز ہونے پر تو ہم فقہاء کا اتفاق ہے۔ البتہ باقی دو صورتوں کے معاملہ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ لیکن مجھے "دانش شرعیہ کی بنا پر یہ اطمینان حاصل ہے کہ یہ تین صورتیں شکار منوع کی تفریف میں آتی ہیں اور تین صورتوں میں اس معاشرتی فساد کے سبب یکساں طور پر موجود ہیں جن کی وجہ سے شکار کو منع کیا گیا ہے۔ (ترجمہ القرآن عرب "شہدائے مخالفہ اپریل" ص ۱۳۳)

منگنی کا شرعی حکم

سوال : کیا شرعی لحاظ سے غلبہ تعلق کا حکم رکھتا ہے؟ عوام میں کو نکاح و قبل کا درجہ دیتے ہیں۔ اگر لڑکی کے والدین ٹھیکری ہوئی بات کو رد کر دیں تو برادری میں ان کا تعلق تک نہ جاتا ہے۔ اس صورت میں اگر والدین اس لڑکی کا تعلق دو سری چک کر دیں تو کیا یہ فعل درست ہو گا؟

جواب : منگنی محض ایک قول و قرار ہے اس بات کا کہ آج اس لڑکی کا تعلق خاص شخص سے کیا جائے گا یہ بھلے طور تعلق نہیں ہے۔ البتہ فرقیوں کے درمیان ایک طرح کا محدودان ضرور ہے جس سے بھر جانا درست نہیں "تاکہ کہ اس کے لئے کوئی

معتقل وجہ موجود ہو۔ اگر مقتنی کے بعد فریقین میں سے کسی ایک پر دوسرے کا کوئی ایسا
میب ظاہر ہو جو پہلے معلوم نہ تھا یا پھیلا گیا تھا تو بلاشبہ اس قتل و قمار کو قطع کیا جا
سکتا ہے۔ لیکن اس طرح کی کسی معتقل وجہ کے اظہار فی اسے قطع کر دینا یا کسی غیر
معتقل وجہ کی بنا پر اس سے بھر جانا ہرگز جائز نہیں۔ دوسری ہدایتوں کی طرح یہ بھی
ایک ہدایتی ہے جس پر انسان خدا کے ہاں جواب دہ ہو گا۔
(ترجمہ انگریزی قرآن، صفحہ ۱۵۵، آیت ۲۰، سورہ صافات)

استنباط کا شرعی حکم

سوال: ایک شخص کا قلاب مروج ہے۔ نفسی جذبات کا انداز ہے اب
ان جذبات کو کھ میں رکھنے کی چوری صورتیں ہو سکتی ہیں:

یہ کہ وہ قلاب کرے۔ مگر جس لڑکی سے اس کی نسبت ہے وہ اپنی
پھوٹی ہے کہ کم از کم تین چار سال انتظار کرنا ہو گا۔

یہ کہ وہ اپنے خاندان سے باہر کہیں اور شادی کر لے۔ مگر یہاں کرنے
سے تمام خاندان ناراض ہوتا ہے، بلکہ ہمید نہیں کہ اس کا اپنے خاندان سے
رشتہ ہی کٹ جائے۔

یہ کہ وہ اس نیت سے کوئی عارضی قلاب کر لے کہ اپنی عارضی منسوب
سے شکوی ہو جانے کے بعد پہلی چوری کو خلاق دے دے مگر اس میں
اور حد میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

یہ کہ وہ اپنی خواہشات کو کھ میں رکھنے کے لئے مسلسل دودے
رکھے مگر وہ ایک سخت ویرانہ آری ہے جسے تمام دنیا مشغول رہتا چلا ہے۔
اتنی سخت دودنوں کے ساتھ سخت مشکل ہے۔

آخری چارہ کار یہ ہے کہ وہ دنیا سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھ سے کام
لے۔ کیا ایسے حالات میں وہ اس طریقے کا اختیار کر سکتا ہے؟

جواب: قلاب باید، یعنی ہاتھ سے صورت ریف کرنے کے بارے میں فقہائے اسلام کے
تین مسلک ہیں:

۱۔ یہ کہ وہ مباح ہے اور زیادہ سے زیادہ اگر اس کے خلاف کچھ کہا جا سکا ہے تو صرف اس قدر کہ مکارم الخلق کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ ایک مکروہ مجتہدہ فعل ہے۔ اس مسئلہ کے حلیٰ یہ دلیل دیتے ہیں کہ کسی فعل میں اس فعل کے حرام ہونے کی تصریح نہیں ہے اور لفظ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقد فصل لكم ما حرم عليكم ولا یسألکم فیہ من بعد ذلک انما یتلوا فیہ الذکر انما یحکم فیہ من بعد ذلک انما یتلوا فیہ الذکر۔ (ج ۱ ص ۳۳-۳۴)۔ علامہ آکوسی نے رد المحتار میں لہم انہی فیہ ضل کی یہ رائے نقل کی ہے کہ "یہ فعل غیر المضبوط اسی طرح جائز ہے جیسے قصد اور پکچھے۔" (ج ۱ ص ۳۸) لیکن مجھے قدر ضل کی کسی مستحکم کتاب میں کوئی نہیں ملتا۔

۲۔ یہ کہ وہ حرام ہے لیکن اگر دنا کے قتلے میں جکا ہو جائے گا ظہور ہو اور آدمی اس سے بچنے کے لئے اس طریقے سے شہوت کی تسکین کر لے تو امید ہے کہ اسے طہاب نہ دیا جائے گا۔ یہ رائے حنفیہ کی ہے چنانچہ رد المحتار میں تصریح ہے کہ یہ فعل حرام اور مستحکم طہاب ہے "لہذا کہ اگر دنا کے لہو پٹے سے کوئی اس کا ارتکاب کرے تو بیرونی الاویلی علیہ (باب الصوم اور باب الطہار)۔ اسی کے قریب علامہ آکوسی نے لہم انہی کا قول نقل کیا ہے (حوالہ مذکور) اور اسی سے لفظ بھٹی رائے علامہ ابن عابدین نے فقیر ابو الیث سے نقل کی ہے۔ اس رائے کے حق میں کوئی خاص نص نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کے اصول طہار سے مستنبط کی گئی ہے "مخلافات الخطار میں حرام شے کے استعمال کی اجازت اور وہ بھار بھوس کے بگڑے ہو جانے کی صورت میں کم تر درجے کے بھار کو اختیار کرنے کا تقاضا۔"

۳۔ یہ کہ وہ قطعاً حرام ہے۔ لہم شافعی اور لہم مالک کی یہی رائے ہے "اور وہ"۔ (ج ۱ ص ۳۸) کی اس نکتہ سے استدلال کرتے ہیں:

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ رُوحِهِمْ حَافِظُونَ الْأَعْمَلِ ۖ إِنَّهُمْ أَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَلْيَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

فَلْيَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بجز اپنی عورتوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک بچن میں ہوں کہ (ان سے پرہیز نہ کرنے میں) وہ کمال طاقت نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرے شہوت کی تلاش کے تو ایسے ہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔

اس آیت سے وہ استدلال کرتے ہیں کہ منکوحہ یہی اور ملک بچن میں تکی ہوئی عورتی کے سوا تسکین شہوت کی تمام صورتیں ازبدے قرآن حرام ہیں، خواہ وہ زنا ہو یا استنا جائید، یا عمل قوم لوط، یا زانی بہائم، یا کچھ اور پھر اسی کی تکذیب یہ اعلیٰ بھی کرتی ہیں۔

ناکح البید ملعون۔ عذاب اللہ تعالیٰ اعلیٰ یکلوا یحبثون بعد الذکر۔

اپنے ہاتھ سے نکاح کرنے والے ملعون ہے۔ اللہ نے ایسے لوگوں کو عذاب دیا جو اپنے اعلیٰ انسی سے کھیتے تھے۔

یہ دونوں حدیثیں علامہ گامی نے روح المعانی میں نقل کی ہیں۔ لیکن کثرتے انی آیت کی تفسیر میں ایک اور حدیث نقل کی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ تشریح بھی کر دی ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، نیز اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

سبعة لا ينظر الله اليهم يوم القيامة ولا يذكيرهم ولا يجمعهم مع

العالمين ويدخلهم النار في اول الدخلائين الا ان ياتوا ومن تاب تاب

الله عليهم. الناكح بد، والفاعل والمفعول به، و مد من النظر

والضارب والد به حتى يستغنى والمودى جيرانه حتى يلعنوه

والناكح حيلة جارم۔

سات آدمی ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے روز نظر نہ فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہونے والوں میں شامل کریگا، لہٰذا کہ وہ توبہ کر لیں، اور جو توبہ کرے اللہ اسے صاف کر دیتا ہے (۱) لہٰذا ہاتھ سے نکاح کرنے

وہا (۲) عمل قوم لوط کرنے وہا (۳) یہ فعل کرانے وہا (۴) عذری شراب خورد (۵) اپنے
 والدین کو مارنا وہا یہی تک کہ وہ فریاد کریں (۶) اپنے ہمراہوں کو ستانے وہا یہی تک
 کہ وہ اس پر لعنت کریں (۷) اپنے ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرنے وہا۔

ان مختلف مسکوں اور فن کے دلائل پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی
 ہے کہ پہلا مسک نہایت کمزور بلکہ لٹلا ہے۔ اس لئے کہ قرآن میں حرام چیزوں کی
 تفصیل بیان ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سب حرام چیزوں کو نام عام بیان کیا گیا ہو
 بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں حرام و حلال کے کلی اصول بیان کر دیے گئے
 ہیں۔ پس ہر وہ چیز جو قرآن کے بیان کردہ کسی کلیہ کے تحت آتی ہو اس پر وہی حکم
 جاری ہو گا جو کلیہ میں ارشاد ہوا ہو۔ کلیہ کہ اس کو مستثنیٰ قرار دینے کے لئے کوئی دلیل
 موجود ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ جب قرآن یہ عام قاعدہ بیان کر چکا ہے کہ بیویوں اور
 محلوں کے عورتوں کے ساتھ شہوت کے تمام طریقے حرام ہیں تو اس سے نکاح باہر
 کے مستثنیٰ ہونے کی آخر دلیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں بعض لوگوں نے یہ دلیل
 پیش کی ہے کہ عرب میں اس فعل کا کوئی ردائ نہ تھا نہ کلام عرب میں اس کا کوئی
 ذکر ہے۔ قلنا نعم لہذا وراہ ذلک میں یہ داخل نہیں ہے۔ لیکن یہ دلیل وہ
 دعوہ سے لٹلا ہے۔ ایک یہ کہ لغت عرب میں اس کے لئے جلد معبرہ
 لومضضہ کے لفظ موجود ہیں اور زبان میں کسی کا لفظ موجود ہونا اس بات کا قطعی
 ثبوت ہے کہ اہل زبان اس تصور سے آشنا تھے۔ دوسرے یہ کہ اگر عرب اس سے
 واقف نہ تھے تو خداوند تعالیٰ کے سب افعال سے واقف تھا۔ اس کے بیان کردہ کلیات
 صرف انہی جزئیات تک آخر کیسے محدود ہو جائیں گے جن سے اس زمانے کے عرب
 واقف ہوں۔

ان دلائل کی بنا پر صحیح مسک یہی ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ لہذا اصل یہ حکم
 نکلتا ہے کہ اس کی حرمت نہ صرف اور عمل قوم لوط اور دلی بھائی کی یہ نسبت کم تر ہے۔
 اس لئے اگر کسی شخص کو ان گناہوں میں سے کسی ایک میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو اور
 اس سے بچنے کے لئے وہ اپنے ہوش و شعور کی تسکین اس ذریعے سے کر لے تو اس کے
 حق میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مثلاً لہ فعلی لے سزا نہ دے۔

کو دیکھ رہی ہیں لیکن سوچیں نہیں دیکھ رہے۔" اور نہ ہماری اس مصلحت
ہادی کا علم ہی کسی کو ہے۔ سو اس طرح کی طوائف میں جو رہ گیا۔ منف
بزرگ کا اصل جوہر۔ بہت کم ہو جاتا ہے۔

غلو اسی طرح لڑنے کر ایک توسط معاشی و سماجی کے کہہ کی صورت میں
اپنے کام کرنے بھی کہلاتا "انہم نہیں دے سکتیں۔ سفری کو لکھتے گاڑوں اور
ہوں وغیرہ میں چھوٹا اور اتنا ہی طرح پاش عورت کے لئے غلو سے غلو
نہیں ہوتا۔

ہندہ — "مکمل ہندہ" — کی حیثیت و معنویت سے قطعاً انکار
نہیں کیا جاسکتا لیکن کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ موجودہ طرح کے پہلے اور کوئی
موازنہ تر طریقہ استعمال ہو۔ مثل کے طور پر کچ سے چند سال پہلے تک
دعوت کی شریف عورتیں خود کو ایک چادر میں مقصور کرتی تھیں۔ چادر میں
وہ یہ جرات نہ کر سکتی تھیں کہ کسی سو کو مسلسل دیکھیں اور ان کی آنکھوں
میں شرم و حیا کا ست اہلی مظاہرہ ہوتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ طرح کی
نسبت اس چادر میں بہت اچھی طرح "ہندہ" ہوتا تھا۔

آپ کی مصروفیات کے علم کے باوجود آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔

جواب : آپ نے اپنے سوال میں کئی چیزوں کو غلط طور کر دیا ہے۔ بہتر ہو کہ ایک
ایک چیز کو آپ الگ الگ لیں اور پھر اس پر غور کر کے رائے قائم کریں۔

پہلی بات غور طلب یہ ہے کہ کیا نفس بھری تکلیف اور اخلاقی تربیت کے بغیر یہ
نفس ہے کہ کوئی عورت کسی غیر سو کو گھورنے سے روکی جاسکے؟ آپ برقع کی طلب
پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ صرف سو کو عورت پر نگہ ڈالنے سے روکتی ہے "عورت کو
اس بابت نظر بازی سے نہیں روکتی۔ مگر یہ عجیب تو صرف غلبہ میں نہیں ہے " چادر
میں بھی ہے۔ شریعت اس کی اہمیت دیتی ہے کہ عورت چادر سے منہ ڈھانک کر رہے
باہر نکلے تو اسے راستہ دیکھنے کے لئے کم از کم اتنی جگہ کھلی رکھنی چاہئے کہ اس کی آنکھ
سائے دیکھ سکے۔ پھر یہ عجیب چٹائی میں بھی ہے جو آپ دو دائروں اور کھڑکیوں پر ڈالتے
ہیں بلکہ یہ عجیب ہر اس چیز میں ہے جس سے کوئی عورت باہر بھاگ سکتی ہو۔ آپ

خود بتائیں کہ میں معاذ کو آپ کیسے راک سکتے ہیں؟ اور کینی مواقع شریعت کا بھی یہ مطلب ہے کہ میں سب معاذ کو روکا جائے؟ علماء ازیں اسی کتب پر دہائی میں نے وہ روایت نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے خود حضرت عائشہؓ کو بیٹھوں کے کھیل کا لشکر دکھایا تھا وہاں میں نے یہ بھی عبارت کیا ہے کہ مہموں کا عورتوں کو دیکھنا اور عورتوں کا مہموں کو دیکھنا نہ شرعاً بالکل یکساں ہے اور نہ نفسیات کے اعتبار سے ان کی حیثیت برابر ہے۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر بیعت تھلے خود بجز ایک اور جہاد نظر نہ ہو، صلہ اور بے نیت ہو تو شرعاً اس پر کس اعتراض کی گنجائش ہے؟ کیا وہ شریعت کے کسی مطلب کو پورا نہیں کرتا؟ اگر کرتا ہے تو اہل بیت پاس اس کے بجاؤ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی دوسری چیز اس سے بھر طریقہ پر شریعت کے مفاد کو پورا کرتی ہو۔ اسی کوئی چیز آپ کی نگاہ میں ہے تو آپ اسے گنہگار کر سکتے ہیں۔ مگر بیعت کو بجاؤ کتنا کسی طرح درست نہیں۔

بیعت کو اٹھ کر چلے بھرے اور بسوں وغیرہ چڑھنے کے سلسلے میں آپ پر حلفات بیان کرتے ہیں وہ عوامی عہدہ کی بحث سے غیر متعلق ہیں۔ آپ کے نزدیک چار میں اس سے کم حلفات ہیں یا کسی قسم کی حلفات نہیں ہیں تو خواتین کو اس کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ تجویز سے اسے مناسب نہ سمجھیں گی تو یہیں نہ اختیار کریں گی۔

ترجمان القرآن شعبان ۱۳۳۵ھ - مطابق جون ۱۹۱۵ء

عورت اور سفر حج

سوال: عورت کے عزم کے طریقے پر جاننے کے بارے میں علمائے کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ پر کم حلف مذہب کی تفصیل سے لکھ فرمائیں اور یہ بھی بتائیں کہ آپ کے نزدیک کھل کر حج مسک کوں سا ہے؟

جواب: عورت کے با عزم حج کرنے کا مسئلہ حلف فیہ ہے۔ اس مسئلہ میں چار مسلک ملتے جلتے ہیں جنہیں فقہ "مذہب" میں بیان کیے دیتا ہوں۔

۱۔ عورت کو کسی محل میں شوہر یا عزم کے بغیر جگہ نہ کرنا چاہیے۔ یہ مسک
ابراہیم نسبی "مجلس" شعبہ لور حسن بھری و نعم اللہ سے منقول ہے اور
مجلسی مذہب کا یہی فتویٰ ہے۔

۲۔ اگر حج کا سفر نہیں تھا تو روزے کم کا ہو تو عورت بلا عزم جا سکتی ہے، لیکن
اگر حج کا سفر ہو تو شوہر یا عزم کے بغیر نہیں جا سکتی۔ امام
ابو حنیفہ "لور سفیان ثوری" کا یہی مذہب ہے۔

۳۔ جو عورت شوہر یا عزم نہ رکھتی ہو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ جا سکتی ہے جن
کی اخلاقی حالت کمال المیہ کن ہو۔ یہ ہیں سیرین "مطہ زہری" فقہ لور نوذاری
و نعم اللہ کا مسک ہے اور امام مالک "لور امام شافعی" کا بھی یہی مذہب ہے۔
امام شافعی نے "کمال المیہ کن" کی حید تخریج اس طرح کی ہے کہ اگر
چند عورتیں محمود سے کھل ہوں اور وہ اپنے عزموں کے ساتھ جاری ہوں
تو ایک بے شوہر اور بے عزم عورت ان کے ساتھ جا سکتی ہے۔ البتہ صرف
ایک عورت کے ساتھ اسے نہ جانا چاہیے۔

۴۔ ان سب کے خلاف ابن حزم ظاہری کا مسک یہ ہے کہ بے عزم عورت کو
نہایتی جگہ کے لئے جانا چاہیے۔ اگر وہ شوہر رکھتی ہو اور وہ اسے نہ لے جائے
تو شوہر گنہگار عورت کے لئے جاتا ہے کہ وہ اس کے بغیر حج کو چلی جائے۔
میں ان چاروں مسک میں سے تیسرے مسک کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ
اس میں ایک دینی فریضہ کو ادا کرنے کی گنجائش بھی ہے "لور اس لئے کا احتیاج
بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے غیبت میں عورت کے بلا عزم سفر کرنے کو منع
کیا گیا ہے۔

(ترجمہ القرآن فی الجہاد صفحہ ۱۶۵)

وراثت میں اختیاتی بھائی بہنوں کا حصہ

سوال: قدوری (کتاب الفرائض) باب الحب) میں یہ عبارت درج ہے۔

ان تترك المولا زوجا فوام لوجدها ولحقها من لزوجها من لب ولم

فلزوج النصف وللام النصف من ولاد الام الثالث والاشبه لاخوة
 للاب ملام یعنی اگر ایک عورت کے وارثیں ہیں اس کا شوہر اور بی بی
 دہری اور انیانی (بی شریک) بیٹی اور سگا بیٹی سمیت ہیں تو شوہر کو آٹھا
 حصہ بی بی کو پچاس حصہ اور انیانی بیٹی بیٹیوں کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور
 بچے بچائیوں کو یکہ نہ ملے گا۔ دریاخت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ اختلاف کا
 مطلق ہے قول ہے؟ کیا یہ قرین فیض ہے کہ برابر حققی تو ملام ہو جائے
 اور انیانی بیٹی وارث قرار پائے؟ قطعاً کلام کی کمالی تفسیر بھی واضح
 فرمائی۔ کیا دہری اور دہری کے زعم ہونے کے برابر بھی ایک میت کو کلام
 قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب: دہری سے جو مسئلہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں سب کے یہی اختلاف
 ہے۔ اگر کوئی عورت مر جائے اور بچے شوہر بی بی بچے بیٹی بی بی اور انیانی (یعنی بی
 بی) بیٹی بی بی سمیت "تو حضرت علیؑ جو سونی اشعری اور ابی ابن کعب رضی اللہ
 عنہم کا لڑائی یہ ہے کہ اس کی نصف میراث شوہر کو "سرا بی بی کو اور سہرا انیانی بیٹی
 بیٹیوں کو دیا جائے گا اور بچے بیٹی بیٹیوں کو یکہ نہ ملے گا۔ اسی لئے کہ اس لئے اختلاف
 نے لیا ہے۔ اور یہی ابن کا مطلق ہے قول ہے۔ بخلاف اس کے حضرت علیؑ اور حضرت
 زید بن حنیف کا یہ مذہب ہے کہ سہرا میراث بچے اور انیانی بیٹی بیٹیوں میں برابر برابر
 تقسیم کی جائے گی۔ حضرت علیؑ پہلے قول اول کے قائل تھے مگر بعد میں انہوں نے قول
 علی اختیار کر لیا۔ ابی مہاشم پہلے قول اول کے قائل تھے مگر بعد میں انہوں نے قول
 علی اختیار کر لیا۔ ابی مہاشم سے "روایتیں ملتی ہیں مگر زیادہ مستند روایت یہی ہے
 کہ وہ بھی قول علی کے قائل تھے۔ اس پر کافی شرح نے لکھا کیا ہے اور ملام
 شافعی ملام مالک اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ حنفی کا استدلال یہ
 ہے کہ انیانی بیٹی بی بی دہری القروض ہیں اور بچے بیٹی سمیت ہیں "اور دہری القروض
 کا حق سب سے مقدم ہے "لہذا جب دہری القروض سے یکہ نہ ملے تو سب سے مقدم کو کوئی
 حق نہ پہنچے گا۔ دوسرے گروہ کا استدلال یہ ہے کہ بی بی جائے ہونے میں سب بچے اور
 انیانی بیٹی بی بی یکساں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ برابر کے حصے وارث ہوں۔

کھال کے دو معنی حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمائے ہیں اور جنہیں حضرت عطاءؓ نے بھی قبول کیا ہے وہ یہ ہیں۔ من الاولاد لہ ولادۃ یعنی کھال وہ ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ باپ۔ اسی طرح ماں یا دلدی کی موجودگی کسی بہت کے کھال ہونے میں مانع نہیں ہے۔

(ترجمہ القرآن۔ ذی الحجۃ ۱۳۵۲ھ۔ ستمبر ۱۹۳۲ء)

پوتے کی محرومی وراثت

سوال : دوا کی زندگی میں اگر کسی کا باپ مر جائے تو پوتے کو وراثت میں سے کوئی حق نہیں پہنچتا یہ مشہور شرعی مسئلہ ہے جس پر اس وقت حکومت کی طرف سے عمل ہو رہا ہے اس بات میں غلط مسلک کیا ہیں اور آپ کس مسلک کو مزاج اسلامی سے قریب تر خیال فرماتے ہیں۔ اگر آپ کا مسلک بھی مذکور ہی ہے تو اس اثرام سے بچنے کی کیا صورت ہے کہ اسلامی نظام جو حتم کی دیکھیری کا اس قدر مدعی ہے "ایک حتم کو محض اس لئے دوا کی وراثت سے محروم قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے باپ کو دوا کی وفات سے بعد تک زندہ نہ رکھ سکے؟

جواب : فقہائے اسلام میں یہ اختلاف مسئلہ ہے کہ دوا کی موجودگی میں جس پوتے کا باپ مر گیا ہو وہ وراثت میں ہوتا بلکہ وراثت اس کے چچا ہوتے ہیں۔ اگرچہ ابھی تک مجھے قرآن و حدیث میں کوئی ایسا صریح حکم نہیں ملا جسے فقہاء کے اس اختلاف فیصلہ کی بنا قرار دیا جاسکے۔ لیکن مجھے خود یہ بات کہ فقہائے اہل سنت و اہل طہ سے طلب تک اس پر متفق ہیں اس کو کافی کر رہی ہے کہ اس کے خلاف کوئی رائے دینا مشکل ہے۔ ویسے بھی یہ بات محض معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ پوتا ہر حال اپنے باپ کے واسطے ہی سے دوا کے مال میں حقدار ہو سکتا ہے نہ کہ براہ راست خود۔ اسی طرح ہوا اپنے شوہر کے واسطے سے شوہر کے مال میں سے حصہ پا سکتی ہے نہ کہ براہ راست خود۔ اگر ایک شخص کا بیٹا اس کی زندگی میں مر جائے اور وہ شکایت شدہ نہ ہو۔ تو آپ خود مانیں گے کہ اس کے فوت شدہ بیٹے کا حصہ بھی نکالا جائے اور پھر اس بیٹے کی میراث اس کی

میں اور اس کے بھائیوں وغیرہ کو پہنچتی جانتے۔ اسی طرح اگر اس فوت شدہ لڑکے کی کوئی بیوی موجود ہو تو آپ خود مائیں گے کہ وہ اپنے خسر کے ترکہ میں سے حصہ پانے کی مستحق نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا نکاح طلق ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پھر آپ کو کیوں اصرار ہے کہ صرف اس کا بیٹا موجود ہونے کی صورت میں اس کا حصہ ملتا نہ ہو بلکہ وہ اس کے بیٹے کو پہنچے؟

ہا جیم کی پودش کا سوال 'تو شریعت ہی مد سے اس کے بچا اس کے ولی ہوتے ہیں' اور حق ہے اس کا حق ہے کہ وہ اس کی پودش کا انتظام کریں۔ نیز شریعت نے وصیت کا حکم اسی لئے دیا ہے کہ اگر کوئی مرنے والا اپنے پیچھے مل پھوڑ دیا ہو اور اس کے خاندان میں کچھ لوگ مستحق موجود ہوں تو وہ حق کے حق میں وصیت کرے۔ سہرا حصہ مل کی حد تک وہ وصیت کر سکتا ہے 'اور اس میں یہ گنجائش موجود ہے کہ اگر وہ کوئی جیم پرنا پھوڑ دیا ہے' یا کوئی بیٹا ہو پھوڑ دیا ہے جو بے سہارا ہو یا کوئی بیٹا بیٹن یا فریب بھائی یا بیٹا بن پھوڑ دیا ہے' تو حق کے لئے وصیت کر جائے۔ یہ گنجائش اسی لئے رکھی گئی ہے کہ خاندانی وارثوں کے سوا خاندان میں جو لوگ مد کے خلع ہوں حق کی مد کا انتظام کیا جائے۔

(ترجمہ القرآن۔ مولوی لاٹھی نے سمجھو۔ مارچ ۱۹۵۲ء)

رمضان میں قیام اللیل

سوال: براہ کرم مصدر اہل سوالات کے جواب ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ طلبے کرام بالعموم یہ کہتے ہیں کہ ترویج اول وقت میں (صبح کی نماز کے بعد غسل) چھٹا غسل ہے اور ترویج کی جماعت سنت ہو کہ وہ کھڑے ہے۔ یعنی اگر کسی محلہ میں ترویج یا جماعت نہ ہو تو وہ نماز کے بعد غسل ہوں گے اور وہ کو میں نے بھی مل کر مسجد میں ترویج چھٹی تو سب کے دوسرے ترک جماعت کا کلمہ سنا دیا ہو جائے گا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیوں 'یہا نہیں' اور اس زمانے کے مسلمانوں

کے لئے کیا حکم ہو گا کیا وہ سب زلوع یا جماعت نہ پڑھنے کی وجہ سے گنہگار تھے؟

ج۔ کیا نماز زلوع اول وقت میں سونے سے پہلے پڑھنا ضروری ہے؟
 کیا صبحی کے وقت زلوع پڑھنے والا فضیلت و اولیت سے محروم ہو جائے گا؟ اگر محروم ہو جائے گا تو حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ **الغیر ثلثون عنہا فضل من الغیر ثلثون**؟

ج۔ کیا رمضان میں نماز تہجد سے زلوع افضل ہے؟ اگر ایک آدمی رمضان میں مثلاً پڑھ کر سو رہے اور زلوع پڑھے پھر رات کو تہجد پڑھے وہب کہ تہجد کے لئے خود قرآن مجید میں صراحۃً "ترغیب دہائی" میں ہے اور زلوع کو یہ مقام حاصل نہیں؟ اس کے لئے کوئی کلمہ تو لازم نہ آئے گا واضح رہے کہ زلوع اور تہجد دونوں کو بھلا مشکل ہے۔

ج۔ کیا زلوع کے بعد وتر بھی جماعت سے پڑھنے چاہئیں؟ یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ زلوع سے پہلے وتر پڑھ لے اور رات کے آخری حصے میں زلوع پڑھا کر لے؟

ج۔ زلوع کی قدر و رکت کیا ہے؟ کیا صحیح احادیث میں آئے ہیں؟
 ازہمیں ڈیڑھ سو روایتیں ہی مسلم سے ثابت ہیں؟

ج۔ کیا کسی صحابی کو یہ حق حاصل ہے کہ بی مسلم جس چیز کو یہ کہہ کر رد کر دیں کہ "مما لا یحکم القرآن وایت من صلیعکم خشیت ان ینکذب علیکم ولو کذب علیکم ما لکم بہ فعلوا لہما الناس فی بیوتکم فلن یفضل صلوۃ العبد فی بیتہ الاصلوۃ المكتوبۃ" تو وہ اسے پھر باقیہ جماعت کے ساتھ مساجد میں جاری کرے؟

جواب: زلوع کے بارے میں جو کچھ لکھے معلوم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ نئی عورتیں ~~میں~~ دوسرے نسلوں کی بہ نسبت رمضان کے زمانے میں قیام لیل کے لئے زیادہ تزیین ویا کرتے تھے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز کہیں ~~میں~~ کو بہت محبوب تھی۔

۲۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور ~~میں~~ نے ایک مرتبہ رمضان المبارک میں تین رات نماز تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی اور پھر یہ فرمایا کہ اسے پھوڑ دیا کہ مجھے اللہ عزوجل سے کہہ گئیں یہ تم پر فرض نہ ہو چاہے اس سے ہوتا ہے کہ تراویح میں جماعت مسنون ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تراویح فرض کے درجہ میں نہیں ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ~~میں~~ چاہتے تھے کہ لوگ ایک پابندی سنت کے طور پر تراویح پڑھتے رہیں مگر اصل فرض کی طرح لازم نہ سمجھ لیں۔

۳۔ تمام روایات کو جمع کرنے سے جو چیز حقیقت سے قریب تر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور ~~میں~~ نے خود جماعت کے ساتھ رمضان میں جو نماز پڑھائی وہ اول وقت تھی نہ کہ آخر وقت میں۔ اور وہ آٹھ رکعتیں تھیں نہ کہ تین اگرچہ ایک روایت میں کی گئی ہے مگر وہ آٹھ رکعتوں کی بہ نسبت ضعیف ہے۔ اور یہ کہ لوگ حضور ~~میں~~ کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد وہیں جا کر اپنے طور پر سجدہ بکھڑکھتیں بھی پڑھتے تھے۔ وہ سجدہ رکعتیں کئی ہوتی تھیں؟ اس کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں ملتی۔ لیکن بعد میں ۱۰ حضرت عطاء نے ۲۰ رکعتیں پڑھنے کا طریقہ رائج کیا اور تمام صحابہ نے اس سے اتفاق کیا اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ زائد رکعتیں ۴ ہوتی تھیں۔

۴۔ حضور ~~میں~~ کے زمانہ سے لے کر حضرت عطاء کے ابتدائی زمانہ تک ہرگز ایک جماعت میں سب لوگوں کے تراویح پڑھنے کا طریقہ رائج نہ تھا بلکہ لوگ یا تو اپنے اپنے گھروں میں پڑھتے تھے یا مسجد میں متعلق طور پر پھرتے پھرتے جماعتوں کی شکل میں چمکا کرتے تھے۔ حضرت عطاء نے جو بکھڑکھڑایا صرف یہ تھا کہ اسی طریقہ کو دور کر کے سب لوگوں کو ایک جماعت کی شکل میں نماز

پڑھنے کا حکم دے وہاں اس کے لئے حضرت عزا کے پاس یہ جہت مسہور تھی کہ جنور ~~عزیز~~ نے خود تین بار عذات کے ساتھ زلوع پڑھائی تھی۔ اس لئے اس فعل کو بدعت نہیں کہا جاسکتا اور چونکہ حضور ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ نے اس سلسلہ کو یہ فرما کر بند کیا تھا کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے اور حضور ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ کے گزر جانے کے بعد اس امر کا اندیشہ باقی نہ رہا تھا کہ کسی کے فعل سے یہ چیز فرض قرار پائے گی۔ اس لئے حضرت عزا نے ایک سنت اور مستحب چیز کی حیثیت سے اس کو جاری کر دیا۔ یہ حضرت عزا کے تصنف کی پہلی چیزوں میں سے ایک ہے کہ انہوں نے شارع کے عقلم کو ٹھیک ٹھیک سمجھا اور امت میں ایک صحیح طریقے کو رائج فرما دیا۔ صحابہ کرام میں سے کسی کا اس پر اعتراض نہ کیا بلکہ ہر جگہ اسے قبول کر لیا یہ ثابت کرنا ہے کہ شارع کے اس عقلم کو بھی ٹھیک ٹھیک پورا کیا گیا کہ اسے فرض کے درجہ میں نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ کم از کم ایک بار تو یہ کاغذ زلوع میں شریک نہ ہونا ثابت ہے جب کہ وہ عہد انصاف میں عہد کے ساتھ ملے اور مسہور میں لوگوں کو زلوع پڑھنے دیکھ کر احمقہ حسنین لڑا۔

حضرت عزا کے زمانہ میں جب ہاتھوہ عذات کے ساتھ زلوع پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے صحابہ میں رکھیں پڑھی جاتی تھیں اور اسی کی پیروی حضرت عزا اور حضرت عزا کے زمانہ میں بھی ہوئی۔ انہیں عقلم کا اس پر اتفاق اور پھر صحابہ کا اس میں اختلاف نہ کرنا یہ ثابت کرنا ہے کہ نبی ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ کے عہد سے لوگ زلوع کی میں ہی رکھوں کے حکم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جو حدیث ”ہم شافعی“ اور ہم ابوحنیفہ میں ہی رکھتے کے قائل ہیں اور ایک قول ہم مالک کا بھی اسی کے حق میں ہے۔ دقت ظاہری نے بھی اسی کو سنت ثابت تسلیم کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت ابی بن علی نے ۲۰ کے پہلے ۳۶ رکعت پڑھنے کا یہ طریقہ شروع کیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کی تحقیق عقلم راشدین کی تحقیق کے خلاف تھی بلکہ ان کے پیش نظر یہ تھا کہ اس سے

بہر کے لوگ ثواب میں اہل مکہ کے برابر ہو جائیں۔ اہل مکہ کا کھانا یہ تھا کہ
 وہ ترویج کی ہر چار رکعتوں کے بعد کچے کا طواف کرتے تھے جن دونوں
 بزرگوں نے ہر طواف کے بدلے چار رکعتیں چھ مہینے شہادہ کر دیں۔ یہ طریقہ
 ہے کہ اہل عہد میں رائج تھا اور امام مالکؒ اہل عہد کے اہل کو سند رکھتے تھے
 اس نے انہوں نے بعد میں ۱۰۰ کے بدلے ۳۶ کے جن میں فتویٰ دیا۔

علم جس کا یہ یہ کہتے ہیں کہ جنس ہستی یا ملک میں سورے سے نماز ترویج
 یا عبادت لڑائی نہ کی جائے اس کے سب لوگ گنہگار ہیں ' وہ یہ ہے کہ
 ترویج ایک سنہ اسلام ہے جو عہد خلافت راشدہ سے تمام امت میں جاری
 ہے۔ ایسے ایک اسلامی طریقہ کو چھوڑ دینا اور ہستی کے سارے ہی مسلمانوں
 کال کر چھوڑ دینا دین سے ایک عام ہے پر وہی کی علامت ہے جس کو گوارہ کر
 لیا جائے تو رفتہ رفتہ وہی سے تمام اسلامی طریقوں کے مست جانے کا اندیشہ
 ہے۔ اس پر جو معارضہ آپ نے کیا ہے اس کا جواب لوہ نمبر ۴ میں گزر چکا
 ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ ترویج کے لئے افضل وقت کونسا وقت کا وقت
 یا جمعہ کا یا ملائی دونوں کے جن میں ہیں ' مگر رواہ ترمذی آخر وقت ہی کی
 طرف ہے۔ بہتہ اول وقت کی ترجیح کے لئے یہ بات بہت دینی ہے کہ مسلمان
 بحیثیت مجموعی اول وقت ہی کی ترویج چاہ سکتے ہیں۔ آخر وقت اعتقاد کرنے
 کی صورت میں امت کے سوا اعظم کا اس ثواب سے محروم رہ جاتا ایک بڑا
 نقصان ہے اور اگر چند علماء آخر وقت کی فضیلت سے مستفید ہونے کی
 خاطر اول وقت کی چاہت میں شریک نہ ہوں تو اس سے یہ اندیشہ ہے کہ
 عوام انہیں یا تو ان علماء سے بدگمان ہوں یا ان کی عدم شرکت کی وجہ سے
 خود ہی ترویج چھوڑ دیں۔ یا پھر ان علماء کو اپنی توجہ غلطی کا احساس دلا دینے پر
 مجبور ہونا پڑے۔

هذا ما عندی والاعلم عند الله والاعلم بالصواب

(ترمذی القرائن۔ ربیع شعبان ۱۲۸۵ھ۔ اپریل ۱۸۶۲ء)

دعائیں بزرگوں کی حرمت و جہاد سے حاصل

سوال :- میں نے ایک مروجہ روایت کیا تھا کہ جہاد قللیں یا حرمت قللیں کہہ کر خدا سے دعا کرنے کا کوئی شرعی ثبوت ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ اگرچہ اہل تصوف کے ہاں یہ ایک عام معمول ہے لیکن قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہو سکی۔ میں اس سلسلے میں ایک ایسا قرآنی اور ایک حدیثی ثبوت کرا ہوں۔ سورہ بقرہ میں اہل کتب کے بارے میں آیا ہے۔ وَكَفَلْنَا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ بشت محمدی علیہ السلام سے پہلے یہودی کفار کے مقابلے میں حج کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اس کی تفسیر میں امام راضی نے طحاوی سے نقل کیا ہے۔ اہل یسْتَفْتِحُونَ اللّٰہَ بِبِیْعَةِ مُحَمَّدٍ (یعنی بشت محمدی کے ذریعہ اللہ سے مدد مانگتے تھے) وَفَلِیْ كَانُوا یَقُولُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ السَّلَام عَلَیْ عَبْدِ الْاَوَّلٰی (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہودی یوں کہتے تھے کہ ہم کو بیت پرستوں کے مقابلے میں محمد علیہ السلام کے ذریعہ سے نصرت بخشی جائے گی) وَفَلِیْ یَعْلَبُوْنَ مِنْ اللّٰہِ ہٰذَا مَكْرٌ لِّلْكَافِرِ (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ آپ کے ذکر کے ذریعہ اللہ سے حج مانگتے تھے)۔

تذاتی شریف کے جواب اور حالت میں ایک حسن بھی فریب حدیث مولا ہے کہ ایک شریف شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری تکلیف کو دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم پہلو تو میں دعا کروں اور اگر میرے پاس ہو تو میرے پاس میرے پاس ہے۔ اس نے عرض کیا آپ دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے انجلی علیہ وغیرہ کہنے کا حکم دیا اور یہ دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْنِیْ وَتَوَجَّہْ اِلَیْکَ ہٰنِیْکَ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الرَّحْمٰتِہِ۔ اِنِّیْ تَوَجَّہْتُ اِلَیْکَ اِنِّیْ رَیْتُ فِیْ حُلُمِیْ ہٰذَا النَّفْسَ لَی۔ اَللّٰہُمَّ فَتَقَبَّلْہِ۔ (خدا یا میں تجھ سے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے ذریعہ سے تجھ سے دعا کرتا ہوں اور تجھ ہی طرف توجہ کرتا ہوں۔ میں نے

اپنی اس حالت کے لئے اسے ہمدردی تھی طرف تہہ کی ہے تاکہ تہہ کی
حالت پوری کسب میں اسے لٹا میرے حق میں جو ~~میں~~ کی
حکومت لعل فرما۔ کیا اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا
کہ دعا میں حرکت پیدا نہیں ہوتی ~~میں~~ یا پہلے ہی ~~میں~~ میں
کی ~~میں~~ یا حرکت ~~میں~~ کرنا صحیح اور جائز ہے۔

جواب : آیت مذکورہ کا یہ مطلب میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کہ یہودی آنحضرت
ﷺ کی ہمت سے گل آپ کے فضل سے کفار کے مقابلے میں فتح کی دعائیں
بکا کرتے تھے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے جو ہم رابطہ کے پہلے وہ اقوال سے بھی
نہ ہے اور جس کی تائید مستند روایات سے بھی ہوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور کی
ہمت سے پہلے یہودی ان عیشین گویوں کی دعا پر جو آپ کے مقابلے میں کی تھیں
موجود تھیں یہ دعائیں بکا کرتے تھے کہ وہ نبی آئے اور پھر اس کے ہدایت میں کفار
پر ظہر حاصل ہو۔ چنانچہ ابن ہشام کی روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں بچ کے موقع پر
بپ پہلی مرتبہ عید کے چند اے نبی ﷺ کی طاقت ہوئی اور آپ نے ان کے
ساتھ اسلام قبول کیا تو وہ انہیں میں کہنے لگے یہ قوم تعلمون انہی انہی الذی
توالعنکم بہ الیہوین فلا تسبقنکم فیہ (۲ ص ۷۷) ”لوگلا ہیں لو کہ بخدا یہ وہی نبی
ہے جس کی آمد کا طرف تم کو یہودی دلیا کرتے تھے۔ میں یہاں نہ ہونے پائے کہ تم سے
پہلے وہ اس کے پاس پہنچ جائیں۔“ پھر آگے چل کر ابن ہشام اسی آیت کی تفسیر بیان
کرتے ہوئے انصار مدینہ کے بڑے بزرگوں کا یہ قول نقل کرتے ہیں :

فینا واللہ وفیہم نزالت ہذا القیض۔ کنا نقدر علونہم ظہر الجاہلیۃ ونحن
اہل الشریک وہم اہل کتاب۔ فکنا یقولون لنا ان نبیا یموت الان فہمہ
قد اظلا زمانہ۔ لقتلکم معہ قتل عاد ولہم۔ فلما بعث اللہ رسولہ علی اللہ
علیہ وسلم من قریش فاتبعنہ وکفروا بہ۔ یعنی ”یہ آیت ہمارے اور یہودیوں
کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔ جاہلیت میں ہم ان پر غالب ہو گئے تھے اور ہم قل
شرک تھے اور وہ قل کتب۔ میں وہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ تمہارے ایک نبی مبعوث
ہونے والا ہے جس کی آمد کا وقت آ پہنچا ہے۔ ہم اس کی قیادت میں تم کو اس طرح

ماری کے جیسے عوارم ہمارے مجھ مگر جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قریش سے بیوٹ کیا تو ہم نے آپ کی بڑی اختیار کرنی اور انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔

دی جامع تہذیب کی دہ صحت ہو آپ نے نقل فرمائی ہے تو اس کا مضمون تو آپ ہی بتا رہا ہے کہ امتداد انہی ﷺ سے کی گئی تھی کہ آپ دعا فرمائیں اور آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ اچھا تو اللہ سے دعا کر کہ ”خدا لا میں تمہارے نبی ﷺ کے واسطے سے تمہارے حضور اپنی حاجت لے کر آیا ہوں۔ تو میرے حق میں اپنے نبی ﷺ کی سفارش قبول کر۔“ اس کے صاف سنی یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے خود بھی اس کے حق میں دعا فرمائی اور اس سے بھی فرمایا کہ میرے واسطے سے تو بھی اپنی حاجت طلب کر اور میری سفارش قبول کیے جانے کی بھی دعا مانگو۔ یہ تو دعا کی بالکل ایک لطیف صورت ہے۔ اس کی مثل بالکل ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص مجھ سے کہے کہ علی حاکم کے پاس چل کر میری سفارش کرو اور میں سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص سے بھی کہوں کہ تو خود بھی حاکم سے عرض کر کہ میں انہیں سفارش بنا کر لایا ہوں۔ آپ اس کی سفارش قبول کر کے میری حاجت پوری کر دیں۔ یہ مسئلہ اور ہے۔ اس کے برعکس یہ ایک بالکل دوسرا طریق مسئلہ ہے کہ کوئی شخص مجھ سے اجازت لے بغیر خود ہی حاکم کے پاس پہنچ جائے اور اپنی دعا حاجت بھی چاہے میرا واسطہ دے کر پیش کر دے۔ اس دوسری صورت کو آخر پہلی صورت پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ دلیل پہلی صورت کی پیش کرنا اور اس سے جواز دوسری صورت کا نکالنا کس طرح درست نہیں۔ دوسری صورت کا جواز طبعاً کرنے کے لئے تو حضور ﷺ کا کوئی ایسا قول ملنا چاہئے جس میں آپ ﷺ نے اپنے تمام ہم یاروں کو عام اجازت مرحمت فرمائی ہو کہ جس کا بھی چاہے اپنی حاجت میرا واسطہ دے کر اللہ سے طلب کر لے۔

(ترجمہ القرآن مجلہ تہذیبی، صفحہ ۱۴۵ فروری ۱۹۵۳ء)

قصص اور وصیت

سوال: قصص اور وصیت کے بارے میں چند اختصارات تحریر خدمت

ہیں۔ ان کے جوابات ارسال فرمائیں۔

تھبہ عقل کے درجہ میں سے کوئی ایک وارثیت دے کر یا بغیر
دے لے کر اپنا حق قاتل کو صاف کر دے تو کیا سزا دے موت صاف ہو
سکتی ہے؟ اس میں اکثریت و اقلیت کا کوئی لحاظ رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً
تین بیٹوں میں سے ایک نے قصاص صاف کر دیا باقی دو قصاص لینے پر مصر
ہیں تو قاضی کو کیا فعل اختیار کرنی ہو گی؟

سہ۔ اگر عقل کے درجہ دے لینے پر تھبہ ہیں لیکن قاتل اپنی عزت
کے باعث مطلوبہ دے کی لڑائی سے قصاص منظور ہے تو کیا قاضی اس کے
درجہ کو دے لیا کرے؟ یا مجبور کر سکتا ہے؟ اگر کر سکتا ہے تو کیا اس سے
درجہ کو بے گناہ سزا نہیں مل رہی ہے؟

ج۔ اگر قاتل کے درجہ ہی نہیں ہیں یا اگر ہیں تو وہ جسے طلب ہیں
کہ دے لیا کرنا چاہیں بھی تو نہیں لیا کر سکتے تو کیا ایسی صورت میں قاتل کو
قصاص یا دے کے قتل سزا دیا جرم میں دقت و فیوض توجہ ہو سکتی
ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا صورت اختیار کی جائے گی؟

ج۔ موجودہ قانون میں پٹی گورنٹ میں قاتل کے بعد بھی اگر قاتل کو
پہانسی کی سزا تجویز ہو جائے تو پھر صدر حکومت یا گورنر جنرل کے سامنے رجم
کی لٹل ہوتی ہے جس میں سزا کے بغیر کا امکان رہتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر
سے یہ صورت کس حد تک جائز ہے؟

جواب: عقل کے درجہ میں سے کوئی ایک بھی اگر قاتل کو اپنا حق صاف کر دے یا
دے لینا قبول کر لے تو قصاص لازماً ملتا ہو جائے گا اور باقی وارثوں کو دے پر راضی
ہونا پڑے گا اس معاملہ میں اکثریت و اقلیت کا سوال افلاک جی نہیں ہے۔ سوال صرف
یہ ہے کہ جس وارث نے غلط یا قبول دے کے ذریعہ سے قاتل کو زندہ رہنے کی
اجازت دی ہے اس کی اجازت آخر قصاص کی صورت میں کیسے نافذ ہو سکتی ہے؟ عقل
کے طور پر اگر تین وارثوں میں سے ایک نے قاتل کو صاف کر دیا تو اس کے سنی ہو
جیں کہ عقل کی جان کے ایک تہائی حصہ کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہو گیا اب کیا یہ

ممکن ہے کہ بقی دو وارثوں کے محلے پر صرف دو تھلی جان لی جائے اور ایک تھلی
 جان کو زندہ رہنے دیا جائے؟ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو لاکھ بقی دو لوگوں وارثوں کو قتل
 نہ ہو، بلکہ ہوتا ہے کہ کسی دالے ہے جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس طرح
 کے ایک مقدمہ میں ظاہر کی تھی اور حضرت عزالے اسی پر فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ مسودہ
 میں ہے: 'قال ابن مسعود لوی هذا قد لعیہ بعض نفعہ فلیس لاکولہ یقتلہ'
 اقلی من عمر القضاء علی وایہ (ج ۳۶ ص ۲۵۸) یعنی ابن مسعودؓ نے کہا کہ
 میرے نزدیک ایک وارث نے جب قاتل کی جان کے ایک حصے کو حق حیات بخش دیا تو
 دوسرے کو اسے تک کرنے کا حق نہ رہا۔ اسی دالے پر حضرت عزالے فیصلہ فرمایا۔
 یہ لاشیٰ چنانچہ حق رکھتا ہے کہ قاتل کے اولیاء کو حق لڑا کرنے پر مجبور کرے۔
 اصل بن ملک والی روایت میں صاف مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اولیاء قاتل کو
 خطاب فرمایا: 'لو مولد واد'۔ 'مگر اور حق لڑا کرے۔' اس حدیث سے یہ بات تو ثابت ہو
 جاتی ہے کہ حق لڑا کرنے کی ذمہ داری میں قاتل کے ساتھ اس کے اولیاء بھی شریک
 ہیں۔ لہذا اس امر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ حق لڑا کرنے کے معاملے میں
 قاتل کے اولیاء (یا عاقل) کن لوگوں کو قرار دیا جائے گا؟ شافعیہ کے نزدیک "عاقلہ"
 سے مراد ورثہ یا عصبہ ہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک وہ تمام لوگ عاقلہ ہیں جو زندگی کے
 معاملات میں ایک شخص کے پشت پناہ اور مددگار بنے ہوں۔ خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا ہم
 پیشہ برادری دالے یا وہ لوگ جو مسوئیتوں کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کے پابند
 ہوں۔ شافعیہ نے جو دالے دیے ہیں وہ صرف اس معاشرے کے لئے موزوں ہیں جس
 میں قبائلی سلیم رائج ہو۔ لیکن حنفیہ کی دالے ان معاشرہوں میں بھی چل سکتی ہیں جن
 میں قبیلے کے بجائے دوسرے نسبی یا معاشی یا تھلی مددگار کی بنا پر لوگ ایک دوسرے
 کے پشت پناہ بنے ہوں۔ حنفیہ کی دالے کے مطابق ایک سیاسی پارٹی بھی اپنے ایک فرد
 کی عاقلہ بن سکتی ہے۔ لہذا اگر اس کے ارکان زندگی کے اہم معاملات میں ایک دوسرے
 کے بانی و مددگار ہوتے ہیں۔ 'مگر پڑی'۔ تک ایک دوسرے کی ذمہ داریوں میں شریک
 کئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب معاشرے کی بنیادیں قبائلی نظام کی بہ نسبت زیادہ
 وسیع ہو گئیں تو حضرت عزالے ایک فرد کی حق کا ذمہ دار اس کے پارے نظر کر

نصرانیہ پہنچے فتح القدر میں ہے۔ قلنا: لعلہ یون جعل القمل علی امل
 قد یولن وکلان ذالک بحضور من الصلابة رضی اللہ عنہم من غیر تکبر منہ
 (ج ۸ ص ۳۳) "حضرت قرآن نے جب منکری نظام قائم کیا تو صحت کو پرستے قل القمل
 علی کید آپ کا یہ فعل سجدہ کی ایک مجلس میں انجام دیا گیا اور انہوں نے اس پر کوئی
 اعتراض نہیں کیا۔"

دعا آپ کا یہ سوال کہ لولیا میرا عابد ہے صحت مانگ کر کھانہ کی سزا دیکھوں کہ
 دینے کا نام سنی تو نہیں ہے؟ تو اس کا جواب آپ خود پتے لیتے اگر اس امر پر غور فرماتے
 کہ ایک شخص لاکھی روپی کے سود رہتے ہوئے قل جیسے اعلان سفل فعل کا ارتکاب
 باہموم اپنے حقیقیوں کے قل کرتے ہی کیا کرتا ہے۔ اگر وہ لوگ جن کی صحت اور
 پستیابی پر وہ محمود رکھتا ہے یہ جان لیں کہ اس کی ایسی حرکات کی ذمہ داری میں وہ
 بھی شریک ہوں گے تو اسے کھڑے رکھنے کی خود کو مشق کریں گے اور اسے ایسی
 پھوٹ نہ دیں گے کہ وہ دوسروں کی جانیں لے کر رہے۔ کیا جاب ہے کہ صحت کے ذمہ
 دار لولیاہ کے لئے "ماخذ" کا لفظ اسی رحمت سے اختیار کیا گیا ہو۔ عقل کے سنی آپ
 جانتے ہی ہیں کہ روکنے اور پھرنے کے ہیں۔ شاید ابتداء اس لفظ کو اختیار کرنے میں
 یہی ممانعت پیش نظر رہی ہو کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا کام یہ ہے کہ آدمی کو کھڑے میں
 رکھیں اور ایسا نہ کھڑے نہ ہونے دیں کہ وہ قل و حرکت کا ارتکاب کرنے لگے۔

ج۔ اگر قائل ایک لا وارث آدمی ہو یا اس کا قریب تر حلقہ لولیاہ صحت لیا کرنے کے
 قائل نہ ہو تو اس صورت میں صحیح یہ ہے کہ اس کی صحت کا بوجھ وسیع تر حلقہ لولیاہ پر
 ڈالا جائے۔ حتیٰ کہ بلاخر اس کا بوجھ ریاست کے ٹرانے پر چڑھنا چاہیے۔ کیونکہ ایک
 شری کا وسیع تر حلقہ اس کی ریاست ہی ہے۔ اس قل کا لفظ وہ صحت ہے جس میں
 ہی عقلی امور نے انہیں حکمت ہونے کی حیثیت سے قربلا ہے۔ من ترک
 تکلفی و من ترک حلا غلورقته و لنا ولوث من لا ولوث له اصل له ولوثہ
 (جمہور۔ کتب المرافض) یعنی اگر کوئی شخص بے سارا قل و میل پھرنے تو ان کی
 کفالت میرے ذمے ہے اور اگر کوئی مل و دولت پھرنے تو وہ اس کے ورثہ کے لئے
 ہے۔ اور میں لا وارث کا وارث ہوں۔ اس کی طرف سے صحت بھی دلیں گا اور اس کا

ورث بھی ہوں گا۔

اس حدیث کی رو سے ریاست ہر اس قسمی کی وارث ہے جو لا وارث مر گیا ہو اور ہر اس قسمی کی مالک ہے جس کی وصت ہوا کرنے والا کوئی نہ ہو۔ خود اصل کی رو سے بھی ایسا ہونا چاہیے۔ کیونکہ ریاست ملک میں امن کی ذمہ دار ہے، اگر وہ قتل کو روکنے میں ناہم رہی ہے تو مقتول کے وارثوں کے نقصان کی صفائی یا تو اسے قاتل کے وارثوں اور حامیوں سے کرانی چاہیے یا پھر خود کوئی چاہیے۔

وصت ہونا نہ کر سکے کی صورت میں قاتل کو کوئی قہرل سزا دینے کا ثبوت کتب و سنت میں مجھے نہیں ملتا۔ اس بارے میں سلف سے کوئی معتبر قول معتقل ہوا ہے۔

وہ یہ بات اسلامی تصور عدل کے خلاف ہے کہ عدالتی فیصلے کے بعد کسی کو سزا کے صواب کرنے یا بدلنے کا اختیار حاصل ہو۔ عدالت اگر قانون کے مطابق فیصلہ کرنے میں غلطی کرے تو ایسا مورد حکومت کی مدد کے لئے پہلی کونسل کے طرز کی ایک آخری عدالت مرقمہ قائم کی جاسکتی ہے جس کے طور پر سے وہ ان بے نقصان کا تذکرہ کر سکے جو پہلے کی عدالتوں کے فیصلوں میں پائی جاتی ہوں مگر ”مقررہ رحم“ کی بنا پر عدالت کے فیصلوں میں ردوبدل کیا اسلامی نقطہ نظر سے بالکل غلط ہے۔ یہ ان بادشاہوں کی عقل ہے جو اپنے اور دیگر شاہنشاہوں کی رکھنے کے مدی تھے یا عدلوں پر اس کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے۔

(ترجمان القرآن۔ رمضان، شوال ۱۴۰۵ھ۔ جون و جولائی ۱۹۸۵ء)

قتل خطا اور اس کے احکام

سوال: ”ایک چانداری نے غلطی سے ایک خریدار کو غلط دوا دے دی جس سے خریدار خود بھی ہلاک ہو گیا اور وہ مصوم بچے (جن کو خریدار نے دی دوا بے ضرر سمجھ کر دے دی تھی) بھی ضائع ہوئے۔ یہ غلطی چانداری سے بالکل بغیر منت ہوئی۔ خون ہمارا اور خدا کے ہاں صفائی کی لب کیا نکال ہے؟ نیز یہ کہ خون ہمارا صاف کرنے کا کون ہمار ہے؟“

جواب : اسلامی قانون میں قتل کی پادشہیں ہیں۔ جو "غلا" شہ جو "نور" اور "ج" میں
 تھیں میں سے کسی کی تعریف میں نہ آتا ہے۔ یہ فعل جس کا ارتکاب اس پادشہ سے
 ہوا ہے، پہلی قسموں میں شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ جو "نور" شہ جو "نور" میں
 نہیں ہے، اور یہ قتل غلا بھی نہیں ہے، اس لیے کہ قتل غلا کی تعریف یہ ہے کہ کوئی
 کسی کا خون ہتھیار کو کسی "د" سری جج پر چلائے مگر قتل سے وہ لگ جائے کسی انسان کو
 شہ "د" مارا نہ چلتا تھا لب ظاہر ہے کہ یہ فعل جو قسم "ی" میں آتا ہے جس میں
 سرے سے کسی کو ضرر پہنچا مقصود "ی" نہیں ہو "آ" نہ کوئی ضرر دینا جج چلائے ہوئے
 اس فعل کی جاتی ہے، بلکہ جو لے سے "ا" غفلت سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

لیکن فقہائے اسلام نے اس پر قسم کا حکم بھی دی قرار دیا ہے کہ قرآن مجید
 میں قتل غلا کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی اگر عقل اسلامی حکومت کا ضری ہو تو قاتل
 کو کٹاؤ بھی نہ ہو گا اور خون بہا بھی۔ کٹاؤ تو خود قرآن میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ وہ ایک
 سو من قحط کو کٹاؤ کرنا ہے اور یہ "د" سینے کے دوا سے دیکھا ہے۔ نہ اٹھوں بہا تو اس
 کی کوئی مقدار قرآن میں نہیں بتائی گی۔ مگر احادیث سے یہ بات جواز ثابت ہے کہ
 قتل غلا کے لئے یہی حکم ~~قرآن مجید~~ نے سوائے خون بہا مقرر فرمایا تھا جن کی قیمت اس
 (قرآن مجید میں دس ہزار درہم کے برابر تھی۔ ۱۰ ہزار درہم = ۲۲ سیر ۴ پونڈ ۱۲ پونڈ
 پھلی)

یہ خون بہا کا مسئلہ اس لیے جیسا کہ لکھا ہے کہ قرآن مجید میں اس کا حکم دیا
 گیا ہے اور صاف ارشاد ہوا ہے کہ لفظ سے قتل غلا کی معنی حاصل کرنے کے لئے
 کفار کے ساتھ اس کا لڑنا بھی ضروری ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ قانون قتل غلا کی
 کوئی "د" سری سزا دے "طوا" دے "تہ" ہو یا "تہ" تو چاہتا ہو اس کفار سے اور انہوں کا بدل
 نہیں ہو سکتی جو آخرت میں ایک مسلمان کو خدا کے حضور بری گزارنے کے لئے
 ضروری ہے۔ اس لیے ہم ذرا وضاحت کے ساتھ فرمایا کے کھڑے کو یہاں بیان
 کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اس سے ٹھیک ٹھیک واقفیت ہو جاتی۔

۱۔ فرمایا لڑا کرنے کی سزا دینی شریعت نے صرف قاتل پر نہیں دلی ہے بلکہ
 اس کے ساتھ "کو اس کے ساتھ برابر کا شریک کیا ہے۔

۱۔ "عائد" سے مراد قبضے حقیق کی حقیق کے مطابق ایک شخص کے اہول و انصار ہیں۔ اگر وہ شخص کسی سرکاری عہدہ کا آئی ہو تو اس عہدے کے تمام عوارض اس کے عائد ہیں۔ دوسرے درجہ آخر درجہ سرکار اس کی صحت ہوا کہ

۲۔ عائد ہر قتل غلامی صحت کا یہ ہر اس لیے نہیں دیا گیا ہے کہ ایک شخص کے گھر کی سزا سب کو دی جائے بلکہ اس لئے دیا گیا ہے کہ ایک بھائی ہر امیلا ہر ہر گھر آچا ہے اس کی ذمہ داری ہوا کہ اس میں اس سے قریبی شخص رکھتے والے سب لوگ اس کا ہاتھ بچائیں اور تھا اس پر لگا ہوا نہ چ جائے کہ اس کی کمر توڑ دے۔ یز جس خاندان کو اس کی قلعی کی وجہ سے جانی نقصان پہنچا ہوا ہے اس کی جانی بھی آسانی سے ہو جائے یہ ایک طرح کا صحت دانی کھل لٹ چھو ہے ہر ہر اس شخص کی مدد کے لئے اس کے وسیع علقہ انکارب سے حاصل کیا جاتا ہے جس سے کوئی ممکن قلعی سرحد ہو جائے ہم اس کو اخلاقی انشورنس سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

۳۔ عائد سے ہر ہر خون ہر ایک وقت دوسری نہیں کیا جائے گا بلکہ تین سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کر کے لیا جائے گا۔ اگر عائد کی وصیت کو پیش نظر رکھا جائے تو ادا کیا جاسکتا ہے کہ فی کس دو تین آگے پھوار سے زیادہ چھوٹے کا ہر کسی شخص پر نہیں چ سکتا۔

۴۔ یہ چھوٹے صرف مہوں سے لیا جائیگا عائد میں عورتیں شامل نہیں ہیں۔

۵۔ خون ہر لینے کے حقدار متعلق کے وارث ہوتے ہیں۔ جس گھروے سے میراث تقسیم ہوتی ہے اسی گھروے سے یہ رقم بھی وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔

۶۔ متعلق کے وارث فی خون ہر صاف کرنے کے حقدار ہیں اور یہ مطابق قرآن کی زبان میں ان کی طرف سے قاتل پر صحت ہے۔

۷۔ ان احکام پر اگر کوئی شخص غور کرے تو وہ بلا تامل یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ طریقہ اخلاقی و انسانی حیثیت سے موجود ان قانون کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے۔ اس

میں ایک طرف ۶۰ درجن کا کٹا ہوا اس شخص کے دل کو پاگ کرتا ہے جس کی غفلت یا غلطی سے ایک ہلکا خلیج ہوئی۔ ”سری طرف ہی کٹا ہوا اس پاس کے سب لوگوں کو چمکا کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنی غلطیوں اور غفلتوں میں جگا ہونے سے بچیں۔ اس میں ایک طرف ہوں بے گناہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس عہدوں کے آئس پے چھے جائیں جس کا ایک فرد قاتل کی غلطی کا شکار ہوا ہے۔ ”سری طرف اس طوفان بھلا کا بارعائد پر وال کر اس کی لاش کو آسمان بٹا دیا گیا ہے۔ پھر یہ لوگ صحت کی مشورک اور داری ایک طرف عائد کو چمکا کرتی ہے کہ ”اپنے آفریقہ کی مگرانی کریں“ تو ”سری طرف یہ ہر فرد میں یہ احساس بھی پیدا کرتی ہے کہ ”ایک ہر فرد اور شریک دنیا و راحت برمودی سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ اپنی برمودی سے جس میں ”کے رہا کے کارے ہاتھ۔“

(از علی المیزان ذی الجہاد صحیحہ۔ خبر صحیحہ)

دشوت اور اضطراب

سوال : حالت اضطراب کیا ہے؟ کیا اضطراب کے بھی علامات اور ماحول کے لحاظ سے تشکیف درجہ ہے؟

جواب : مہجہ حالات اور مہجہ ماحول میں کیا مسلمانوں کے لئے کسی صورت میں بھی دشوت چار ہو سکتی ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے دشوت کی ایک جامع تعریف بھی بیان کر دیجئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس قسم کے مہجہ دشوت کی تعریف میں آتے ہیں۔

جواب : اضطراب یہ ہے کہ کوئی کو شریعت کی حقہ کی ہوئی حدود سے کسی حد پر قائم رہنے میں ناقص بدداشت نقصان یا تشکیف لاقی ہو۔ اس مہجہ میں کوئی اور کوئی کی وقت بدداشت کے درمیان بھی فرق ہے اور حالات اور ماحول کے لحاظ سے بھی بہت کچھ فرق ہو سکتا ہے۔ اسی لئے اس امر کا فیصلہ کرنا کہ کون شخص کس وقت کن حالات میں خطر ہے، خود اس شخص کا کام ہے جو اس حالت میں جگا ہو۔ اسے خود ہی لفظ

قلبی سے ڈرتے ہوئے اور آخرت کی بے خبری کا احساس کرتے ہوئے یہ رائے قائم کرنا چاہئے کہ کیا وہ واقعی اس درجہ مجبور ہو گیا ہے کہ خدا کی کوئی حد توڑ دے؟
 نہ تو یہ حالت ہوں یا کسی اور قسم کے حالت، رخصت لینا تو ہر محل حرام ہے البتہ رخصت دینا صرف اس صورت میں ہی طے اضطراب چاہو ہو سکتا ہے جبکہ کسی شخص کو کسی ظلم سے اپنا جائز حق حاصل نہ ہو رہا ہو اور اس حق کو چھوڑ دینا اس کو بالکل برداشت نہیں پہنچتا ہو اور لوہ کوئی اختیار حاکم بھی مہیا نہ ہو جس سے شکایت کر کے اپنا حق وصول کرنا ممکن ہو۔

رخصت کی قریب یہ ہے کہ جو شخص کسی خدمت کا معلقہ بناتا ہو وہ اسی خدمت کے حلقے میں ان لوگوں سے کسی نوعیت کا فائدہ حاصل کرے جن کے لئے یا جن کے ساتھ اس خدمت سے تعلقی رکھنے والے سہولیات اہم دینے کے لئے وہ بہرہ ہو قطع نظر اس سے کہ وہ لوگ بر ضرورت اسے وہ فائدہ پہنچائیں۔ یا مجبور نہ ہو۔
 جو عہدہ دار یا سرکاری ملازمین حقے تنہاکہ کو اس قریب سے خارج کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ قلعی پر ہیں۔ ہر وہ شخص چاہتا ہے جو کسی شخص کو ہرگز نہ ملتا اگر وہ اس منصب پر نہ ہو کہ البتہ جو حقے کڑی کو خاص شخص دولہا کی عیاں نہیں ملتا وہ اس منصب پر نہ ہو یا نہ ہو وہ چاہتا ہے۔

(ترجمہ انگریزی۔ رخصت، شوال ۱۳۵۵ء۔ جولائی ۱۳۵۶ء)

دارا کفر میں مقیم مسلمانوں کی مشکلات

سوال : برطانیہ کے قیام کے دوران میں حکام شریعت کی پابندی میں کچھ محدود ذیلی دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ یہ وہ کرم گنج رہنمائی فرما کر صحت فرمائیں۔

۱۔ پہلی دولت طہارت اور نلکا کے بارے میں ہے۔ کچھ سوئے ہوئے بچے اپنے ہونٹوں سے لٹکا دیتا ہے۔ اب اگر خرمیں کھوجتے ہوئے رخ طہارت کی ضرورت پڑے تو ہر جگہ انگریزی طرز کے بیت اللہ بنے ہوئے ہیں، پہلی کھڑے ہو کر ہی طلب کرنا پڑتا ہے اس سے

کپڑوں پر چھوٹے پٹا لٹکی ہے۔ اہلیت کے لئے صرف کھڑے سر ہوتے ہیں ایک بگے عمر کا وقت ہو جانا ہے۔ اس وقت پانی کسی عام جگہ دستیاب نہیں ہو سکتا اور قیام گاہ تک آنے جانے کے لئے رحمت کے علاوہ کم از کم ایک شنگ غریب ہو جانا ہے۔ نماز کے لئے کوئی پاک جگہ بھی نہیں مل سکتی۔ ہر ٹکڑے میں گوبلی اور لونا سرور ہیں مگر پتھوں کی وجہ سے آسٹھا نہیں ہو سکتا۔ اہلیت دھو کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس میں بھی یہ وقت ہے کہ پانی نہیں ہے نہ گرم ہاتھ دھونے سے ملے کر سر کے مساج تک تو خیر ہاں (اگر دیہی تھیں) میں کام ہو جاتا ہے۔ لیکن پتھوں دھونے کے لئے ہاں پر رکھے پڑھتے ہیں ہر پہلی کی معاشرت کے لحاظ سے اختلافی معیوب ہے۔

دوسری دشواری یہ ہے کہ یہاں لوگ عام طور پر کتے پالتے ہیں۔ طاقت کے وقت پتلے کتے ہی استقبال کرتے ہیں اور کپڑوں کو نہ لگاتے ہیں۔ اختلافی کو غسل کے باوجود اس صورت سے بڑا ملل ہے۔ کیا ایسی صورت میں مردوں اور کپڑوں کو بار بار دھولیا جائے؟

تیسری وقت یہ ہے کہ دھاتر میں عموماً عورتیں غلام ہیں۔ خدوہ کے وقت وہ مسافر کے لئے ہاتھ پیراتی ہیں۔ اگر ہم ہاتھ نہ لائیں تو اسے وہ اپنی توہیں سمجھتی ہیں۔ اسی طرح راستوں میں بھی اتنی بھیر ہوتی ہے کہ اگر پیڈل چلتے ہوئے ہم نگاہیں رکھیں تو دھانگ جانے کا ہر وقت غلو رہتا ہے۔

چوتھی بات سینما سے متعلق دریافت طلب ہے۔ یہاں بعض سینما ایسے ہیں جن میں صرف دنیا کی خبریں دکھائی جاتی ہیں یا دنیا کے بعض اہم واقعات پر وہ فلم پر دکھاتے ہیں۔ خلاصہ یہی ہیں کہ 'اہل' اہم کام جملہ کراٹھا اس کے کرنے کی فلم دکھائی گئی تھی۔ اسی طرح بعض اوقات کارٹون دکھاتے جاتے ہیں اور ان میں ایسی

فعلیں دکھائی جاتی ہیں جن کا دماغ میں کہیں وجود نہیں ہے۔ اس

طرح کے مسطوطی قلم دیکھنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

جواب: آپ کے دماغ کو چمڑا کر ایک کڑی لڑائی کر سکتا ہے کہ وہی من دیکھنے والے مسطوطی کو دہرا کھز کے قیام میں کیسی دستوں سے چمڑا ہونا چاہتا ہے اور اس سے آوی کی کچھ میں یہ بات بھی آ سکتی ہے کہ عدوتہ فقرہ نے مسطوطی کے لئے دہرا کھز میں رہنے اور شغوی یہ کہنے کو کہیں کبھی کما حقہ اور کس لیے یہ شہرہ لکھی تھی کہ اگر کوئی شخص بغض و نفرت وہاں جا کر رہے تو کم از کم سال میں ایک مرتبہ ضرور وہاں آئے۔ آپ نے جن مشکلات کا ذکر کیا ہے ان کا حل عقلمندانہ ذہن میں چلی کیا جاتا ہے۔ جہاں بیٹھ کر غصہ کرنا ممکن نہ ہو وہاں کھڑے ہو کر کہنے میں مضائقہ نہیں۔ اگر اعتقاد یہی ہلے تو کھڑے چوبیسوں سے چلے جاسکتے ہیں۔ اگر باہر کہیں رفع حاجت کر کے چلی استعمال کرنا ممکن نہ ہو تو کھڑے استعمال کر لیں۔ اور بعد میں قیام نگاہ آ کر پانی سے استنجا کریں۔ وضو اگر باہر کرنا چاہے اور پانی وصول نہ ہو تو بڑیوں یا بڑیوں سمیت جلتے یا سجا کر لیں۔ ملا چمڑے کے لئے اس امر کے علم کی ضرورت نہیں ہے کہ جگہ پاک ہے، جگہ پر فلک جگہ کو پاک ہی سمجھا جاسکتا ہے جب تک کہ اس کے چاک ہونے کا علم نہ ہو۔ اس لئے محض فلک اور دھم کی بنا پر لڑنا تھا کرنا درست نہیں۔ اگر طبیعت کا دھم دور نہ ہو تو پہاڑی کوٹ انکار کر کہیں پچھا لچھے اور اس پر چمڑا لچھے۔

سو کہیں سے اس ملک میں پتلا سخت مشکل ہے۔ آپ اگر کو غش کے پتھر کو نہ چا سکیں تو جس جگہ ان کا نہ لگ گیا ہو وہاں وضو کرتے وقت رفع و سماں کے لئے بس پانی کے چھوٹے سے لیا لچھے۔

سو عورتوں سے ملاقات کے وقت بہت شائستگی سے کہہ دیا کیجئے کہ ہماری تنصیب میں عورتوں سے ہاتھ ملانا صحیح ہے۔ اس لئے آپ یہاں نہیں آ رہے ہیں اگر میں ہاتھ نہ ملاؤں۔ غصہ ہر کے سنی لگا لچھی کرنے کے میں بلکہ لگا چلنے کے ہیں۔ آپ خواہ لڑائی گھر کر کسی عورت کو نہ دیکھیں۔ ایک لگا چمڑا جانے تو

بارہ سہری بار لکھ نہ (اٹھیں۔ لکھ کو چٹا کر لی شکل ہم نہیں ہے۔ صرف نظر کے ذریعے کو تھوڑا سا ہل لیتا کھن ہو جاتا ہے۔

جس سینا میں طی یا واقعی فلم دکھائے گئے ہوں اس کے دیکھنے میں مضائقہ نہیں۔ ہمارے ملک میں تو سینا پوس چٹا بھلے طور ایک موضوع بحث ہے اس لیے طی اور واقعی فلم دیکھنے کے لئے بھی اس غرابت میں قدم نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن تین کپ چاہیں تو اس طرح کے فلم دیکھ لیں۔

(ترجمہ المیزان۔ رمضان 'شوال' ۱۳۵۵ھ۔ جون 'برہانی' ۱۳۵۵ھ)

جرموں پر سح

سوال: سوزوں اور جرموں پر سح کے بارے میں علماء میں اختلاف پلا جاتا ہے۔ میں کچھ کل تعلیم کے سلسلے میں سٹاٹ لینڈ کے شکی حصے میں مقیم ہوں۔ یہاں جائزے کے موسم میں سخت سہری ہوتی ہے 'اور کوئی جراب کا ہر وقت پہنا جاتا ہے۔ کیا ایسی جراب پر بھی سح کیا جاسکتا ہے؟ براہِ اولیٰ اپنی تحقیق احکام شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

جواب: جہاں تک چلوے کے سوزوں پر سح کرنے کا تعلق ہے اس کے جواب پر قریب قریب ہم کل سخت کا اتفاق ہے۔ مگر سوئی اور کوئی جرموں کے معاملہ میں علماء ہمارے فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ سوئی ہوں 'اور شفاف نہ ہوں کہ جن کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے' اور وہ کسی قسم کی بدوش کے بغیر خود قائم نہ کیجیں۔

میں نے اپنی اس کتاب تک یہ شرط کرنے کی کوشش کی کہ جن شرایہ کا ملنا کیا ہے مگر سخت میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی۔ سخت ہے جو کہ عورت ہے وہ یہ ہے کہ اس کی ~~سوزوں~~ نے جرموں اور بدوشوں پر سح فرمایا ہے۔ نسائی کے سوا کتب سنن میں اور مسند احمد میں منجھویں شعبہ کی روایت موجود ہے کہ نبی ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ نے وضو کیا اور مسح علی الجوبین والنعین اپنی جرموں اور بدوشوں پر سح فرمایا۔ ابو داؤد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ عداۃ بن مسعودؓ برائے ابن عباسؓ 'اے ابن عباسؓ! بولنا: "سبح"

یہ سہ نور مٹا ہی صحت نے برہوں پر مس کیا ہے۔ نیز حضرت مرور ابن عباسؓ سے بھی یہ فعل سہی ہے۔ بلکہ کاتی نے ابن عباسؓ اور انسؓ بن مالک سے نور ملوی نے لوس بن ابی لوس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے صرف ہوتوں پر مس فرمایا ہے اس میں برہوں کا ذکر نہیں ہے۔ نور بھی عمل حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے۔ ابن کثیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف براب نور صرف ہوتے نور برہوں پہنے ہوئے ہوتے، مس کرنا بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح ہارے کے سونوں پر مس کرنا۔ ابن روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی ﷺ نے فحشاء کی تجویز کردہ شرکاء میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو۔ نور نہ یہی ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ ابن برہوں پر حضور ﷺ نے نور نہ کوہ بلا صحابہ نے مس فرمایا کس قسم کی جہیں۔ اس لئے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فحشاء کی حالت کہ ابن شرکاء کا کوئی مانع نہیں ہے۔ نور فحشاء پر نہ شریع نہیں ہیں اس لئے ابن کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گناہ نہیں ہو سکتا۔

اہم حاشیہ نور لام ابو کی روایت یہ ہے کہ برہوں پر اس صورت میں کوئی مس کر سکتا ہے جبکہ کوئی ہوتے ہوئے سے پہنے ہوئے لیکن لوہے بنی صحابہ کے آثار نقل کیے گئے ہیں ابن میں سے کسی نے بھی اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔

مس علی الفطینین پر نور کر کے میں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ عجم کی طرح ایک سہولت ہے جو اہل ایمان کو ایسی حالتوں کے لئے دی گئی ہے جبکہ وہ کسی صورت سے پہنیں (اصل کے رکھتے پر مجبور ہوں نور بار بار پہنیں دھوئیں ان کے لئے موجب نقصان یا وجہ مخالفت ہو۔ اس روایت کی بنا اس مطلوب سے نہیں ہے کہ طہارت کے بعد سونے پہن لینے سے پہنیں نہایت سے محفوظ رہیں گے اس لئے ابن کو دھونے کی ضرورت پڑتی نہ رہے گی۔ بلکہ اس کی بناء فحشاء کی رحمت ہے جو بدوں کو سہولت عطا کرنے کی عفتی ہوئی۔ قلنا ہر وہ چیز جو سہوی سے یا راستے کے گرد غبار سے بچنے کے لئے یا پہنوں کے کسی دھم کی مخالفت کے لئے کوئی پہنے نور جس کے بار بار اندازے نور پھر پہننے میں کوئی کو رحمت ہو اس پر مس کیا جا سکتا ہے خواہ وہ کوئی براب ہو یا سوتی ہارے کا ہوتا ہو یا کچھ لا یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پہنوں پر لپیٹ کر ہاتھ

لایا گیا ہو۔

میں جب بھی کسی کو وضو کے بعد مسح کے لئے پاؤں کی طرف ہاتھ بٹھانے دیکتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ ہاتھ اپنے خدا سے کہہ رہا ہے کہ ”معم ہو تو انہی یہ سونے کھینچ لیں اور پاؤں دھو لیں“ مگر چونکہ سرکارِ ہی نے رخصت عطا فرما دی ہے اس لئے مسح پر اکتفا کرتا ہوں۔ ”میرے نزدیک دراصل یہی سنی مسح علی القدمین و فیہو کی حقیقی معنی میں ہے اور اس معنی کے اعتبار سے وہ تمام چیزیں یکساں ہیں جنہیں میں ضروریات کے لئے کوئی چنے چننے کی رعایت طوطا دیکھ کر مسح کی اجازت دینی مکتبی ہے۔

(ترجمان القرآن: رمضان، شوال ۱۴۰۵ھ۔ جون، جولائی ۱۹۸۵ء)

قلیبین کے قریب منقبات میں نماز روزے کے لوازمات۔

سوال: میرا ایک لڑکا رنگ کے سطلے میں انگلیں کیا ہوا ہے آج کل وہ ایک لڑکی جگہ قیام رکھتا ہے جو قلب ثقلی سے بہت قریب ہے وہ نمازوں اور روزوں کے لوازمات کے لئے ایک اصولی ضابطہ چاہتا ہے۔ بارش، ہل اور دھند کی کثرت سے وہی سورج یا مہموم بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ بکیر دن بہت جلد ہوتے ہیں، ابھی بہت چھوٹے بعض منقبات میں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب میں میں گھٹے کا فصل ہوتا ہے تو کیا ایسی صورت میں میں گھٹے یا اس سے دائرہ کا دائرہ رکھتا ہوں گا؟

جواب: جن منکب میں چھ میں گھٹے کے اندر طلوع و غروب ہوتا ہے، ان میں خواہ دن اور رات چھوٹے ہوں یا بڑے، نمازوں اور روزوں کے لوازمات انہی قاعدوں پر مقرر کیے جائیں گے جو قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں۔ یعنی فجر کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے، عصر کی نماز زوال آفتاب کے بعد، عصر کی نماز غروب آفتاب سے قبل، مغرب کی نماز غروب آفتاب کے بعد، اور عشاء کی نماز چھ رات گزر جانے پر۔ اسی طرح روزہ ہر محل مساجد صلیق کے حضور، شہر ہو گا اور غروب آفتاب کے بعد، روزہ گزار کیا جائے گا۔ جہاں عشاء عصر یا مغرب و عشاء میں فصل ٹھکن نہ ہو وہاں بیچ میں اسد تین کر لیں۔

آپ کے صاحبزادے اپنی سولت کے لیے انگلستان کی رسدگاہ سے دریافت کر لیں کہ ان کے سہیلے میں آئلب کے طبع و خوب اور ندی کے لوقات کیا ہیں۔ پھر ان لوقات کے لحاظ سے اپنی نذرانوں کے لوقات طرز کر لیں۔

روزے کے لئے وہی کے دن کی پہلی سے گھرانے کی ضرورت نہیں۔ ان اصول نے روس کے شہر بلگر کے مصلح کشا ہے کہ گری کے نذرانے میں سب وہ وہی پہنچا ہے۔ تو رمضان کا مہینہ تھا اور اظہار کے وقت سے لے کر صبح صلیح کے ظہور تک صرف وہ گھنٹے کا وقت تھا۔ اسی ضرورت میں وہی کے مسلمان اظہار بھی کرتے اٹھتا بھی کھاتے اور صوم کی نذر بھی چھ لیتے تھے۔ نذر صوم سے خارج ہو کر کچھ اور نہ گزرتی تھی کہ صبح صلیح ظاہر ہو جاتی اور پھر پھر کی نذر چھ لی جاتی تھی۔

(ترجمان القرآن۔ رمضان، شوال، ذی الحجہ۔ جون، جولائی ۱۸۸۸ء)

برطانیہ میں ایک مسلمان عالم علم کی مشکلات

سوال : یہی آکر میں کچھ عجیب سی مشکلات میں جکڑا ہوا گیا ہوں۔ سب سے زیادہ پریشانی کھانے کے سلسلے میں پڑی آ رہی ہے۔ اب تک گوشت سے پرہیز کیا ہے۔ صرف ہیزوں پر گزارا کر رہا ہوں۔ ہیزی بھی یہی آپ جانتے ہیں صرف اہلی ہوئی ملتی ہے۔ اور وہ بھی زیادہ تر کھو اڑا ہوں بھی کیاب ہے۔ اور پھر اس پر راضی ہوتی ہے پہنچنے میں وہ تین لمبے مل سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب نام درنگ مسجد (مکمل) سے ملک انہوں نے یہ بتایا کہ کلام پاک کی رو سے ایک تو سور کا گوشت حرام ہے۔ دوسرے خون، تیسرے مواد اور چھتے وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہی تک یہی کے طریقہ ذبح کا تعلق ہے اس سے شہ رگ کٹ جاتی ہے اور سارا خون نکل جاتا ہے۔ چونکہ اس خون کا لکھا طبعی نقطہ نظر سے ضروری ہے۔ لہذا اس کا یہی خاص یہی رکھا جاتا ہے۔ البتہ یہ ضرور سمجھ ہے کہ گھرانے پوری طرح لگ کر دی جاتی ہے۔ لیکن کلام پاک میں اس سلسلے میں کوئی مہارت وارد نہیں۔

دوسرے یہ کہ یہاں چاروں کسی کے ہم پر قیاس نہیں کیے جاتے بلکہ وہ چھوٹی
مل کی حیثیت سے بیچکوں کی تھوڑی سی تعداد فروغ ہوتے ہیں۔ اس سے وہ
یہ تجربہ کھاتے ہیں کہ غلہ کا ہم تو نہیں لیا جاتا لیکن کئی اور کامیابی ہم نہیں
لایا جاتا۔ پس وہ غیر غلہ سے مشروب نہ ہونے کی وجہ سے کھلا جاسکتا ہے۔
اس سلسلے میں ان سے بہت بکھر چکا ہے مگر طبیعت نہیں مانتی کہ یہ گوشت
چاڑھ کر سکا ہے۔

پھر کھانے میں جو سوپ دیا جاتا ہے وہ بھی بھی تو صرف بزرگوں سے بنا
ہوا ہوتا ہے، مگر کبھی کبھی ان سے اس میں ایک بکھرا گوشت کا ٹکڑا لگتا۔
تھکوت کی تو معلوم ہوا کہ بھی بھی گوشت اور بڑی لہ کر بھی سوپ دیا جاتا
ہے۔ اب مشکل یہ ہے کہ جن میں سو سو کوئی اطمینان ہے یہ سب کچھ کھا
پیا رہے ہوں وہاں وہ چار کوئیوں کا لٹکا کین کسے گا پھر کھیں پھر اور
کھانا کھانا بھی دسڑواؤں پر آتا ہے۔ ان چیزوں میں بھی حرام دھوا یا پانی کی
امیڑی ہونے کے بارے میں قوی شبہ ہوتا ہے۔ مگر ہمیں پادری حرام
کھانوں میں اشتغال ہونے والے دیکھے اٹھا کر دسڑے کھانوں میں ڈالنے
رہے ہوں گے یہ کچھ عجیب چیز کی ہے جسے حل کرنے میں مظلوم
مطلوب ہے۔

۱۔ دسری بات نعتوں کے حلقی دریافت طلب ہے۔ صبح کی تھوڑا کا وقت
۶ بج کر ۲۸ منٹ تک رہتا ہے یہ تو غلہ کے فصل و کرم سے لیا کر لیتا
ہوں۔ صبح کے لئے مشکل سے وقت ملتا ہے۔ سالانہ بارے سے لے کر اونچے
تک کھانے کے لئے وقت ملتا ہے۔ اسی ایک گھنٹہ میں گلاس سے (مسند)
تک آنے جاتے ہیں بھی وقت لگتا ہے اور اس میں دھوا اور لٹو کے لئے
بھی وقت نکالنا ہوتا۔ لیکن بہت ہی وقت ہوتی ہے نہ صبح کے لئے نہ
سے وقت ملتا ہی نہیں، کیونکہ فرصت سالانہ چار بیگ ہوتی ہے اور
سالانہ چار بیگ سے ۵ بیگ تک دولت کا کھانا ہوتا ہے اور ۴ بج کر ۲۸ منٹ
پر مطلب ہو جاتی ہے۔ کھانے کے فوراً بعد مطلب تو لیا کر لیتا ہوں، لیکن

صغیرہ جاتی ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ عمر اور صغیرہ اور مطلب اور
مصلحہ کی باتوں کو غلط کر کے جتنے کا کیا کھو ہے۔ دو گنگ مسجد کے امام صاحب
بعض اوقات باتوں کو غلط کر دیتے ہیں۔

پہلی ہم یہاں طلبہ آتے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ سمیت کل پانچ
لوگ آئے ہیں جو یہی کال لفظ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور جیسے کہ ہم کو
میں اس طرح سے یہ وقت ملتا ہے۔ ہم لفظ کا ذکر ہے کہ میں اس
بات سے کبھی نہیں سمجھتا بلکہ کچھ بات معلوم کر کے اس پر عمل بھی کرتا
ہوتا ہوں۔ اس مسائل پر میں نے پیش لفظ کو حاضر و ناظر میں کر دیا ہے
اور اس سے پیش لفظ کی توجہ رکھی ہے کہ وہ کچھ ضرور کچھ راستے کی طرف
جانت دے گا مگر پڑھی کتبوں کی وجہ سے جڑا ہوں کہ کئی لفظ
موجود نہ اعتبار کر لیں۔ اس لیے آپ سے یہ سوال کر رہا ہوں۔

جواب: آپ نے جن مسائل کے متعلق میری رائے دریافت کی ہے میں کے بارے
میں فقہاء عرض کرتا ہوں۔

۱۔ لفظ کی صحت کے لئے صرف لفظی کتب نہیں ہے کہ جانور کی شہ رگ کٹ کر
خون نکل رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس پر خدا کا نام لیا جائے قرآن
میں ارشاد ہوا ہے کہ **وَاتَذَكَّرُوا عَالَمًا بِذِكْرِ آلِ إِبْرٰهٖمَ اَلَّذِیْ عَلَّمُوْهُ** "جس پر
خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کہتے۔" آپ یہ ظاہر ہے کہ انگلستان میں جو جانور
گل کیے جاتے ہیں ان پر خدا کا نام نہیں لیا جاتا اس لئے ان کے چل ہونے کی
کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سورہ مائدہ میں **مَنْ مَّلَكَ كَلْبًا** "کو
مارے لئے جانور قلم دیا گیا ہے" مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو چھری خدا
نے مارے لئے جانور چھری ہے ایسی بھی ہم لفظ کتب کے ہاتھ سے لے کر
کہا جکتے ہیں۔ اس کا یہ میرے لئے **وَالْاٰیٰتُ عِبَادِیْ** صاحب کی رائے سے متعلق کرنا
تو ممکن نہیں ہے۔ قیادت آپ کو اپنی طرف اب کے معاملے میں جو مشکل پیش آ رہی
ہے اس کا حل ضروری ہے۔ سو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ غیر لفظی یا
باقی خدا (vagabond) پر انگلی کریں جس کا انتظام انگلستان میں ہو سکتا ہے اور

اگر گوشت لاکڑی کھوا اس میں ٹل گئے تو کھانے کے عہد سے اس کی حالت
 کر کے اس کا سہاگہ کرانچہ۔ دوسرے یہ کہ دہم کو دل سے نکل دیں۔ اور
 آپ کے سامنے دسترخوان پر پیش ہو اس میں اگر کوئی عوام شے موجود نہ ہو تو
 اسے اطمینان کے ساتھ کھا لیتے اور اس کو پیٹتے ہیں۔ اپنے دامن کو پریشان نہ کیجئے
 کہ اس میں کسی حرام کھانے کا پتہ مل گیا ہو یا اس میں کسی حرام ہتھوڑی
 چھپی شامل کر دی گئی ہو کی۔ آپ کو اپنے عمل کی بابت علم اور یقین ہے دیکھیں
 چاہئے نہ کہ ممکن اور اندیشے کی بنا پر آپ صرف اس خدا سے پرہیز کریں جس
 میں کسی حرام چیز کے شامل ہونے کا آپ کو علم ہو چاہئے۔ دوسرے یہ کہ جب بھی
 گوشت کو دل چاہے تو چھلی پر پکائیں یا بھاریں کا ذبح حاصل کریں جس کا ملنا
 انگلیں میں مشکل نہیں ہے۔

۱۔ نمازوں کے بارے میں جس مشکل کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کا حل یہ ہے کہ
 عمر کی بناء پر اگر سختی ہوا کہنے کا وقت نہ مل سکے تو صرف فرض پڑھا لیا
 کریں اور عصر کے لئے وقت ملنے کی اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو صبح کے
 ساتھ قضا پڑھا لیا کریں۔ دو وقت کی نمازوں کو مل کر پڑھنے کے مسئلے میں
 اختلاف ہے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ عمر اور صبح کے آخر وقتوں
 میں عصر کا عصر کے ساتھ اور عشاء کو صبح کے ساتھ مل کر پڑھا جاسکتا ہے۔ اور
 دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ایک وقت کی نماز کے ساتھ دوسرے وقت کی
 نماز ملنے بھی چاہی جاسکتی ہے۔ لیکن اس بات کو قریب قریب ہم طوائف اہل
 سنت نے بیہودہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص دو وقت کی نمازوں کو مل کر پڑھنے کی
 عادت بنا لے۔ کیونکہ اس طرح تو عملاً "پانچ وقت کے نیچے وقت ہی میں کرنا
 پڑھتے ہیں۔ لہذا آپ اس سے تو پرہیز کریں" بہت دہب بھی عصر کی نماز پڑھنا
 ممکن نہ ہو اسے قضا پڑھا لیا کریں۔

مجھے افسوس ہے کہ ہندی حکومت جن لوگوں کو تعلیم و تربیت کے لئے باہر
 بھیجتی ہے ان کی مذہبی ضروریات کے لئے کوئی اہتمام نہیں کرتی۔ اگر سرکاری
 طور پر اس کی فکر کی جاتی تو انگلیں میں ہارے طلبہ کے لئے حلال خدا کا بھی

انہم ہو سکا تھا اور انہوں نے بھی اس کو وقت دلوایا جا سکا تھا۔
(ترجمان المکران) (جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ و ۱۰۱)

اختیار ایہون القلیبتین کا شرعی حکم

سوال: "اختیار ایہون القلیبتین" (دو ہاتھوں میں سے کم دوسے کی بنا کو اختیار کرنے کا مسئلہ) ایک خطے میں مجھ کو حرم سے ٹک رہا ہے۔ آج کل اس مسئلہ کا اشتغال مجھ اس طرح ہو رہا ہے کہ وضاحت ضروری ہو گئی ہے۔

ہم مسلمانوں میں سے چٹائی کے حضرات (جیسے طلبہ و دہے) مولانا حسین امروہیؒ اور مولانا ابو القاسم گزالیؒ کا رجحان اسلامی کے پیش کردہ نصب العین سے اختلاف ایک ایسا سوال ہے جس پر میں طاقی دل میں برابر غور کرتا رہا ہوں۔ میرا خیال یہ ہوا کہ ان حضرات کی نگاہ میں اس نصب العین کو ترک کرنا ایہون ہو گا لہذا انہوں نے ترک کیا اور رجحان اسلامی کے نزدیک اس کا قبول کرنا ایہون ہو گا لہذا اس نے اسے اختیار کر لیا۔ میں اس سوچ چار میں تھا کہ ترجمان المکران میں مولانا علی کی ایک تحریر چھپی جس میں واقعی یہ تحریر موجود تھا کہ ایہون القلیبتین کو انہوں نے اختیار کر لیا ہے۔ اس پر مجھ کو حیرت ہوئی پوری بات اور آگے چلی کر کھلی باب صحائف "اخلاقی" میں ہمیت کی پالیسی کے حلقے مولانا کا یہ بیان فکر سے گزرا کہ کانگریس اور کیونسٹ جو وہ شخص تھیں جن میں سے ہم نے ایہون یعنی کانگریس کو اختیار کیا ہے۔

میں یہ سمجھتا تھا کہ قرآن نے حاجت اضطرار میں سوز کا گوشت کھا لینے کی اجازت دی ہے وہاں شخص سے مراد اس حرام کے ترک یا اختیار کی وہ تہلیل مورد نہیں ہیں۔ یعنی یا تو کوئی سوز کھا کر جان بچائے یا نہ کھا کر مقام عزیمت پر قائم ہونے کی تعلیم حاصل کرے۔ لیکن کیا اس سے یہ بھی مراد ہے کہ وہ حرام چیزوں میں سے ایک کو ایہون سمجھ کر منتخب کیا جائے۔

مثلاً ایک طرف سور کا گوشت ہو اور دوسری طرف گدھ کا گوشت تو کیا ایک
 جگہ سے مرنے والا جان سوچے گا کہ سور کا گوشت زیادہ نیکلے گا اور گدھ
 کا گوشت زیادہ بھگم ہے لہذا انہوں گدھ کا گوشت ہو؟

جواب : اعتبار انہوں نصیحتیں سے ملتا ہے کہ جب وہ جانور کھان میں سے کسی
 ایک کا اعتبار کرنا چاہے تو ان میں سے وہ اعتبار کیا جائے جو کہ کم ضرر ہے یا
 جانور کھم ہو۔ اس میں شرط اول یہ ہے کہ خیر کی رو یا نیکلے ہو اور اسے اعتبار کرنے
 کا قصہ کوئی انسان نہ ہو۔ صرف اسی صورت میں آدمی کے لئے انہوں نصیحت کو اعتبار
 کر جانور ہو سکتا ہے۔ دوسرے خیر کی رو یا نیکلے بھی انسان ہو تو وہ شخص غصہ ہو گا جو شخص
 اپنی کم مائی کی خاطر اپنے آپ کو وہ جانور کھان میں سے کسی ایک میں جلا کر دے۔
 دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جانور کھان میں سے ایک کو انہوں میں سے کسی نہ سمجھا گیا
 جائے بلکہ اصول شریعت کے لحاظ سے دیکھا جائے کہ اسلامی نقطہ نظر سے کس جانور
 انہوں اور کس کو اشد قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً میں آپ ہی کی دی ہوئی مثال کو لیتا
 ہوں۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص سخت بھوک میں مبتلا ہے اور موت سے بچنے کے
 لئے اس کے سامنے صرف دو ہی غذاؤں موجود ہیں "ایک سور کا گوشت" دوسرے گدھ
 کا گوشت" اب اگر وہ اسلامی نقطہ نظر سے فیصلہ کرے تو بلاشبہ گدھ کا گوشت انہوں ہو
 گا کہ کہیں کہ اس کے حرام ہونے کی صراحت قرآن میں نہیں کی گئی ہے بلکہ حدیث
 میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے جس کا اطلاق گدھ پر بھی ہوتا ہے۔ "مثلاً کوئی جانور
 کھان کسی بے گتہ کی جان کے درپے ہوا اور وہ سور ہو یا بکرا آپ کے پاس پڑے
 اور آپ کسی طرح تو کر اس بے گتہ کو نہ بچا سکتے ہوں۔ اسی صورت میں اگر وہ کھان
 آکر آپ سے اس کا پتہ ہو چھو تو آپ کے لئے وہ صورتیں ممکن ہوں گی۔ یا تو
 بھوت بھل کر اس کی جان بچا لیں۔ یا اس کا پتہ بنا کر اسے قتل کے لئے پیش کر دیں۔
 ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھوت بھلا انہوں ہے۔ کہیں کہ بچا نہ لے سکے ایک شہید
 تو برائی یعنی "قتل مظلوم" لازم آتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس جواب سے آپ کی
 تسکین ہو جائے گی۔

(ترجمان القرآن۔ مہینہ شعبان ۱۳۸۵ھ۔ اپریل ۱۹۶۵ء)

پوسٹ مارٹم، شق صدر، اور لفظ "دل" کا قرآنی مفہوم

سوال: اسلامی حکومت میں نعشوں کی چھ بچاؤ (Post Mortem) کی کیا صورت اختیار کی جائے گی؟ اسلام تو لاشوں کی بے حرمتی کی اہانت نہیں دیتا۔ پوسٹ مارٹم وہ قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک (Mortuary) لاشوں کو تحقیق کے لئے "دوسرے علم الامراض کی (Forensic) ضروریات کے لئے" مقرر ہے کہ اصل لاش کی جگہ لاش کا میت اسلامی حکومت میں نہ ہو، لیکن سوخ لاش کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس طریقے سے امراض کی تحقیق اور طبی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب: مانا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جسد مبارک چاک کیا گیا تھا اور اس کو تمام گناہوں سے پاک کیا گیا تھا تاکہ نبوت کے نشانی کو پورا کر سکیں اور مصیبت کی صفت پیدا ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ دل لاشوں کو روشن ہو جائے۔ اچھے اور پاکیزہ خیالات دل میں آئیں اور گنہ کے خیالات نہ آئے۔ پائیں۔ یہ کمال تک پہنچا ہے؟

جواب: اسی کے ساتھ ساتھ ختم اللہ علیٰ علوہم سے یہ خیال آتا ہے کہ گواہی دینے کی ایک جگہ (Agency) ہے۔ شاید اس لئے میں جانوس کے نظریات کے تحت "دل" کو سرپرست (Guardian of the Heart) کہا جاتا تھا لیکن آج کل طبی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ دل صرف دوسری خون کو جاری رکھنے والا ایک عضو ہے۔ اور ہر قسم کے خیالات اور حسیات اور ارادوں اور جذبات کا مرکز دماغ ہے۔ اس تحقیق کی وجہ سے ہر اس موقع پر الجھن پیدا ہوتی ہے جہاں "دل" سے کوئی ایسی چیز منسوب کی جاتی ہے جس کا تعلق حقیقت میں دماغ سے ہوتا ہے۔

جواب: پوسٹ مارٹم کے مسئلے پر میں اب تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکا

ہوں۔ یہ بھی مانا ہوں کہ بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کے لئے یہ ناگزیر ہے مگر اس کے باوجود طبیعت میں سخت کراہت پاتا ہوں اور احکام شریعہ میں بھی انتہائی ناگزیر صورت کے بغیر اس کے لئے کوئی گنجائش مجھے نظر نہیں آتی۔ ہر عمل یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جسے ایک اسلامی حکومت نہیں حل علم چاہی ضرورت سے ملے نہ کر سکتے ہوں۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کے سید مہارک کے چاک کیے جانے کا مسئلہ عقیدت کے قبیل سے ہے۔ اسے سمجھنا ضرورے ہی میں نہیں ہے۔ اس لیے اس پر کسی تحقیق کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

۵۔ "دل" کا لفظ ادب کی زبان میں بھی اس معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے جس میں یہ لفظ علم تشریح (Anatomy) اور علم وظائف الاعضاء (Physiology) میں استعمال ہوتا ہے۔ ادب میں "عقل" (Reason) کی نمائندگی کرتا ہے اور اس کے برعکس "دل" جذبات و مشاہد اور خواہش اور ارادے کا مرکز مانا جاتا ہے ہم دلت دن بولتے ہیں کہ خیال دل نہیں بلکہ صوبہ دل میں یہ خیال آیا، میرا دل یہ چاہتا ہے۔ انگریزی میں (Desires of Heart and Head) کا لقب بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ الفاظ بولتے وقت کوئی شخص بھی علم تشریح و افلاک مراد نہیں لیتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا تھکا اسی تھکے کے تحت ہوا ہو جو جانوروں کی طرف منسوب ہے۔ لیکن ادب میں یہ الفاظ دل کا ہو جاتے ہیں وہ بہت اہمیت اپنے اپنے معنی کے تلخ نہیں رہتے۔

(ترجمان القرآن۔ ردب: شعبہ ۱۵ صفحہ ۱۰۰۔ پیریل: معنی ۱۱۱۱۱۱)

پوسٹ مارٹم اور دوسرے طبی مسائل

سوال: سابق خط کے جواب سے میری شکلی نہیں ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ "پوسٹ مارٹم کی ضرورت بھی مسلم ہے اور احکام شریعہ میں ضرورت کے بغیر اس کی گنجائش بھی نظر نہیں آتی۔" مگر مشکل یہ ہے کہ طبی نقطہ نگاہ سے کم از کم اس مریض کی لاش کا پوسٹ مارٹم تو ضرور ہونا

چاہئے جس کے مرض کی تحقیق نہ ہو سکی ہو یا اس کے علاوہ طبع بیکار
 طبع ہو۔ اسی طرح ”طبی قانون“ (Medical Jurisprudence) نقطہ نظر سے بھی
 نوعیت جرم کی تحقیق کے لئے پوسٹ مارٹم لازمی ہے۔ علاوہ انہی ”طبی“
 فزکالوں اور تہذیبی سرکاری کی تعلیم بھی جسد انسانی کے طبیعیات میں ہے۔ آپ
 واضح فرمائیں کہ ان صورتوں پر شریعہ شریعہ ضرورت کا اطلاق ہو سکتا ہے یا
 نہیں؟

آپ نے ایک جگہ تحریر کیا ہے کہ ”سج کل انگول کو ایک ایسا مصل
 ہونے کی حیثیت سے دوا سازی میں استعمال کیا جاتا ہے“ لیکن آپ نے دوا
 سازی کو مسلمان بنانا چاہئے گا تو انگول کے استعمال کو ترک کر دیا جائے گا۔
 لیکن کیسا ہی استعمال میں انگول کے نقطہ کا اطلاق نہ ہو اور ایسا نہیں ہوتا۔
 بلکہ یہ علم الکیما میں اشیاء کے ایک خاص گروپ کا نام ہے جس میں
 مسکرات کے علاوہ اور بہت سی چیزیں شامل ہیں ”تو کیا پھر ان سب اشیاء کا
 استعمال بھانڈو ہو گا؟ علاوہ انہی انگول کا جسم پر غاری استعمال بھی ہوتا ہے“
 کیونکہ وہ صرف عقل ہی نہیں بلکہ جرائم کش بھی ہے کیا یہ استعمال بھی
 مشروع ہے؟

تفصیل انکار میں آپ نے ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمان علما
 دوا سازی میں انگول کے بجائے شہ استعمال کرتے تھے۔ نیز آپ نے وہاں
 یہ ملاحظہ بھی دیا ہے کہ شہ کی کھس کو خاص جڑی بوٹیوں سے رس حاصل
 کرنے کی تربیت دے کر اس سے دوا سازی میں مدد لی جاسکتی ہے۔ ترقی
 فنی کے موجودہ دور میں آپ کا شہ کو انگول کا بدلہ تھوڑا کرنا اور شہ کی
 کھس کی تربیت کا مشورہ دنیا میری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔

اب میں ”تھوڑا“ چند سہولت عرض کرتا ہوں جن کے بحال کی
 ضرورت ہے۔

۱۔ کسی مریض کی ہڈی پھلنے کے لئے اس کے جسم میں خون داخل
 کرنا بعض علماء کے نزدیک بھانڈو ہے۔ آپ کی رائے اس بارے

میں کیا ہے؟

س۔ بعض دونوں کے اجزاء انسانی یا حیوانی جو عجیب، نون یا گوشت سے حاصل کیے جاتے ہیں اور بعض دو انہیں وکیل پھلی کے غدود سے نکلی جاتی ہیں۔ انہی دونوں کا استعمال شروع جواز ہے یا نہیں؟

س۔ ڈاکٹر کے لئے نہیں کا قصین یا اس کا مقابلہ جواز ہے یا اسے مریض کی مرض پر مبنی جواز ہے؟

س۔ سائنس کے مختلف شعبوں کے مطالعہ کرنے کے سلسلے میں اسلام کیا رہنمائی دیتا ہے؟

ج۔ غذاؤں اور دواؤں کی صحت و حرمت کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں؟

۱۔ مسلم علماء نے طب کو اسلام کا پابند جاننے کے سلسلے میں کیا خدمات سر انجام دی ہیں؟

جواب: ۱۔ پست مارم کے مسئلے میں "جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں" مجھے خود بڑا غلط ہے اور کوئی فیصلہ کن بات میرے لئے مشکل ہے۔ اس مسئلے کے دو مختلف پہلو ہیں جن کے تعلق ایک دوسرے سے متعلق ہوتے ہیں۔

ایک طرف شرعی احکام ہیں جو مرنے والے انسانوں کے جسم کا احترام کرنے اور ان کو عزت کے ساتھ دفن کر دینے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور اگر وہ مسلمان ہوں تو ان کی جہیز و عین کر کے ملا دینا پڑھنے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ان شرعی احکام کی تاکید ان لطیف انسانی حیثیت سے بھی ہوتی ہے جو (مثلاً) ڈاکٹروں اور ہسپتال سائنسٹس قسم کے لوگوں کے (سوائے سب ہی انسانوں میں سمجھوتہ ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی خوشی سے یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے باپ، بیٹے، بیوی، بہن اور بھائی کی لاشیں ڈاکٹروں کے حوالے کی جائیں اور وہ ان کی جڑ پھاڑ کریں۔ یا وہ سلیڈنگ کٹا کے طالب علموں کو دے دی جائیں تاکہ وہ ان کے ایک ایک عضو کا تجزیہ کریں اور پھر ان کی جڑیں سکھا کر رکھ لیں۔ اسی طرح کوئی قوم بھی یہ گوارا کرنے کے لئے چار نہیں ہے کہ اس کے لہذا اور لہذا مرنے کے بعد وہ سندھم کے تحت مٹن جاتے جائیں۔ ابھی ہاں میں

کھڑی بی اور لیاقت علی علی مرموم کئی کے شمار ہوئے ہیں۔ ”علی کاغذی“ خطہ نظر سے ضروری تھا کہ فن کاچ سند نام کر کے سبب موت کی تحقیق کی جاتی۔ مگر اس سے احتراز نہیں کیا گیا؟ صرف اس لیے کہ قوی جذبات اپنے محترم لیزوں کی لاشوں کا چرنا چارنا بدداشت کرنے کے لئے چار نہیں تھے۔

”دو سری طرف میں اور کاغذی افواض کے لئے چوست دار نام کی ضرورت ہے۔ طلب کے مختلف شعبوں کی تعلیم اور علمی تحقیقات کی ترقی کے لئے اس کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایک مدد تک قانون بھی اس کا نقصان کرنا ہے کہ قتل کے مقدمات میں سبب موت کا قیام کیا جائے۔

اب یہ ایک بڑا عجیبہ سوال ہے کہ فن دونوں مصلوحات خاصوں کے درمیان مصالحت کیسے کی جائے۔ اس کا یہ حل تو میرے نزدیک سخت کمزور ہے کہ امیہوں اور غریبوں ’ بڑے لوگوں اور پھولے لوگوں ’ خانہ فون و فون اور لادلوں کی لاشوں کے بارے میں عدالتے پاس دو مختلف معیار و معیار اور دو مختلف طرز عمل ہوں۔ اس لیے لامل اس کا کوئی اور ہی حل سمجھتا ہوں کہ مگر وہ حل کیا ہو ”اس باب میں میری قوت فیصلہ بالکل عاجز ہے۔ یہ چیز کسی ایسی مجلس میں زیر بحث تلی چاہئے جس میں طلبے دینی بھی شامل ہوں اور شعبہ طب اور شعبہ عدالت کے نمائندے بھی۔ لیکن ہے یہ لوگ سرحد ذکر اس کا کوئی حل نکال سکیں۔

”انکوائری کے بارے میں مختصر گزارش یہ ہے کہ اس سے مراد وہ انکوائری نہیں ہے جو مختلف قدرتی اشیاء میں بطور ایک جز کے موجود ہوتی ہے یا کسی خاص مرحلے پر فن کے اندر پیدا ہو جاتی ہے بلکہ وہ انکوائری ہے جو اشیاء میں سے برآمد کرنی جاتی ہے اور ایک خاص طور پر عدالت کی حیثیت سے کمال استعمال ہوتی ہے۔ یہ چیز جو کہ اصل میں عدالت اور اہم قہارٹ کی وجہ سے اس لیے اس کا اندرونی استعمال چاہئے نہیں ہے، قطع نظر اس سے کہ جس سبب سے وہ کسی دوا میں ملتی جائے وہ بالکل نشہ آور ہو یا نہ ہو۔ لہذا اس کے صوبائی استعمال کو جائز رکھا جا سکتا ہے۔

کیا تب اپنے فن کے خطہ نظر سے یہ کر سکتے ہیں کہ کھانے اور پینے کی

دواؤں میں کوئی دوسری چیز انگور کا پل نہیں ہو سکتی؟ اور یہ کہ اس کا استعمال ہر محل جائز ہے؟ میرے دوستوں میں حدود ایسے اکثر ہیں جنہوں نے انگور کے پادے میں میرے نقطہ نظر کی تائید کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے دوسرے پل موجود ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض نے تو انہونی استعمال کی دواؤں میں اس سے کام لینا پھوڑا دیا ہے۔

شہ کے پادے میں میں نے تجسیم الکثرین میں جو کچھ لکھا تھا اس سے حضور شہ اور انگور کا مطالعہ کرنا نہ تھا میرا مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاں فحش و عیب کے دواؤں سے پہلے 'شب' یہ فحش غیر مسلموں کے ہاتھ میں تھا دواؤں کو مخلوط کرنے کے لئے حرام و حلال کی تیز کے بغیر ہر طرح کی چیزیں استعمال کی جاتی تھیں۔ مگر جب یہ فحش مسلمانوں کے پاس آیا تو انہوں نے حلال چیزوں کی طرف توجہ کی اور دواؤں کو ان کی منہ صورت میں برقرار رکھنے کے لئے ان کے پاس ایک قسم داریہ شہ تھا جو خود بھی ایک مدت تک غراب نہیں ہوتا اور اپنے اندر دوسری چیزوں کو بھی مخلوط رکھتا ہے۔ بعد میں یہ فحش پھر ایسے لوگوں کے قبضے میں چلا گیا جو حرام و حلال کی تیز سے واقف نہیں ہیں تو پھر حرام چیزیں گزروی کے ساتھ استعمال ہونے لگیں جن میں سے ایک لٹایاں چیز یہ انگور ہے۔

دوسری بات جس سے شب اتفاق نہیں کر سکے ہیں 'دواسلای' کے فحش کی تمام ترقیات کے باوجود اس واقع ہے کہ اہل فحش اس کی طرف توجہ کریں۔ میرا خیال یہ نہیں ہے کہ سب مذاہب کو پھوڑا کر صرف ایک شہ کی کھسی ہر انحصار کر لیا جائے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ شہ کی کھسی بھی فحش دواسلای کی ایک اچھی علامت بن سکتی ہے۔

آوی کی جان چلانے کے لئے اس کے جسم میں خون داخل کرنا میرے نزدیک تو جائز ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو حرام کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ غالباً اسے خون پینے اور خون کھانے پر قیاس کر کے کسی صاحب نے حرام کہا ہو مگر لیکن میرے نزدیک ان دواؤں چیزوں میں فرق ہے غذا کے طور پر

خون و نالور کھانا پاشنا حرام ہے مگر جان پہلنے کے لئے مریض یا زخمی آدمی کے جسم میں خون داخل کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح حالت اضطراب میں سوار یا خنزیر کھٹ

۵۔ مختلف حیوانی دھنوں کے بارے میں جو سوالات آپ نے کئے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ اصولاً ہر وہ چیز حرام ہے جو سوار یا حرام جانور سے حاصل کی جائے یا حلال جانور کی کسی ٹپاک یا حرام چیز سے حاصل کی جائے۔ اور اصولاً ایک حرام چیز کا استعمال صرف اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے جبکہ انسانی جان پہلنے کے لئے وہ ناگزیر ہو۔ ان دو اصولوں کو یہ نظر رکھ کر مسلمان اہل فن کو دھنوں کا جائز لینا چاہئے اور پھر خود رائے قائم کرنی چاہئے کیونکہ اپنے فن کو وہ آپ ہی نواہ بہتر جانتے ہیں۔ مگر سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس وقت جو اہل فن پائے جاتے ہیں وہ نہ حقیقی "سجد اور مستشف" ہیں اور نہ دوا سازی کی صنعت ہی ان کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی فن دہانی اس سے آگے نہیں جاتی کہ وہ سہولت سے لود پر "دوبارے" وہ ہیں جو عملاً کسی کتب بھی اور کسی شریعت نبوی کے چود نہیں ہیں) جو کچھ اپنی تحقیق و تکلف سے نکالا ہے صرف اس سے واقف ہو جائیں۔ اور پھر وہی لوگ جو کچھ جس طرح چاہ کر بھیج دیں اسے یہ استعمال کر لیں۔ یہ بھارے اس قابل بھی نہیں ہیں کہ انہوں نے اگر کسی مرض کی دوا حرام طریقے سے پیدا کی ہے تو یہ اپنی تحقیق سے اس کا کوئی "دوا" جواز بدل پیدا کر سکیں یا مختلف طریقے پر کم از کم یہ کہہ سکیں کہ اس کا بدل نہیں مل سکتا اور اس کا استعمال فی الواقع ناگزیر ہے۔ اس حالت میں ہم غیر فنی لوگ محض حلال و حرام کی بحث کر کے آخر کیا منہ نہ مت کر سکتے ہیں؟

۱۔ اہل چھلی جاتے ہیں۔ اس قسم کی ایک چھلی صلیب کریم ایک جنگی سفر کے دوران میں کھا چکے ہیں اور انہوں نے اسے جائز رکھا ہے۔

۶۔ "ناگزیر" نہیں اصولاً تو جائز ہے "مگر ڈاکٹروں نے باہوم فیس کے معاملے میں ایسے طریقے اختیار کئے جنہوں کو منہ نہیں ہو گا اور علم اور خدمت

قدرت کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی بنا پر ہماری یہ رائے ہے کہ تمام
 واکٹروں کو حکومت کی طرف سے کئی وظیفہ ملنے چاہئیں اور انہیں سرپرستوں کا
 منت مطلق کرنا چاہیے۔

۷۔ سائنس کے مختلف شعبوں کے مطالعے میں اسلام کی رضامندی کیا ہے؟ اس
 سوال کا جواب ایک مفصل مضمون چاہتا ہے، مگر میں مختصراً آپ کو اس کے
 لئے چند اشارے دیتا ہوں۔

سائنس کا ہر شعبہ بھی آپ میں 'دو مرحلہ کائنات کے کسی ایک جز کی حیثیت اور
 خصوصیات کو اور ان قوانین قدرت کو جو اس میں کارفرما ہیں' مطلوب ہے اور تجربے کی حد
 سے معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اس حقیق و آئینہ میں دو چیزیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔
 ایک یہ کہ حقیق کرنے والا انسان پہلے بحیثیت مجموعی پوری کائنات کا (جس کے کسی جز
 پر وہ اپنی توجہ مرکوز کر رہا ہے) ایک کج و جامع تصور رکھتا ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ خود
 اپنی حقیقت اور حیثیت کو اور اپنے حدود کو ٹھیک ٹھیک سمجھتا ہو۔ ان دو چیزوں کے بغیر
 ایک ایک اجزاء کی تحقیقات (جو مرحلہ صرف تجربہ و مطالعے میں آنے والے امور
 واقعہ تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ کسی نہ کسی فلسفیانہ نظریے کی تشکیل بھی کرتی ہے)
 مشکل ہی سے کسی کج نتیجے، انسان کو پہنچا سکتی ہے۔ اس کا حاصل 'عملی ایجادات سے
 قطع نظر' فلسفیانہ حیثیت سے اگر یکہ ہے تو یہ کہ انہی تحقیقات ہمارے مجموعی تصور
 کائنات و انسان کو مکمل اور واضح کرنے کے بجائے بے لافظ اور مسخ ہی کرتی چلی جائے
 گی۔

اسلام دراصل ہماری اسی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ وہ ہر قسم کی تحقیقات کے
 لئے جو نقطہ آغاز ہم کو دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کائنات کو بے خدا فرض کر کے یا امت
 سے خداؤں کی روزگار سمجھ کر حقیق کی ابتدا نہ کر بلکہ یہ سمجھتے ہوئے اسے دیکھنا
 شروع کر کہ یہ ایک خالق کی تخلیق اور ایک قادر مطلق کی سلطنت اور ایک حکیم کی
 رہائی کا کرشمہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو (جو ذاتی ارتداد نوع انسانی کی غیر معلوم و
 غیر مستعمل یا مجبور تحمل یا غلط کل سمجھے ہوئے مفاد کی ابتداء نہ کہو بلکہ انہیں
 حیثیت سے مفاد شروع کر کہ ہم سلطنت کائنات میں ایک ایسی رحمت و رحمت ہمارے جنس کی

طرف بلکہ اختیار عمل کیا گیا ہے اور اس اختیار کے صحیح و غلط استعمال میں تم مسئلہ ہو۔ اس کی ہر صورت و تحقیق کے لئے ایک صحیح فہم تیار ہے۔ یہ دور میں تحقیق میں پیش آنے والے وہ مسئلے سے آگاہت ہیں سے انسان کو تکلف طبعی طور پر ملتا ہے۔ یہ تو ان میں اسلام اس کے سوا کسی بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ ہمارے لئے کہہ دیجئے کہ حقائق سے نہ گراؤں۔ جن کی سرپرست کتب لغت میں چلی جاتی ہو۔ اگر باغرض کسی جگہ بعض حقائق مشہور (Common Facts) سے ہم کو ایسے نتائج ملتے نظر آئیں جو تصدیقات کتب سے معلوم ہوتے ہوں تو پھر ہمیں خود سے دیکھنا چاہئے کہ کہیں ہمارے مطلوبے یا طریقہ مستفاد میں تو کوئی غلطی نہیں ہے۔ یہ دلیل رہے کہ قسوم اگر ہو سکا ہے تو حقائق و واقعات اور تصدیقات کتب میں نہیں بلکہ نتائج مستخرجہ اور تصدیقات کتب میں ہو سکا ہے۔ اور اس صورت میں نظر حقیقی کتب پر نہیں بلکہ نتائج مستخرجہ پر ہونی چاہئے۔ کیونکہ نتائج مستخرجہ حقائق مشہور کی طرح کوئی جتنی قدر نہیں ہیں۔

ان اصولی باتوں کو سمجھنے کے بعد اب اپنی تحقیق کا راستہ تلاش کرنا آپ کا اپنا کام ہے۔

۱۔ دواؤں اور غذاؤں میں کیا چیزیں پاک ہیں اور کیا ناپاک؟ اس کو جاننے کے لئے آپ کو جاننا نہ چاہئے کہ حدیث اور فقہ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ جہاں تک احکام قرآنی کا تعلق ہے اس سلسلے میں آپ کو تفہیم القرآن سے کافی مدد مل جائے گی۔ مگر پھر بھی حدیث اور فقہ کے مطالعے کی ضرورت باقی رہتی ہے بلکہ آپ اصولی احکام سے بھی واقف ہو جائیں اور جہاں مسائل سے بھی انہوں میں ہے کہ ہمارے پاس اب تک میٹیکل کالج کی تعلیم میں شرعی احکام کی تعلیم شامل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے آخر ہم کہیں اس چیز کی ضرورت محسوس کر لیں جسے ہمارے استاد (انگریز) نے غیر ضروری سمجھا تھا۔

۲۔ مسلم علماء نے لی جناب کو کس طرح مسلمان بنایا تھا اس مسئلے پر تفصیلی مکتبہ تو کوئی مناسب علم طیبہ ہی کر سکتا ہے۔ میں اس کے حلقہ صرف ایک مجلس ہوتی ہے کہ سکتا ہوں کہ ابتدائی دور کے مسلم علماء نے بعض

ہم نے عقلوں کی طرح اس لیے کہ غیر مسلم امتوں سے جن کا تو نہیں
 لے لیا تھا بلکہ اسے مشرب باسلام کیا تھا اور جن کا یہ ٹکڑا بعض نسلوں پر
 مہو ہوا تھا۔ کہہ دیجئے کہ حدودِ حق انہوں نے لیے طب میں ہو سکتی
 تھیں جن پر خدا کی عزت اور رسول پر حدودِ اسلام سے کلام کی ابتدا کرتے ہیں
 اور حق میں جہدِ خدا کی حکمت اور قدوس اور اس کی شانِ تعالیٰ اور کمال
 و اخص میں اس کی آیات کی طرف اشارہ کرتے چلتے ہیں جن کی کتابوں کا
 حل سورہ نزلنے کی طبعی کتابوں کا سامنا نہیں ہے جن میں کسی اشارے کلمے
 میں بھی خدا کا ذکر نہیں آتا اس سے فرق یہ واقع ہوتا ہے کہ پہلے ایک
 طالب علم کے ذہن میں تشریح ہوتی اور وہ کمالِ احسان اور سہل امراض اور
 خواص اور یہ چاہنے کے ساتھ ساتھ خدا پر یقین اور اس کے خالق اور حکیم اور
 عزت ہونے پر اعتقاد پیدا ہوتا تھا اور اب یہ ساری چیزیں چاہنے کے ذریعہ
 میں ایک خاص مادہ پر مشتمل فکرِ ظہر اب سے اب پرورش پاتا چلا جاتا ہے۔
 لہذا کہ کوئی طالب علم باہر کسی سے ایسا پتہ ساتھ لے لیا ہو اور پہلی انگریزی
 اور فرانسیسی دیکھ چاہتے ہوئے وہ بطور خود آیاتِ حق کا مطالعہ بھی کرتا رہے۔
 قدیم زمانے میں اہلِ عرب نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ جن طب کی تعلیم
 علومِ دینی کی تحصیل کے بعد دی جاتی تھی۔ ایک طالب علم دروسِ طب میں آتا ہی اس
 وقت تھا جب وہ ملک کی عمومی جاتی تعلیم سے فارغ ہو چکا ہو اور اس جاتی تعلیم کا
 جز لازم علمِ دین ہو تا تھا اس لئے اہلِ عرب ہاں کے طریبِ فزے طریبِ ہی نہ ہوتے
 تھے بلکہ عالمِ دین بھی ہوتے تھے اب مسئلہ اس کے برعکس ہے کہ میڈیکل کالج کے
 درجہ فراغ کو پہنچا ہوا ایک طالب علم حدودِ حلال و حرام کی ابتدائی معلومات تک نہیں
 رکھتا۔

مزید برآں اہلِ عرب نے زمانے کے علماء باہموم و اہلِ علم لوگ ہوتے تھے، کالج
 کے بغیر خدمتِ خلق کرتے تھے، نہیں لینے سے اکثر اور دوا فروشی سے تکلیفِ انتخاب
 کرتے تھے، اور جن کی ذاتی زندگی جی پائینہ ہوتی تھی۔ اس لئے طبی تعلیم کا سارا
 ماحول پاک اور دیرینہ رہتا تھا اور امتوں کے عہدِ اوسانہ اور خود شاگردوں میں

سرایت کر جاتے تھے، پھر اس کے کہ غلبہ کو دہرا اور با اختیار بنانے کے لئے کوئی معمولی کو خشک کنی دیتی۔

اس کے ساتھ واسطی کے فن کی جو اصلاحیں لوگوں نے کی اس کی طرف میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں۔ وہ لوگ حرام چیزوں کو صرف اسی صورت میں استعمال کرتے تھے جبکہ مریض کے علاج کے لئے ان کا استعمال ناگزیر ہو۔ ورنہ باہوم انہوں نے اپنی دوائیوں کو حرام اور حجابِ ایزد سے پاک رکھا تھا۔

الکحول کے مختلف درجہ اور اشکال کا حکم

سوال: آپ نے زمینِ القرآن میں ایک جگہ الکحول کے خواص رکھنے والی اشیاء کی طہت و حرمت پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں بعض امور وخصایط طلب ہیں۔ طبعی اور قدرتی اشیاء میں الکحول اس وقت پائی جاتی ہے جبکہ وہ تعفین و تخمیر کے مراحل خاص طریق پر طے کر چکی ہوں۔ بالفاظِ دیگر جس شے سے الکحول حاصل کیا مقصود ہوتا ہے اسے اس شکل دیا جاتا ہے کہ اس میں الکحول پیدا ہو جائے۔ تب تک اس میں یہ صلاحیت پیدا نہ ہو جاتی ہے اس وقت تک اس میں الکحول کا وجود ہی نہیں ہو کہ یہ بات دوسری ہے کہ بعض اشیاء میں الکحول صلاحیت زیادہ ہے، بعض میں کم اور بعض میں بالکل نہیں۔ جن اشیاء سے شراب تیار کی جاتی ہے ان میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ اگر ایسی صلاحیت رکھنے والی قدرتی اشیاء میں تخمیر و تعفین کی وجہ سے الکحول یا سکر پیدا ہو جائے تو کیا وہ سب حرام ہو جائیں گی؟

جواب: جن چیزوں کو قصوداً الکحول پیدا کرنے کی خاطر بنایا جائے، ان کا استعمال تو الکحولی کیفیات کے پیدا ہو جانے کے بعد ناجائز ہے۔ لہذا جو چیزیں تعفین کے بعض مراحل سے خود بخود گزری ہوں ان کا استعمال زیادہ سے زیادہ مکہ نہ سکا ہے۔ مثلاً انگور اور گندھیاں جب سوتی یا کھنکھائی تو ان میں الکحول پیدا ہوتا شروع ہو جاتا ہے مگر یہ کتنا کچھ نہ ہو گا کہ اس حالت میں ان کو مکہ حرام ہے۔ پس اگر کوئی

قدرتی چیز بنکر اس سود کو بیچ جائے کہ اسے کھا کر سکر لاق ہو جائے تو پھر اس کا استعمال حلیہ ناجائز ہو گا۔

(ترجمان القرآن: شعبان، رمضان ۱۴۳۵ھ۔ مئی، جون ۱۴۳۵ھ)

حرام کو حلال کرنے کے لئے حیلہ سازی

سوال: زید پر حکومت کی طرف سے ناجائز ٹیکس واجب لگایا گیا ہے۔ وہ انیس ہجیرہ لگا کر رہا ہے۔ زید نے اس ٹیکس کی طاعت کا یہ حیلہ سوچا ہے کہ اس کا ہر دینہ ونگ یا ڈاک خانہ میں ہے اس پر وہ سود وصول کر سکے۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: اس طرح کے بہانوں سے سود لینا جائز نہیں ہے بلکہ وہ ہر گز ہے۔ اگر ہر مرض حکومت کا کوئی ٹیکس ناجائز ٹولیت گا ہے اور آپ اسے کراہت دیتے ہیں تو یہ ایک ظلم ہے جو حکومت آپ پر کر رہی ہے۔ لیکن جو سود آپ حکومت کے ونگ یا ڈاک خانے سے وصول کریں گے وہ حکومت اپنی جیب سے نہیں لاتی بلکہ لوگوں سے ٹیکس یا سود کی شکل میں حاصل کرتی ہے اور جبکہ آپ اس رقم کو چاہے ہی لوگوں کو دیتی ہے جو اس کے پاس لپٹا سہلہ بیچ کر لے لیں۔ یہ سود اس سے وصول کر کے آپ نے حکومت کو کیا سزا دی؟ یہ سزا تو آپ نے دوسرے غریبوں کو دی ہے۔ یہ بالکل لپٹا ہے جیسے ایک شخص نے اگر آپ کا دل چاہا کہ آپ سزا دینے کے لئے غلط طور اس کے گھر میں دوسروں کا جو مال رکھا ہے اس میں سے کچھ لٹل لٹک

(ترجمان القرآن: شعبان، رمضان ۱۴۳۵ھ۔ مئی، جون ۱۴۳۵ھ)

اسلام اور سینٹرل گرافٹی

سوال: میں ایک طالب علم ہوں۔ میں نے جماعت اسلامی کے لڑکچہ کا وسیع مطالعہ کیا ہے۔ خدا کے فضل سے مجھ میں نمایاں ذاتی و عملی انتخاب ہوتا رہا ہے۔ مجھے ایک ننانے سے سینٹرل گرافٹی سے گہری فنی دلچسپی ہے اور اس سطح میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔ نظریات کی تبدیلی کے بعد میری دلی خواہش ہے کہ اگر شریعہ ٹیکس ہو تو اس میں سے دینی و اخلاقی خدمت کی

جانتے آپ یہ لازمی صلیح فرمائی کہ اس فن سے اعتلاے کی گمانیں
اسلام میں ہے یا نہیں۔ اگر جواب نہایت میں ہو تو پھر یہ بھی واضح فرمائی
کہ صورت کا کار اور چہ وہ علم، دیکھنے کی بھی کوئی جائز صورت ممکن ہے یا
نہیں؟

جواب: میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہ فیصلہ ظاہر کر چکا ہوں کہ سمجھنا جانتے خود
جانتے ہے، لہذا اس کا جائز استعمال اس کو جائز کرتا ہے۔ سمجھنے کے ہونے پر جو تصور
ظہور آتی ہے وہ دراصل تصور نہیں بلکہ یہ چھائی ہے جس طرح آنکھ میں نظر کیا
گئی ہے اس لئے وہ حرام نہیں، بلکہ وہ علم کے اندر ہوتا ہے تو وہ جب تک
تکلف یا کسی دوسری چیز پر چھاپ نہ لیا جائے نہ اس پر تصور کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ وہ
ان کھوں میں سے کسی کام کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جن سے بڑا نہ رہنے ہی کی
ظاهر ضرورت میں تصور کو حرام کیا گیا ہے۔ ان دواؤں سے میرے نزدیک سمجھنا جانتے خود
جانتے ہے۔

جہاں تک اس فن کو سمجھنے کا تعلق ہے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو اس سے منع کیا
جائے۔ آپ کا اس طرف میلان ہے تو آپ اسے سیکھ سیکھتے ہیں بلکہ اگر مفید کھوں
اسے استعمال کرنے کا ارادہ ہو تو آپ اسے ضرور سیکھیں۔ کیونکہ یہ قدرت کی طاقتوں
میں سے ایک بھی طاقت ہے۔ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسے بھی دوسری فطری طاقتوں
کے ساتھ خدمت حق اور مصلحت خیر کے لئے استعمال کیا جائے۔ خدا نے جو چیز بھی دنیا
میں پیدا کی ہے انسان کی بھلائی کے لئے اور حق کی خدمت کے لئے پیدا کی ہے۔ یہ
ایک بد قسمتی ہو گی کہ شیطان کے ہونے تو اسے شیطانی کھوں کے لئے خوب خوب
استعمال کریں اور خدا کے ہونے اسے خیر کے کھوں میں استعمال کرنے سے پرہیز
کرتے رہیں۔

اب دواؤں کو اسلامی اخلاقی اور مفید مصلحت کے لئے استعمال کرنے کا سوال تو اس
میں شک نہیں کہ ظاہر ایسے معاشرتی، فطرتی، انسانی اور تاریخی علم جاننے میں کوئی
نہایت نظر نہیں آتی جو فحاشی اور نفسی مہیجنت اور تعلیم جرائم سے پاک ہوں اور
جن کا اصل مقصد بھلائی کی تعلیم دینا ہو۔ لیکن خود سے دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ اس

میں وہ جی تباہی ہیں جب کاکلی خانہ کھنسی میں ہے۔

لول یہ کہ کوئی ایسا معاشرتی قلم جتنا سخت مشکل ہے جس میں عورت کا سرے سے کوئی پارٹ نہ ہو۔ اب اگر عورت کا پارٹ دکھا جائے تو اس کی وہی سورتی ہوگی لیکن نہیں۔ ایک یہ کہ اس میں عورت ہی ابھرتی ہو۔ دوسرے یہ کہ اس میں مرد کو عورت کا پارٹ دکھا جائے۔ شریعت میں سے کوئی بھی جائز نہیں ہے۔

دوم یہ کہ کوئی معاشرتی ادارہ برصغیر انڈیا کے نظریہ میں سے کھینچ کر لیا جائے۔ ایک عظیم الشان اخلاقی غلطی یہ ہے کہ انگریز آئے وہی مختلف سیرتوں اور کرداروں کا سواک بھرتے بھرتے بلا کر اپنا نظریہ کرکٹر پھیل گئی تو یہی وہ نیک کو دیکھتا ہے۔ اس طرح چاہے ہم قلمی ذراہوں کو معاشرے کی اصلاح اور اسلامی اخلاق کی تعلیم و تبلیغ کے لئے کیوں نہ استعمال کریں، ہمیں ہر حال چند اصولوں کو اس بات کے لئے یاد کرنا چاہئے تاکہ وہ انگریزوں کو اپنا نظریہ کرکٹر نہ لگائیں۔ یعنی دوسرے الفاظ میں اپنی شخصیت کی قربانی نہ کریں۔ میں نہیں سمجھتا کہ معاشرے کی اصلاح کے لئے کسی دوسرے مقصد کے لئے "خود کو کٹاویں پاکیزہ اور بلند مقصد ہو" کسی انسان سے شخصیت کی قربانی کا مطالبہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ جی "ہاں" بیش "آرام" ہر چیز تو قربانی کی جاسکتی ہے اور مقصد عالیہ کے لئے کی جانی چاہئے مگر یہ وہ قربانی ہے جس کا سچا اور غلط تقابلی نے اپنے لئے بھی نہیں کیا ہے، کہا کہ کسی اور کے لئے اس کا مطالبہ کیا جائے۔ ان وجوہ سے میرے نزدیک سماج کی اصلاح کو قلمی ذراہوں کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اصلاح اور کس کام میں لائی جاسکتی ہے؟ میرا جواب یہ ہے کہ ذراہ کے سوا دوسری بہت سی چیزیں بھی ہیں جو قلم میں دکھائی جاسکتی ہیں اور وہ ذراہ کی بہ نسبت بہت زیادہ مفید ہیں۔ مثلاً:

ہم نظریاتی قلموں کے ذریعہ سے اپنے عوام کو زمین و آسمان کے مختلف حصوں کے حالات سے آگاہی و سچ و حقیقت ہم پہنچا سکتے ہیں کہ گویا وہ دنیا بھر کی سیاست کر رہے ہیں اسی طرح ہم مختلف قوموں اور ملکوں کی زندگی کے بے شمار پہلوؤں کو دکھا سکتے ہیں جن سے لوگوں کو بہت سی سچی بھی حاصل ہوں گے اور ان کا فائدہ نظر بھی وسیع ہوگا۔ ہم علم و حقیقت کے بہت اچھے خالق اور مشاہدات ایسے دلچسپ طریقوں سے پیش

کر سکتے ہیں کہ لوگ شوقی قلموں کی دلچسپیوں بھل جائیں، اور پھر یہ قلم اسے سبق آموز بھی ہو سکتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں پر توحید اور اللہ کی بیعت کا سکہ چھو جائے۔ ہم سائنس کے مختلف شعبوں کو سمجھنا کے بدلے پر اس طرح لکھ کر سکتے ہیں کہ عوام کو فن سے دلچسپی بھی ہو، اور فن کی سائنٹفک معلومات بھی اعلیٰ اور گہری بننے کے سیار تک پہنچ ہو جائیں۔

ہم مغربی اور وسطیٰ ممالک اور مشرق (East) کی تعلیم دے دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو دے سکتے ہیں جس سے اعلیٰ و عالی اور شری عوام کی نفس معلومات ہی وسیع نہ ہوں گی بلکہ وہ دنیا میں انسانوں کی طرح جینے کا سبق بھی حاصل کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے مفید نمونے بھی لوگوں کو دکھا سکتے ہیں تاکہ وہ فن کے مطابق اپنے کمروں اور اپنی بستریوں اور اپنی انتہائی زندگی کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

ہم مختلف صنعتوں کے اہلکار، مختلف کارخانوں کے اہلکار، مختلف اشیاء کے بننے کی کیفیت، اور ذراعت کے ترقی یافتہ طریقے سمجھنا کے بدلے پر دکھا سکتے ہیں جن سے ہماری صنعت پیشہ اور ذراعت پیشہ آبادی کے سیار علم اور سیار کارکردگی میں غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے۔

ہم سمجھنا سے تعلیم بھلا کا کام بھی لے سکتے ہیں اور اس کام کو لگا دیکھنا چاہنا ہو سکتا ہے کہ فن چاہے عوام اس سے ذرا نا آشنا ہیں۔

ہم اپنے عوام کو فن جنگ کی، سول و فوجی کی، گورننگ وار فیر کی، مکیوں اور کوچوں میں دفاعی جنگ لڑنے کی، اور ہوائی حملوں سے تحفظ کی ایسی تعلیم دے سکتے ہیں کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ہماری طریقے پر چار ہو سکیں۔ نیز ہوائی اور بری اور بحری وائیں کے مختلف نقشے بھی فن کو دکھا سکتے ہیں تاکہ وہ جنگ کے عملی حالات سے واقف بن جائیں۔

یہ اور ایسے ہی بہت سے دوسرے مفید استعمالات سمجھنا کے ہو سکتے ہیں۔ مگر میں اس سے کوئی تجویز بھی اس وقت تک کھینچ نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہمارا حکومت کی طاقت اور اس کے ذرائع اس کی پشت پر نہ ہوں۔ اس کے لئے اولین

ضرورت یہ ہے کہ خلق بڑی اور جرائم کی تعلیم دینے والے ہم یک لخت بند کر دیے جائیں۔ کیونکہ جب تک اس شراب کی لذت رسوائی لوگوں سے بھڑائی نہ جائے گی، کوئی مفید چیز ان کے منہ کو لگی نکلے۔ وہ سری ہم ضرورت یہ ہے کہ ابتدا میں مفید تعلیمی ہم حکومت کو خود اپنے سہارے سے چار کرانے ہوں گے اور ان کو تمام میں رونق دینے کی کوشش کرنی ہو گی، یہاں تک کہ جب کمزوری مثبتیت سے یہ ہم کامیاب ہونے لگیں گے تب نئی سہیلیاں صحت کی طرف متوجہ ہو گئیں۔
(ترجمہ القرآن۔ ذی القعدہ ۱۴۰۵ھ۔ مطابق اگست ۱۹۸۴ء)

تذریعہ نیاز اور ایصال ثواب

سوال: برادر کرم! مندرجہ ذیل دو سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں:

الف: تذریعہ نیاز اور فاتحہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ب: کیا ایک دیکھار کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھی لینا جائز ہے کہ اس کا دیرینہ محتاج محتکبتہ مصیبت فاقہ کی تفریق میں آتا ہے؟

جواب: الف: تذریعہ نیاز "لذت قلعی کے لئے کی جائے" بالکل جائز اور موجب اجر و ثواب ہے۔ اور اگر کوئی شخص فی سبیل اللہ کھانے یا پہننے یا عطیہ کی صورت میں اس غرض کے لئے کیا جائے کہ لذت قلعی اسے قبول فرما کر ہمارے کسی محتاج محتکبتہ کی مشغرت فرما دے یا اس شخص کا ثواب اس محتاج کو بخش دے تو بجائے خود اس فعل کو بہادر نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں اس کا اس محتاج کے لئے فایز ہوتا تو یہ لذت قلعی کی مرضی ہر موصوف ہے، وہ چاہے تو اس کے لئے فایز بنادے ورنہ وہ شخص کرنے والے کے لئے تو ہر مل فایز ہو گا۔ اگر خلوت قرآن یا کوئی دینی مہلت کر کے کوئی یہ دعا کرے کہ اس کا ثواب اس کے کسی محتاج محتاج کو بخش جائے تو اس میں اختلاف ہے کہ کیا ایصال ثواب کی یہ فعل بھی درست ہے یا نہیں۔ بعض ائمہ کے نزدیک یہ درست ہے اور بعض کے نزدیک درست نہیں ہے۔ میں حدود شرعی دلائل کی بنا پر سو فرماؤ کہ مسلک ہی کو ترجیح دیتا ہوں۔

اگر کوئی مل یا دینی مہلت لذت قلعی کے لئے کی جائے اور پورے دین میں سے

کسی کو اس فرض کے لئے اس کا جواب بھیل کیا جائے کہ وہ بزرگ اس پہلے سے خوش ہوں اور غلط فعلی کے پاس وہ پہلے پہلے کے سطرشی میں جائیں تو یہ ایک ایسا حشر فعل ہے جس میں عواذ و عدم عواذ بلکہ کثرت اور قلت تک کی سرحدیں ایک دوسرے کے ساتھ غلط ہو جاتی ہیں اور میں کسی پر بڑا گھر آدمی کو یہ مطلوب نہ ہوں گا کہ وہ اپنے آپ کو اس خطرے میں ڈالے۔

رہے وہ کہنے ہو سہا "کسی بزرگ کے ہم پر پکڑے جاتے ہیں" اور جن کے حلق پھٹا صریح یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فعل بزرگ کی نیاز ہے "اور جن کے حلق پکڑے واسلے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک بزدلانہ ہے ہو کسی بزرگ کی مدد کو بھیجا جا رہا ہے "اور جن سے حلق پکڑے ہیں طرح طرح کے جواب مقرر ہیں اور یہ حتمی "کی مختلف شکلیں شروع قرار پاتے ہیں اور ان نیاؤں کی برکت اور فائدہ کے حلق کہے عقیدہ پاتے جاتے ہیں "تو گئے ہی کے حرام اور مکمل ہونے بلکہ عقیدہ توحید کے خلاف ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بہ۔ اگر حرام ذریعہ سبیل رکھتے وہاں شخص کسی دکھار سے کوئی چیز خریدتا ہے تو دکھار کے لئے اس کے پیچے میں کوئی حفاظت نہیں ہے۔ دکھار کے پاس جس راستے سے قیمت پہنچے گی وہ حلال ہے۔ کھنگی اور حرمت پہنچے میں نہیں بلکہ کب سبیل کے طریقے میں ہے۔ جس شخص کے پاس حرام ذریعہ سے یہ لیا ہے "وہ اسی کے لئے حرام ہے۔ دوسرے شخص کو وہی چیز اگر حلال راستے سے پہنچے تو اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(ترجمہ القرآن۔ ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ۔ آیت ۱۰۰)

سر کے بالوں کا ہوا و عدم ہوا

سوال : آپ نے بعض اختلافات کے جواب میں فرمایا ہے کہ اگر عزی طرز کے بالوں کو سر سے جدا کر دیا جائے تو یہ غیر مسلم اقوام کی وضع ہے "مگر آپ شریعت سے قبل امراض بھی نہیں سمجھتے۔ لیکن بعض علماء اس وضع کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ آپ اگر ترجمہ میں اپنی تحقیق کی

وضاحت کریں تو دوسرے لوگ بھی مستحید ہو سکیں گے۔

جواب: سر کے بالوں کے حلقہ شریف کا غم اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ جیسے
میں "قزح" کی مصحفت وارد ہوئی ہے۔ قزح کچھ بلی سونے اور کچھ دیکھنے کو کہتے
ہیں۔ یہی چیز منوع ہلاکت ہے اور اسی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ باقی وہی دوسری
وضعیہ تو ان میں سے کسی کے عدم عزت کا ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے وہ سب ہاتھ
ہیں "خود کوئی سدا سر سونے دے" یا سدا سے سر کے بالی کھڑائے "یا کچھ کھڑائے اور
کچھ دیکھنے" یا نصف کھن تک دیکھنے "یا کھن کی ٹونک دیکھنے" یا اس سے بھی پہلے تک "یہ
سب اس لئے ہاتھ ہیں کہ اصولاً جو کچھ منوع نہیں ہے وہ یہاں ہے۔

بعض لوگ کچھ کھڑے اور کچھ دیکھنے کو بھی قزح کی قزح میں لیتے ہیں مگر یہ
نہ اس لفظ کا صریح مدلول ہے اور نہ شارح نے بیحد اس چیز کو صحیح کیا تھا اصل منوع
کچھ سونے اور کچھ دیکھنا ہے نہ کہ کچھ کھڑا اور کچھ دیکھنا اگر ایک شخص ایک کو
دوسرے پر قیاس کر کے منوع کہے تو اپنے قیاس پر اسے خود ہی عمل کرنا چاہئے یا اگر
اس شخص کو جو اس کے قیاس کی سخت کا قائل ہو۔ دوسرے کسی شخص کو جو اس
قیاس سے حلقہ نہ ہو "نہ نہ" مجبور کر سکا ہے کہ وہ اس کا قیاس حلیم کہے "اور نہ اس
جائے گنہگار گھبرا سکا ہے کہ اس نے غم رسول ﷺ کے اس معنی کی عداوت کیا
نہ کی جو میں نے اپنے قیاس واستنباط سے بیان کیے تھے۔

بعض لوگ اس نوعیت کے بالوں کو تشبیہ کی قزح میں لیتے ہیں۔ مگر وہ اس
بات کو بھول جاتے ہیں کہ تشبیہ اس سے شارح نے صحیح فرمایا ہے۔ صرف اس
صورت میں ہوتا ہے جبکہ ایک شخص بحیثیت مجموعی اپنی وضع قطع کالہوں کے ہار
بائٹ غیر مسلموں کے بغیر "لباس" اور غلام میں سے بعض اجزاء کو لے لیا تشبیہ کی
قزح میں نہیں آتا۔ اور آخر اس بات کی کی توجہ کی جائے گی کہ نبی ﷺ
نے خود بھی چند پہنا ہے۔ کھولنی قبا پہنی ہے "خلع اور پاند کر کے عریض ہے جو اس میں
سے عرب میں فی فی پہنی تھی اور حضرت عزرائیلؑ پہنی ہے جو مسکی و دھواں پہنا
کرتے تھے۔ لہذا جو تشبیہ کی جائے کسی کو گنہگار گھبرا یا قائل قرار دینا زیادتی ہے۔
لہذا اگر بالوں کی یہ وضع اسی طرح منوع ہوتی جس طرح عریض پہنی ہو سکتی ہے تو کھوس

کی وضع کر کر منع کر دیا گیا تھا تو جہت اس طرح کے ہلی کھڑانے کو مکھ قرار دیا جا سکتا تھا۔

یہاں میں یہ تصریح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اصولاً اس بات کا قائل ہوں کہ اگر اس اصول پر مجھے شدت کے ساتھ اصرار ہے کہ کوئی صرف عجم مخصوص کی خلاف ورزی سے ہی منع قرار پا سکتا ہے۔ قیاس و استنباط سے نکلے ہوئے احکام کی خلاف ورزی کسی کو منع نہیں ملتی۔ بلکہ اس شخص کے جو اس قیاس و استنباط کا قائل ہو۔ اسی طرح مجھے اس بات پر بھی اصرار ہے کہ حرام صرف وہ ہے جسے خدا اور رسول ﷺ نے ہلکا کر دیا۔ حرام کا ہونا یا جس سے صرف لفظ میں منع کیا ہو یا جس میں جلا ہونے والے کو سزا کی وعید ملتی ہو یا خصوص کے اشتراک و اختلاف آیت سے جن کی حرمت مستنبط ہونے پر اطلاق ہو۔ وہی وہ چیزیں جو قیاس و استحکام سے حرام ٹھہرائی گئی ہوں اور جن میں دلائل شرعیہ کی بناء پر وہ دلائل سے زیادہ اہم کی سمجھائی ہو تو یہ مطلقاً حرام نہیں ہیں بلکہ صرف اس شخص کے لئے حرام ہیں جو اس قیاس و استحکام کو صحیح تسلیم کرے۔ میرے نزدیک اس حقیقت سے اٹھائے ہوئے اہم اسباب میں سے ایک ہے جن کی بناء پر امت کے مختلف گروہوں نے ایک دوسرے کی تطہیل و تنصیف کی ہے۔

(ترجمہ القرآن۔ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ۔ مطابق جنوری ۱۹۹۹ء)

مکانوں کے کرایوں میں بیک مار کنگ

سوال: اس مکان میں میں رہتا ہوں وہ مجھ سے پہلے ایک کرایہ دار نے چھوڑا جس پر وہ بیک مار کنگ کرتا ہے اس مکان سے اس شراب پر لیا تھا کہ وہ لے کے لوٹے گا مگر وہی کر رہی ہے کہ ان کرایہ دار سے یہ مکان انہی شراب پر میرے بھائی نے لیا اور میں بھی ان کے ساتھ رہنے لگا۔ وہ لے کے بعد میرے گھر پر بیک مار کنگ میرے نام سے دہرہ لگائے گئے آٹھ لاکھ تک برابر ہم چھوٹے بیک مار کنگ لگا کرتے رہے اور اس دوران میں کرائے کی زیادتی ہمارے لئے سخت موجب تکلیف رہی اور ان کی وجہ ادا کیا کہ سخت

کنکار کے پتلے درخواست دے کر کرلیے کم کر لیا جائے مگر اس صورت پر
 ملی اطمینان نہ ہو سکتا جس میں ملک مکان کو سلیبی دیوہ کرانے کے لئے
 کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو کرلیے دار کے فرائض میں سے ہے۔
 اس پاس کے لوگوں نے انہیں قائل کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے
 اپنا سکوٹ ڈالتے ہوئے کہا کہ دوبارہ جواب دیں گا اسی مکان خالی
 کرانے کی دھمکی اس جواب میں غصہ تھی کہ اس پر کسی قدر تیز گفتگو ہوئی
 جس کے نتیجے میں میں نے سخت کنکار کے پتلے کرلیے جتنیوں کرنے کی
 درخواست دے دی۔ وہاں سے سولہ روپے گیارہ آنے بھوار کے صاحب
 سے کرلیے مفرد کر دیا گیا مگر میرا ضمیر اس پر لب بھی مطمئن نہیں ہے۔

جن صاحب کے درپے یہ مکان حاصل ہوا تھا ان کے اور ان کے
 معینوں کے کہنے سننے سے میں نے یہ صورت منظور کر لی کہ پچاس روپے
 بھوار میں اس شرط پر دیں گا کہ میں مکان میں جب تک چاہوں رہوں
 لیکن اگر کبھی ملک نے مکان خالی کر لیا تو پھر شروع سے کرلیے سولہ روپے
 گیارہ آنے بھوار کے صاحب سے محسوب ہو گا اور ڈانڈ وصول شدہ رقم
 ملک مکان کو واپس کر لی ہو گی۔ ملک مکان فی الحال اس شرط پر راضی نہیں
 ہے لیکن ظاہر بات ہے کہ ان کو راضی ہونا چاہئے گا۔

اب دیہات طلب امر ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے میرے لئے کوئی
 صورت کچھ ہو گی؟ کیا میں چٹائیں روپے بھوار دینا رہوں یا سولہ روپے
 گیارہ آنے لیا کیا کروں؟ نیز کیا میرے لئے ضروری ہے کہ جب ملک مکان
 مکان خالی کرنے کا مطالبہ کرے تو لانا خالی کر دیں یا اس امر واقعہ کو جانتے
 ہوئے کہ اسے مکان کی خود ضرورت نہیں ہے ملک چھٹی کر لیاں پھیلانے کے
 لئے دوسرے کرلیے دار کو دینا مطلوب ہے میرے لئے جائز ہے کہ میں
 مطالبے کی قبیل سے انکار کر دوں؟ — واضح رہے کہ مکانوں کی غیر معمولی
 قلت کی بنا پر چٹائیں کے بجائے پچاس روپے دینے والے کرانے دار بھی
 مل سکتے ہیں۔

مجھے صاف اور دو رنگ جواب دیا جلتے جواب میں یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ میں ملک مکان کو نصیحت کہوں یا اس کا حکم اس پر واضح کہوں کیونکہ یہ سچ بیکار ہو گی۔

جواب : مسعود ملکات میں رہے فہوں کے ملک مکان ملکات کی قلت سے 'نور لوگوں کی' خصوصاً مساجد کی حلقہ بندی سے انتہائی مہارت قائمہ اٹھانے پر قی کے ہیں۔ ان کے ساتھ اگر کوئی شخص مسئلہ کرتا بھی ہے تو یہ ضرور نصیحت نہیں کرتا بلکہ اسی طرح کی مجبوری سے کرتا ہے بھی سو یہ فرض لینے والے حلقہ بندی کو لاحق ہوتی ہے۔ ایسے مسئلہ کی کوئی اطلاق قدر و قیمت نہیں ہے 'نور در حقیقت یہ مسئلہ اس وجہ سے ہو رہے ہیں کہ حکومت کی طرف سے انصاف قائم کرنے اور لوگوں کی ضروریات منظم طریقہ پر بھی پہنچانے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اب اگر حکومت نے منظم کرانے متروک کرنے کا کوئی انتظام کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اور وہ سب لوگ اس سے قانع نہ اٹھائیں۔ جس مکان کا کرایہ اڑھائی انصاف سولہ روپے ہے 'اگر ایک ملک مکان اس کا کرایہ چھٹیس یا پچاس روپے وصول کرتا ہے تو جیسا کہ فیما ہے۔ وہ آخر کو کیا اطلاق حق رکھتا ہے کہ آپ پر اس کا احرام کیا واجب ہو۔ کل جو شخص قدر کی کمی کی وجہ سے ایک ہارنگ کرنے پر اتر آئے اور اپنا دس روپے من خریدوا ہوا قدر اسی روپے من کے صلب سے پیچھے گئے تو کیا اس کے بھی حقوق ملکیت کا احرام کیا جلتے گا اگر ہم حکومت کی مدد سے ایسے لوگوں کو مناسب شرح پر اپنا مل پیچھے پر مجبور کر سکتے ہیں تو کیوں نہ کریں؟

(ازمنظر المذاکرۃ، راجع فیقول "راجع کاظمی" صحیحہ: بخاری، تہذیب الفقہ)

فلاح کرنے اور فلاح کھیلنے میں فرق

سوال : امیر لوگ آج کل جس طرح فلاح کھیلے ہیں اسے کچھ کر رہے ہیں قرار ہوتا ہے۔ سابق زمانہ میں تو شاید لوگ قوت قنوت کے لئے فلاح کو ذریعہ جانتے ہوں گے۔ مگر آج کل تو یہ ایک تفریح اور تہنہ ہے۔ بعض لوگ جھگڑا کسی کھیت میں جلی لگا کر فزاکش پکڑتے ہیں۔ بارش کو بددعا

میں ڈال کر کسی میدان میں لے جاتے ہیں اور ان کے پیچھے کتے پھوڑتے ہیں۔ خرگوش کو کھلی جگہ میں کوئی جلتے پتھر نہیں ملتی تو وہ ڈو ڈو ڈو ڈو کر رہ جاتا ہے اور کتے اسے پھاڑ ڈالتے ہیں۔ اس پر خوب تفریح کی جاتی ہے۔ یہ بھی دریافت طلب ہے کہ بدعت سے کھار کر کیا ہے؟ اس مسئلے میں میرے سامنے پابند دم کی یہ ہے کہ وقتاً توئی سفر بفسد لپیعا و بھنگ الحوت و الفسہ واللہ لا ینب الفضل کتب لہ میں یہ مسئلہ جو درج ہے کہ بغیر چھ کر کھار پر کھار جاتے یا بدعت چلتی جاتے تو کھار اگر دائمی ہو کر بغیر فریج کے مر جائے تو بھی وہ حلال ہے اس کے بارے میں کپ کی رائے کیا ہے؟

جواب : کھار کھانے میرے نزدیک مکروہ ہے بہت کھار کر ہاتھ ہے۔ کھار کتے اور کھیتے میں فرق یہ ہے کہ جو کھار کھانے کے لئے کیا جاتے خواہ یہ ضرورت ہو یا نہ ضرورت وہ ہاتھ ہے اور جو کھار محل تقریباً کیا جاتے اور جس میں خواہ کھار ہاتھوں کی چاشنی پاک کی جائے وہ اگر ہاتھ نہیں تو مکروہ ضرور ہے۔

کسی ہاتھ پر اگر کھاری کتے یا دوسرے کھاری ہاتھ کو لٹھ کاٹ لے کر پھوڑا جائے اور وہ کھاری ہاتھ کے حلقے سے مر جائے تو اس کا کھانا از روئے قرآن ہاتھ ہے اور اگر حیران لٹھ کاٹ لے کر پھوڑا جائے اور اس کی ضرب سے ہاتھ مر جائے تو اس کا کھانا از روئے حدیث ہاتھ ہے۔ پہلی چیز کی دلیل سورہ النملہ کے پہلے رکوع میں موجود ہے اور دوسری چیز کی دلیل کے لئے حدیث کی کسی کتاب میں کتاب امیر ثعلیٰ کر دیکھ لیجئے۔ بدعتی کے حلقے آپ نے جو دیکھ لکھا ہے وہ کتب لہ میں مذکور نہیں ہے۔

(از علما المذکرین۔ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ۔ اپریل ۱۳۵۵ھ)

اسلام کے بلحاظ قانون اور تفسیر و استحکام

سوال : (انکر سنی) صیوت کے ہدفیہ برائے قانون جو حکومت پاکستان کی دعوت پر اس ملک میں تخریب لائے انہوں نے اسلامی قانون پر کراہی میں ایک تقریر کی۔ عرب ملک میں قانونی ارتقا کے عین نواہر "خلافت دار حنفی

اور جدید فلسفے کا انوکھا کر کے انہوں نے اس پر بحث کی کہ فلسفے کی بدلتی
 ہوئی ضروریات کے مطابق اسلامی قانون میں تبدیلی ممکن ہے یا نہیں۔ ان
 کی بحث کا تا حاصل یہ تھا کہ اسلامی قانون کے دو حصے ہیں۔ ایک خاص
 مذاہب، دوسرا معاشرتی، جہاں تک مذہبی قانون کا تعلق ہے اس میں کوئی
 تبدیلی نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ بھی نہ بدلے والے عقائد پر مشتمل ہے، مثلاً
 توحید، عبادات وغیرہ معاشرتی قانون دیکھتے ہیں جتنی ہے ایک لائحہ اور
 دوسرے قرآن و حدیث، لائحہ ہر فلسفے کی ضروریات کے مطابق بدلتا رہتا
 ہے۔ اور بدلنا چاہئے، لائحہ میں سب سے پہلے سوال گنج و غیر گنج کا ہے،
 پھر گنج لائحہ بھی دو قسم کی ہیں۔ لازمی (Compulsory) اور اختیاری یا
 مشورتی (Persuasive) پس آخر کار بحث ان احکام کی رہ جاتی ہے جو لازمی
 قرآن پر یا گنج لازمی لائحہ پر جتنی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان دونوں
 چیزوں کے — الفاظ کو نہیں (کیونکہ وہ عقلی مادہ موجود ہیں اور تبدیلی نہیں
 کئے جاسکتے) — سوسائٹی کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق ہی تعبیر
 (Interpretation) دی جاسکتی ہے؟ (۱) اکثر فلسفی نے کہا کہ اس بارے میں فقہاء
 کے دو گروہ ہیں (۱) اقلیت کی رائے یہ ہے کہ آیات قرآنی اور لائحہ
 گنج کو نئے معنی نہیں پہنچائے جاسکتے (۲) اقلیت کا استدلال یہ ہے کہ قانون
 ایک معاشرتی مروجہ سائنس ہے، لہذا جیسے جیسے معاشرت و عمران میں تبدیلی
 ہوتی جائے قانون کو بھی بدلنا چاہئے، ورنہ وہ فلسفے سے اپنا رشتہ توڑ بیٹھے
 تک اسلام ترقی، تہذیب اور بیحد علم کا ادبی ہے اور اس کی یہ خصوصیات
 باقی نہیں رہیں، اگر ہم اس بارے میں قدامت کا رویہ اختیار کریں۔ اپنے
 اس دعوے کے ثبوت میں انہوں نے دو طریقے بطور نمونہ پیش کیے اور بتلایا
 کہ نہایت کثرت سے انہوں نے ایسی نظریں اپنی کتاب — (Irreducibility
 of Islamic Law) میں دی ہیں۔

پہلی مثال یہ تھی کہ ایک حدیث گنج میں لکھی ہے اور جو کورقنی امیر
 کے بیان سے لے کر آج تک ہے، کیونکہ اس فلسفے میں ہی بدلتا رہتا

بعد کو جب دنان کے صاحب سے یہ چچی فرودست ہونے لگیں تو ایک شخص نے ہم جو یوسف سے انتظار کیا انہوں نے کہا کہ وہ سہلہ جو دنان کے جانے سے ہوا ہو ہاتھ ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ دنان کے بدل جانے سے احلیت کی تعمیر اطلاق میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

دوسری مثال جس کے ذریعے ڈاکٹر صاحب نے استدلال کیا کہ نہ صرف حدیث بلکہ قرآن کے فقہاء کو یوسف کی ضروریات بدل جانے پر نئی تعبیری جاسکتی ہے۔ یہ تھی کہ قرآن میں صدقات کے معارف میں سولہ اشکوب کا بھی ایک حصہ رکھا گیا ہے۔ حضرت مڑنے جب نو مسلموں کو صدقات میں سے حصہ دینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے قرآن کی آیت حد میں چٹی کی کہ یہ تو اہل حق ہے جو قرآن نے منور کیا ہے۔ آپ اسے کہے 'فہم کہہ سکتے ہیں؟ حضرت مڑنے جواباً کہا کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت اسلام کنور تھا اس لیے اس کی ضرورت تھی۔ اب اسلام خدا کے فضل سے قوی ہے۔ لہذا اب ضرورت باقی نہیں رہی۔ میں میں تم کو یہ حصہ نہیں دلاں گا۔

اس قسم کی مثالوں میں ایک مسئلہ قطع یہ کا بھی ہے۔ حضرت مڑنے ایک شخص کو جس نے بیت فحل میں چوری کی تھی 'نور دوسرے کو جس نے اپنے آکا کا مل چرانا تھا قطع یہ کی سزا نہیں دی' اس دلیل سے کہ میں کا اس مل میں حصہ تھا اسی طرح قلعہ کے نجانے میں آپ نے اس سزا کو موقوف کر دیا۔

ڈاکٹر حسینی نے دونوں فقرے میں کلام کے چار ہاتھ بتائے قرآن 'حدیث' 'اعلام' 'نور ایمان' 'بھروسے' 'دین میں امن کی تقریر کے بعد محدود قرآن سولہات پیدا ہوئے ہیں۔

حد تک ہا چار ہاتھ کے علاوہ نور کو کسی چچی ہاتھ کلام میں؟ کیا طبع 'دوسرے ممالک کے دنان' عرب' طہوت' 'تعال' 'سنن' 'موسم بلوچی' صاحب امر کی ہدایات' سہلوات و غیرہ کو ہاتھ کلام بنایا جاسکتا ہے یا

نہیں؟ فقہاء نے ان تمام کو ملتے جلتے قانون کی فہرست میں تو نہیں لکھا لیکن دور ان بحث میں ان تمام کا ذکر نہ ملتا قانون کی حیثیت سے کیا ہے اور مختلفہ رائے دہی کے عمل سے بھی یہی ثابت ہو آتا ہے۔ خطا حضرت عمرؓ نے ذرا امت و ایمانی قانون میں شئی 'مسنی' اور ہر حق قانون کی عداوی کی 'رجل' اور حلیات رکھنے کے طریقے ان سے لفظ کے 'غیر اسلامی حکومت کے ناموں پر لکھا' حاصل مانا کیا جتا کہ ان کی حکومتیں مسلمان ناموں پر مانا کرتی تھیں۔ تو کیا اس سے یہ اصول مستحب نہیں ہوتا کہ قرآن و حدیث کی نظر کہہ حدود کے حدود و سرے ملک کے قانون سے اختلاف 'اور نہ صرف اختلاف بلکہ اس کو بیحد لفظ کیا جاسکتا ہے؟ حضرت عمرؓ کا عمل تو کم تو کم میں حلیت کرنا ہے۔ آج اگر اسلامی حکومت وجود میں آئے تو کیا وہ ملتی ملک کی سیاسی 'معاشرتی' اپنی 'اقتصادی' اور سماجی ذہانت کو نظر انداز کر کے نئے سرے سے اپنی عمارت کی بنیاد نہ رکھے گی؟ عمل اس قدر تصور اور نصب کی بناء کہ جو کچھ مغرب سے آیا ہے وہ غلط ہے؟ کیا یہ تصور بالکل ہی طرح غلط نہیں کہ جو کچھ مغرب سے آیا ہے وہی صحیح ہے؟ اگر یہ ایک اثنا ہے تو وہ 'دوسری اثنا' ہے۔ بلکہ کیا یہ صواب نہ ہو گا کہ مغرب کی ہر باتیں شریعت کے مزاج سے مطابقت رکھتی ہیں ان کو بیحد یا ان میں اصل بدل کر کے لے لیا جائے؟

س۔ بزرگن ملک اور انہ نے جو اختراعات کیے 'اگر ان مسائل میں کوئی تبدیلی و اختلاف ممکن نہیں تو ان کو اختیار کر لیا جائے' ورنہ نذر کی بدلی ہوئی ضروریات کے مطابق ان کا اختلاف کچھ مسائل میں اگر سزا بخور نہ رہا تو ان کے فقہاء کو سر تو لٹکتا کریں جو دور ماضی کی ضروریات کے مطابق ہو۔

س۔ کیا قرآن و حدیث کے لفظ کو تبدیلی کے بغیر سوسائٹی اور معاشرت کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق ان 'ملف' کے لفظ

کی تصویر میں تبدیلی 'نقل' یا کسی کی جاسکتی ہے؟ مثلاً جیسا کہ سوانح
 القلوب کی نقل سے ظہور ہوتا ہے۔ اس قسم کے مسائل آج بھی
 پیدا ہو سکتے ہیں 'مگرچہ ان کی تعداد کم ہو گی۔ دوسرے الفاظ میں
 ان احکام و مسائل میں جو خصوصیات قرآنی یا احادیث لغوی پر مبنی ہیں
 ناسخ کی ضروریات اور ان احکام کی قطع پوری نہ ہونے پر ایسے کے
 احکام مستند نہ کیے جاسکتے ہیں جو اسلام کی روح کے مطابق ہوں۔
 آخر فقہاء کا یہ حلق طلب مسک ہے کہ ہر علم کی ایک قطع ہے
 اور قطع عام ہر عملی اقدام ہے۔

مثلاً زکوٰۃ کا علم قرآن سرت میں مذکور ہے۔ فقہان زکوٰۃ کی
 کوئی شرح مذکور نہیں۔ احادیث میں جو شرح مذکور ہے وہ ناسخ کی
 ضروریات کے مطابق نہیں۔ اب ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ
 آیا زکوٰۃ کو تک کے عام رجحان یا فقہ کی حیثیت حاصل ہے (جبکہ
 حکومت اسلامی ہو یا نہ ہو) تو وہ سراسر سوال شرع کا ہے کہ آج کے
 ابتدائی حالات میں شرع سے پورے نہیں ہو سکتے۔

ان سوالات سے بہت کر ایک دریافت طلب امر یہ ہے کہ
 قرآن آیا ایک کڑا ہے یا نہیں؟ ظاہر قانونی اعتبار سے قرآن ایک
 زبانی ضابطہ (Amending Code) کی حیثیت رکھتا ہے جس نے بہت
 سے ان ردائوں اور دستوروں کو قائم رکھا جو عرب میں جاری تھے
 سب میں القلوب پیدا نہیں کیا لہذا یہ کہنا کہ قرآن ایک عمل کڑا
 ہے 'کس حد تک درست یا غلط ہے؟

جواب: آپ نے جن مسائل کے حلق اعتبار رائے کی قیادت کی ہے میں ان پر
 "محقق الزوجین"۔ "سورہ اول"۔ "تطبیقات" اور "اسلامی قانون" میں ایک حد
 تک فصل بحث کر چکا ہوں۔ آپ ان نکات کو غلط قیادتیں کہ کون سے پہلو بحث
 نہ کئے ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ یہی رہے آپ کے سوالات تو ان
 کے حلق نظر طور پر اپنے خیالات عرض کیے جاتے ہیں۔

طقت، عرف، عدوت، قتال، منہ اقلی، عموم بلوئی، صاحب امر کی ہدایت، سلطنت اور ملک غیر کے روابط، چلنے خود ملنے قانون نہیں بن سکتے، بلکہ یہ سب اصلاح اور قیاس کے ضمن میں ہی داخل ہوں گے۔ اور خود اصلاح و قیاس بھی اصل ملنے قانون نہیں ہیں بلکہ قرآن و سنت کے تابع ہیں۔ اصلاح ہو یا قیاس، دونوں صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتے ہیں جبکہ استدلال کی بناء قرآن و سنت کے اصولی یا ثابت پر رکھی گئی ہو۔ اصولی کے معاملے میں قیاس و استحکام کو لامحدود خصوص کا پابند ہونا چاہیے گا۔ اور جس قیاس و استحکام پر اصلاح ہو جائے، یا بسورۃ حقن ہو جائے وہی ملک کا قانون بن جائے گا۔ رہے مہملت تو ان کے دائرے میں ہم یہودی ملک کے طریقوں سے بھی استدلال کر سکتے ہیں، لہٰذا ملک کے عرف و رواج کو بھی برقرار رکھ سکتے ہیں، عموم بلوئی کا لحاظ بھی کر سکتے ہیں اور دوسرے ملنے کی طرف بھی رجوع کر سکتے ہیں، بشرطیکہ ہم قوانین بھی ہم جائیں وہ بحیثیت مجموعی اسلامی زندگی سے مطابقت رکھتے ہوں۔

بزرگن ملک کے استحکامات نہ تو اہل قانون قرار دیے جا سکتے ہیں، اور نہ سب کے سب دروازہ کر دینے کے لائق ہیں۔ صحیح اور مستقل مسلک یہی ہے کہ ان میں تبدیلی کیا جا سکتا ہے، مگر صرف بقدر ضرورت اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ تبدیلی بھی کیا جائے وہاں شریعہ کی بناء پر کیا جائے۔ یزیدی ضروریات کے لئے یا استحکام بھی کیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہی ہے کہ اس استحکام کا ملنے تکلف اور سخت زحمت و سہل فہم ہو اور یہ استحکام وہ لوگ کریں جو علم و بصیرت کے ساتھ جذبہ انجیل و امانت بھی رکھتے ہوں۔ رہے وہ لوگ جو نہاد جدید کے رجحانات سے مغلوب ہو کر دین میں تحریف کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے حق استحکام کو تسلیم کرنے سے ہمیں قلعی انکار ہے۔

اصل طور پر تو یہ بات صحیح ہے کہ احکام شریعہ کے اثر و نفوذ میں حالات کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ خصوص کے لحاظ کی تعبیر میں اختلاف کی نفی کھائش ہے، لیکن بحث اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اصل کو

پہرہ ذکر ہم تعلیمات کی طرف آتے ہیں۔ یہاں حدود تعلیمات ادارے سامنے
 آئی آتی ہیں جن میں تعلیم پندرہ اہلکار کی تہذیب ہم کو مدد دلائے محدود نظر
 آتی ہیں۔ مثلاً یہی ذکاوت کا مسئلہ ہے جسے آپ نے عقل میں پیش کیا ہے۔
 ادارے نزدیک ذکاوت کو ملک کے عام رائج یا فکس کی حیثیت حاصل نہیں ہے
 بلکہ یہ ایک نئی مہارت ہے۔ اور اس کے لئے شارع نے جو ضابطہ 'شرح' اور
 مصادر مقرر کیے ہیں ان میں تبدیلی نہیں کیا جا سکتی اور جن چیزوں پر
 ذکاوت ملے گی ہے ان میں بھی کئی پیش فکس نہیں ہے، بلکہ کہ کسی چیز کو
 شارع کی مقرر کردہ اشیاء پر فکس کر لیا جائے۔ وہیں حکومت کی ضروریات اور
 ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ایک اسلامی حکومت، جسور کی خدمت کے جن
 جن کاموں کو اپنے ہاتھ میں لے لے ان کی اہمیت دینی کے لئے وہ جسور پر فکس
 کر اپنے مصادر پر دے کر سکتی ہے، جیڑیہ فکس ضابطہ کے ساتھ لگائے
 جائیں۔ اور انکار داری کے ساتھ ان کو شرح کیا جائے۔

آپ کا آخری سوال کہ قرآن ایک "کلام" ہے یا نہیں، اس کا جواب یہ ہے
 کہ قرآن کلام نہیں بلکہ کتبِ ہدایت ہے جس میں سوسائٹی کی اصلاح و تحظیم
 کے لئے قابلِ ہدایت بھی دی گئی ہیں۔ لیکن اس لئے کہ اس میں قابلِ
 ہدایت بھی ہیں، اس کو "کلام" کہہ دیا درست نہیں ہے۔ اور مشکل کلام کے
 لحاظ سے اس کو تعبیر کیا اور بھی لیا، لفظ ہے۔ جو بات صحیح طور پر کہی جا سکتی
 ہے وہ صرف یہ ہے کہ قرآن ایک مکمل کتبِ ہدایت ہے۔

(از علان القرآن۔ طرز ملاحظہ۔ دسمبر ۱۹۵۷ء)

معاشی مسائل

قوی ملکیت

سوال: چونکہ عوامیت اسلامی اور آپ ذاتی طور پر قوی ملکیت کے بارے میں ایک خاص طرز فکر رکھتے ہیں، اس لیے بعض مشکوک پیش کر رہا ہوں،
واقعہ ہے کہ آپ ان کا اقرار فرمائی گے۔

موجودہ دور میں انہیں اشتراکیت سے منسوب کیا جاتا ہے اور عموماً (not) Have اور منعمین (Have) کے درمیانی تعلقات کا سمجھنا ہوتا ہے۔ قوی ملکیت کے نظریہ کو بھلا رہا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپ اور عوامیت اسلامی ذاتیات اور صنعت و نیو کو قوم پرستی (Nationalisation) کے مضمحل اس حتیٰ چاہے، کس طرح پہنچے ہیں کہ اسلام اس کے خلاف ہے؟ آپ بحیثیت امامی یا مقلد کے اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں مگر آخری اور قطعی فیصلہ کا حق میں رکھتے۔ یہ کام تو اسلامی حکومت کی مجلس شوریٰ کا ہو گا کہ وہ کتاب و سنت پر بحث کر کے کسی آخری نتیجہ پر پہنچے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قوی ملکیت کے مضمحل اسلام کا غلط فہم کیا ہے؟
تاکہ آپ کی رائے یہ ہے کہ اسلامی حکومت افغروی حقوق ملکیت میں مداخلت کی ہمارے میں ہے۔ حالانکہ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اسلامی لٹریچر اس معاملہ میں سب سے پھرنا ہی نہیں۔ بلاشبہ یہ گنج ہے کہ اسلام افغروی حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے مگر اس سے یہ لفظ کر لینا کہ ذاتیات و دیگر املاک (مصلحت و کاندوباری) کو قوی میں قرار دیا جاسکتا، سراسر ناانسانی ہے۔ کسی حق کو تسلیم کرنا اور شے ہے اور کسی حق کے حصول کو لازمی قرار دینا اور چیز ہے۔ — رسول اللہ ﷺ کا جائز نہیں اور ہنشنیدہ تا یہ طبیعت نہیں کرتا کہ اسلامی حکومت پیگ کی ساری زمین کو اپنے چارج میں نہیں لے سکتی۔ کسی امر کا بطور واقعہ (De facto) ہونا یہ طبیعت نہیں کرتا کہ قانونی طور پر (De jure) انہی دو وجہ ہے۔ تاکہ آنحضرت ﷺ سے کوئی حکم لیا جاتا ہے کہ ہر شخص کو زمین یا کارخانے کا مالک ہونا

ہاں۔ پھر جو لازم نہیں اس کا ترک کرنا بہتر کیسے ہوگا؟

خود قرآن میں ہے کہ جو کچھ لکھیں میں ہے وہ تم سب کا ہے۔ اور حکومت اسلامی اچھی ہونے کے لحاظ سے حکم خود لکھی ہم سب کی ہے۔ اگر ایسی حکومت نفاذ کو ہم سب کے لئے بہت ضروری میں کرے تو اقتلاع یا غرض کی یہ کہیں ملتی ہے؟ انگریزی ٹیکٹ کا مسئلہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں ایک خاص دور کے حالات کے تحت حکم دیکھنے کی اہلیت دی گئی تھی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود حکم دے گئے ہائیں۔

یہاں دیکھا ہے کہ حکیم حق، خدا حق کے حقوق نہیں۔ جو حق فریضہ تک نہیں پہنچا اور اختیار ہے اسے جمع مسئلہ اگر چاہیں تو چھوڑ سکتے ہیں۔ میرے نزدیک مسئلہ یہ نہیں ہے کہ گزشتہ دور میں کون طریقہ ظلم اراضی میں رہا تھا بلکہ اصل بحث یہ ہے کہ ازبدئے قرآن و سنت حکومت اسلامی کھڑے راستے سے حق مسئلہ کی جمع راہیات اپنے تصرف میں لا کر بعض طریق پر پیداوار حاصل کر کے لوگوں میں بانٹ سکتی ہے۔ جتنی بہ انگریزی ٹیکٹ کا حق تو وہ نہ بھی پہلے دینا پھر غنم کر سکتی نہ آئندہ کر سکے گی۔

اگر انفرادی کو پورا پورا حق ٹیکٹ دے دیا جائے تو پھر حکومت باج پر جائے۔ پھر وہ حق کا کنٹرول کر سکتی ہے نہ لائسنس، مسلم رہا کر سکتی ہے نہ اہلیت، گرانٹی قائم کر سکتی ہے۔

قوی ٹیکٹ کے لئے اکثریت کی مرضی معلوم کرنے کا ذریعہ اگر مجلس شوریٰ نکلی نہ ہو تو استخواب عام (Referendum) بھی کیا جاسکتا ہے۔ اب اگر پوری قوم کی مرضی یہ فیصلہ دے دے تو اسے خلاف اسلام کیسے کہا جاسکتا ہے؟

جواب : جو سوالات آپ نے پوچھے ہیں ان کا مفصل جواب تو ایک خط میں دینا مشکل ہے، لیکن اس پر ہے کہ یہ چند اشکالات آپ کے لئے نکلی ہوں گے۔

آپ کا یہ خیال درست ہے کہ جن معاملات کا فیصلہ آئندہ اسلامی حکومت یا

پارلیمنٹ کو کہا ہے ان کے بارے میں ہم ایک اجماع دینے کی ہمدردی کرنے والی جماعت کی حیثیت سے کوئی مداخلت فیصلہ کر دینے کا اختیار نہیں رکھتے اور اگر ہم یہاں کوئی فیصلہ کر بھی دیں تو اس کا کوئی آئینی وفاق نہیں ہے۔ مگر کیا ہم ایک جماعت کی حیثیت سے یہ کہنے کا حق بھی نہیں رکھتے کہ قتل وغیرہ اعلان طریق کار ادارے نزدیک غیر اسلامی ہے؟ اور کیا ہم یہ فیصلہ کرنے کے بھی مجاز نہیں ہیں کہ قتل، گھبراہٹ، دہشت گردی، جس نے دینی مسائل میں رائے دینے کی استعداد، ہم پہنچی ہو، اس طرح کے فیصلے کرنے کا حق رکھتا ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے کوئی بات اس سے زائد نہیں کی ہے۔ ہم خود بھی جانتے ہیں کہ ایسے معاملات میں ہمارے فیصلے آئندہ اسلامی حکومت کی بھلی خودی کو پختہ کرنے والے نہیں ہیں۔

اب آپ اصل مسئلے کو سمجھنے کی قوی ملکیت کے بارے میں اصولی طور پر دو سوال تسلیم طلب ہیں:

ایک یہ کہ آیا تمام ذرائع پیداوار کو قوی ملکیت یا دینا اسلام کے فلسفہ اخراج (Social Philosophy) کی رو سے بھی اسی طرح مطلوب ہے جس طرح اشتراکیت کے فلسفہ اخراج کی رو سے ہے؟ یا اگر مطلوب نہیں تو کیا کم از کم یہی کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کہ اسلامی فلسفہ اخراج کی مجموعی پہرہ سے مطابقت رکھتا ہے؟

دوسرے یہ کہ قوی ملکیت کی تنظیم کو عملی طور پر بنانے کی خاطر کیا یہ درست ہے کہ کوئی پارلیمنٹ ایک حکم کے ذریعے سے اراضی اور دوسرے ذرائع پیداوار پر سے افراد کی ملکیت کو سنبھال کر کے ان پر انتظامی ملکیت قائم کر دے؟ یا یہ فیصلہ کر دے کہ تمام افراد اپنی اپنی ملکیتیں حکومت کی مقربہ قیود پر حکومت کے ماتحت لانا چاہیں۔

امریکی کے بارے میں آپ میری کتاب "ملکیت زمین" کا آخری باب ملاحظہ فرمائیں۔ نیز میری کتاب "سود" کے حصہ دوم کو بھی دیکھ لیں۔ عظیم صدیقی صاحب کا پمفلٹ "قوی ملکیت" بھی نگاہ میں رہے تو بہتر ہے۔ ان چیزوں کے ملاحظہ فرماتے کے بعد بھی اگر آپ کی رائے یہ ہو کہ ذرائع پیداوار کو بطور ایک مستقل پالیسی کے قوی ملکیت یا دینا اسلامی فلسفہ اخراج کی رو سے مطلوب ہے یا اس سے مطابقت رکھتا ہے تو

یہ کہ کرم آپ اپنے ملائگی اور فائدہ فرمائیں اور ساتھ ہی عارضے ملائگی پر تنقید کر کے اس کی عقلی بھی واضح کریں۔

امردوم کے بارے میں ایک قانون دین کی حیثیت سے کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ اسلامی شریعت تمام افراد کی نہیں بلکہ کسی ایک شخص ہی کی ذاتی ملکیت کو اس طرح ساتھ کر دینے یا اس کو اپنے ملائگی کی فوجیت پر مجبور کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ خصوصاً جب کہ اسلام آباد ایک ایسے قلعہ و شہر پر مبنی ہو جو ہر مل (فرمان) و حدیث سے بالکل نہیں ہے؟

(زمین و فرائض۔ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

ایک زمینداری میں رضا کارانہ طور پر اصلاحات کا آغاز

سوال : میں ایک بڑی زمینداری کا مالک ہوں۔ میں نے تیسہ کر لیا ہے کہ اپنے مزارعین سے شریعت محمدی کے مطابق معاملہ کروں۔ اس منصوبہ کے لئے میں اپنے موجودہ طرز عمل کی تفصیلات تحریر کر رہا ہوں۔ اس کے بارے میں واضح فرمائیے کہ کیا کیا چیزیں غلط ہیں اور کیا کیا صحیح ہیں؟

(۱) میں نے ہر مزارع کو دس ہاونہ انگو (یعنی بی بی دے رکھی ہے۔ پیگہ دت سے رائج تھی) لیکن میں نے بد کر دی ہے۔ صرف دس سال کب باقی دنیو کی دورتی مزارعین کے ذمے ہے۔

(۲) میں ہر پیدوار میں سے سوا حصہ لیتا ہوں۔ باقی کا محصول سرکاری (ایٹا) کل مزارعین دیتے ہیں اور ملکیت کا محصول (ایٹا) یا مطالبہ مل میں لوا کرتا ہوں۔ باقی محصول (دوری ٹیکس کے سوال) مل کے حساب سے مشترکہ طور پر بکے جاتے ہیں۔ فراہم مزارعین کو نہیں دیا جاتا۔

(۳) تم بتاؤ ایسے پڑے مزارعین ہوتا ہے اور جتنی ایسے کے تم کا سوا حصہ نہیں دیتا ہوں۔

(۴) ۳ پیرنی میں سوا حصہ پیدوار کے علاوہ کل پیدوار میں سے

ہدایت طور پر وصول کیا جاتا ہے اور کسی طرح کا لگان یا بیگار نہ ہو
 واپس کی خدمات نہیں لی جاتیں۔

(۵) میرے ملازمین کاشت بھی ہیں جن میں سے چند حصہ ہ میں اور
 چند گنھ دار ہیں۔ حصہ داری پر کام کرنے والے میرے بیٹوں کے
 ساتھ میری اراضی میں میرے پیچروں کی ہدایات کے تحت کام
 کرتے ہیں۔ بیج میرا ہوتا ہے۔ ہد میں ملکیت کے طور پر سارا حصہ
 پٹلی اور ۳ سیرنی کل اہار میں سے وصول کرتا ہوں۔ بقیہ غلہ کا
 نصف بیٹوں کے حوالہ میں لیا جاتا ہے اور نصف کارکنوں کی
 کارکردگی کے حق میں دیا جاتا ہے۔

حظ الف 'ب' 'ج' میرے حصے دار ہیں اور 'د' میرے ملازم
 ہیں۔ ان کے پاس میرے ۵ جڑی قتل کاشت کے لئے ہیں۔ میں
 ان میں سے اپنی پٹلی لے کر ۳ حصے ظ الف 'ب' 'ج' کو دوں
 گا پٹلی ۵ حصے بیٹوں کے اور ۱۰ حصے گنھ دار ملازمین کے میں لوں
 گا کیونکہ ان کی گنوا میرے ذمے ہے۔ آبیانہ وغیرہ ملازمین
 لگن سرکاری کے معرودہ بہ نسبت سے لیا ہو گا۔

(۶) میری ملکیت وراثتہ میرے پاس منتقل ہوئی ہے اور میرے
 اہلہ و عیال نے حکومت سے یا دوسرے زمینداروں سے "تیرج" لی
 تھی۔ میرے پاس کوئی سرکاری جائیداد نہیں۔

براد کرم میرے سہیلے پر توجہ فرمائیں۔ شکوہ اٹھ قلعی
 دوسرے اہل میں کو بھی دیکھا دیکھی قلعی اصطلاح دیکھ

جواب : اٹھ قلعی آپ کو ۱۲ اے فیروے کہ آپ نے خود اپنی زمینداری کو رضا کارانہ
 طور پر شریعت کے مطابق درست کرنے کا ارادہ فرمایا۔ کاش کہ دوسرے زمیندار بھی
 اسی طرح اپنے معاملات کی اصطلاح پر آمادہ ہو جائیں۔

آپ نے اپنے معاملات کی جو شکلیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے نمبر ۲۴ تو جائز
 ہیں مگر نمبر ۳ کا پہلا حصہ غلط ہے اسے بدل دیجئے۔ پیدوار میں سے سارا حصہ کے

حکام ۳ سیرتی میں کل اہلار میں وصول کرنا آپ کی پوری ٹھانی کو بھار قرار دیا ہے۔ آپ صرف نسبت کے اعتبار سے اپنا حصہ لینے کے حقدار ہیں۔ وزن کے اعتبار سے ایک حصہ میں حقدار وصول کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے۔

نمبر ۵ میں جو صورت مسئلہ آپ نے بیان کی ہے اس میں اجرت اور ٹھانی کو خلا نظر کر دیا گیا ہے۔ جس سے ظہم کی دہانگی نکل سکتی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اپنی اراضی کی جن قصبات کو اجرت دے کر نکلت کرانا ہو انہیں الگ رکھیں اور جنہیں ٹھانی پر دینا ہو انہیں غاص ٹھانی کے لئے مخصوص کر دیں۔ اجرت پر کام لینے کی صورت میں زمین کی ساری پیداوار غلام کم ہو یا زیادہ آپ کی ہوگی۔ اور آپ کے ملازم صرف اپنی اجرت کے مستحق ہوں گے۔ اور ٹھانی پر زمین دینے کی صورت میں آپ کو یا آپ کے پیچروں کو مزارعین کے کام میں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ غلام غلام محض زمین مزارعوں کو دیں یا مل بیل اور بیج میں سے بھی کوئی چیز دیں۔ ہر مل آپ ایک ملے شدہ نسبت کے مطابق پیداوار میں سے صرف اپنا حصہ لینے کے ہمار ہیں۔

نمبر ۶ میں آپ نے اپنی زمینداری کی جو اصل بیان کی ہے وہ اگر درست ہے تو آپ کی ملکیت شرعاً درست قرار پائے گی۔ اس صورت میں طریقہ زمینداری کی اصلاح آپ کے لئے ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس وقت جو شرعی وارث موجود ہوں ان کے حصے آپ انہیں تقسیم کر دیں۔

سوال : دیوانہ ملک ہوں کہ جو چند پانچ بیٹے کے توازن ملے سے نہیں کچھ سالوں کی عرصہ تفریح کی درخواست کروں۔

(۱) اگر ۳ سیرتی میں ٹھانی کے حکام لینا درست نہیں ہے تو پھر وہ مرا بہ راحت ہے کہ ٹھانی کی شرح تبدیل کروں۔ مثلاً سہرا کے بجائے ۲ یا ۳ ہر ۳ کی شرح قائم کی جا سکتی ہے۔ یا کوئی اور صورت جو شرعاً زیادہ مناسب ہو تحریر فرمائیں۔

حصہ دہانوں اور غلاموں کے دہانوں کو علیحدہ کرنے کے لئے میں نے آج ہی کہہ دیا ہے۔ ہر مل ٹھانی کے شرعی طریقہ یا حسب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) آپ نے فرمایا ہے کہ میرے خلیفوں یا پیروں کو مزار میں کے نام میں داخل دینے کا حق نہیں، تاہم سوال یہ ہے کہ اگر ان کی گمرانی نہ کی جائے تو وہ مالک نہیں کا حق نہ کھائیں گے اور کا حق نہ کھاتے نہ کریں گے۔ خلیفوں کے مصارف کا رواج صرف بھی ہے ہوتا ہے 'مزار میں' کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

(۳) آپ نے فرمایا ہے کہ میں اپنی ملکیت کو اس وقت شری داروں میں (دو سوچو ہوں) تقسیم کر دوں۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ میرے باپ یا ہر مجھے زندہ شریعت و احکام اللہ تھے تو یہ ان کے لئے تھے۔ میرے نام مرحوم والد نے اپنی زندگی میں ہر قسم کی ملکیت ہونے پر منتقل کر دی تھی۔ اور یہ والدہ ان کی فوجی سے چھ سال قبل کا ہے۔ انوری حالات میں پر صرف میرے اپنے ہونے والے ورثہ کا حق و احکام ہو گا یا والد مرحوم کے پسماندگان کا بھی؟ — اگر والد مرحوم کے پسماندگان کو میں ان کا حق لرا کر بھی چاہوں تو میرے دوسرے بھائی اس سلسلے میں ساتھ نہ دیں گے اور میں انکے ان کے حقوق پر سے کر ہی نہیں سکے میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ والد مرحوم کی فیس داری سے متعلق تھا کہ مجھ سے۔

جواب : اے بھائی کا یہ طریقہ صحیح ہے کہ پھر دوبارہ جو کچھ بھی ہو اس میں ہے مالک نہیں اور کاشفہ غلب طریق ہے جسے تقسیم کر لیں 'مظاہر' کہ ۵/۱ مالک کا اور ۵/۲ نسبت جی بر اصف نہیں ہے۔ ہر مل پر ضروری ہے مالک نہیں اپنے سہولت کو صرف شری ضروری کے مطابق درست کرتے ہی ہر آفتابہ کریں بلکہ کھلے دل سے اصف کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

آپ کو اس بات کی گمرانی کرنے کا حق ضرور پہنچا ہے کہ کاشفہ بھائی سے پہلے مشرک تھے میں عیا تعریف نہ کریں اور مزاح کی حیثیت سے اپنے فرائض بھی ٹھیک ٹھیک لرا کرتے رہیں۔ لیکن اس گمرانی کو اس نہ تک نہ

یہاں چاہئے کہ مزارع کی حیثیت بالکل ملازم یا محصور کی سی ہو کر رہ جائے اور آپ کا نگران ملک بالکل اپنے حکم کے تحت ان سے کام لینے لگے اصولاً ایک مزارع آپ کا ملازم یا محصور نہیں ہے بلکہ ایک شریک کاروبار کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی سمجھ کر اس سے معاملہ کرنا چاہئے۔ مجھے مزارعین کی ہر شکایات معلوم ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زمیندار اور ان کے ملازمین ہر وقت ان کے سر پر سوار رہتے ہیں اور ان کے ہر کام میں مداخلت کرتے رہتے ہیں۔ میرا دعا اسی طریقے کی اصلاح ہے۔

دراصل کی تقسیم کا سوال ان لوگوں کا سوال ہے جو ملک میں پیدا نہیں ہوتا ہو کسی شخص نے اپنی زندگی میں (مثلاً ایک انڈسٹریسٹ موت کی بنا پر نہ ہو) کسی کے دے دیئے ہوں۔ لیکن جو ذکر حق نے چھوڑا ہو وہ خواہ مخواہ ہو یا لہوہ اس کی تقسیم کا معاملہ دراصل کے قانون سے تعلق رکھتا ہے اور اس معاملے میں کوئی ذمہ داری حق پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ پرسونا کا کام ہے کہ وہ اس ذکر کو شریعت کے مطابق تقسیم کریں۔ باغرض اگر دوسرے وارث ایسا کرنے پر راضی نہ ہوں تو آپ یہ کر سکتے ہیں کہ جو حصہ شریعت آپ کو پہنچتا ہو صرف اتنا ہی حصہ اپنے پاس رکھیں اور اس سے ڈانٹ ہو بلکہ ہو اس کو مناسب طریقے سے ان وارثوں میں بانٹ دیں جو اپنے شری سے عوام نہ گئے ہوں۔ یہ دے کے ہمارے میں بھی یہ اطمینان کر لینا چاہئے کہ کیا یہ وہ اس نیت سے تو نہ تھا کہ دراصل کو شریعت کے مطابق تقسیم ہونے سے روکا جائے۔

(ترجمہ القرآن۔ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

سود اور زمین کے کرائے میں فرق

سوال: سود کے سود اور زمین کے کرائے میں کیا فرق ہے؟ خاص کر اس صورت میں جب کہ دونوں سرمایے کے حاملہ زمین (Capital of United) ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سودیہ پانچ سو روپے سالانہ کی شرح سود پر لگایا جائے یا ایک دیگر زمین پانچ سو روپے سالانہ لگائی جائے آخر میں دونوں

میں کیا فرق ہے؟ دونوں حالتوں میں یہ مسئلہ مختلف ہے کہ فرق طاقی کو قطع ہو گا یا قسطن۔ سرمایہ کار (Lender) کو اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔

صاحب دریا صاحب زمین قطع و قسطن سے بالکل بے نیاز رہتا ہے۔

جواب : زمین کے کرائے کی ہر شکل میرے نزدیک جائز ہے اس کی تصریح میں مسئلہ ملکیت زمین میں کر چکا ہوں۔ اسے لکھ میں دیکھ کر سوچتے کہ اس میں اور سود میں کیا فرق ہے۔ کرایہ جن چیزوں کا لیا جاتا ہے وہ انکی چیزیں ہیں جو کرایہ دار کے استعمال سے کچھ نہ کچھ لڑتی پھرتی یا خراب ہوتی ہیں اور جن کا اپنی اصلی حالت میں مالک کو واپس ملنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس کلمے کا اطلاق جس طرح فرنیچر، مکان، سوز و فوسل ہوتا ہے اسی طرح زمین پر بھی ہوتا ہے خواہ اسے لے کر کوئی شخص مٹ لگائے کوئی اسفل لگائے یا کسی اور طریقے سے استعمال کرے۔ لیکن مددگار تو محض ایک قوت خرید کا نام ہے اسے اگر کوئی شخص مستعد لے تو اس کے لئے پورے یا کھٹے یا کوئی سول پیدا نہیں ہوتا۔ اسے قرض لینے والا ہوں گا توں لوٹا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قرض لے تو جتنا قرض لیا ہے اتنا ہی وہ واپس دے سکتا ہے۔ قرض کی مقدار جو دراصل قرض لی گئی ہے کوئی گھٹنے یا خراب ہونے والا چیز نہیں ہے۔

(ترجمان القرآن: راجع فصل دوم، سورہ بقرہ، تفسیر قرآنی، فردوسی ۱۹۸۷ء)

اسلام کے قانون اراضی پر چند سوالات

سوال : ایک مقامی عالم نے عبادت کا مشورہ دیا کہ وہ سوالات کہے ہیں۔

ان کا جواب مصلحت کر لیا جائے۔

۱۔ زرعی اصلاحات کے سلسلے میں چاکیوں کی دائیں میں دائیں حدود

سے دائرہ دائیں لینے کی دلیل بیان فرمائیے۔ جبکہ حضرت زہراؓ کو

مشورہ ~~فرمایا~~ فرمایا کہ زمین کے کھڑے اور چابک کی ہر لاکھ تک کی زمین

دینی تھی۔

۲۔ بے دخلی وزارت میں تو واضح ہے کہ فصل کی

مداومت سے پہلے بے دخلی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی

وہ نہیں ہے کہ بے دلی جانے اگر کوئی اور صورت ہو
توجہ دیکھ جائیں کریں۔

ایک دوسرے عالم نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ قرآن کے
موضوع سے معلوم ہوتا ہے کہ جہن کی نصرتوں سے ہر فرد بشر کو
منفعت ہونا چاہئے لب اخلع ملہ کے لیے اگر منگیوں کو ظلم
حکومت کے پیدا کر دیا جائے تو یہ قرآن کا مکتبہ معلوم ہوتا ہے۔

دوب : پہلے سوال کے سلسلے میں یہ بات اصولی طور پر بیان لینے کی ہے کہ حکومت کی
مطابق جائیداد پر جائیداد کے حقوق کلیت اس طرح قائم نہیں ہو جاتے جس طرح
کسی شخص کو اپنی زر زمین ملک یا سودائی منگیوں پر حاصل ہوتے ہیں۔ جائیداد کے
مطلب میں حکومت کو ہر وقت نظر رکھنی کہنے کا حق حاصل ہے اور کسی تعلیم کو مناسب
پاکر حکومت شروع بھی کر سکتی ہے اور اس میں ترمیم بھی کر سکتی ہے۔

اس کی کئی نظریں اسلئے و آثار میں موجود ہیں۔ انیس بن عمل یعنی کوئی
نے بارپ میں ایک ایسی زمین دی جس سے ایک ایک ایک بعد میں جب
لوگوں نے حضور ﷺ کو توجہ دانی کہ وہ تو ملک کی بیوی تھیں ہے تو
آپ ﷺ نے اسے انہی ملک کے خلاف پا کر اپنا علیہ شروع فرما دیا۔ اس سے
صرف یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ سرکاری مطلب پر نظر رکھنی کی جا سکتی ہے بلکہ یہ بھی
معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو بعد از مال سے زیادہ دے دیا انہی ملک کے خلاف
ہے اور اگر ایسا علیہ دیا جا چکا ہو تو اس پر نظر رکھنی کرنی چاہئے۔ یہی بات اس روایت
سے معلوم ہوتی ہے جس میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت طلحہؓ کو ایک زمین
کے علیہ کا فرمایا کہ گھر دیا اور فرمایا کہ اس پر غنایں انہی ملک کی شہادت جیت کر لو
جن میں سے ایک حضرت عمرؓ بھی تھے۔ جب حضرت طلحہؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو
آپ نے اس پر اپنی سرنگائی سے انکار کر دیا اور کہا "املا ملک" ایک مومن الناس؟
کیا انکی ساری زمین دوسروں کو چھوڑ کر تمام انکے کو دے دی جائے؟ (ملاحظہ ہو
کتب الاسوال النبی ص ۱۷۷)۔

ابا حضرت زیدؓ کا مطلب "تو جس وقت حضور ﷺ نے وہ زمین ان کو دی

ہے اس وقت بے صلب زمین غیر آبادی تھیں اور حضور ﷺ کے سامنے پڑا مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح ان کو آباد کیا جائے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس ذلہ میں بکھرت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بندے بننے والے بنائے تھے۔

بے دخل کے حلقہ حکومت پیدا ہونے والے کی ہوا ہے کہ کوئی ملک کسی مزارع کو مستقل دھرم کے بغیر بے دخل نہ کر سکے۔ اس کے باہر ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس میں مدخل نہیں ہے تو پھر یہ بہت نام کے ان اعتبارات میں آپ سے آپ قابل ہے جو اسے لوگوں کے درمیان حل قائم کرنے اور انسانی حقوق کی روک تھام کرنے کے لئے مسلح ہمارے کی خاطر رہے گئے ہیں۔ اس وقت جبکہ ہماری آبادی کی بہت بڑی اکثریت کا دار زندگی لاکھتہ زمین ہے، ہاتھوں کو یہ کھلا ہوا اختیار دے دیا کسی طرح بھی مصلحت ہمارے کے مطابق نہیں ہے کہ وہ باب جس کاشت کار کو چاہی بغیر کسی مستقل دھرم کے اپنی زمین سے بے دخل کریں۔ اس کے نتیجے میں یہ کہ کسی کوئی کاشت کار زمین سے بے دخل ہو سکے اور لاکھوں درآمدی لوگوں کی زندگی ہر وقت مستقل رہے۔

قرآن کے معاملہ سے یہ عجیب و غریب نتیجہ ہوا تھا کیا گیا ہے کہ ملکوں کو نظام حکومت کے سہو کر دیا جائے، اس کے حلقہ لکھے یہ معلوم کر کے بڑی سرت ہو گی کہ آخر قرآن کے کوئی حلقہ اس کے ساتھ ہیں؟ اقبالؒ کہ میری کتاب مسئلہ ملکیت زمین کے پہلے وہ باب ان عالم صاحب کی خدمت میں پیش فرمادیں تاکہ وہ ان باتوں کو نہ دہرائیں جن کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے، "اگر انہیں دہرائیں تو کم از کم یہ بھی ساتھ ساتھ بتادیں کہ میرے جواب کے کن پہلوؤں سے وہ مطمئن نہیں ہو سکتے اس طرح میرا وقت بھی بچ جائے گا اور ان کا وقت بھی۔"

(مجلس القرآن، شعبان ۱۳۵۰ھ - جون ۱۳۵۱ھ)

یہ طلبان قانون شریعت

سوال : میں ممتاز دکانہ اور دیگر دکانہ کی حالت بخارج سے جائز ہو کر
 بلکلن لیکن اس بات پر کلمہ ہو رہے ہیں کہ وہ اپنے حقوق کو محفوظ کرانے

کے لئے شریعت کے قانون کے خلاف کامیاب کریں اور دوسری کسی ایسی دینی
 احکام کو تسلیم نہ کریں جو ان کے حقوق کو سلب کرنے والی ہو۔ چنانچہ
 کبیل ہار میں ایسے ہی لوگوں نے مل کر ”طالبان قانون شریعت“ کے نام
 سے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی ہے جو کبیل ہار کے ضلع میں اس مسئلہ کو
 اٹھانے کی اور دوسرے اضلاع میں بھی اس کو حرکت میں لانے کی کوشش
 کرے گی۔ اس انجمن نے اس غرض کے تحت ایک چھوٹی جمنی ”انجمن
 طالبان قانون شریعت کامیاب“ اور ایک مراسلہ تمام میرپور ضلع اسٹی
 ضلع کر لیا ہے۔ سوچنا چاہیے کہ اس طرح ہے کہ یہ لوگ ہمارے نصب
 انجمن یعنی خلاف قانون شریعت سے دلچسپی لیں۔ اس بارے میں آپ انجمن
 دہشت گردانہ کہ کیا ہم ان کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں؟

جواب: ایسے ”طالبان قانون شریعت“ کے ساتھ کسی قانون اور اشتراک عمل کا کوئی
 سوال پیدا نہیں ہوتا جو پوری شریعت کو برباد کر جانے کے بعد کسی ایک مسئلہ میں
 شرعی قانون کے خلاف مل کر اس لئے کھڑے ہو رہے ہوں کہ اس مسئلے میں شریعت کا
 قانون ان کی فروعی غلطی کے خلاف ہے۔ ایسے لوگوں کو آپ صرف تا دہشت گردانہ
 ان کے ساتھ کوئی عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ شریعت الہی کا خلاف اور قیام نہیں چاہتے
 بلکہ اپنے خلاف کے خلاف کا اگر کاربٹا چاہتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع شریعت کے
 خلاف اور خلاف ہیں تو پوری شریعت کے قیام اور خلاف کو اپنے پروگرام میں شامل کریں
 اور اپنی عملی زندگی اور عرصہ ”اپنی زمینداری کے مسائل میں شریعت کی پیروی کر
 کے دکھائیں۔ اگر وہ ایسا کر دیں تو ان کے ساتھ قانون اور اشتراک عمل کے مسئلے پر
 غور کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

(رحمن انور۔ رمضان ۱۴۰۵ھ بمطابق جولائی ۱۹۸۵ء)

چند کاروباری مسائل

سوال: ایک درگاہ کتبہ (Dispensary) غیر منسلک سے مل سگوانے کے
 لئے ”۲۰ فی صدی پر ونگ میں لبر آف کیڈٹ کوڈ“ ہے اور بعد میں اپنے

اس تک کرانے ہوئے بل کو اپنی شریعت کے مطابق جن شریعت پر اس نے خود بل تک کیا ہے "قرابت کرنا ہے۔ یعنی دس بعدی ربط کے ساتھ۔
 مذکورہ بلا شریعت میں سے ایک قسم اور واضح شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر بل مذکور قرآن کلمہ صحت کے لئے شپ (Shap) نہ ہو سلا یا کسی ہنگامی حالت کی وجہ سے سب سے سوراہی مشورہ ہو گیا تو شرط کو چھوڑ دلائیں لے کر مسئلہ ختم کرنا بدعت (مطلوبہ) اس طرح ہوتا ہے کہ گویا بل شپ نہ ہونے کی صورت میں شرط اور اس بل کے ملحق شخص کا مسئلہ نہیں کرنا بلکہ اگر بل تک ہو گیا تو بل کا بھٹکان ہوتا ہے ورنہ وہ سری صورت میں ربط دلائیں اور سورا مشورہ۔ چاہئے یہ سورا کی جگہ پر قرابت ہو چکا ہو۔

اس طریق کار میں وہ کوئی شخص اور غریب ہیں جن کی بنا پر اسے شریعت یا درست کہا جاتا ہے۔ اس قسم کا لاکھوں دویہ کا دہار قریباً ہر جگہ ہم کرتے ہیں اور اس الجھن میں پڑ گئے ہیں کہ یہ طریقہ درست بھی ہے یا نہیں۔ ایک صاحب علم کی رائے اس کے حق میں بھی ہے۔

جواب: جس صورت مسئلہ کو آپ دریافت کر رہے ہیں اس کی دو الگ الگ شکلیں ہیں اور دونوں کا حکم الگ ہے۔

ایک شکل یہ ہے کہ آپ نے ایک بل تک کی صورت تک کر لیا اور بعد میں آپ کی اور ایک دوسرے نام کی بھی قرار دیا ہے وہ ہنگامی کے نام شکل ہو گیا۔ یہ شکل اس شرط کے ساتھ جڑ ہے کہ یہ ہنگامی خود منہج کے ساتھ چلی جائے یا محض ایک شخص سے دوسرے شخص کے نام شکل ہو جائے۔ یعنی تک میں بلز آف کیڈت شخص اول کے بجائے شخص چلی کے نام، شکل جائے۔ اور شخص اول کا اس بل کے سوا سے کوئی شخص باقی نہ رہے۔ اس کی ہرچہ کا خاص شخص چلی ہی ہو، شخص اول کی کوئی ذمہ داری اس مسئلہ کے ساتھ لگی نہ رہے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ اس بل کو تک کرانے کے بعد عمل اس کے کہ وہ میں بچے اور آپ کے بعد میں آئے، آپ اسے اپنے بل کی حیثیت سے منہج، دوسرے شخص کے ہاتھ بھیجیں اور ربط لے لیں۔ بلکہ سورا تیسرے کے ہاتھ "تیسرا پوتے کے

باقہ اس عاقبہ میں کو اپنا اپنا منافع لگا کر بیچا اور بیچتا لیتا چکا ہے۔ اس فعل میں خود شپ منصف نہ ہو سکتا۔ سودا منسوخ ہو جانے پر ایک شخص بیچتا دیکھ کر دینے کا تکلیف ہی نہیں نہ ہو اور خود ہر ایک نے یہ وعدہ ہی نہیں نہ کر لیا ہو کہ سودے کی منسوخی کی صورت میں کوئی بھی بیچ و خرید کا معاملہ نہ کرے گا۔ ہر عمل یہ عہد و نذرانہ شرعیہ منسوخ ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی نقل و نقل ہو رہی ہے کہ یہی مسلم نے فرمایا ہے: "لا تبع ما ليس عندك"۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔ "اذا اشتریت شئاً فلا تبعه حتى يتيه"۔ (احمد)۔ "نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان يشتري الطعام ثم يبيع حتى يستوفى"۔ (احمد، مسلم)۔ "كانوا يتبايعون الطعام جزأً"۔ یعنی السوق غلظا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان يبيروا حتى ينقلوا"۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)۔ ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز کو خرید کر بیچنے میں لئے بغیر بیچنا منسوخ ہے۔

اس کے منسوخ ہونے کی نقل و نقل یہ ہے کہ اول تو اس طرح کی عہد و نذرانہ میں بیچنے کے معاملہ کو لیا جائے۔ دوسرے اس میں بغیر کسی حقیقی قسمی خدمت کے ایک شخص سے دوسرا شخص ایک عاقبہ چیز کو اپنا منافع لگا کر بیچا اور خریدنا چکا جانا ہے۔ یہی تک کہ صارفین (Consumers) تک پہنچتے پہنچتے اس چیز کی قیمت چڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ یہ بہت سے پہلوؤں کی منافع خوری 'بغیر اس کے کہ وہ واقعی کوئی خدمت اس بل کے پیدا کرنے یا فراہم کرنے میں اہم رہی ہو اور خود اشیاء کی قیمتیں چڑھنے کی موجب بنتی ہے۔

۱۔ کوئی ایسی چیز نہ ہے جوئی حوائج ملکہ کے پاس موجود نہ ہو۔

۲۔ جب تم کوئی چیز خریدو (اسے اپنے قبضہ میں لے لے پلے آگے فروخت نہ کرو۔

۳۔ اگر کوئی چیز خریدے اس بات سے منع فرمایا کہ ایک شخص تک خریدے اور پورا ہمارا مال نقل کر لے لے پلے آگے فروخت نہ کرے۔

۴۔ ایک شخص کے دوسرے شخص میں کوئی چیز نہ خریدے اور وہی لگا دیتے تھے۔ حضور نے ہم کو کہہ دیا کہ اس لگا دیتے تھے۔ لگا دیتے تھے نہ بیچا جاتا۔

سوال: حسب اہل سہولت کے ہر لب مطلوب ہیں:

۱۔ میری دکان بھلا جنک (General Merchant) کی ہے۔ جنرل
مرچنٹ کے نام پر قسم کے سب سے فروخت ہوتے ہیں۔ خاص کر
پیارے کیم "لپ اسٹک" نکل پائل "سیٹ" "سٹر" "ریشی" "بلیں" "توتہ
برٹل" "توتہ بیٹ" "شیوہنگ" "سٹ" "سٹاروین" "بچوں کے کھلونے
وچ دولت" وغیرہ۔ کیا حکم کیا چیزیں بھارت ہیں؟ "بائیں" کو فروخت کیا
ازدست شریعت ممنوع ہے؟ بلکہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قسم
چیزیں قبض میں مدد دیتی ہیں۔ لہذا یہ سہولت فعل ہے۔ اس کو
فروخت کرنے اور اجتناب کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ کیا یہ
درست ہے؟

۲۔ کیا شریعت نے بیع کی مقدار مقرر کی ہے؟ اگر ہے تو کیا؟ اور اگر
نہیں ہے تو کس تک بیع لیا جاسکتا ہے؟ کیا دکاندار کو اس چیز کا
اختیار ہے؟ کہ وہ اپنی چیز مارکیٹ کے لحاظ سے "بائیں" اور دام پر
فروخت کر سکے؟ (داخل رہے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن
میں بہت کم بیع ہوتا ہے "بائیں" کی قیمت "بائیں" کم ہے فروخت کرنی
پڑتی ہیں۔

۳۔ سورج دور میں ہر کاروبار کو عورت کے اشتہار کے ساتھ شروع
کیا جاتا ہے۔ المذللہ کہ میں اس لعنت سے بچا ہوا ہوں "لیکن جو
چیزیں دولت سے آتی ہیں "بائیں" و قوم کے لوگ چار کرتے ہیں ان
پر عورت کی تصویر لٹک رہی (Poster) میں لٹکیا رہتی ہے۔
لیکل کو پھاڑ دینے سے چیز کو فروخت کیا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے۔
ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بعض دوست شکایت کرتے ہیں کہ تم
تصویروں کی غریب فروخت کرتے ہو اور یہ حرام ہے۔

۴۔ کیا شریعت نے سب سے کو ایک دام پر فروخت کرنے کی تہ لگائی
ہے؟ اگر نہیں تو اصل بھلا چکا درست ہے؟

۵۔ دکان پر سب سے پہلے عورتیں آتی ہیں اور نیم غلب پرش بھی۔ اسلام کا حکم ہے کہ اگر عورت پر دوسری نظر پڑے تو انسان گنہگار عجب ہوتا ہے۔ یہاں ان سے گھٹو تک کٹنی چٹی ہے۔ عورتوں کو دکان پر نہ آنے دیا جائے تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ ان ہاتھوں میں تو اکثریت ایسی عورتوں کی ہے جو عورتوں کے بدلے شاپنگ کرتی ہیں۔

۶۔ ہاضمہ بردار دکاندار دو قسم کے کھانے رکھتا ہے۔ ایک تو اس کا فنی کھانا ہوتا ہے۔ دوسرا سیل ٹیکس اور انکم ٹیکس کے افسروں کو دکانے کے لئے۔ کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اگر نہیں تو باہر کیا کرے؟ ایک صاحب جن کا تعلق میرے بازار سے تھیں انھیں انیس چارہا ہوں۔ انہوں نے ایک سال کا پورا صاحب انکم ٹیکس کے افسر کے سامنے پیش کیا۔ ایک عورت کی بھی انہوں نے چوری نہ کی تھی۔ لیکن افسر نے ٹیکس کے علاوہ مزید ہماری رقم ان پر لٹادی اور شبہ یہ ظاہر کیا کہ جو صاحب اسے دکانیا کیا ہے وہ کچھ نہیں ہے۔ ایسے حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: آپ کے سوالات کے جوابات علیٰ الترتیب درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلا خانہ میں جو چیزیں آپ فروخت کرتے ہیں ان کی کچھ قیمت بھی آپ نے دی ہے، آپ میں سے کوئی چیز بھی فی دفعہ حرام نہیں ہے۔ ان کا استعمال جائز بھی ہو سکتا ہے اور ناجائز بھی۔ دکاندار کی حیثیت سے آپ پر یہ دیکھنا فرض نہیں ہے کہ کن کن چیزوں کو کس طرح استعمال کرے بلکہ آپ کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ آپ کوئی حرام چیز فروخت نہ کریں۔ نہ بیع و شری میں حرام طریقے استعمال کریں۔

۲۔ شریعت نے بیع کے لئے کوئی محدود شرط نہیں کی ہے۔ یہ تو صرف اور صرف انصاف کے معارف تصور پر مبنی ہے کہ کسی تجارت میں کتنا منافع واجب ہے اور کتنا ناجائز۔

۳۔ ہر چیز دیکھار کی حیثیت سے کہ ہمارے سیکھنے میں ہر ایک کے منصوبوں سے غریبے ہیں لیکن اگر عورتوں کی تصویر ہوں تو یہ چیز اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ کہ آپ ہر فن چیزوں کی غریب فہمیت تمام ہو جائے آپ تصور یہ تصویریں فن انشیا ہر خود نہیں لگتے ہیں اور نہ آپ کی فہمائش ہر یہ کارخانوں میں لگائی جاتی ہیں۔ یہ تو ایک بارے عام ہے جس میں ہم سب مجبوراً جگا ہو رہے ہیں۔ ستر نہیں کا یہ کتا بھی کچ نہیں ہے کہ اس طرح آپ تصویروں کی غریب فہمیت کہتے ہیں۔ دراصل آپ تصویریں غریبے اور بیچتے نہیں ہیں بلکہ وہ چیزیں غریبے اور بیچتے ہیں جن پر کارخانہ داروں نے دنیا کی بکری ہوئی مدت کی خاطر تصویریں پکار رکھی ہیں۔

۴۔ سوئے کو ایک ہی دہم پر پچا کوئی شری علم نہیں ہے۔ غریب سے بات چیت کر کے کہ آپ کم و بیش ہر بھی فہمیت کر سکتے ہیں۔ مگر محنت پر لگا اور جھوٹی تسلیں کھانا ہاتھ نہیں۔ غریب کو یہ یقین دہانے کی کوشش نہ کیجئے کہ یہ مل لے کر غریب ہے۔ دراصل ایک وہ اس سے کم میں کہ آپ کو پتا ہو گا یہ کہ اس میں کہ آپ کو کوئی نفع نہیں چلا دراصل ایک اس میں نفع چلا ہو۔

۵۔ عورتیں اگر بے پردہ آپ کی دکان پر آئیں تو انہیں آنے سے روکا جائے ان کے ہاتھ مل بیچنے سے انکار کرنا آپ پر فرض نہیں ہے۔ البتہ آپ کا فرض یہ ہے کہ نفس ہر سے ہم لیں۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہ کریں۔ ان کے حسن و آرائش سے یا ان کی شکل سے لذت لینے کی کوشش نہ کریں۔ تفریق کی اسی ایک ذرا سی شے ہر کہ آپ حاصل ہو جائیں تو انکار لے کر آپ اپنی دکان پر بیٹھے بیٹھے آپ کو درجہ دولت حاصل ہو جائے گا۔ تمنا ہی جہل و است سے غلطی جہل و است پر بھاری ہے۔

۶۔ اس بکریے ہوئے حاصل میں جو نفس چور اور جنم ساز نہیں ہے وہ بھی چور اور جنم ساز ہی فرض کیا جاتا ہے۔ کہیں کہ دکان پر یہ بار کرنے کے لئے چار نہیں ہے کہ کوئی نفس کا دیار میں چا اور انکار بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے بگاڑ کی حالت میں ہر لوگ چھائی اور انکار ہی کی رو پٹے کا رسم کریں انہیں

اس کی سزا بچھنے کے لئے چار دینا چاہیے۔ بھولنے اور بدولت لوگ ۳
 رخصت دے کر لہجہ برائے کی پاداش سے بچا جاتے ہیں۔ مگر سچے اور اہلکار
 آدمی کے لئے یہی سزا ہے۔ ایک سزا چھٹی اور اہلکاری سے کام
 کرنے کی اور دوسری رخصت نہ دیتے کی۔ یہ سزائیں بچھنے کی جگہ نہ ہو ۴
 جس بقا میں دینا چاہا ہے آپ بھی اسی میں جکا ہو چاہیے۔ دینا اور آخرت میں
 سے ایک کو انتخاب کئے بغیر چلا نہیں ہے۔

(از علی ہرگز "رہنما" دہ سجدہ۔ جلد اول ص ۱۵۵)

سوال : ایسی کاروباری معاملات میں چند اسی صورتوں سے ملکت چڑتا ہے
 کہ جن کے بارے میں پوری طرح اطمینان نہیں ہو کہ براہ کرم کتب و
 سنت کے علم کی مدد سے ان معاملات کی حقیقت واضح فرمائیں۔

۱۔ دیکھا ہوا دولت کے بیوپاری کہاں کا دولت "لوایت
 (Quality)" جس وقت میں وہ مل پانچویں کے "نور نیا" کے
 کے سوا کر جاتے ہیں۔ کچھ دھکی بھی دے دی جاتی ہے۔ زبانی یا
 قلمی ہو سب کچھ ملے ہو جاتا ہے۔ مل نہیں دیکھا جاتا اور نہ یہ
 ممکن ہے۔ انہی شرائط پر ہم کارخانہ دار کو بتانا کہاں ہم نے
 غریبا ہوتا ہے مقربہ مدت کے اور ہم دیا ملے کر لیتے ہیں مگر
 میرا کارخانہ دار دھکی نہیں دیتے۔

۲۔ بعض اوقات جبکہ ہم نے کوئی مل غریبا ہوا (یعنی کسی مل کا
 سوا بھی نہیں کیا ہوا) نہیں ہو کہ دھکی ہی کارخانہ دار کے ساتھ
 مل کی کوٹنگ "دولت" نیا دیکھو کہ کر اور مدت ملے کر کے سوا کر
 لیتے ہیں۔ بعد میں مل غریبا کر بھٹکن کر دیتے ہیں۔ ان دونوں
 صورتوں میں نیا پہلے مقربہ کر لیا جاتا ہے۔

۳۔ کارخانہ دار کو مل بغیر نیا مقربہ کرنے کے پہلا کرتے جاتے
 ہیں۔ اس کے ساتھ ملے کر لیتے ہیں کہ ہم وہ سود یا بڑا مل مل
 دیں گے اور ایک مدت مقربہ کر لیتے ہیں کہ اس کے بعد اور ہم

نرخ مقرر کر لیں گے جس دن ہمیں نرخ اچھا معلوم دے ہم اس دن گھس کر لیتے ہیں۔ بعض لوگات مل پہلانے کے بعد ہم دلا تک کا دھبہ بھی نرخ مقرر کرنے کے لئے لے لیتے ہیں۔ کارخانہ دار مل کے غلطی پر ہمیں کچھ دھنگی یعنی جائز نرخ کا ۱۰ یا ۱۵ فی صدی لوا کرنا رہتا ہے۔ نرخ مقرر کرنے پر کل رقم لوا ہو جاتی ہے۔

اس طرح کے سوئے کہاں اترنے پر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ تو کہاں اترنے سے دوپارہ پٹھری ایسے سوئے کرنے شروع کر دیتے ہیں۔

ہر آپ: آپ نے کہاں کے سوئے کی ہر صورتیں بیان کی ہیں ان کے احکام الگ الگ لبردار بیان کیے جاتے ہیں۔

صورت اول و دوم میں کل مسلم کی شرائط میں سے ایک اہم شرط نہیں پائی جاتی۔ یعنی یہ کہ سواٹے کر کے ساتھ ہی نیت پرری کی پوری دھنگی لوا ہو۔ یہ کل مسلم کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ چونکہ یہ شرط ان دونوں صورتوں میں مفقود ہے اس لئے یہ معاملات کل مسلم کے حدود سے خارج ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ معاملات اس بنا پر درست ہیں کہ دراصل ”یہ کل“ کے معاملات نہیں ہیں بلکہ معلوے کے معاملات ہیں۔ یعنی فرقیں کہیں میں یہ معلوہ کرتے ہیں کہ ایک فریق ایک وقت مقررہ پر یا ایک مدت مقررہ کے اندر اس قسم کا اکل مل اس نرخ پر دوسرے فریق کو مہیا کرے گا اور دوسرا فریق یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان شرائط پر اسے خریدے گا اس قسم کا معلوہ کرنا جائز ہے اور شرط اس میں کوئی قہاست نہیں معلوم ہوتی بشرطیکہ معلوہ کرنے والے معلوے کی نیت کریں یہ نہ سمجھیں کہ ایک فریق نے مل بجا اور دوسرے نے خرید لیا۔

تیسری صورت میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں نرخ کے معلوے کو سلی رکھا جاتا ہے۔ یہ چیز نہ صرف یہ کہ معلوے کی صحت میں مانع ہے بلکہ اس میں جھوٹے کے ایجاد بھی موجود ہیں۔ اس میں اس امر کا امکان ہے کہ فرقیں میں سے

ہر ایک نرسا مقرر کرنے کے معاملے کو ایسے وقت پر جانے کی کوشش کرے جبکہ بازار کا
بھڑا اس کے منظر کے لئے موزوں تر ہے۔ اس طرح ان کی تکلیفیں باآسانی نزع کی
صورت اختیار کر سکتی ہے۔

کہاں اترنے پر جو سودے کیے جاتے ہیں ان کے معاملے میں تو بھی صورت یہ
ہے کہ سیدھی طرح بیچ کا مسئلہ کر لیا جائے۔ یعنی بیچ کے پاس پتہ چلائی صورت ہو وہ
اسے دکھا کر مقرر نرسا پر فروخت کر دے اور مشتری مل کر دیکھ کر طے شدہ نرسا پر
اسے خریدے اور اپنے قبضے میں لے لے۔

(ازمنان المزرعین۔ ذی القعدہ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ) (تجربہ ۱۹۰۵ء)

کیٹن اور نیلام

سوال: حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے:

۱۔ بعض لکھت مل پہلی کرتے وقت دکاندار سے کہتے ہیں کہ اگر
مل فروخت کر کے ہمیں رقم ۵۰ گے تو ۲۰ فی صدی کیٹن ہم آپ
کو دیں گے۔ اور اگر نقد قیمت مل کی انہی ۵۰ گے تو ۲۵ فی صدی
کیٹن ملے گا کیا اس طرز پر کیٹن کا لین دین جائز ہے؟

۲۔ مسئلہ نیلام کشہ کے لئے کیا یہ جائز ہے کہ جب کوئی شخص
بول نہ چھوٹے اور وہ دیکھے کہ اس میں مجھے نقصان ہو گا تو وہ خود
بولی دے کر مل کو اپنے قبضے میں یہ کہہ کر رکھ لے کہ یہ مل ہمارے
۵۰ سوے وقت میں نیلام ہو گا نیز کیا وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ اپنے
آری مقرر کر دے کہ وہ قیمت پھولنے کے لئے بولی ہوئے ہیں
یہاں تک کہ اس کے حسب غلامی کی قیمت موصول ہو سکے؟

جواب: نقد خریداری کی صورت میں زیان اور فوائد کی صورت میں کم کیٹن دینا
میرے علم میں جہاز نہیں ہے۔ لکھت (یا ٹانگ) دکانداروں کو مل فراہم کرتے وقت
ہر کیٹن دیتا ہے وہ دراصل اپنے منافع میں سے ایک حصہ اس کو ہوا کرتا ہے۔ اس
حصے کو سودے کی نوعیت کے لحاظ سے کم و بیش کرنے کا اسے حق ہے۔ میں نہیں سمجھتا

کہ اس میں کوئی چیز سود سے مطالبہ ہے۔ البتہ اگر لوحہ کی موت کے لحاظ سے کمیشن کی کے دو سہے قائم کئے جائیں تو اس میں سود سے مصلحت پیدا ہو جاتی ہے۔

ہلام کرنے والے کے لئے یہ تو درست ہے کہ اگر کسی مال پر اجئی ہوئی ضمیمہ اتلی جس پر اپنا مال بیچنے کے لئے صاحب مال راضی ہو، تو وہ فروخت نہ کرے۔ لیکن اس کے لئے دعوے اور قریب سے کام لینا مناسب نہیں ہے۔ اس کو کچھ ہفتوں یہ بات ظاہر کر دینی چاہئے کہ دوسرے لوگوں کا جو مال وہ ہلام کے ذریعے سے فروخت کر رہا ہے، یا خود اپنا خرید کیا ہوا جو مال وہ اس طریقے سے کھل رہا ہے، اس پر اگر کم سے کم مطلوبہ قیمت کی حد تک ہوئی نہ کوئی تو وہ اس چیز کو فروخت نہ کرے بلکہ خرید و بیع میں اپنے کوئی خفا کرنا سے پہلی دہائی یا خود خرید و بیع کر دینی دنا قریب کاری ہے۔

(ترجمان القرآن۔ راجع اصول، راجع الحکم، دے سمعہ، بخاری، تہذیبی احکام)

ملازمین کے حقوق

سوال: یہاں کے ایک لوہے نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ ملازمین کے معاشات ہات اور دیگر قواعد ملازمت کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کیا ہے۔ جہاں تک قرآن و حدیث اور کتب فقہ پر میری نظر ہے اس بارے میں کوئی شاہد میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ اس لیے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں کہ کتب و سنت کی رہنمائی اور حدیث و روایت اور بیوہ کے ملازمین صاحبین کا قہاں اس بارے میں واضح فرمائیں۔ چند حل طلب سوالات جو اس ضمن میں ہو سکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مال بھر میں کتنی و ضمیمہ یا ٹکوا لینے کا احقاق ہر ملازم کے لیے ہے؟

۲۔ ملکی و ضمیمہ یا ٹکوا کسی قدر لینے کا حق ہے؟

۳۔ لام بھاری کی ٹکوا ملنے کی یا ضمیمہ؟

۴۔ ملازمین کی ٹکوا کس اصول پر حقوق کی جائے؟

۵۔ ملازم کے کتبہ کے افراد بیوہ جانے پر ٹکوا میں اضافہ ہوا چاہئے

ہائیں؟

۶۔ رخصت حاصل کرنے کے لئے قہری اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

ج۔ اعلیٰ درجہ کے ملازمین حقوق میں برابر ہوں گے یا کچھ خلوت ہو گا۔

جواب: آپ کا سوال کافی غور و خوض اور تفصیلی جواب دیتا ہے مگر میں مجبوراً مختصر جواب پر اکتفا کر رہا ہوں۔ شریعت میں ملازمین اور مزدوروں کے حقوق کسی خاص ضابطے کی شکل میں تو ذکر نہیں ہیں مگر ایسے اصول ہیں جیسا کہ آج کے ہیں جن کی روشنی میں ہم تفصیلی ضوابط مرتب کر سکتے ہیں۔ دور غفلت و اضماعہ میں ان اصولوں کی بنا پر سرکاری و غیر سرکاری ملازمین سے جو معاملہ ہوتا تھا اس کی تفصیلات عدالت و تہذیب میں یکساں موجود نہیں ہیں بلکہ مختلف جواب و فصل میں بکھری ہوئی ہیں۔ ان تفصیلات میں بھی آپ کے سوالات کا جواب شاید کم ہی ملے گا۔ میں اس وقت صرف عام اور اسباق کے معنوی تصور انصاف پر اکتفا کرتے ہوئے آپ کے سوالات کا اجمال جواب عرض کر رہا ہوں۔

دھڑوں کے بارے میں یہ معنوی طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سلی میں ایک ملے کی رخصت حسب معمول ملتی چاہئے اور باگانی رخصتیں سلی میں چند دنوں کی یا معوضہ ملتی چاہئیں۔ اس سے دائرہ دھڑوں ایک شخص حد تک یا معوضہ دی جا سکتی ہے۔

یاداری کے دنوں کا معوضہ ہر ملازم کو چرما ملنا چاہئے۔ قطع نظر اس کے کہ یاداری کتنی طویل ہو۔ کسی متاجر (Employer) کو اگر یہ منظور ہو تو پھر اسے یاد ملازم کے مصارف طرز برداشت کرنے چاہئیں یا اس کے علاج کا تحت انتظام کرنا چاہیے اور یاد اور اس کے متعلقین کی ضروریات کا ہتھ کھانڈ اور وار ہونا چاہئے۔

ملازم کا معوضہ مقررہ کرنے میں چند امور کا لحاظ کرنا ہو گا۔ مثلاً اس کے کام کی نوعیت کیا ہے؟ اس کی اپنی صلاحیت کیا ہے؟ اس نوعیت کے کام اور اس قابلیت کے آدمی کے لئے معنوی ضروریات زندگی کیا ہیں اور اس خاص ملازم کی خانگی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

عام مستاجر افراد و عمارت کے بس کا تو یہ کام نہیں ہے کہ غلام کے کپے کے افراد جس عکب سے بڑھتے جائیں اس کی گولہ میں بھی اسی عکب سے اضافہ کیا جائے۔ رجب بہت حکومت کو اس کی دوسری دہائی چاہئے یا پھر بڑے بڑے گاندہ پاری اور صنعتی فوائد کو بھی اس کا پلہ ملا جاسکتا ہے۔

دہشت کے لئے بہت کامیاب بھی ایک طرح سے لین دین کے معاملات سے ملتا ہے۔ اس لئے اصول تو یہی چاہتا ہے کہ قہری در خواست اور قہری اجازت کی پابندی ہو۔ بہت پرانی عہد حکومت میں جہاں ایک شخص کا مسئلہ ایک شخص سے ہی ہوتا ہے وہاں پہلی اجازت کے استیفاء کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

میلوں میں حکومت کے علاوہ دیگر جملہ حلقوں میں اصول "اپنی دہائی غلاموں میں یکساں ہونی چاہئے۔"

(ترجمانی انگریزی "رجح المثل" ص ۳۵۵۔ جنوری ۱۹۵۳ء)

اختلافی مسائل

خاتم النبیین کے بعد دعوائے نبوت

سوال: "زمینِ اتریں" (فوری، فوری) کے م ۱۳۳۹ء آپ نے لکھا ہے کہ "میرا تجربہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی جھوٹ کو توہم نہیں دیتا۔ میرا تجربہ ہے یہ کھرا رہا ہے کہ۔۔۔ جن لوگوں کو میں صداقت و دیانت سے ہے پیدا اور خوفِ خدا سے غلبہ پاتا ہوں، ان کی باتوں کا کبھی جواب نہیں دیتا۔ خدا ہی ان سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اور ان کا یہ دھوکہ اللہ دیا ہی میں کاش ہو مجھ۔"

میں عرض کر رہا تھا کہ میں نے ضمانت اچھے کے لڑکچہ کا ساتھ کیا ہے اور ان کے کام سے دلچسپی ہے۔ میرے معبودِ اعلیٰ انتظارات اسی شخص میں پیدا

۱۔ یہ صرف آپ ہی کا تجربہ نہیں بلکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "مسلکِ تعالیٰ کا راستہ سے بہت نہیں کرے۔" اور "مسلک کی نسبت ہے جھوٹوں پر۔" اور پھر اس قسم کے جھوٹوں پر کہ "ولو تقول علینا بعض الاطوال۔۔۔" ان کی سزا تو فوری گرفت اور دسلِ نام ہے (لاخذنا منه بالبعین ثم لقطعنا منه الوثن۔ حلقہ)

اس صورت میں اگر مرزا صاحب جھوٹے تھے (کیا وجہ ہے کہ) (۱) ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی گرفت نہیں کی؟ (ب) ان کی ضمانت پورہ رہی ہے اور مرزا صاحب کے مشن کو جو مسلمانوں کے نزدیک گمراہ کن ہے تحتِ پنج رہی ہے اور اب تو اس ضمانت کی جڑیں جھوٹی ممالک میں مضبوط ہو گئی ہیں (ج) مرزا صاحب کے پیغام کو ساتھ مل کر دیکھیں۔ ہم کب تک خدا کی فیصلے کا انتظار کریں؟ فی الحال تو وہ نئی کر رہے ہیں (د) جو دعائیں یا افراد اس گمراہ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ کیوں اسے ترک نہیں کر دیتے اور مسلکِ خدا پر نہیں پھرتے؟

۲۔ مسئلہ ۱۳۳۲ء آپ کی ضمانت کے ایک جرعی دعوہ دے رہے ہیں

میں عصمتِ بصریہ کے ساتھ تخلیقِ اسلام میں قلوب کا ذکر کیا ہے۔
 آپ بھی ان کی تخلیقِ اسلام کو صحیح سمجھتے ہیں؟ تو پاسکی میں ان کے
 ساتھ قلوب کیسے نہیں کرتے؟

جواب: آپ جس سرسری فکر سے ایک دلی نبوت کے معاملے کو دیکھ رہے ہیں یہ
 طریقہ ایسے اہم معاملے پر رائے قائم کرنے کے لئے سرفہرست نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ
 لکھا تھا وہ تو ہرگز ایک بھولے فہم کے بدلے میں قیادہ بعض خود غرض لوگوں نے
 میرے لئے لکھا تھا۔ اس بات کو آپ چہاں کر رہے ہیں ایک ایسے شخص کے معاملے پر
 جس نے فی الواقع نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ کو سمجھنا چاہئے کہ ایک دلی نبوت کے
 معاملے میں قیادہ وہ صورتیں ہیں سے ایک صورت پیش آتی ہے: اگر وہ سچا ہے تو
 اس کو نہ ملے دلائل کا کلمہ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کو ملے دلائل کا کلمہ۔ ایک ایسے بزرگ
 معاملے کا فیصلہ آپ صرف اتنی سی بات پر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہی تک ان
 پر کوئی گرفت نہیں کی اور ان کی عصمتِ بصریہ رہی ہے۔ اور یہ کہ ہم کب تک
 دلی فیصلے کا انکار کریں۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کر
 بیٹھے اور اس کی عصمتِ بصریہ کوئی گرفت نہ ہو تو اس پر ہمیں اس کو نبی مان لینے کے لئے کافی
 ہیں؟ کیا آپ کے ذہن میں نبوت کو جانچنے کے یہی معیار ہیں؟

ولا تلو تلو علیہا بعض الاقلول سے جو استدلال آپ نے کیا ہے وہ
 بنیادی طور پر غلط ہے۔ اس آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جو "مسلم" جو
 حقیقت میں اللہ کے نبی ہیں، اگر خدا کی وحی کے بغیر کوئی بات خود تصنیف کر کے خدا
 کے نام سے پیش کریں تو ان کی رگ گلو گلو دی جائے گی اس سے یہ سنی ٹھکانہ صحیح
 نہیں ہے کہ جو شخص حقیقت میں نبی نہ ہو اور غلط طور پر اپنے آپ کو نبی کی حیثیت
 سے پیش کرے اس کی رگ گلو بھی کٹی جائے گی۔ نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہے
 اور بھولنے نبی کی پہچان کے لئے یہ بات ایک معیار کے طور پر پیش نہیں کی ہے کہ
 جس دلی نبوت کی رگ گلو نہ کٹی جائے وہ سچا نبی ہے اور جس کی رگ گلو دی جائے
 وہ جھوٹا دلی۔ لڑکھن کی انھوں میں کھول کی یہ سمجھنا کہ "جو ظاہر ہے کہ آپ کی اپنی

ان کا تہ نہیں ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کی عصمت سے جو آپ نے نکلی ہے، پہلے خود اس بات کی عصمت ہے کہ یہ عصمت خوف خدا سے کسی قدر نکلی ہے۔

مگر ~~میں نے~~ کے بعد جو شخص جو خدا کا دعویٰ کئے اس کی بات کو ان مسلمانوں نے نہیں چاہا پہلے گا کہ آپ نے ان کے ہیں بلکہ ان سے پہلے ان کے ساتھ اس خیال پر رد کر دیا پہلے گا کہ قرآن و احادیث کے اس مسئلے میں قطعی بات ہیں کہ آنحضرت ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ کے بعد آپ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس سے بھی وہ ان سے بھی واقف ہوں جو مرزا صاحب اور ان کے جنہوں نے وہ نبوت کے لئے قائم کئے ہیں۔ مگر آپ سے صاحب عرض کرتا ہوں کہ ان دلائل سے اگر کوئی حارث ہو سکتا ہے تو وہ صرف ایک ہے علم یا کم علم کوئی ہی ہو سکتا ہے، ایک صاحب علم کوئی کو تو ان کے دلائل دیکھ کر صرف ان کے عقل ہی کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔

تو میں انہیں میں جو سنی کلمہ کو کتب شریعہ ہوا ہے اس کی اشاعت کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی ہر بات اللہ سے نزدیک ہی ہے۔ ہر امر اور تو یہ تھا کہ ہمارے ملک کے مسلمانوں کو اپنے جو من کو مسلم بھائیوں کی حالت سے اٹھایا جائے اور ان کی حد پر ایسا پہلے نہ لوگ ہمارے لئے سے مسلمان ہیں، ان کو کیا خبر کیا دنیا اسلام میں کسی قسم کے نقصان نہ ہو رہا ہے۔ ان کو تو اسلام کے نام سے ہر جی چاہتا ہے کہ ان کی حد اس سے اپنی عقلی پہچان کی کو عقل کریں گے یہ ہمارا کام ہے کہ انہیں اسلام کے حقائق صحیح لڑیں فراہم کر کے وہ نہ گمراہ ہو جائیں۔

سوال : آپ کا جواب جو ظہور کر رہا ہے عقلی کے لئے کافی نہیں ہے۔

میں نے آپ ہی کی وہی حقیقت منہ خدا تعالیٰ خود مجھ سے کہہ دے گا۔ کی وہ حقیقت میں پہنچا تھا کہ مرزا کا نام انہوں صاحب کھولتی ہو سب مسلمانوں کے نزدیک کتب ہیں ان پہ نہیں خدا تعالیٰ کی گرفت نہیں ہوتی، اور یہ کہ خدا تعالیٰ کسی طرح اپنے بندوں کو اپنے عرصے سے گمراہ ہونے دیکھ رہا ہے؟

میں مرزا صاحب کی تعلیم کہ تقریباً وہ کتب عقلی نظر سے دیکھ چکا ہوں مگر اس کے بعد طلبہ اسلام کی بھل کتب بھی ان کے رد میں دیکھی ہیں بلکہ اعتراف ہے کہ میں نے آپ کی کئی کتب اس موضوع پر نہیں پڑھی۔ ویسے علماء کی کتب کے عقلی مبرا جگہوں پر ہے کہ:

انہوں نے مرزا صاحب کی قرآن میں تحریف کر کے علماء صاحب ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

جس موضوع پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے اس پر انہیں مورد نہیں تھا۔
 بعد میں میری خط و کتابت پر یہ لوگ عموماً خاموش رہے ہیں۔
 مرزا صاحب کی ولایت اور اقوال یعنی ظاہر و باطن آنحضرت ﷺ کے عقل سے ہے، میں اس بارہ کو لے کر مرزا صاحب کے دعوے کی طرف بوجہ قائل ہوں، یہ ثابت ہو چکا ہے کہ:

۱۔ مرزا صاحب کے دہلی قرآن اور اقوال ہونے کے خلاف نہیں۔
 ۲۔ مرزا صاحب کی نبوت آنحضرت کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ اگر موسوی یحییٰ سے قرآن قرآن ہی ہو سکتے ہیں تو عظام قرآنی کے مطابق کھن کھن ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو بتائیں کہ ہم نے شریعت محمدیہ پر عمل کر کے علماء اب حاصل کیا ہے۔ اور مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ:

”میں پندرہ سو سالوں میں عقل خدا دام

یک قلمو زار کمال حق است“

اب آپ نے پھر بلکہ مرزا صاحب کے دعوے کو پرکھنے کی دعوت دی ہے، کیا آپ یہ کرم قرآن کرم سے میری رہنمائی کے لئے مرزا صاحب کے کئی ایک دعوے کو مجموعہ طہات کر دیں گے؟

جواب: پہلا خط آپ کی عقل کے لئے لکھا ہو جاتا ہے، اگر آپ عقلی پہنچ میں نے زمین آخر میں جو کہ گھسا تھا وہ تو ان لوگوں کے پاس میں تھا جو کچھ ایک مجموعہ بہتان کا رہے ہیں، اور اس میں اللہ تعالیٰ پر یہ احمق ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ ضرور جموں کو سزا دے گا مگر آپ اسے ایک ہی نبوت کے دعوے کو پہنچنے کے لئے

مسیار ٹھہرا رہے ہیں اور مسیار بھی اس شے کے ساتھ کہ اگر وہی کو سزا ملتی ہوئی نظر نہ آئے تو ضرور وہ اپنے دعوے میں چاہے آپ خود سوچیں کہ میرے قتل کو کھپے بہت جلد ملنے کی یہ کوشش جو آپ نے فرمائی ہے یہ آخر کس تک پہنچ رہی ہے؟ کیا میں نے اپنے خلاف بہتان لگائے وہاں کے حقائق یہ بھی کیا تھا کہ اگر انہیں دنیا میں سب کی آنکھوں کے سامنے سزا نہ ملے تو ضرور کھپے ہوں گا بہتان چاہے؟ کیا واقعی لوگوں کے صواب و کذب اور راد و باپ و گمراہ ہونے کے لئے یہ کوئی گنج مسیار ہے کہ جسے دنیا میں سزا مل جائے وہ بھلا اور گمراہ اور جسے سزا نہ ملے وہ چاہا اور جاہلیت یافتہ؟

آپ عجب بات فرما رہے ہیں کہ مرزا صاحب کے دعوے کو ۶۰ سال گزر چکے ہیں، اگر آپ تک کوئی اعتقاد کہنے دعوے کی صداقت کو پہنچنے کی یہ عجب کوشش جو آپ نے تجویز فرمائی ہے ذرا اس کی توضیح فرمائیے کہ ایک بھولے دی کو آپ کے نزدیک کس قسم کی سزا ملنی چاہئے؟ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ عجب سے ایک ہاتھ بڑے اور اس کی رگت گھٹا دے تو میں عرض کروں گا کہ یہ سزا تو سید تک کو نہیں ملی جس نے خود ہی ~~میں نے~~ کے لئے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ جو وہی نبوت انسانوں کے ہاتھ سے مارا جائے وہ بھلا ہے تو ان انبیاء کے حقائق آپ کیا لہا کیسے جن کی نبوت کی تصدیق خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہے کہ ان کی قوم نے انہیں قتل کر دیا؟ قرآن میں یہ آیات تو آپ کی نظر سے گزری ہی ہوگی کہ

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِى بِبَيِّنَاتٍ وَ بَلَّغْتُ لَكُمْ قُلَامَ

مِثْلَهُمْ لَئِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (آل عمران۔ رکوع ۳۹) اور فَبِمَا نَقْضُ

مِثْلَهُمْ وَ كَفَرُوا بِالْحَقِّ قُلْتُ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِوا عَنْ ذَٰلِكُمْ إِنِّي سَأَنَّ كُفْرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِمْ أَوْسَرُ

(النساء رکوع ۵۲)

ان آیات کی روشنی میں آپ کو ایک سوجھ بوجھ پھر اپنے اندر نظر آئے گی، نظر آئی کہ نبی کا دعویٰ اس طرح کے مسیادوں پر نہیں چاہیاجاتا۔ دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ ان سے پہلے آئے ہوئے کلام الہی کی روشنی میں اس کا مقام کیا ہے؟ وہ چیز کیا لہا ہے؟ اور اس کی زندگی کیسی ہے؟ ان مسیادوں پر کوئی غصہ پرانا نہ اڑتا ہو تو آپ

خود ظنی کریں گے اگر اس کے دعوے کو صرف اس بنا پر مان لیں گے کہ آپ کی آنکھوں نے اسے اس دنیا میں سزا ملنے نہیں دیکھا۔

یہ نئی معیار میں نے تو جان گئے ہیں ان میں سے سو لفظ کریم معیار انکی صودت میں سرے سے کھل نکلا ہی نہیں رہے جبکہ پہلے ہی معیار سے کسی مدعی نبوت کا دعویٰ بالیقین رد کردے تھے۔ جب قرآن اور احادیث کلمہ سے یہ ثابت ہو کہ **عمر بن عبدالمطلب** کے بعد آپ کوئی نبی نہیں آ سکتا تو یہ دیکھنے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے کہ حضورؐ کے بعد دوائے نبوت نزدیک دو سرے اور تیسرے معیار کے لحاظ سے انکی مقام نبوت سے اس قدر فرت ہیں کہ باب نبوت کھلا بھی ہوتا تو کم از کم کوئی معقول آدمی تو ان پر نبوت کا گمان نہیں کر سکتا تھا لیکن میں اس بحث کو قرآن و حدیث کے باطن فیصلے کے بعد غیر ضروری بھی سمجھتا ہوں اور خدا اور رسول کے مقابلے میں گستاخی بھی۔

یہ سوال کہ قرآن و حدیث سے باب نبوت کے قطعی طور پر بند ہونے کے دلائل کیا ہیں اس کا متحمل نہیں ہے کہ ایک خط میں اس کا جواب دیا جائے۔ اگر خط قطعی نے مجھے فرست دی تو انتہاء خط میں موضوع پر ایک مفصل مضمون لکھوں گا۔ ورنہ سورہ احزاب کی تفسیر میں تو یہ بحث کافی ہی ہے۔

(ازمنہ المیزان، رمضان ۱۴۰۰ھ - جولائی ۱۹۸۰ء)

ختم نبوت کے خلاف قلعوٹوں کی ایک اور دلیل

سوال : ختم المیزان سورہ آل عمران ص ۱۳۸ ع ۸ '۹' ۱۱' ۱۲' ۱۳' ۱۴' ۱۵' ۱۶' ۱۷' ۱۸' ۱۹' ۲۰' ۲۱' ۲۲' ۲۳' ۲۴' ۲۵' ۲۶' ۲۷' ۲۸' ۲۹' ۳۰' ۳۱' ۳۲' ۳۳' ۳۴' ۳۵' ۳۶' ۳۷' ۳۸' ۳۹' ۴۰' ۴۱' ۴۲' ۴۳' ۴۴' ۴۵' ۴۶' ۴۷' ۴۸' ۴۹' ۵۰' ۵۱' ۵۲' ۵۳' ۵۴' ۵۵' ۵۶' ۵۷' ۵۸' ۵۹' ۶۰' ۶۱' ۶۲' ۶۳' ۶۴' ۶۵' ۶۶' ۶۷' ۶۸' ۶۹' ۷۰' ۷۱' ۷۲' ۷۳' ۷۴' ۷۵' ۷۶' ۷۷' ۷۸' ۷۹' ۸۰' ۸۱' ۸۲' ۸۳' ۸۴' ۸۵' ۸۶' ۸۷' ۸۸' ۸۹' ۹۰' ۹۱' ۹۲' ۹۳' ۹۴' ۹۵' ۹۶' ۹۷' ۹۸' ۹۹' ۱۰۰' ۱۰۱' ۱۰۲' ۱۰۳' ۱۰۴' ۱۰۵' ۱۰۶' ۱۰۷' ۱۰۸' ۱۰۹' ۱۱۰' ۱۱۱' ۱۱۲' ۱۱۳' ۱۱۴' ۱۱۵' ۱۱۶' ۱۱۷' ۱۱۸' ۱۱۹' ۱۲۰' ۱۲۱' ۱۲۲' ۱۲۳' ۱۲۴' ۱۲۵' ۱۲۶' ۱۲۷' ۱۲۸' ۱۲۹' ۱۳۰' ۱۳۱' ۱۳۲' ۱۳۳' ۱۳۴' ۱۳۵' ۱۳۶' ۱۳۷' ۱۳۸' ۱۳۹' ۱۴۰' ۱۴۱' ۱۴۲' ۱۴۳' ۱۴۴' ۱۴۵' ۱۴۶' ۱۴۷' ۱۴۸' ۱۴۹' ۱۵۰' ۱۵۱' ۱۵۲' ۱۵۳' ۱۵۴' ۱۵۵' ۱۵۶' ۱۵۷' ۱۵۸' ۱۵۹' ۱۶۰' ۱۶۱' ۱۶۲' ۱۶۳' ۱۶۴' ۱۶۵' ۱۶۶' ۱۶۷' ۱۶۸' ۱۶۹' ۱۷۰' ۱۷۱' ۱۷۲' ۱۷۳' ۱۷۴' ۱۷۵' ۱۷۶' ۱۷۷' ۱۷۸' ۱۷۹' ۱۸۰' ۱۸۱' ۱۸۲' ۱۸۳' ۱۸۴' ۱۸۵' ۱۸۶' ۱۸۷' ۱۸۸' ۱۸۹' ۱۹۰' ۱۹۱' ۱۹۲' ۱۹۳' ۱۹۴' ۱۹۵' ۱۹۶' ۱۹۷' ۱۹۸' ۱۹۹' ۲۰۰' ۲۰۱' ۲۰۲' ۲۰۳' ۲۰۴' ۲۰۵' ۲۰۶' ۲۰۷' ۲۰۸' ۲۰۹' ۲۱۰' ۲۱۱' ۲۱۲' ۲۱۳' ۲۱۴' ۲۱۵' ۲۱۶' ۲۱۷' ۲۱۸' ۲۱۹' ۲۲۰' ۲۲۱' ۲۲۲' ۲۲۳' ۲۲۴' ۲۲۵' ۲۲۶' ۲۲۷' ۲۲۸' ۲۲۹' ۲۳۰' ۲۳۱' ۲۳۲' ۲۳۳' ۲۳۴' ۲۳۵' ۲۳۶' ۲۳۷' ۲۳۸' ۲۳۹' ۲۴۰' ۲۴۱' ۲۴۲' ۲۴۳' ۲۴۴' ۲۴۵' ۲۴۶' ۲۴۷' ۲۴۸' ۲۴۹' ۲۵۰' ۲۵۱' ۲۵۲' ۲۵۳' ۲۵۴' ۲۵۵' ۲۵۶' ۲۵۷' ۲۵۸' ۲۵۹' ۲۶۰' ۲۶۱' ۲۶۲' ۲۶۳' ۲۶۴' ۲۶۵' ۲۶۶' ۲۶۷' ۲۶۸' ۲۶۹' ۲۷۰' ۲۷۱' ۲۷۲' ۲۷۳' ۲۷۴' ۲۷۵' ۲۷۶' ۲۷۷' ۲۷۸' ۲۷۹' ۲۸۰' ۲۸۱' ۲۸۲' ۲۸۳' ۲۸۴' ۲۸۵' ۲۸۶' ۲۸۷' ۲۸۸' ۲۸۹' ۲۹۰' ۲۹۱' ۲۹۲' ۲۹۳' ۲۹۴' ۲۹۵' ۲۹۶' ۲۹۷' ۲۹۸' ۲۹۹' ۳۰۰' ۳۰۱' ۳۰۲' ۳۰۳' ۳۰۴' ۳۰۵' ۳۰۶' ۳۰۷' ۳۰۸' ۳۰۹' ۳۱۰' ۳۱۱' ۳۱۲' ۳۱۳' ۳۱۴' ۳۱۵' ۳۱۶' ۳۱۷' ۳۱۸' ۳۱۹' ۳۲۰' ۳۲۱' ۳۲۲' ۳۲۳' ۳۲۴' ۳۲۵' ۳۲۶' ۳۲۷' ۳۲۸' ۳۲۹' ۳۳۰' ۳۳۱' ۳۳۲' ۳۳۳' ۳۳۴' ۳۳۵' ۳۳۶' ۳۳۷' ۳۳۸' ۳۳۹' ۳۴۰' ۳۴۱' ۳۴۲' ۳۴۳' ۳۴۴' ۳۴۵' ۳۴۶' ۳۴۷' ۳۴۸' ۳۴۹' ۳۵۰' ۳۵۱' ۳۵۲' ۳۵۳' ۳۵۴' ۳۵۵' ۳۵۶' ۳۵۷' ۳۵۸' ۳۵۹' ۳۶۰' ۳۶۱' ۳۶۲' ۳۶۳' ۳۶۴' ۳۶۵' ۳۶۶' ۳۶۷' ۳۶۸' ۳۶۹' ۳۷۰' ۳۷۱' ۳۷۲' ۳۷۳' ۳۷۴' ۳۷۵' ۳۷۶' ۳۷۷' ۳۷۸' ۳۷۹' ۳۸۰' ۳۸۱' ۳۸۲' ۳۸۳' ۳۸۴' ۳۸۵' ۳۸۶' ۳۸۷' ۳۸۸' ۳۸۹' ۳۹۰' ۳۹۱' ۳۹۲' ۳۹۳' ۳۹۴' ۳۹۵' ۳۹۶' ۳۹۷' ۳۹۸' ۳۹۹' ۴۰۰' ۴۰۱' ۴۰۲' ۴۰۳' ۴۰۴' ۴۰۵' ۴۰۶' ۴۰۷' ۴۰۸' ۴۰۹' ۴۱۰' ۴۱۱' ۴۱۲' ۴۱۳' ۴۱۴' ۴۱۵' ۴۱۶' ۴۱۷' ۴۱۸' ۴۱۹' ۴۲۰' ۴۲۱' ۴۲۲' ۴۲۳' ۴۲۴' ۴۲۵' ۴۲۶' ۴۲۷' ۴۲۸' ۴۲۹' ۴۳۰' ۴۳۱' ۴۳۲' ۴۳۳' ۴۳۴' ۴۳۵' ۴۳۶' ۴۳۷' ۴۳۸' ۴۳۹' ۴۴۰' ۴۴۱' ۴۴۲' ۴۴۳' ۴۴۴' ۴۴۵' ۴۴۶' ۴۴۷' ۴۴۸' ۴۴۹' ۴۵۰' ۴۵۱' ۴۵۲' ۴۵۳' ۴۵۴' ۴۵۵' ۴۵۶' ۴۵۷' ۴۵۸' ۴۵۹' ۴۶۰' ۴۶۱' ۴۶۲' ۴۶۳' ۴۶۴' ۴۶۵' ۴۶۶' ۴۶۷' ۴۶۸' ۴۶۹' ۴۷۰' ۴۷۱' ۴۷۲' ۴۷۳' ۴۷۴' ۴۷۵' ۴۷۶' ۴۷۷' ۴۷۸' ۴۷۹' ۴۸۰' ۴۸۱' ۴۸۲' ۴۸۳' ۴۸۴' ۴۸۵' ۴۸۶' ۴۸۷' ۴۸۸' ۴۸۹' ۴۹۰' ۴۹۱' ۴۹۲' ۴۹۳' ۴۹۴' ۴۹۵' ۴۹۶' ۴۹۷' ۴۹۸' ۴۹۹' ۵۰۰' ۵۰۱' ۵۰۲' ۵۰۳' ۵۰۴' ۵۰۵' ۵۰۶' ۵۰۷' ۵۰۸' ۵۰۹' ۵۱۰' ۵۱۱' ۵۱۲' ۵۱۳' ۵۱۴' ۵۱۵' ۵۱۶' ۵۱۷' ۵۱۸' ۵۱۹' ۵۲۰' ۵۲۱' ۵۲۲' ۵۲۳' ۵۲۴' ۵۲۵' ۵۲۶' ۵۲۷' ۵۲۸' ۵۲۹' ۵۳۰' ۵۳۱' ۵۳۲' ۵۳۳' ۵۳۴' ۵۳۵' ۵۳۶' ۵۳۷' ۵۳۸' ۵۳۹' ۵۴۰' ۵۴۱' ۵۴۲' ۵۴۳' ۵۴۴' ۵۴۵' ۵۴۶' ۵۴۷' ۵۴۸' ۵۴۹' ۵۵۰' ۵۵۱' ۵۵۲' ۵۵۳' ۵۵۴' ۵۵۵' ۵۵۶' ۵۵۷' ۵۵۸' ۵۵۹' ۵۶۰' ۵۶۱' ۵۶۲' ۵۶۳' ۵۶۴' ۵۶۵' ۵۶۶' ۵۶۷' ۵۶۸' ۵۶۹' ۵۷۰' ۵۷۱' ۵۷۲' ۵۷۳' ۵۷۴' ۵۷۵' ۵۷۶' ۵۷۷' ۵۷۸' ۵۷۹' ۵۸۰' ۵۸۱' ۵۸۲' ۵۸۳' ۵۸۴' ۵۸۵' ۵۸۶' ۵۸۷' ۵۸۸' ۵۸۹' ۵۹۰' ۵۹۱' ۵۹۲' ۵۹۳' ۵۹۴' ۵۹۵' ۵۹۶' ۵۹۷' ۵۹۸' ۵۹۹' ۶۰۰' ۶۰۱' ۶۰۲' ۶۰۳' ۶۰۴' ۶۰۵' ۶۰۶' ۶۰۷' ۶۰۸' ۶۰۹' ۶۱۰' ۶۱۱' ۶۱۲' ۶۱۳' ۶۱۴' ۶۱۵' ۶۱۶' ۶۱۷' ۶۱۸' ۶۱۹' ۶۲۰' ۶۲۱' ۶۲۲' ۶۲۳' ۶۲۴' ۶۲۵' ۶۲۶' ۶۲۷' ۶۲۸' ۶۲۹' ۶۳۰' ۶۳۱' ۶۳۲' ۶۳۳' ۶۳۴' ۶۳۵' ۶۳۶' ۶۳۷' ۶۳۸' ۶۳۹' ۶۴۰' ۶۴۱' ۶۴۲' ۶۴۳' ۶۴۴' ۶۴۵' ۶۴۶' ۶۴۷' ۶۴۸' ۶۴۹' ۶۵۰' ۶۵۱' ۶۵۲' ۶۵۳' ۶۵۴' ۶۵۵' ۶۵۶' ۶۵۷' ۶۵۸' ۶۵۹' ۶۶۰' ۶۶۱' ۶۶۲' ۶۶۳' ۶۶۴' ۶۶۵' ۶۶۶' ۶۶۷' ۶۶۸' ۶۶۹' ۶۷۰' ۶۷۱' ۶۷۲' ۶۷۳' ۶۷۴' ۶۷۵' ۶۷۶' ۶۷۷' ۶۷۸' ۶۷۹' ۶۸۰' ۶۸۱' ۶۸۲' ۶۸۳' ۶۸۴' ۶۸۵' ۶۸۶' ۶۸۷' ۶۸۸' ۶۸۹' ۶۹۰' ۶۹۱' ۶۹۲' ۶۹۳' ۶۹۴' ۶۹۵' ۶۹۶' ۶۹۷' ۶۹۸' ۶۹۹' ۷۰۰' ۷۰۱' ۷۰۲' ۷۰۳' ۷۰۴' ۷۰۵' ۷۰۶' ۷۰۷' ۷۰۸' ۷۰۹' ۷۱۰' ۷۱۱' ۷۱۲' ۷۱۳' ۷۱۴' ۷۱۵' ۷۱۶' ۷۱۷' ۷۱۸' ۷۱۹' ۷۲۰' ۷۲۱' ۷۲۲' ۷۲۳' ۷۲۴' ۷۲۵' ۷۲۶' ۷۲۷' ۷۲۸' ۷۲۹' ۷۳۰' ۷۳۱' ۷۳۲' ۷۳۳' ۷۳۴' ۷۳۵' ۷۳۶' ۷۳۷' ۷۳۸' ۷۳۹' ۷۴۰' ۷۴۱' ۷۴۲' ۷۴۳' ۷۴۴' ۷۴۵' ۷۴۶' ۷۴۷' ۷۴۸' ۷۴۹' ۷۵۰' ۷۵۱' ۷۵۲' ۷۵۳' ۷۵۴' ۷۵۵' ۷۵۶' ۷۵۷' ۷۵۸' ۷۵۹' ۷۶۰' ۷۶۱' ۷۶۲' ۷۶۳' ۷۶۴' ۷۶۵' ۷۶۶' ۷۶۷' ۷۶۸' ۷۶۹' ۷۷۰' ۷۷۱' ۷۷۲' ۷۷۳' ۷۷۴' ۷۷۵' ۷۷۶' ۷۷۷' ۷۷۸' ۷۷۹' ۷۸۰' ۷۸۱' ۷۸۲' ۷۸۳' ۷۸۴' ۷۸۵' ۷۸۶' ۷۸۷' ۷۸۸' ۷۸۹' ۷۹۰' ۷۹۱' ۷۹۲' ۷۹۳' ۷۹۴' ۷۹۵' ۷۹۶' ۷۹۷' ۷۹۸' ۷۹۹' ۸۰۰' ۸۰۱' ۸۰۲' ۸۰۳' ۸۰۴' ۸۰۵' ۸۰۶' ۸۰۷' ۸۰۸' ۸۰۹' ۸۱۰' ۸۱۱' ۸۱۲' ۸۱۳' ۸۱۴' ۸۱۵' ۸۱۶' ۸۱۷' ۸۱۸' ۸۱۹' ۸۲۰' ۸۲۱' ۸۲۲' ۸۲۳' ۸۲۴' ۸۲۵' ۸۲۶' ۸۲۷' ۸۲۸' ۸۲۹' ۸۳۰' ۸۳۱' ۸۳۲' ۸۳۳' ۸۳۴' ۸۳۵' ۸۳۶' ۸۳۷' ۸۳۸' ۸۳۹' ۸۴۰' ۸۴۱' ۸۴۲' ۸۴۳' ۸۴۴' ۸۴۵' ۸۴۶' ۸۴۷' ۸۴۸' ۸۴۹' ۸۵۰' ۸۵۱' ۸۵۲' ۸۵۳' ۸۵۴' ۸۵۵' ۸۵۶' ۸۵۷' ۸۵۸' ۸۵۹' ۸۶۰' ۸۶۱' ۸۶۲' ۸۶۳' ۸۶۴' ۸۶۵' ۸۶۶' ۸۶۷' ۸۶۸' ۸۶۹' ۸۷۰' ۸۷۱' ۸۷۲' ۸۷۳' ۸۷۴' ۸۷۵' ۸۷۶' ۸۷۷' ۸۷۸' ۸۷۹' ۸۸۰' ۸۸۱' ۸۸۲' ۸۸۳' ۸۸۴' ۸۸۵' ۸۸۶' ۸۸۷' ۸۸۸' ۸۸۹' ۸۹۰' ۸۹۱' ۸۹۲' ۸۹۳' ۸۹۴' ۸۹۵' ۸۹۶' ۸۹۷' ۸۹۸' ۸۹۹' ۹۰۰' ۹۰۱' ۹۰۲' ۹۰۳' ۹۰۴' ۹۰۵' ۹۰۶' ۹۰۷' ۹۰۸' ۹۰۹' ۹۱۰' ۹۱۱' ۹۱۲' ۹۱۳' ۹۱۴' ۹۱۵' ۹۱۶' ۹۱۷' ۹۱۸' ۹۱۹' ۹۲۰' ۹۲۱' ۹۲۲' ۹۲۳' ۹۲۴' ۹۲۵' ۹۲۶' ۹۲۷' ۹۲۸' ۹۲۹' ۹۳۰' ۹۳۱' ۹۳۲' ۹۳۳' ۹۳۴' ۹۳۵' ۹۳۶' ۹۳۷' ۹۳۸' ۹۳۹' ۹۴۰' ۹۴۱' ۹۴۲' ۹۴۳' ۹۴۴' ۹۴۵' ۹۴۶' ۹۴۷' ۹۴۸' ۹۴۹' ۹۵۰' ۹۵۱' ۹۵۲' ۹۵۳' ۹۵۴' ۹۵۵' ۹۵۶' ۹۵۷' ۹۵۸' ۹۵۹' ۹۶۰' ۹۶۱' ۹۶۲' ۹۶۳' ۹۶۴' ۹۶۵' ۹۶۶' ۹۶۷' ۹۶۸' ۹۶۹' ۹۷۰' ۹۷۱' ۹۷۲' ۹۷۳' ۹۷۴' ۹۷۵' ۹۷۶' ۹۷۷' ۹۷۸' ۹۷۹' ۹۸۰' ۹۸۱' ۹۸۲' ۹۸۳' ۹۸۴' ۹۸۵' ۹۸۶' ۹۸۷' ۹۸۸' ۹۸۹' ۹۹۰' ۹۹۱' ۹۹۲' ۹۹۳' ۹۹۴' ۹۹۵' ۹۹۶' ۹۹۷' ۹۹۸' ۹۹۹' ۱۰۰۰' ۱۰۰۱' ۱۰۰۲' ۱۰۰۳' ۱۰۰۴' ۱۰۰۵' ۱۰۰۶' ۱۰۰۷' ۱۰۰۸' ۱۰۰۹' ۱۰۱۰' ۱۰۱۱' ۱۰۱۲' ۱۰۱۳' ۱۰۱۴' ۱۰۱۵' ۱۰۱۶' ۱۰۱۷' ۱۰۱۸' ۱۰۱۹' ۱۰۲۰' ۱۰۲۱' ۱۰۲۲' ۱۰۲۳' ۱۰۲۴' ۱۰۲۵' ۱۰۲۶' ۱۰۲۷' ۱۰۲۸' ۱۰۲۹' ۱۰۳۰' ۱۰۳۱' ۱۰۳۲' ۱۰۳۳' ۱۰۳۴' ۱۰۳۵' ۱۰۳۶' ۱۰۳۷' ۱۰۳۸' ۱۰۳۹' ۱۰۴۰' ۱۰۴۱' ۱۰۴۲' ۱۰۴۳' ۱۰۴۴' ۱۰۴۵' ۱۰۴۶' ۱۰۴۷' ۱۰۴۸' ۱۰۴۹' ۱۰۵۰' ۱۰۵۱' ۱۰۵۲' ۱۰۵۳' ۱۰۵۴' ۱۰۵۵' ۱۰۵۶' ۱۰۵۷' ۱۰۵۸' ۱۰۵۹' ۱۰۶۰' ۱۰۶۱' ۱۰۶۲' ۱۰۶۳' ۱۰۶۴' ۱۰۶۵' ۱۰۶۶' ۱۰۶۷' ۱۰۶۸' ۱۰۶۹' ۱۰۷۰' ۱۰۷۱' ۱۰۷۲' ۱۰۷۳' ۱۰۷۴' ۱۰۷۵' ۱۰۷۶' ۱۰۷۷' ۱۰۷۸' ۱۰۷۹' ۱۰۸۰' ۱۰۸۱' ۱۰۸۲' ۱۰۸۳' ۱۰۸۴' ۱۰۸۵' ۱۰۸۶' ۱۰۸۷' ۱۰۸۸' ۱۰۸۹' ۱۰۹۰' ۱۰۹۱' ۱۰۹۲' ۱۰۹۳' ۱۰۹۴' ۱۰۹۵' ۱۰۹۶' ۱۰۹۷' ۱۰۹۸' ۱۰۹۹' ۱۱۰۰' ۱۱۰۱' ۱۱۰۲' ۱۱۰۳' ۱۱۰۴' ۱۱۰۵' ۱۱۰۶' ۱۱۰۷' ۱۱۰۸' ۱۱۰۹' ۱۱۱۰' ۱۱۱۱' ۱۱۱۲' ۱۱۱۳' ۱۱۱۴' ۱۱۱۵' ۱۱۱۶' ۱۱۱۷' ۱۱۱۸' ۱۱۱۹' ۱۱۲۰' ۱۱۲۱' ۱۱۲۲' ۱۱۲۳' ۱۱۲۴' ۱۱۲۵' ۱۱۲۶' ۱۱۲۷' ۱۱۲۸' ۱۱۲۹' ۱۱۳۰' ۱۱۳۱' ۱۱۳۲' ۱۱۳۳' ۱۱۳۴' ۱۱۳۵' ۱۱۳۶' ۱۱۳۷' ۱۱۳۸' ۱۱۳۹' ۱۱۴۰' ۱۱۴۱' ۱۱۴۲' ۱۱۴۳' ۱۱۴۴' ۱۱۴۵' ۱۱۴۶' ۱۱۴۷' ۱۱۴۸' ۱۱۴۹' ۱۱۵۰' ۱۱۵۱' ۱۱۵۲' ۱۱۵۳' ۱۱۵۴' ۱۱۵۵' ۱۱۵۶' ۱۱۵۷' ۱۱۵۸' ۱۱۵۹' ۱۱۶۰' ۱۱۶۱' ۱۱۶۲' ۱۱۶۳' ۱۱۶۴' ۱۱۶۵' ۱۱۶۶' ۱۱۶۷' ۱۱۶۸' ۱۱۶۹' ۱۱۷۰' ۱۱۷۱' ۱۱۷۲' ۱۱۷۳' ۱۱۷۴' ۱۱۷۵' ۱۱۷۶' ۱۱۷۷' ۱۱۷۸' ۱۱۷۹' ۱۱۸۰' ۱۱۸۱' ۱۱۸۲' ۱۱۸۳' ۱۱۸۴' ۱۱۸۵' ۱۱۸۶' ۱۱۸۷' ۱۱۸۸' ۱۱۸۹' ۱۱۹۰' ۱۱۹۱' ۱۱۹۲' ۱۱۹۳' ۱۱۹۴' ۱۱۹۵' ۱۱۹۶' ۱۱۹۷' ۱۱۹۸' ۱۱۹۹' ۱۲۰۰' ۱۲۰۱' ۱۲۰۲' ۱۲۰۳' ۱۲۰۴' ۱۲۰۵' ۱۲۰۶' ۱۲۰۷' ۱۲۰۸' ۱۲۰۹' ۱۲۱۰' ۱۲۱۱' ۱۲۱۲' ۱۲۱۳' ۱۲۱۴' ۱۲۱۵' ۱۲۱۶' ۱۲۱۷' ۱۲۱۸' ۱۲۱۹' ۱۲۲۰' ۱۲۲۱' ۱۲۲۲' ۱۲۲۳' ۱۲۲۴' ۱۲۲۵' ۱۲۲۶' ۱۲۲۷' ۱۲۲۸' ۱۲۲۹' ۱۲۳۰' ۱۲۳۱' ۱۲۳۲' ۱۲۳۳' ۱۲۳۴' ۱۲۳۵' ۱۲۳۶' ۱۲۳۷' ۱۲۳۸' ۱۲۳۹' ۱۲۴۰' ۱۲۴۱' ۱۲۴۲' ۱۲۴۳' ۱۲۴۴' ۱۲۴۵' ۱۲۴۶' ۱۲۴۷' ۱۲۴۸' ۱۲۴۹' ۱۲۵۰' ۱۲۵۱' ۱۲۵۲' ۱۲۵۳' ۱۲۵۴' ۱۲۵۵' ۱۲۵۶' ۱۲۵۷' ۱۲۵۸' ۱۲۵۹' ۱۲۶۰' ۱۲۶۱' ۱۲۶۲' ۱۲۶۳' ۱۲۶۴' ۱۲۶۵' ۱۲۶۶' ۱۲۶۷' ۱۲۶۸' ۱۲۶۹' ۱۲۷۰' ۱۲۷۱' ۱۲۷۲' ۱۲۷۳' ۱۲۷۴' ۱۲۷۵' ۱۲۷۶' ۱۲۷۷' ۱۲۷۸' ۱۲۷۹' ۱۲۸۰' ۱۲۸۱' ۱۲۸۲' ۱۲۸۳' ۱۲۸۴' ۱۲۸۵' ۱۲۸۶' ۱۲۸۷' ۱۲۸۸' ۱۲۸۹' ۱۲۹۰' ۱۲۹۱' ۱۲۹۲' ۱۲۹۳' ۱۲۹۴' ۱۲۹۵' ۱۲۹۶' ۱۲۹۷' ۱۲۹۸' ۱۲۹۹' ۱۳۰۰' ۱۳۰۱' ۱۳۰۲' ۱۳۰۳' ۱۳۰۴' ۱۳۰۵' ۱۳۰۶' ۱۳۰۷' ۱۳۰۸' ۱۳۰۹' ۱۳۱۰' ۱۳۱۱' ۱۳۱۲' ۱۳۱۳' ۱۳۱۴' ۱۳۱۵' ۱۳۱۶' ۱۳۱۷' ۱۳۱۸' ۱۳۱۹' ۱۳۲۰' ۱۳۲۱' ۱۳۲۲' ۱۳۲۳' ۱۳۲۴' ۱۳۲۵' ۱۳۲۶' ۱۳۲۷' ۱۳۲۸' ۱۳۲۹' ۱۳۳۰' ۱۳۳۱' ۱۳۳۲' ۱۳۳۳' ۱۳۳۴' ۱۳۳۵' ۱۳۳۶' ۱۳۳۷' ۱۳۳۸' ۱۳۳۹' ۱۳۴۰' ۱۳۴۱' ۱۳۴۲' ۱۳۴۳' ۱۳۴۴' ۱۳۴۵' ۱۳۴۶' ۱۳۴۷' ۱۳۴۸' ۱۳۴۹' ۱۳۵۰' ۱۳۵۱' ۱۳۵۲' ۱۳۵۳' ۱۳۵۴' ۱۳۵۵' ۱۳۵۶' ۱۳۵۷' ۱۳۵۸' ۱۳۵۹' ۱۳۶۰' ۱۳۶۱' ۱۳۶۲' ۱۳۶۳' ۱۳۶۴' ۱۳۶۵' ۱۳۶۶' ۱۳۶۷' ۱۳۶۸' ۱۳۶۹' ۱۳۷۰' ۱۳۷۱' ۱۳۷۲' ۱۳۷۳' ۱۳۷۴' ۱۳۷۵' ۱۳۷۶' ۱۳۷۷' ۱۳۷۸' ۱۳۷۹' ۱۳۸۰' ۱۳۸۱' ۱۳۸۲' ۱۳۸۳' ۱۳۸۴' ۱۳۸۵' ۱۳۸۶' ۱۳۸۷' ۱۳۸۸' ۱۳۸۹' ۱۳۹۰' ۱۳۹۱' ۱۳۹۲' ۱۳۹۳' ۱۳۹۴'

نے اپنی امت کو کسی جہ کے آنے والے نبی کی خبر دے کر اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو۔"

اس عبارت کا معنی کرنے کے بعد دل میں یہ بات کلی کر پڑے ایک محمد ﷺ نے تو نہیں فرمایا لیکن خود قرآن مجید میں سورہ اعراب میں ایک بیشق کا ذکر ہوا آتا ہے :

وَلَا اخذنا من الضَّالِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي سَبِيلٍ مِّنْهُ وَمَن نُّوحٍ (۱)

یہاں لفظ "منک" کے درجے نبی ﷺ سے خطاب ہے۔

بیشق وہی ہے کہ جس کا ذکر سورہ کل عمران میں ہوا چکا ہو۔ ہر دو صورتوں یعنی کل عمران اور اعراب کی مذکورہ بالا آیات میں بیشق کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی بیشق ہر دو سرے انبیاء سے لیا گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے بھی لیا گیا ہے۔

در اصل یہ سوال ائمہ کی ایک کتاب چٹھے سے پورا ہوا ہے جس میں ان دونوں صورتوں کی تولاہ بالا آیات کی تفسیر ایک دوسرے کی مدد سے کی گئی ہے اور لفظ "منک" پر بڑی بحث درج ہے۔

جواب : آیت "وَلَا اخذنا من الضَّالِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي سَبِيلٍ مِّنْهُ وَمَن نُّوحٍ (۱) (اعراب)" سے تفسیری محلات ہو استعمال کرتے ہیں وہ اگر جہی بر اخصاس ہے تو ان کی جماعت ہے۔ استعمال کرتا ہے اور اگر تضاد و محکا دینے کی نیت سے ہے تو یہ ان کی مخالفت پر دل ہے۔ وہ ایک مضمون تو سورہ کل عمران کی آیت وَلَا اخذنا من الضَّالِّينَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي سَبِيلٍ مِّنْهُ سے لیتے ہیں جس میں انبیاء اور ان اصحاب سے کسی آنے والے نبی کی جوڑی کا مد لیا گیا ہے "اور وہ سب مضمون سورہ اعراب کی مذکورہ بالا آیت سے لیتے ہیں جس میں دوسرے انبیاء کے ساتھ نبی ﷺ سے بھی ایک مد لئے جانے کا ذکر ہے۔ پھر دونوں کو جو ذکر اس سے ہے تیسرا مضمون خود بخود ملتا ہے کہ نبی ﷺ سے بھی کسی آنے والے نبی پر ایمان لانے اور اس کی تکبیر و نصرت کرنے کا مد لیا گیا تھا حالانکہ جس آیت میں آنے والے نبی پر ایمان لانے کے بیشق کا ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ مد ہم نے محمد ﷺ سے بھی لیا ہے "اور جس آیت میں محمد

۱۰۰۰۰۰ سے ایک عدد لئے جانے کا ذکر ہے اس میں کوئی تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ یہ عدد کسی آئے والے نبی کی حیاتی کا قلم لب سوال یہ ہے کہ آثار میں وہ مختلف مضمونوں کو جو ذکر ایک تیسرا مضمون ہر قرآن میں کہیں نہ تھا کس دلیل سے پیدا کر لیا گیا؟

اس کے لئے اگر ہو سکتی تھی تو میں ہی دلیلیں ہو سکتی تھیں:

۱۔ قرآنی ~~۱۰۰۰۰۰~~ نے اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کو جمع کر کے اعلان فرمایا ہو تاکہ سوا کا لفظ نے مجھ سے یہ عدد لیا ہے کہ میرے بعد جو نبی آئے اس پر میں ایمان لائوں اور اس کی تائید و نصرت کروں "لذا میرے قیام ہونے کی حیثیت سے تم بھی اس کا عدد کرو" — مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث کے پاسے ذخیرے میں اس مضمون کا کہیں نام و نشان تک نہیں بلکہ انہی تکلیف و دلالت ایسی موجود ہیں جن سے یہ مضمون لگا ہے کہ حضور پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اور کہنے کے بعد اب کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ کیا یہ یاد کیا جاسکتا ہے کہ نبی ~~۱۰۰۰۰۰~~ سے ایک ایسا نام پیش کر لیا گیا ہو تاکہ کہنے کے لئے اسے پس نظر انداز کر دیا ہو تاکہ انہی ایسی باتیں فرمائی ہو جن سے جنت بکڑ کر کہنے کی امت کا سوا معلم خدا کے کسی فرستادہ نبی پر ایمان لانے سے محروم رہ جائے۔

۲۔ سری دلیل اس مضمون کو پیدا کرنے کے لئے یہ ہو سکتی تھی کہ قرآن میں انبیاء اور جن کی اصحاب سے ہر ایک ہی پیشی لئے جانے کا ذکر ہوتا یعنی یہ کہ بعد کے آنے والے نبی پر ایمان لانا اس کے سوا کسی اور پیشی کا ہر سے قرآن میں کہیں ذکر ہی نہ ہو تاکہ اس صورت میں یہ متضاد کیا جاسکتا تھا کہ سورہ اعراف دلی آیت پیشی میں بھی لفظ ہی پیشی مراد ہو گا۔ لیکن اس دلیل کے لئے بھی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ قرآن میں ایک نہیں بلکہ متعدد پیشیوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً سورہ ہود رکوع ۴ میں بنی اسرائیل سے اللہ کی بندگی اور دھرم سے حسن سلوک اور انہی کی غلو ریزی سے پرہیز و نفیہ کا پیشی لایا جاتا ہے۔ سورہ کل عمران رکوع ۸ میں تمام اہل کتب سے اس بات کا پیشی لایا جاتا ہے کہ خدا کی جو کتب تمہارے حوالے کی گئی ہے اس کی تعلیمات کو چھوڑ کے نہیں بلکہ اس کی تمام اطاعت کرو گے۔ سورہ اعراف رکوع ۸

میں بنی اسرائیل سے عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے نام پر حق کے سوا کوئی پست نہ کہیں گے۔ اور اللہ کی دی ہوئی کتاب کو مضبوط ہاتھوں سے اٹھائیں گے اور اس کی تعلیمات کو یاد رکھیں گے۔ سورہ ابراہیم رکوع میں فرمایا ہے **وَلَا تَقْرَءُ الْقُرْآنَ حَتَّىٰ تَتْلُوَہُ** کے یہودیوں کو ایک بدعت یاد دلایا جاتا ہے جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ "تم اللہ سے سچ و صحت کا عہد کر چکے ہو۔" اب سوال یہ ہے کہ اگر سورہ ابراہیم وحیِ آیت میں بدعت کے مضمون کی تصریح کے بغیر بخود بدعتی کا ذکر آیا تھا تو اس حکم کو کون بہت سے بدعتوں میں سے کسی ایک سے بھرنے کے بجائے بالخصوص سورہ کل عمران رکوع ۹ والے بدعتی ہی سے کیوں بھرا جائے؟ اس ترجیح کے لئے خود ایک دلیل دیا گیا ہے جو کہیں سورہ نمل میں اس کے جواب میں اگر کوئی یہ کہے کہ وہ لوں جگہ پر نگہ نہیں سے بدعت لینے کا ذکر ہے اس لئے ایک آیت کی تصریح دوسری آیت سے نہ کر لی گئی تو میں عرض کروں گا کہ وہ سب بدعتی بدعت ہی انبیاء کی امتوں سے لئے گئے ہیں وہ براہِ راست کسی امت سے نہیں لئے گئے بلکہ انبیاء کے واسطے ہی سے لئے گئے ہیں۔ اور آخر آیتوں میں بصیرت رکھتے وقت کون شخص اس بات سے غافل ہے کہ ہر نبی اپنے کتاب اللہ کو مضبوط تھامتے اور اس کے احکام کی پیروی کرنے کا عہد لیا گیا ہے؟

تیسری دلیل یہ ہو سکتی تھی کہ سورہ ابراہیم کا سبق و سبق یہ تھا رہا ہو تاکہ یہاں بدعتی سے عہد کرنے والے نبی پر ایمان لانے کا بدعتی ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہاں مسئلہ بالکل ہی برعکس ہے۔ سبق و سبق تو انہی اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہاں یہ معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ سورہ ابراہیم شروع ہی اس فقرے سے ہوتی ہے کہ : **وَمَا لَہُمْ لَیَّا لَہُ** سے اور اور کالہوں اور مانتوں سے نہ وہ "اور جو وحی تمہارا رب بھیجتا ہے اسی کے مطابق عمل کرو اور لہو پر بھروسہ نہ کرو۔" اس کے بعد یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے سے جنی جاننے کا ہر طریق چھوڑ آ رہا ہے اس کو اور اس سے قطعاً رکھنے والے ہم وہم اور رسول کو توڑا رہا۔ اس کے بعد فرمایا جاتا ہے کہ غیر خفیہ رشتوں میں صرف ایک ہی رشتہ ایسا ہے جو طوطی رشتوں سے بھی بڑھ کر حرمت والا ہے اور وہ ہے نبی اور سوشن کا رشتہ جس کی بنا پر نبی کی پیروی ان کی جان کی طرح ان پر حرام ہیں اور وہ اپنی تمام مخالفت میں رہی اور خونی رشتے ہی اللہ کی کتاب کی رو

سے حرمت اور استحقاق وراثت کے لئے اولیٰ واجب ہیں۔ یہ احکام بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ ہی عزوجل فرماتا ہے کہ جو اس نے تمام انبیاء سے پیش لیا ہے اور ان کی طرح آپؐ سے بھی لیا ہے۔ اب ہر شخص کو یہ خود ہی دیکھ سکتا ہے کہ اس سلسلہ کلام میں آخر کس مناسبت سے ایک آنے والے نبی پر ایمان لانے کا بیشق یاد دلایا جاسکتا تھا۔ یہی تو فکر یاد دلایا جاسکتا تھا تو وہی بیشق یاد دلایا جاسکتا تھا جو خدا کی کتاب کو مضبوط تھا۔ اور اس کے احکام کو یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے اور دنیا پر ان کا اہتمام کرنے کے لئے تمام انبیاء سے لیا گیا ہے۔ پھر آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی عزوجل کو صاف صاف علم دیا ہے کہ آپؐ خود اپنے جتنی نبیؐ میں عارف کی صفات ہوتی تھیں، ان کے چلنے کر کے چلوت کے اس دہم کو توڑ دیں، جس کی بنا پر لوگ منہ پر لے بیٹے کو باطل صلی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اور جب کفار و منافقین اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جی اترتے ہیں اور اب دیا ہے۔

۱۔ اول تو علم تم میں سے کسی سو کے باپ نہیں ہیں کہ اس کی صفات ہوتی ہیں پر

وام ہوئی۔

۲۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ ان کے لئے عقل حتیٰ بھی تو اس سے خلق کیا خود تھا تو یہ اس لئے ضروری تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جس کا کام یہی ہے کہ جس جگہ کو اللہ مقرر چاہتا ہے اسے خود آگے بڑھ کر مقرر

۳۔ اور مزید برآں ان کو یہاں کہا اس لئے بھی ضروری تھا کہ وہ محض رسول ہی نہیں ہیں بلکہ خاتم انبیاء ہیں، اگر وہ چلوت کی ان رسولوں کو مٹا کر نہ جائیں گے تو پھر کوئی یہاں ہی آنے والا بھی نہیں ہے، انہیں مقرر

اس مضمون لاحق کو اگر کوئی شخص مضمون سابق کے ساتھ مل کر پڑھے تو وہ جہنم کے ساتھ یہ کہہ دے گا کہ اس سابق و سابق میں جو بیشق نبی عزوجل کو یاد دلایا گیا ہے اس سے مراد اور جو بیشق بھی ہو، ہر عمل کسی آنے والے نبی پر ایمان لانے کا بیشق تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دیکھ لیتے، کہتے ذرا بحث سے تھوڑیوں کے بیان کہہ سنی اپنے کے لئے ہی نہیں دلیلیں ہو سکتی تھیں، اور یہی ان میں سے ہر دلیل ان کے دماغ کے لئے غیر مفید،

بکرا اپنی من کے دعا کے خلاف ہے۔ لب اگر من کے پاس کوئی چوتھی دلیل ہو تو وہ من سے دریافت کیجئے۔ اور من تین دلیلوں کا جواب بھی من سے لےجئے۔ ورنہ یہ ماننے کے سوا چار نہیں کہ اس آیت سے جو معنی انہوں نے لئے ہیں وہ یا تو جماعت کی بناء پر نکالے ہیں یا پھر خدا سے بے خوف ہو کر عقل خدا کو گمراہ کرنے کے لئے نکالے ہیں۔ مرحلہ ہم یہ گھٹنے سے کھڑے ہیں کہ اگر مرزا صاحب بی جے تو آخر کیا مسئلہ ہے کہ ابھی من کے مقابلہ کا دور بھی ختم نہیں ہوا ہے اور من کی ساری امت اس وقت تک نہیں اور حج تکبیر پر مشتمل ہے۔ پھر بھی حل یہ ہے کہ کتب فقہ سے من کی امت میں عقل کا معنی ایسے علماء استدلال کے جاتے ہیں اور پوری امت میں ایک کواڑ بھی اس جماعت یا فقہاء اسی کے خلاف چلے نہیں سکتی۔

(از عین القرآن۔ رمضان، شوال ۱۳۵۵ھ۔ جون، جولائی ۱۳۵۶ھ)

کل سنت اور کل تشیع کا اختلاف

سوال : میں نے ایک دیوار فقیر مرزا کی رسالت سے مذہب فقیر کی کلمت کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ فقیر نئی انگلشی مسائل میں سے جو اختلاف فقہ کے بارے میں ہے وہ میرے لئے خاص طور پر تشویش کا باعث ہے۔ میں اپنے شوک آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ تفصیلی جواب دے کر میں کا کواڑ فرمائیں۔

میرے شہادت فقہ کی سنت قیام سے متعلق ہیں۔ لہذا اولین دکن اسلام ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ قیام میں ہاتھ پاتھ سے یا پھر ڈوبنے کا بارے میں ائمہ اربعہ کے بھی اختلاف ہے اور پھر ائمہ اس امر کا ہے کہ ارشاد نبوی "مَنْ تَرَكَ فِهْرَهُمُ الْمُتَّقِينَ كَتَبَ اللَّهُ وَ عَقَبَهُ" کے پھر ائمہ اہل سنت نے رفع اختلاف کے لئے اہل بیت کی طرف رجوع نہیں کیا۔ چنانکہ امام اعظم اور امام مالک "فہم جملہ صلیح کے سامنے بھی تھے۔ اس طرح رسول کے گمراہوں کو پھر ڈکڑ دیں کے سامنے کلم کو غیر اہل بیت پر منحصر کر دیا گیا اور مسائل دینی میں اہل بیت سے شک کیا تو در کمال من

سے اعلیٰ تک نہیں روایت کی گئی، حالانکہ بعض "صحابہ اہل بیت" بمانی اہل بیت" دین کا اصل منبع انہی اہل بیت تھے۔ امام ابو حنیفہ و مالک کا اتھار بعض روایات پر تھا، مگر اس کے امام جعفر صادق نے اپنے والد امام ہارون انہوں نے دین اہل بیت کو اور انہوں نے حسین کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ وہ قیام میں کچے کھڑے ہوتے تھے۔ شہید کے پورا ہونے پر وہ اہل بیت کی طرف اسی عدم مصراع کا نتیجہ ہے جو اہل بیت کے استقامت کی شکل میں رونما ہوا ہے۔

جواب : آپ کا سوال تو صرف تہذیب کے بارے ہے، مگر آپ نے اس کے حلقہ اپنی انہوں کی جن باتوں کا ذکر کیا ہے وہ دور تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس لئے ان باتوں پر بحث کرنی بکڑی ہے۔

آپ کی انہوں کا نظریہ اتنا کہ یہ حدیث ہے کہ اہل بیت علیہم السلام (علی) اس کے حلقہ آپ کو سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث ثقہ فقہاء میں ثقہ حدیثوں سے روایت ہوئی ہے جن میں سے بعض ضعیف ہیں اور بعض قوی۔ سب سے زیادہ قوی سند سے پورے تفصیل کے ساتھ جو روایت آئی ہے وہ حضرت زید بن ارم سے مسلم میں منقول ہے۔ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ فم کے مقام پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کہ : "مولا میں ایک انسان ہوں" جو سکا ہے کہ اللہ کا فرستادہ (جنگ کا پیغام لے کر) جلدی ہی آجائے اور میں اس پر ایک کہوں (یعنی دنیا سے رخصت ہو جاؤں) میں تمہارے درمیان وہ بھاری چیزیں پھوڑ رہا ہوں۔ پہلی اس میں سے کتب اللہ ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ پس تم کتب اللہ کو لو اور اسے منہمک رکھو۔" اس سلسلے میں آپ نے حاضرین کو کتب اللہ کی عیادت پر ابھارا اور اس کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا : "مولا وہ سری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے سلسلے میں تم کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔" اس حدیث میں کوئی اشارہ اس طرف نہیں ہے کہ کتب اللہ کے بعد جس میرے اہل بیت ہی ہیں جن سے ہمیں اپنا دین سیکھنا چاہئے اور جن کی عیادت پر حصر کرنا چاہئے۔ بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کو ہمیں (بھاری چیزیں) دو الگ الگ سطحوں میں فرمایا گیا

ہے کلب لفظ اس لئے بھاری چیز ہے کہ وہی دلالت کا سرچشمہ ہے اور اسے بھونٹنا یا اس سے خوف ہونا چاہی و خطرات کا موجب ہے اور اہل بیت کو بھاری اس لئے فرمایا کہ چھوٹا لکھنوع لفظی کے اہل بیت میں کے یہ وہاں کے لئے سخت وجہ آنا نکش جیت ہوئے ہیں۔ کسی نے ان کے حق میں افرلا کی ہے اور ظور کر کے یہ وہاں کو سمجھنا والا ہے۔ اور کسی نے ان کے حق میں تقویٰ کی ہے اور پھر یہ علم و حکم و حکمت ہیں تاکہ صحت کو جو فطری حقیقت اپنے رہبر نور ہادی کے خاندان و انہوں سے ہوئی ہے اس کو ازبد حق دیکھا جائے۔ اسی فرض کے لئے حضورؐ نے فرمایا کہ میں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ یعنی ان کے معاملے میں خدا سے ازبد نور افرلا و تقویٰ کے پہلو اختیار کرنے سے بچو۔

دوسرے اگر ہمارے میں لیا جائے کہ حضورؐ نے اپنی عزت یا اہل بیت (ع) میں ہی انقلاب صورت میں کیے ہیں) سے وہی سمجھنے کا ہی حکم دیا ہے تو ان انقلاب کا مضمون اگر صرف بولوا علی تک ہی کہیں محدود کر دیا گیا؟ اس میں ازبد سے قرآن الودیع نبی ﷺ بھی داخل ہیں اور ان میں ہی کل جملہ کل عقلی کل معانی اور حکم جو انہم بھی داخل ہیں جنہیں حضورؐ نے صریحاً حرام کیا۔

تیسرے یہ کہ حضورؐ نے صرف یہی نہیں فرمایا ہے کہ توکت فیکم انتظنین... بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ علیکم یسبحن وسنة الطغاة والظالمین القمہد بین (یعنی سنت اور دلالت و توحید و عقائد و اصول کی سنت ہے چاہے) اور یہ بھی فرمایا کہ اسبابی کلہم بلہم لکنہم لکنہم (یعنی اسباب و اسباب کی بات ہیں ان میں سے جس کو کسی کی چوٹی کو کے دلالت پڑے گا) پھر آخر کیا وجہ ہے کہ حضورؐ کے ایک ارشاد کو تو لیا جائے اور دوسرے ارشادات کو بھونٹ دیا جائے؟ کہیں نہ اہل بیت سے بھی حکم حاصل کیا جائے اور ان کے ساتھ عقائد و اصول اور اسباب نبی رضی اللہ عنہم سے بھی؟

چوتھے یہ کہ اصل بھی کسی طرح یہ یاد نہیں کر سکی کہ انھیں سب کے عداوت میں جو حکیم انسان حکم نبی ﷺ نے بیگانوں پر انہوں کو میں کی شرکت و رفقت میں رہنا انہم کو اور جسے انہوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے ہونے دیکھا اس کے

حلقہ مطہرات حاصل کرنے میں صرف آپ کے گمراہوں پر ہی صبر کر لیا جائے اور ان سے دوسرے لوگوں کو غمزدار کر دیا جائے۔ اس حکم میں شریک ہونے اور جنہوں نے اسے دیکھ کر حلقہ حضورؐ کے گمراہوں میں سے خواتین کو اگر موقع ملا ہے تو زیادہ تر آپ کی غالی زندگی دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اور مردوں میں ایک حضرت علیؑ کے ساتھ کوئی دسرا ایسا نہیں ہے جسے آپ کی رفعت کا ایک موقع ملا ہو جتنا حضرت ابو بکرؓ ضرور ملے۔ اہل مسجد رضی اللہ عنہم اور دوسرے مسجد سے حلقہ کو ملے پھر آخر محض اہل بیت ہی پر صبر کر لینے کی کوئی عقل وہ ہے؟

اس سوال کو رد کرنے کے لئے بلا ٹر ایک گروہ کو یہ کتابچہ کہتے ہیں کہ آرمین کے سوا باقی تمام صحابہ سلفہ مطہرین تھے۔ مگر یہ بات صرف ذی عقل کہہ سکتا ہے جو قصبہ میں گودھا ہو چکا ہو۔ جسے نہ اس بات کی ہوا ہو کہ تاریخ اس کی تمام غائب اندازوں کے بلحاظ کس طرح اس کے قول کو بھلا رہی ہے اور نہ اس امر کی ہوا ہو کہ اس قول سے خود سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقلمندی پر کیا حجت ملے گی۔ کیا آپؐ کو ان سے کون عقل تھی یہ تصور کر سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے ۳۳ سال تک اپنے جن رفقاء پر پورا اکتفا کیا اور جنہیں ساتھ لے کر عرب کی اصلاح کا کام کیا اور انہیں دیا کہ سب مطہرین تھے؟ پھر کیا حضورؐ ان کے خلق سے آخر وقت تک بے خبر رہے؟ اگر یہ سچ ہے تو حضورؐ کی مومن عساکر و فرماست عقلمندی جانتی ہے۔ اور اگر یہ غلط ہے، اور یقیناً غلط ہے تو آخر کیں دین کا علم حاصل کرنے میں ان سب کی مطہرات مستثنیٰ ہیں؟

آپ کی الجھن کا دسرا یا سبب یہ ہے کہ آپ کو کسی نے یہ بالکل غلط بتا دیا کہ وہ ہے کہ اہل بیت نے مساکین دین کی تحقیق میں نہ اہل بیت سے رجوع کیا نہ ان سے کوئی مسئلہ پوچھا اور نہ ان سے حدیث کی کوئی روایت لی۔ یہ ظلمی حضرت اہل بیتؑ نے تو حضورؐ کی ہے کہ مطہرات کے ایک ہی ذریعے (یعنی اہل بیت) سے — جنہیں انہوں نے اہل بیت ملا — پر صبر کر لیا اور دوسرے تمام ذرائع کو چھوڑ دیا۔ مگر اہل بیت نے یہ ظلمی نہیں کی۔ انہوں نے وہ علم بھی لیا ہے جو اہل بیت کے پاس تھا اور وہ بھی لیا جو دوسرے صحابہ کرام کے پاس تھا اور پھر پوری چھان بین کے بعد اپنے

اپنے طرز تحقیق کے مطابق فیصلہ کیا ہے کہ کس مسئلے میں کونسا طریقہ زیادہ صحیح اور
مستند ہے۔

محل کے طور پر امام ابو حنیفہؒ ہی کو سمجھتے ہیں۔ وہ جہاں دوسرے صحابہ و تابعین سے
علم حاصل کرتے ہیں وہاں امام محمد باقرؒ امام جعفر صادقؒ حضرت زیدؒ بن علیؒ بن مسیحؒ
اور محمد بن حنیفہؒ کے علم سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ یہی حال دوسرے فقہاء اور
محدثین کا بھی ہے۔ حدیث کی کوئی کتاب ہے جس میں بزرگان اہل بیت کی روایات
نہ پائی جاتی ہوں؟

لیکن یہ گمان کہ امام یا کوئی دوسری چیز صرف وہی کی جاتی ہو امام جعفر صادقؒ کے
پاس تھی، کیونکہ انہوں نے امام محمد باقرؒ سے اور انہوں نے امام زین العابدینؒ سے اور
انہوں نے امام مسیحؒ سے اور انہوں نے حضرت علیؒ سے اور انہوں نے رسول اکرم
ﷺ سے اسے لیا تھا صحیح نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر اسی ذریعے پرصر
کیوں کیا جائے؟ دوسرے ہزاروں لوگ بھی تو موجود تھے جنہوں نے انہیں پڑھتے
ہوئے اور دوسرے دینی حکم کرتے ہوئے سیکھیں۔ تاہم ان کو اور انہوں نے سیکھوں
صحابہ کو دیکھا تھا اور ان سب سے یہی ~~تعلیم~~ تعلیم کو اپنی آنکھوں سے یہی حکم کرتے
دیکھا تھا۔ آخر ان کو پھوڑے اور صرف اہل بیت سے تمک کرنے کی کیا وجہ ہے؟
صاحب البیت اور پی بانیہ کوئی آیات قرآنی یا حدیث تو نہیں ہے کہ اس کی ضروری
اختیار کر کے اس نبی کی زندگی کے بارے میں صرف اس کے گھر والوں کے علم پر
التحصیل کر لیا جائے جس کی زندگی کا نظریے فی حد صد گھر سے باہر ہزاروں لاکھوں
آدمیوں کے سامنے گزرا ہے اور جس سے ہزارہا آدمیوں کو خلف احوال و معاشات میں
کمی نہ کسی طور پر سلطت پیش کیا ہے۔

تپ کی الجھن کی تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ مسائلی دینی میں اختلافات کو دیکھ کر
گھبرا اٹھے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ یہ اختلافات نہ ہوتے اگر صرف اہل بیت کے
علم پر انکدام کر لیا جاتا۔ حالانکہ یہ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔ نہ اختلافات کوئی گھبرانے کی
چیز ہیں اور نہ اہل بیت کے جیسے ہی اختلاف سے بچا سکے ہیں۔ آپ اگر حضرات
شیعہ کے خلف فرقوں کے عقائد اور ان کے فقہی مذاہب کا مطالعہ کریں تو آپ کو

معلوم ہو کہ ان کے ہاں اس سے زیادہ مشکلات ہیں جتنے اہل سنت میں پائے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ایسے مسلک کا باعث اہل بیت ہی کے علم کو قرار دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس دین کو کونوں انسان اختیار کریں اور جس کے باعث کایزادوں لاکھوں انسان مسلمان کر کے خود مگر کریں اس کے خصوص کی تعمیر اور احکام کی تحصیل اور جزیات کی تحقیق میں اہل فتنہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ اختلاف تو ایسی صورت میں ضرور پیدا ہوتا ہے اور اس کے رونما ہونے کو روکا نہیں جاسکتا لیکن ان بیشتر اختلافات کے اندر ایک جوہری وحدت ہوتی ہے اور وہ ان ایسا ہی عقائد و اصول اور ان جیسے جیسے احکام کی بنیاد پر ہوتی ہے جس میں سب عقل پائے جاتے ہیں۔ اگر لوگ اصل کلیت اس بات وحدت کو دیکھیں اور جزیی اختلافات کو اپنی نگاہ پر رکھیں تو کوئی تباہت واقع نہیں ہوتی۔ مگر جب لوگوں کے لئے اصل اہیت ان جزیی امور کی ہو جاتی ہے جن میں وہ کہیں میں مختلف ہیں اور جیسے وحدت کو وہ غیب سمجھتے گئے ہیں تو پھر فرقہ رونما ہوتا ہے۔

مثلاً لازمی کو لیتے جس کے بارے میں آپ وروايت کر رہے ہیں۔ اس میں جیسے وحدت یہ ہے کہ سب مسلمان ائمہ و ائمہ کی عبادت کرتے ہیں اس کے طریق اورا کا باعث اسی لئے کہ جیسے ہیں جو ہی ~~مختلف~~ نے سکھائی پہلی وقت کی لئے فرض جاتے ہیں ایک ہی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں اور اس کے لئے شریعت تسلیم کرتے ہیں رکعت، سجدہ، قیام، قعدہ کو اس کی وضاحت کے اجزاء جاتے ہیں اور اس میں خصوص قرآن اور فطرت کا ذکر کرتے ہیں۔ اس جیسے وحدت کے بعد ان میں اختلافات کن چیزوں میں ہیں؟ ہاتھ کھل ہاتھ جائی یا کھولے جائی۔ انہیں نور سے کسی جاتے یا آہستہ۔ نام کے پیچھے ہاتھ چھیں یا نہ چھیں وغیرہ ان جزیی امور میں جتنے بھی اختلاف نہ اب ہیں ان میں سے ہر ایک ایسا ہی ہے وہی رکھتا ہے کہ اس کا طریقہ کسی نہ کسی شخص کے ساتھ ہی ~~مختلف~~ سے ملتی ہے اور وہ اپنی حد میں جاتی کرتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ کسی کی حد ضیف ہے اور کسی کی قوی دیکھتا ہے کہ ہر ایک کے پاس آخری ~~مختلف~~ ہی کی حد تو ہے کسی نے یہ تو نہیں کہا کہ میں حضورؐ کے ہاں کسی دین کی حد یہ نام کرتا ہوں۔ پھر آخر کیا مضائقہ ہے اگر ہم ایک

طریقے پر (اس پر بھی اہل اطمینان ہیں) عمل کرتے ہوئے دوسرے کے طریقے کو بھی
جی بڑی سمجھیں اور جاننے اور سمجھنے کی حق دہیں؟
(ترجمان القرآن، رمضان، شوال ۱۳۵۵ھ - جون، جولائی ۱۹۳۵ء)

اشکاف کے چار حصے

سوال: قرآن کا ہر دور ہونے کی حیثیت سے اس کے ٹکڑے اور جرائد و
انہارات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ تک بزرگوں پر ہر دور دوسرے علم
کی طرف سے جو فتنے شائع ہوتے رہے ہیں اور ان کے جو ابولہات امیر
جماعت ہند و امیر جماعت پاکستان و دیگر اراکین جماعت کی طرف سے دیئے
گئے ہیں، سب کو پڑھنا چاہتا ہوں۔ اپنے بزرگوں کی اس جماعت کو دیکھ
کر بہت محزون ہوتا ہے مگر سوائے علوم کے اور چارہ کوئی نظیر نہیں آتا۔
ان فتنوں کو دیکھ کر یہ سوال ابھی میں آتا ہے کہ پھر وہ جنس
مستطیل جماعت اسلامی اور بزرگوں پر ہر دور کے ساتھ خصوصاً نہیں ہے؟
بلکہ جب ہم اسلاف کرام و ائمہ عظام کی بیڑوں پر نظر ڈالیں تو ہم ان
بزرگوں کی بیڑوں میں بھی اس مسئلے کو غفلت نہ پاتے ہیں۔ مثلاً ایک گروہ
میں امام ابن تیمیہؒ، امام ابن حزمؒ اور امام ابن عساکرؒ وغیرہم ائمہ ہیں۔
دوسرے گروہ میں امام ابن مکیؒ، امام غزالیؒ، امام علی بن ابی حمزہؒ ہیں۔
ان میں سے پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ لا ادری الا انہ کا مطلب صحیح ہے اور لا ادری
ہے "دراگروہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صحیح ہے اور لا ادری"۔ یہ پہلا گروہ
دوسرے گروہ کے اس حقیقے کو غور و فکر کرتا ہے۔ "دراگروہ اپنے اس
حقیقے کو توجہ کا اہل و اہل درجہ تصور کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہر گروہ
جس کی توجہ کے لئے قرآن نقل کیا گیا اسی کے حقائق طائفے امت و ائمہ
وقت کا یہ اختلاف کیوں ہے؟

اسی ہے کہ آپ اس مسئلے پر ترجمان القرآن میں غفلت سے بحث

فرمائی گئی

جواب: کسی محفل بحث کے بجائے آپ کی عقل کے لئے آقا کر دیا گئی ہے کہ قرآن مجید اپنے دماغ کو ایسے کسی ایہام کے صف صف پہن کر رہا ہے اور اس نے کسی ایسی حقیقت کو جس کا پتہ آوری کی بدولت کے لئے خود ہی تھا واضح کئے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔ مگر اختلافات پیش آنے کے دو حصے اسباب ہیں۔

ایک یہ کہ جب لوگ کسی قرآنی حقیقت کی اپنے الفاظ میں تعبیر کرتے ہیں اور قرآن کی حدود سے آگے بڑھ کر اپنی تشریحات پیش کرتے ہیں تو رائے کے اختلافات اور ہمالوہات علت اختلافات کی گہرائی نکل آتی ہے۔

دوسرے یہ کہ جب لوگ اپنے آپ کو ایسے سوائت کا جواب دینے کا مکلف سمجھتے ہیں جن کی تکلیف نہ اور رسولؐ نے ان کو نہیں دی تھی تو جنگوں کا رد و ان نکل جاتا ہے۔

اس پر بھی بات نہ دیتے۔ اگر ایک شخص اپنے بیان پر اور دوسرا اس کی تردید پر قیامت کرتے۔ لیکن پہلے بھی یہاں نہیں ہوا ہے اور آج بھی ہو رہا ہے کہ ایک شخص اپنی بات کہنے پر اکتا نہیں کرتا بلکہ اسے سین قرآن کی بات اور اس کے منکر کو مزاحہ یا مصلحت قرآن کا منکر ٹھہرا رہا ہے۔ کور نہ سوا شخص اس کی تردید پر اکتا نہیں کرتا بلکہ اسے ضل و غلط اور ہمالوہات کا زمین ٹھہرا رہا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر ہر ایک کے جنہیں اپنے اپنے بیڑا کی بات کی جا کرتے ہیں اور مزید تھک دہستے لگتے ہیں۔ ان طریقوں سے مختلف فرقوں کی تباہ ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے سے لڑتا اور مسجد اور شہر کی تباہی کے اختلافات کوڑیٹا ہے اور اپنے مخصوص مسائل پر ٹکرا جاتا ہے۔

یہ ہے قرآنی کا اصل سہارا۔ اگر شخص کو نص کی جگہ رہنے دیا جائے اور تعبیر و تفسیر و استنباط کو مثل نص نہ دیا جائے اور بحث کو صرف اختلاف رائے کی حد تک ہی رہنے دیا جائے۔ اکثر قرآنیوں سہرے سے دوغمانہ ہوں اور نہ وہ سوالات پیدا ہوں جن پر آپ نے پہنچنے کا اہتمام کیا ہے۔

جس پر اگر آپ نے غام لگتے ہیں اور جن کے ہم نہیں لگتے ہیں ان کے درمیان جن مسائل میں اختلافات اور شہد اختلافات ہوتے ہیں ان میں سے اکثر

مسائل پر میں بھی اپنی ایک رائے دیکتا ہوں اور لامل بھی رائے ہی میں سے بعض کے موافق اور بعض کے خلاف ہے مگر میں صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنے پر اصرار کرتا ہوں اس سے آگے بڑھ کر میں لوگوں پر کوئی غم نہیں نہیں کرتا جن کی رائے سے میں نے اختلاف کیا ہے اور نہ بحث کا یہ طریقہ اختیار کرتا ہوں کہ میرے نزدیک غلط شخص کی غلط بات سے یہ لازم آتا ہے اور یہ کفر یا فسق یا خلافت ہے غلط شخص غلط اور مسلم یا کافر یا فاسق ہے۔ اس طرح کے غم لگانے کو میں حق سے تہلوں سمجھتا ہوں کہیں کہ ہماری منطق کی رو سے اگر کسی شخص کے کسی قول سے ایک بری بات لازم آتی ہو تو ہم اسے یہ الزام نہیں دے سکتے کہ اس "کلام" کا بھی وہ الزام کرتا ہے اس لئے اسے اس کا حقوق اٹھرا کہ اس پر وہ غم لگاتا جو اس بری بات کے حقوق ہی پر لگایا جاسکتا ہو کسی طرح ہمارے نہیں۔

(ترجمانی القزاقیہ صاحب "شعبانہ صحیحہ" - اپریل ۱۹۵۷ء)

خلافت کا صحیح تصور

سوال: کسی مولوی صاحب نے ایک (مستند) شائع کیا ہے جس میں آپ پر معنی اور ہماری ہونے کا دعویٰ لکھا ہے۔ جیسے فتویٰ یہ ہے کہ آپ بڑا کرم ~~مستند~~ کی طرف سے قیامت کے روز امت کے بارے میں خلافت کے لئے مقرر ہیں۔ اس کا حوالہ قرطبی المیزان جلد ۲۶ صفحہ ۲۷۰ سے لیتے ہوئے آیت "ہنگ کہ قل کتاب میں ہی لوگوں کے خلاف جو اٹھ اور روز آخرت پر ایمان نہیں دالتے" کے فقہی نوٹ کا دیا ہے۔ یہ نوٹ یہاں ہے:

"ہاں کوئی سنی سلفی کوئی فدیہ اور کسی بزرگ سے مستحب ہونا کام نہ آنے لگا۔ اس طرح خیمیت سے بھی کوئی حوالہ اسی قسم کا اخذ کیا ہے۔"

براہ کرم آپ بیان فرمائی کہ اہل حدیث کا عقیدہ خلافت کے بارے

میں کیا ہے۔ کیا ~~مستند~~ اپنی امت کی خلافت کسی حیثیت سے کریں

کے "نیز آیا وہ ہماری امت کی طرف سے شیعہ ہوں گے؟"

جواب: خدا اہل لوگوں کو تنگ نہ دے جو وہ سب کی طرف غلط باتیں منسوب کر

کے دنیا میں پہنچاتے ہوں۔ اگر اہرام لگانے والے بزرگ کے دل میں خدا کا کچھ خوف ہو تو وہ اختار کی اہمیت سے پہلے غم سے گھر کر پچھ بچھتے تھے کہ میری حق عبادت کا خفا کیا ہے؟ اور فصاحت کے بارے میں حوا حقیدہ کیا ہے؟ میری حق عبادتوں کا انہوں نے حوالہ دیا ہے لیکن میں سے ایک یسود و نصاریٰ کے غلط عقیدہ فصاحت کی تردید میں ہے۔ اور اس کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ اس غلط عقیدے کی وجہ سے کسی طرح اصل کتب کا اہلکار بدنام کا اثر باطل ہو گیا ہے جس کی بنا پر قرآن میں حق پر اہرام لگایا گیا کہ وہ یوم آخرت پر اہلکار نہیں رکھتے۔ دوسری عبادت میں حق تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے جو نبی ﷺ نے اپنی دعوت رسالت کے آغاز میں مشرکین کو کہہ کر خطاب کر کے ارشاد فرمائی تھیں۔ "وہوں میں سے کسی حکم پر بھی اسلام کے عقیدہ فصاحت کو بیان کرنے کا سوچ نہ تھا۔ آخر کافروں اور مشرکوں کے سلیطے میں اس فصاحت کا ذکر کیوں کیا جاتا جس کے مستحق صرف اہل ایمان ہیں؟ کافروں اور مشرکوں کے سبائے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ وہی کچھ ہے جو قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ

اتقوا یوما لاتجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منها

عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم یصلون"

یہا اسلامی عقیدہ فصاحت قرآن و حدیث کی رو سے یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فصاحت صرف وہ کر سکے گا جس کو اللہ عبادت دے گا اور صرف اسی شخص کے حق میں کر سکے گا جس کے لئے اللہ عبادت دے گا۔ خلاصہ یہ یومنا لاتنفع للشفاعة الا من قبل ان لا من یصلون یصلع عندہ الاہلۃ۔ اس لکھنے کے تحت نبی صلیم آخرت میں جیسا فصاحت بڑھائیں گے مگر یہ فصاحت اللہ کے حق سے ہو گی اور حق اہل ایمان کے حق میں ہو گی جو اپنی حدود تک ایک عمل کرنے کی کوشش کے بعد وہاں کہیں میں کہیں ہو سکے ہوں۔ چنانچہ جو کہ غیبتیں اور بد کہیں کرنے والے "نور بھی خدا سے نہ ڈرنے والے لوگ حضور کی فصاحت کے مستحق نہیں ہیں۔ چنانچہ حدیث میں حضور کا ایک طویل خطاب موسیٰ ہے جس میں آپ جرم غیبت کی شدت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز یہ ظالم لوگ اس حالت میں آئیں گے کہ حق کی کہیں پر حق کا غیبت سے حاصل کیا ہو گا

لوا اور گا اور وہ مجھے پکڑی گئے کہ یا رسول اللہ! اغتسلوا (یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے) مگر میں جواب دوں گا کہ لا ینفک لک شیئاً قد ینفک (کچھ چیزیں تو توڑنے کے لئے ہوتی ہیں کہ توڑ سکتا میں نے تمہارے خدا کا بیٹھ بچھا دیا تھا۔ چارھ سو تھکوا ہاپ کنز الخاتم" افضل فیہ) (ترجمہ انگریزی "مکرم مدد کرو۔ نو مہر ص ۴۰)

نماز کا مستنون طریقہ

سوال: میں پہلے نماز لڑا کرتے تھے کی سہولت سے محروم تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اب نماز لڑا کرنا ہوا۔ مجھ کو اس بارے میں بڑی پریشانی درپیش ہے۔ میں جس ہستی میں تعلیم پڑھا ہوں وہاں کے لوگ دیکھتی تھیں کہ وہ سورے کھڑے کے لوگ ابھرتے ہیں۔ اب اگر میں نماز اہل حدیث کے طریقے پر لڑا کرتا ہوں تو ہستی کے لوگ مجھے دیکھتی کہ کچھ پریشانی کرتے ہیں اور وہی ہستی طریقے پر پڑھتے ہیں تو کھڑے کے لوگ مقلد ہونے کا حقد دیتے ہیں۔ چہ کہ مجھے آپ پر اللہ ہے "لذا اس معاملے میں آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ آخر رسول اللہ ﷺ نے تو نماز ایک ہی طریقے پر پڑھی ہوگی، پھر یہ مختلف فرقوں کے مختلف طریقوں کا اسلام میں کیا مقام ہے؟ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کونسا فرقہ حضور ﷺ کے طریق پر نماز لڑا کرتا ہے۔ اور میں کس کے مسلک پر رہوں۔ یہ بھی جانا چاہتا ہوں کہ خود آپ کس طریق پر نماز لڑا کرتے ہیں۔

طاہرہ بری رحمت میں نماز پھر لڑا کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: اہل حدیث، حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی حضرات جن جن طریقوں سے نماز پڑھتے ہیں وہ سب طریقے ہی ﷺ سے ملتے ہیں اور ہر ایک نے مستند روایات ہی سے ان کو لیا ہے۔ اسی بنا پر ان میں سے کسی گروہ کے نظریہ طہارے نے یہ نہیں کہا کہ ان کے طریقے کے سوا جو شخص کسی دوسرے طریقے پر نماز پڑھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوگی۔ یہ صرف بے علم لوگوں کا ہی کام ہے کہ وہ کسی شخص کو اپنے طریقے کے سوا دوسرے طریقے پر نماز پڑھنے ہونے دیکھ کر اسے ملامت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ

کی عقل نے مختلف اوقات میں اس سب طریقوں سے نواز دیا ہے۔ اختلاف اگر ہے تو صرف اس امر میں کہ آپؐ کو کس طریقے پر عمل فرماتے تھے جس گروہ کے لیے ایک جو طریقہ آپؐ کا معمول ہے طریقہ درست ہوا ہے اس نے وہی طریقہ اختیار کر لیا ہے۔

میں خود حنفی طریقے پر نواز پڑھا ہوں مگر اہل حدیث "شافعی" "مالکی" حنفی سب کو نواز کر درست سمجھتا ہوں اور سب کے پیچھے چلو لیا کرتا ہوں۔

دعوت میں نواز ہونے کا مسئلہ بہت الجھتی ہے۔ حنفی اس کو ہاتھ نہیں دیکھتے۔ اہل حدیث ہاتھ دیکھتے ہیں۔ اور وہ بہت عقیدہ کے مسلک بھی اس معاملے میں مختلف ہیں۔ آپ کے سوال کا مختصر جواب فقہ حنفی کا موجب ہر گز منسلح بحث میری کتاب "ضمیمت" حصہ دوم میں حاصل فرمائیں۔

(ترجمہ القرآن۔ راجع لکھنؤ ترویج القرآن مجلہ جنوری "قہوری ۱۳۸۵ء")

...

... ..

.

.

.

عام مسائل

”خدا اور قیاس کا کج بند“

سوال: ”کہہ دے کہ ایک دوست کے ساتھ میری بحث ہوئی۔ سوال یہ تھا کہ خدا ہے یا نہیں؟ اور ہے تو وہ کون سے آیات ہم دونوں اس معاملے میں علم نہیں رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی میں سوال کے پہلے جزو کی حد تک اپنے مخالف کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن دوسرے جزو کا کوئی جواب مجھ سے ہی نہیں آیا۔ چنانچہ اب یہ سوال خود مجھے پریشان کر رہا ہے۔“

ایک موقع پر میری نظر سے یہ بات گزری ہے کہ نبی ﷺ سے بھی یہ سوال کیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ ”کہہ دیجئے انسان کے سوچنے اور سمجھنے سے باہر ہوتی ہیں اور یہ سوال بھی انہیں میں شامل ہے۔ میں بس تو مشغل کرتا ہوں کہ آنحضرتؐ کے اس فرمودہ سے اطمینان حاصل کروں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوتی۔ براہ کرم آپ میری مدد فرمائیے۔“

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ انسان کو کج معنی میں انسان بننے کے لئے کن کن اصولوں پر چلنا چاہئے؟

جواب: ”آپ کے ذہن کو جس سوال نے پریشان کر رکھا ہے، اس کا حل تو کسی طرح ممکن نہیں ہے، البتہ آپ کی پریشانی کا حل ضرور ممکن ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ آپ اس قسم کے مسائل پر سوچنے کی تکلیف اٹھانے سے پہلے اپنے علم کے حدود (limitations) کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جب آپ یہ جان لیں گے کہ انسان کیا کچھ جان سکتا ہے اور کیا کچھ نہیں جان سکتا تو پھر آپ خواہ مخواہ ایسے امور کو جاننے کی کوشش میں نہ پڑیں گے جن کو جتنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ خدا کی ہستی کے حلقہ زیادہ سے زیادہ جو کچھ آدمی کے امکان میں ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ آثار کائنات پر غور کر کے ایک تجربہ اٹھ کر سمجھ سکے کہ خدا ہے اور اس کے کام شہادت دیتے ہیں کہ اس کے حدود یہ اور یہ صفات ہوتی ہیں۔ یہ تجربہ بھی ”علم“ کی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک عقلی قیاس اور ممکن غالب کی نوعیت رکھتا ہے۔ اس قیاس اور ممکن کو جو جچ پختہ کرتی ہے وہ عقیدہ اور ایمان ہے۔ لیکن کوئی ذریعہ ہمارے پاس ایسا نہیں ہے جو اس

کو "عظم" کی بد تک پہنچا سکتے۔ آپ خود سوچ لیجئے کہ جب خدا کی ہستی کے بارے میں بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ ہم کو اس کے ہونے کا "عظم" حاصل ہے تو آخر اس کی حقیقت کا تفصیل علم کیونکر ممکن ہے۔ خدا کی ذات تو خیر بہت بلند و درجہ ہے ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ "زندگی" کی حقیقت اور اس کی اصل (origin) کیا ہے۔ یہ توانائی (energy) جس کے حلقہ طوے ماخذوں کہتے ہیں کہ اس نے ہمارے کی شکل اختیار کی ہے اور اس سے یہ لاکھت وجود میں آئی ہے۔ اس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ کہاں سے آئی اور کس طرح اس نے ہمارے کی گوناگوں شےیں اختیار کیں۔ اس قسم کے معلومات میں "کہیں" اور "کیسے" کے سوالات پر غور کرنا اپنے ذہن کو اس کام کی تکلیف دینا ہے جن کے انہماک دینے کی حالت اور ذرا بخ اس کو حاصل ہی نہیں ہیں۔ اس لئے یہ غور فکر نہ پہلے بھی انسان کو کسی نتیجے پر پہنچا سکا ہے نہ اب آپ کو پہنچا سکا ہے۔ اس کا حاصل بجز حیرانی کے اور کچھ نہیں۔ اس کے بجائے اپنے ذہن کو ان سوالات پر مرکوز کیجئے جن کا آپ کی زندگی سے تعلق ہے اور جن کا حل ممکن ہے۔ یہ سوال تو بیک ہماری زندگی سے تعلق رکھتا ہے کہ خدا ہے یا نہیں اور ہے تو اس کی صفات کیا ہیں اور اس کے ساتھ ہمارے تعلق کی نوعیت کیا ہے۔ اس مسئلے میں کوئی نہ کوئی رائے اختیار کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے ہم خود اپنی زندگی کی رملہ چھیں نہیں کر سکتے۔ اور اس مسئلے میں ایک رائے قائم کرنے کے لئے کافی ذرا بخ بھی ہمیں حاصل ہیں۔ لیکن یہ سوال کہ "خدا کہاں سے آیا" نہ ہماری زندگی کے مسائل سے کوئی تعلق رکھتا ہے اور نہ اس کے حلقہ کسی نتیجے پر پہنچنے کے ذرا بخ ہم کو حاصل ہیں۔

آپ کا دوسرا سوال کہ "انسان کو انسان بننے کے لئے کن اصولوں پر چلنا چاہئے" ایسا نہیں ہے کہ اس کا جواب ایک خط میں دیا جاسکے۔ میں اپنی کتابوں میں اس کے مختلف پہلوؤں پر مفصل نگہ چکا ہوں۔ آپ ان کو مطالعہ فرمائیں۔ خدا کے لئے میرے مطالعے "مستحق کارائے" اسلام اور جاہلیت "اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر" اور "دین حق" کا مطالعہ مفید رہے گا۔ نیز "رسالہ وحیات" سے بھی آپ کو اس مسئلہ میں کافی رہنمائی حاصل ہو گی۔ (ترجمان القرآن۔ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

ایمان اور عمل کا تعلق

سوال: آخر عجب میں اس مسئلے کے بارے میں بہت اختلاف رہا ہے کہ عمل صالح ایمان کا جز ہے یا نہیں۔ میں نے قرآن و حدیث و سیرت کا بھی مطالعہ کیا ہے، اپنی حد تک اثر کے اقوال و استدلال کو بھی دیکھا ہے اور اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے بھی مدد لی۔ یہاں تک کہ میں اس سوال کا شبہی جواب حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگوں نے محض اختلافات کو ہوا دینے کے لئے اس مسئلے کو پیڑھا ہے۔ لیکن میرا مقصد سوائے حقیق و الیقین کے کچھ نہیں ہے۔

جواب: اصل کے جزو ایمان ہونے یا نہ ہونے کی بحث کو خود قولہ اللہ تعالیٰ کیا ہے "وہو بہت بھلے خود صاف ہے" اس میں ایک بحث یہ ہے جو نام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے اختیار کی ہے اور وہ بھلے خود حق ہے "مگر اعتراض کرنے والوں نے اس بحث کو نظر انداز کر کے دوسری بحث سے اس پر اعتراض کر دیا۔ اسی طرح اس مسئلے کی ایک دوسری بحث یہ ہے جو نام بخاری وغیرہم نے اختیار کی اور وہ بھی برحق ہے "مگر وہ کرنے والوں نے ایک تعلق بحث سے اس کو رد کیا شروع کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان اپنی اصل کے اعتبار سے شملت قلب اور تصدیق ذاتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عمل اس نقطہ کے معلوم میں ہدایہ شامل نہیں ہے۔ آپ خود سوچئے کہ جب کوئی شخص کہتا کہ میں نے علی بہت مان لی" یا میں اس کا سائل ہو گیا" یا میں اس کی صداقت پر گواہ ہوں۔" تو سنئے والا من القاطع سے کیا کہتا ہے؟ کیا محض عقیدہ و اقرار؟ یا اس کے ساتھ کوئی عمل بھی؟ ظاہر ہے کہ یہ نقطہ صرف بینہ و ذیل کے اعتبار کے لئے پوچھے جاتے ہیں "اور سنئے والا یہ القاطع من کرہی اللہ ہی کہتا ہے کہ آدمی کی خیانت میں تبدیلی آگئی ہے۔ ایمان کی یہی حقیقت قرآن و حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ امن الرسول بما انزل الیہ من ربه والمؤمنون ۱۔ کی تفسیر خود میں فرماتا ہے کہ کل امن باللہ وملائکته وکتابه ورسوله لاتفرق بین احد من رسله وقلمو سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ ۲ اس تفسیر کی رو سے ایمان کی کوئی حقیقت مان لینے اور کامل ہو جانے کے سوا نہیں ہے۔ اور یہی **عقائد** حضرت جبریلؑ کے سوال فطہون من الایمان کے جواب میں فرماتے ہیں ان تو من باللہ وملائکته وکتابه ورسوله والیوم الآخر تو من باللہ وخبیره وشره یہ تفسیر یہی بھی ایمان کے معنی "مان لینے" ہی کے بنا رہی ہے نہ کہ اس کے ساتھ کچھ کرنے کے بھی۔ اسی بنا پر یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کل اسلام کا کامل ہو جانے کے بعد ابھانک کسی ملوٹے کا نظار ہو جائے، کل اس کے کہ وہ لازم پاس یا بدن رکھے یا کوئی عمل اسلام پر کرے تو وہ سوس مرتبہ گناہ کے کافر۔

یہ اس مسئلے کی ایک بات ہے، اور اس کے برحق ہونے میں کوئی کام نہیں کیا جا سکتا اب دوسری بات لیجئے۔ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میں فلاں بات کو مان گیا تو آپ فطرتاً ہی قانع کرتے ہیں کہ اب اس کے عمل اور برکت میں اس مان لینے کے آثار و نتائج ظاہر ہوں گے۔ ہر شخص کی عقل اس بات کا تجربہ کرتی ہے کہ ایک بات کو مان لینے کے بعد لازماً آثار و نتائج ہیں وہ مان لینے والے کے عمل اور برکت میں ظاہر ہوں۔ حتیٰ کہ اگر وہ ظاہر نہ ہوں، یا ایسے آثار ظاہر ہوں جو عقلاً نہ ماننے ہی کے آثار ہو سکتے ہوں، تو ہر دیکھنے والی کی جگہ گاکہ اس شخص نے وہ حقیقت وہ بات

۱۔ ایمان فلا رسول اس چیز ہے جو اس کی طرف اس کے رب کے پاس سے ازل ہوئی اور مومن بھی ایمان لائے۔

۲۔ سب ایمان لائے لفظ ہے، اس کے (مضمر) ہے، اس کی تکہوں پر اور اس کے رسولوں پر (انہوں نے کہا کہ) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کو جدا نہیں کرتے اور کہا کہ ہم نے حاکم اور امامت کی۔ اے رب ہمارے ہم تیری عظمت پہنچتے ہیں اور تیری ہی طرف پلٹ کر جاتا ہے۔

نہیں ملتی ہے جس کے ماننے کا وہ دعویٰ کر رہا ہے۔ اور صرف اتنی ہی نہیں بلکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نظریں ماننے اور جوتانے کا سارا کام ہو گیا جاتا ہے اس سے خصوصاً محض من لیتا اور منوا لیتا ہی نہیں ہوتا بلکہ منوانے والا اس لیے کہ وہ ہاتھ منبتا ہے کہ اس کے بعد ماننے والا اس ماننے کے عملی تھکنے پر دے کرے اور ماننے والا جب ماننے کا اقرار و اعلان کرتا ہے تو ہر صاحب محل اس کا مطلب ہی لیتا ہے کہ وہ اب اس ماننے کے تھکنے پر دے کر چلتا ہے۔ مثلاً اگر آپ کسی محض کو شراب کی برائی کا قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ عملاً شراب نوشی سے اجتناب کرے نہ اس لئے کہ وہ اپنی شراب کی برائی کا قائل ہو جائے اور جب وہ اس کا اقرار کرتا ہے کہ واقعی شراب ہی چیز ہے تو ہر شخصے والا اس کا خصوصاً ہی سمجھتا ہے اور یہی اس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ شراب سے اجتناب کرے بلکہ حتیٰ کہ اگر کوئی محض اس اقرار کے بعد اسے شراب پینے دیکھ لے تو فوراً یہ رائے قائم کرتا ہے کہ وہ اپنے اقرار سے پھر گریہ کی سطح غلط کے دیچ کا بھی ہے۔ لہذا اور رسول نے لوگوں سے بعض حقیقتیں منوانے کی جو کوشش کی ہے اس سے خصوصاً صرف ہی نہیں ہے کہ وہ جس انیس من لیں 'بلکہ لانا' یہ بھی مقصود ہے کہ ان کے اعلیٰ میں 'ان کے اعلیٰ میں' ان کے برکت میں 'اور ان کی چوری اغری و لٹائی زندگی میں وہ آثار و رنگ کا ظاہر ہوں جو اس من لینے کے لازمی آثار و رنگ ہیں۔ لہذا نے اپنے کلام پاک میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمودات میں صاف صاف ان آثار و رنگ کو بیان بھی کر دیا ہے جو دعوت ایمان سے مطلوب و مقصود ہیں اور لازماً حیات کی مثبتیت رکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے صرف ان آثار کے حصول کا صریح یہ فرما دیا ہے کہ جن لوگوں میں وہ ظاہر نہ ہوں یا ان کے برعکس آثار ظاہر ہوں وہ مومن نہیں ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں اس کی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں جن سے کوئی صاحب علم آدمی غافل نہیں ہے اور ان پر لکھ ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل کے درمیان ایک ایسا تعلق ہے جو تنگ نہیں ہو سکتا چاہے اس کی یہ تعبیر لفظاً صحیح نہ ہو کہ "عمل جزو ایمان ہے" مگر ہر عمل لازماً ایمان تو ضرور ہے۔

بلکہ عملاً تقیہ نے جو ترک عمل پر 'بلکہ اس کے ساتھ کوئی صریح علامت نظر

موجود نہ ہوا بخیر سے اٹھا دیا ہے۔ مگر اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ کسی مدعی اسلام کا ہے (یعنی اس کا عمل غیر مسلمانہ نہیں ہو سکتا) جس طرح اس بات کا اہل دین دیکھتا ہے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہو اسی طرح اس بات کا بھی اہل دین دیکھتا ہے کہ وہ غفلت میں مبتلا ہو یا اس کی سیرت میں ضعف ہو۔ ان دونوں اہمکات میں سے ایک کو محض کرنا ظاہر میں انسان کے لئے ممکن نہیں ہے جب تک کہ اس کو کوئی صریح ثبوت نہ مل جائے۔ لہذا بخیر ہے عملی کی بنا پر بخیر کر دینا خلاف اعتقاد ہے۔ بات اولہ فعلی ہو عظیم بذات الصدور ہے۔ اس بات کو کہتا ہے کہ کس شخص کی ہے عملی عدم ایمان کی بنا پر ہے۔ اور کس کی ہے عملی ضعف اعتقاد یا غفلت کی بنا پر جس شخص کی ہے عملی درحقیقت ایمان کے فقدان پر مبنی ہو گی وہ کافر و مشرک ہو گا مگر اس کا مظلوم کرنا صرف غریبوں و عالم طلب کا کام ہے۔ دنیا کے ملکی اس کو نہیں جانی سکتے تھے کہ کوئی صریح قریب ایسا حکم لگانے کے لئے موجود ہو۔

یہ ہے اس مسئلہ کی اصل حقیقت جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا ہے وہ عیب قسم کی الزام و تہمید میں مبتلا ہیں۔ کوئی تو ہے عمل مسلمانوں کو ہے ظلم ظالم کہہ دیتا ہے۔ حالانکہ ہے عملی کے دوسرے اسباب بھی ہو سکتے ہیں اور انہی کے ہونے کا باوجود قوی اہل ایمان ہوتا ہے۔ اور کوئی قسم ہے عمل مسلمانوں کو ایمان ہی کا نہیں بلکہ جنت کا ثواب دیا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ معصیت کی کھلی کھلی ممانعت ہے جس کی جواب دہی سے ہر خدا ترس کوئی گورنا چاہئے۔

(ترجمان القرآن۔ جلد اول صفحہ ۱۱۱۱ - تفسیر سورہ)

ایک نو جوان کے چند سوالات

سوال : (۱) میں یہ کہوں کہ مظلوم ہو کہ ہمدی عہدیت غامضوں سے پاک ہے یا نہیں اور اسے قبولیت کا درجہ حاصل ہو رہا ہے یا نہیں؟ — قرآن و حدیث کے بعض ارشادات جن کا مظلوم یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو روزے میں بھوک پیاس کے ہوا کہ حاصل نہیں ہوتا بہت سے لوگ اپنی زبانوں سے دیکھ دیکھ کے غلط کہہ نہیں دیتے۔ یا یہ کہ جو کوئی اپنے والد

مجھے جانے پر خوش ہو تو نہ صرف اس کی عہدت ضائع ہو گئی بلکہ وہ شرک ہو گئی اور اس طرح سے دیگر تصویفات جن میں عہدت کے لئے ہے صلہ ہو جانے اور سزا دہی کی خیر دہی گئی ہے دل کو چھین دیا جس کوئی ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی عہدت کو معلوم شدہ خالص سے پاک کرنے کی کوشش کرے اور اپنی دہشت میں کر بھی لے پھر بھی ممکن ہے کہ اس کی عہدت میں کوئی ایسا شخص نہ جائے جس کا اسے علم نہ ہو جسے اور یہی شخص اس کی عہدت کو حاصل بناوے۔ اسلام کا مزاج اس قدر بزرگ ہے کہ اپنی جہت کے ہوتے ہوئے اس کے حقیقیات کو پورا کرنا ممکن نہ نظر آتا ہے۔

(۲) توجہ اور حضور قلب کی کیا لذت کو بیکار بنا دیتی ہے؟ لذت کو اس غلی سے کیونکر پاک کیا جائے؟

لذت میں عملی زبان سے برعکس ہونے کی وجہ سے لذت ہے حضور کی قلب پیدا ہوتی ہے اور ہوتی بھی چاہئے کیونکہ ہم سوچتے ایک زبان میں ہیں اور لذت دوسری زبان میں چمکتے ہیں۔ اگر کلیات کے مطالب بھی لئے جائیں تب بھی ذہن اپنی زبان میں سوچتے سے باز نہیں رہتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف حق اعلیٰ کے صلہ کا وعدہ کیا گیا ہے جن کا تمام مقصد اور تمام محرک صرف اس کی خوشنودی و رضا کا حصول ہو۔ مثلاً اگر کسی کی غربت و بے کسی پر رحم کھا کر ہم اس کی مدد کریں اور مدد کرنے میں اس کو صبر کرنے یا اس سے آنکھوں کوئی کام ٹٹانے یا کچھ لینے کا خیال نہ ہو بلکہ صرف اللہ کا واسطہ منظور ہو تو کیا یہ بھی شرک ہے؟ کیونکہ اس کے ساتھ سلوک کرنے کا ابتدائی محرک دہریہ قلب ہے۔ جس طرح آپ کے نزدیک خدمت ملت میں اگر کسی قومیت کا رنگ پیدا ہو جائے تو عہدت نہیں رہتی۔

(۴) "میرہ" پڑھنے سے کئی نکل گئی ہوگی۔ لیکن اکثر مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں الجھتا رہتا ہوں۔

ایک ایسا شخص تھا اس کے موجودہ حالات اور سماجی مسائل تلاش کرنے کی اہلیت نہ رہی وہ آج کل کے نسلے میں کیے گرا اپنی زندگی پاکہڑی سے بسر کرے؟ میں نے اس کا جواب جس کسی سے بات کی تھی میں پلا۔ ایک طرف موجود ماحول کی زیر نگیں اور دوسری طرف جنم و کوش کی بھی حفاظت کا مطالبہ۔ "تاہم ماحول مظلوم ہوتا ہے۔ کئی آنکھیں بچتے اور کئی کالوں میں اٹھائیں دیکھتے؟ اور پھر یہ کہ برے خیالات کی آمد کیے مگر روکیے؟ اصل تو ہم اپنے خیالات کی کنٹرولت پر کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اگر اس کی کوشش بھی کی جائے تو ایک ذہنی اختلال کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا جو اور غراب کہہ ہے۔ سیف کنٹرول (Self Control) جن سازگار حالات میں کھل کر عمل ہو صرف انہی حالات میں مگر اور مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسے ماحول میں ہمیں ہر طرف ہوشیار رہنے کے فریج در فریج ملنے ہوں اپنے آپ سے لڑنا اپنی شخصیت کے لئے پاکت کو دعوت دینا ہے۔ ایک صاحب جو سینکڑوں سالوں میں اس سلی ڈاکٹریٹ کی خدمت لے رہے ہیں کہتے ہیں کہ اس صورت میں علاج جو کہ حاصل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ نچلے طبقے پر تحقیق خاطر حاصل کرنا ہی صرف اس ذہنی اختلال اور سببوں سے بہت دے سکتا ہے۔ تعلیمات کے باہر کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

کیا آپ بتائیں گے کہ تعلیمات مجبوری مذکورہ بالا راستے پر عمل پیرا ہو چکا کہ نہ تک گناہ ہے "اور اگر یہ سراسر گناہ ہے تو پھر ان حالات میں کچھ راستہ کیا ہو گا جو عقل اور عقل عمل ہو؟ امید ہے کہ آپ ان مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے تعلیمات انسانی کے حقائق کی پوری رعایت فرمائیں گے۔

جواب: (۱) اسلام کا مزاج یا شبہ بہت بڑا ہے "مگر اصل قضیہ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں فرماتا۔ قرآن و حدیث میں جن چیزوں کے حصول ذکر کیا گیا ہے کہ وہ عبادت کو باطل بنا دے وہ ان کو دیکھتے دیکھتے ہی ان کے ذکر سے دراصل

مہلات کو مشکل بنانا مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ انسان کو ان غریبوں پر غصہ کرنا مقصود ہے تاکہ انسان اپنی مہلات کو ان سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ اور مہلات میں وہ روح پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہو جو مقصود مہلات ہے۔ مہلات کی اصل روح عقل ہے۔ 'عقل' انعام ہے اور عقلی و اعلیٰ ہے۔ اس روح کو پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔ اور بڑا سے 'عقل' ہے۔ دانش و فہمی سے بچتے۔ ان ساری چیزوں کا احاطہ کرنے کے لئے آپ کا اپنا نفس موجود ہے۔ وہ خود ہی آپ کو فائدہ کئے گا کہ آپ کی تلاش میں 'آپ' کے لئے ہے۔ آپ کی ذکاوت اور راج میں کس قدر عقل کی رضا ہوگی اور اس کی علامت کا جذبہ موجود ہے۔ اور ان مہلات کو آپ نے عقل و معیت اور بڑا سے کس حد تک پاک رکھا ہے۔ یہ مناسب اگر آپ خود کرتے ہیں تو انعام عقل آپ کی مہلاتی بند راج خاص ہوئی جائیگی اور جتنی جتنی وہ خاص ہوں گی آپ کا نفس مطمئن ہوتا جائے گا۔ لیکن وہ خاص نفسی ہوں گی کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہئے کہ آپ باغی ہو کر مہلات پھوڑ دیں۔ بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ انعام کی عظیم کوشش کرتے جائیے۔ خیال رہے کہ مہلات میں نفس کا احساس پیدا ہونے سے جو باغی کا جذبہ ابھرتا ہے اسے دور اصل شیطان ابھرتا ہے اور اس لئے ابھرتا ہے کہ آپ مہلات سے باز آ جائیے۔ یہ شیطان کا وہ پٹھان ہے جس سے وہ مطلقین غیر کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ان سب کوششوں کے باوجود یہ مسلم کرنا ہر حال کسی انسان کے امکان میں نہیں ہے کہ اس کی مہلات کو قبولیت کا درجہ حاصل ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اس کو چاہتا اور اس کا پہلا کرنا صرف اس اپنی کام ہے جس کی مہلات آپ کر رہے ہیں۔ اور جو طاری اور آپ کی مہلاتی کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ہر وقت اس کے غلبہ سے ڈرتے رہیے۔ اور اس کے فضل کے امیدوار رہیے۔ سو اس کا مقام میں الخوف و الرجاء ہے۔ خوف اس کو مجبور کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بہتر زندگی بھرنے کی کوشش کرے۔ اور امید اس کی دعاؤں سے ملتی ہے کہ اس کا آپ کسی کا اثر خلیع کرنے والا نہیں ہے۔

(۲) توجہ اور حضور قلب کی کئی تلاش میں نفس شہور پیدا کرتی ہے۔ لیکن فرق ہے

اس ہے (۱) میں جو تلاش ہو اور اس میں جو دانش ہو۔ تلاش ہے سواغہ نہیں

ہے جڑیجہ انسان کو درہن تلاش میں جب بھی اپنی ہے تو بھی کا احساس ہو جائے اسی

وقت وہ خدا کی طرف حوجہ ہونے کی کوشش کرے اور اس سلسلے میں غفلت سے کام نہ لے۔ وہی وقت ہے جب بھی بیوی کے ساتھ ملا چڑھا اور ملا میں خود کو دوسری باتیں سمجھا کر پاشہ یہ ملا کو بیکار کر دینے والی چیز ہے۔

مہلی نہیں سے طہائیت کی طاہرہ ہے حضور کی کیمیت پیدا ہوتی ہے اس کی طہائی جن سے تک ممکن ہو ملا کے فوکر کا طہوم نہیں کرنے سے کر لکھ اس کے بعد ہر کسی وہ چاہے اس پر آپ حضور کا طہوم نہیں ہیں کہ آپ ہم خدا اور رسول کی قبول کر رہے ہیں۔ اس ہے حضور پر آپ سے اگر موافق ہو سکا تھا تو اس صورت میں جب کہ خدا رسول نے آپ کو اپنی زبان میں ملا چڑھنے کی اجازت دی ہوئی اور پھر آپ مہلی میں ملا چڑھتے۔

(۳) آپ کا تیسرا سوال واضح نہیں ہے۔ اگر کسی کی فہمت دہنے کسی پر ہم کھا کر آپ صرف اللہ واسطے اس کی مدد کریں تو یہ فعل ظاہر ہے کہ خاص واسطے اس کے حصول کے لئے ہو گا اس کے شرک ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اور اس سے میرے قول کی غلطی کیسے لازم آتی ہے؟ اس کی ابتدائی غلطی آپ کی وقت قلب ہی میں مگر وقت قلب کی تحریک پر جو ہم آپ نے کیا تھا تو اللہ کا ہندوہ ہم ہی کیا اور اس غرض کے لئے کیا کہ اللہ سے ہندوہ اس طرح اگر آپ اپنی قوم کی کوئی خدمت اس طریقے سے کریں جو اللہ کا ہندوہ طریقہ ہو اور اس غرض کے لئے کریں کہ اللہ اس خدمت سے خوش ہو تو یہ بھی ممکن ہے۔ جس چیز کا خلاف ہوں وہ تو یہ ہے کہ قوم کی خاطر وہ کام کے جائیں جو اللہ کو پسند نہیں ہیں اور ایسے طریقے سے کیے جائیں جو اللہ کی مرضی ہوئی راہ کے خلاف ہیں۔

(۴) آپ کا یہ سوال ہی ہم مساکین میں سے ہے جن کی طاہرہ ہم سورجہ فلک باہل کے خلاف لکھی ہو جس کی ضرورت پر رسول سے تدریس دے رہے ہیں۔ پاشہ آج کل کے باہل نے افراد کے لئے پاکیزہ رہنے کو سخت مشکل بنا دیا ہے۔ لیکن اس کا حل یہ نہیں ہے کہ اس باہل کی قرانی کو حیلہ بنا کر افراد اپنے لیے اعلیٰ ہے تہی کے ہونے کی راہ نکالے گئیں۔ بلکہ اس کا صحیح حل یہ ہے کہ اس باہل کی لٹکی کا پتہ دیا جائے اور وہاں آپ کے اندر پیدا ہو اس قدر زبان خدمت

کے ساتھ آپ اسے ہونے کی جگہ میں صبر فرمیں۔ وہیں وہ خلعت پہن کر
 جہنم کے دروں میں ایک دروں کو اس چاک ہول کے اندر پھینک آئی ہیں تو
 ان کا طعن یہ ہے کہ جن لوگوں نے جہنم سے آپ کا نکلنا دیکھا ہے وہ بے حقا
 سینہ فیل تصویریں "گھوڑا سوار" بنے ہیں جو دروں کو دانت گھونٹا یا ان کی صحت
 میں خلل اس کے بعد جو خطرناک حرکت پاتی رہتے ہیں وہ اس کے ذریعہ اختلال
 انگیز نہیں رہتے کہ آپ ان کی وجہ سے بدلتی تھوڑی کو ڈالنے پر آمادہ ہو جائیں۔
 آپ کے دائرہ دوست "مورخان باہرین" قریباً کا آپ ذکر کر رہے ہیں "دراصل اس
 بات سے غافل ہیں کہ زنا، فحش، قتل و لواط کے لئے کس قدر شدید
 مسدود طلب چیز ہے۔ اگر وہ اس چیز کی برائیاں سے واقف ہوں تو کسی انسان کو یہ
 طور نہ رہیں کہ وہ محض اپنے نفس کی تسکین کے لئے سوسائٹی کے خلاف اسے
 سخت جرم کا ارتکاب کر گزرتے۔ کیا یہ لوگ کسی مجلس کو یہ طور نہ دیکھ کر برات
 کریں گے کہ جب کسی کے خلاف اس کا جذبہ انعام داخل بدانت ہو جائے تو وہ
 اسے قتل کر دے؟ اور جب کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش اسے بہت متاثر
 تو وہ چوری کر ڈالے؟ اگر ایسے طور سے دیکھا جائے تو جذبہ شرارت کی
 تسکین کے لئے وہ زنا کا طور نہ دیکھ کر برات کیسے کہتے ہیں۔ ملائکہ زنا کسی
 طرح بھی قتل اور چوری سے کم جرم نہیں ہے۔ آپ اس جرم کی شدت کو سمجھنے
 کے لئے ایک عرب ہمارے ملک پہنچے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ نے دیکھا ہے کہ
 لاکھ خلعت پہنتے ہیں۔

(ترجمہ انگریزی۔ راجہ لعل "راجہ فاکر منہ محمد۔ بنوری" لہوری مکتبہ)

مسلم سوسائٹی میں منافقین

سوال: اسلام کے خلاف وہ منافقین ایسا ہی سے برسرِ پیکار ملی آ رہی ہیں۔
 ایک کفر اور دوسری غفلت۔ مگر کفر کی بہت سی مثالیں دیکھ کر غمناک دشمن
 ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ہر آئین سے جوڑے ہوئے اور اسلام دینی کا
 میل لگا کر مسلمانوں کی جان کی قربانی کرتا ہے۔ ظاہر یہی وجہ ہے کہ اگرچہ کفر اور

مناحق و فاسق ہی ہمارے جنم کا ایسا من بٹہ دالتے ہیں۔ لیکن مناحق کی سزا کچھ زیادہ ہی "بہشت" ملنی گئی ہے لیکن مناحق جنم کے سب سے اچھے طبقے میں ہیں مگر (۱۱) اس گروہ کے حقائق خدا تعالیٰ نے یہاں وہ لوگ فیصلہ کر دیا ہے کہ اسے ~~مناحق~~ ~~مناحق~~ ~~مناحق~~ ان مناحقوں کے حق میں تم خود دیکھو۔ عظمت کہہ دینا کہ وہ (۱۲) ہے کہ گناہ چاہے تم سزا سزا ہی عظمت کے لئے دھاکیں نہ کہ "تپ" بھی لڑا انہیں کبھی سزا نہیں کہے گا (۱۳) نیز (۱۴) تم دینی مناحق مختلف مختلف اور انتہائی نکلیں مناحقین کی لڑائی تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے "جن کی مدد فتنی میں ہم پاکستان کے دور اپنے دلی اس قوم کو جب دیکھتے ہیں وہ مسلمان کہلاتی ہے تو اکثریت چاہتا ہے مناحقین کی فکر آتی ہے۔۔۔ گناہ مسلمان اس گروہ مناحقین میں شامل نہیں۔۔۔ مگر گناہ مسلمان وہ ہے جس سے پرانی کا فعل یا کھلنے بڑھتے ہیں جب کبھی سزا ہو جاتا ہے تو فوراً ہی خدا اور قسمت کا قیام کا قیام لے آ جاتا ہے۔ سچے دل سے توبہ اور شریفی کا اظہار کرتا ہے اور انہیں کے لئے اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ مناحقین اس کے خلاف اپنے برے کاموں پر واقعی غور ہونے کے بجائے دھندلے کیے جاتا ہے۔

کپ کی نگاہ اور منظر زیادہ وسیع ہے "براہ کرم آپ اپنی دانستہ بیان لہجے کے ساتھ مدد میں اسلام میں مناحقین اور گناہ اور حق مسلمانوں کا حساب اور ان کا کیا ہے؟

۱۔ سزا سزا گناہ مناحقین کے ساتھ مسلمانوں کے غرض عمل کا ہے۔ قرآن کریم کی مدد سے یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہیں۔ (اور یہ مناحق نہیں کہا گیا کہ کہتے ہیں کہ وہ تسلسلہ عبادت میں ہیں۔ مگر وہ تم سے نہیں۔ سہا توبہ) صرف یہی فتنی کہ طبع اسلام سے خارج ہیں "بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔" یہ مناحق تسلسلہ دشمن ہیں ان سے فیور ہو۔" (مناحقوں)

۲۔ کہ یہ دشمن ہیں لہذا حکم ہوتا ہے کہ ان دشمنی دین سے کمال

طیہ کی ایجاد کر لو۔ ان مصلحتوں میں سے اپنے ساتھی کوڑ دوست نہ بنو۔
 اور ان میں سے کسی کو نہ اپنا دوست سمجھو نہ بددعا کرو۔ (نہج ۳) اس
 پیچکٹ میں چنانچہ یہ بات بھی شامل ہے کہ مصلحتوں سے رشتے بناتے نہ کیے
 جائیں۔ طیہ کی ایک اور صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ "مے نیا لفظ سے
 ڈرو اور ان کافروں اور مصلحتوں کی کسی بات کی پیروی نہ کرو۔" (موسم ۱)
 یعنی نہ تو نماز میں مصلحتوں کی پیروی کی جائے اور نہ ہی سیاسی قیادت قبول کی
 جائے و نیز پیچکٹ کا اختصار ایک اور طریقہ سے بھی کیا ضروری ہے۔ اور
 ان مصلحتوں میں سے اگر کوئی مارجائے تو بھی اس کی نکتہ بندی نہ چھو اور
 نہ ہی اس کی قبر، دہائے مغرت کے لیے کھڑے ہو۔" (نہج ۲)

۳۔ حیثیت ایک مسلمان کے خود آپ کا طریقہ عمل اس طیہ کی
 بارے میں کیا ہے؟ کیا مسلمانوں کو جو اقلیت میں ہیں "مصلحتوں سے (یعنی کی
 اقلیت ہے) قطع تعلق کر لینا چاہئے یا مکہ اہتمام جنت کی گمانیں ہے؟
 جواب: یہ کتنا مشکل ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت کتنے فی صد کس کس قسم کے
 لوگ شامل ہیں مگر میرا اندازہ اپنے مشاہدات و تجربات کی بنا پر یہ ہے کہ مسلمانوں کی
 اقلیت کو مصلحتی فیصلوں میں آپ نے بہت مہارت سے کام لیا ہے۔ بلاشبہ مومنین و
 صالحین کی ہم میں بہت کمی ہے اور یہی اعلیٰ اخلاقی و دینی منزل کی اصل وجہ ہے۔
 لیکن ہم میں اقلیت مصلحتوں کی نہیں بلکہ ایسے لوگوں کی ہے جو یا تو اسلام سے بے رغبت
 ہونے کی وجہ سے جاہلیت میں مبتلا ہیں یا تربیت اور نظام دینی کے فقدان کی وجہ سے
 نہایت غلط ہیں اور وہ اپنے کلمہ گاری کا احساس رکھنے کے باوجود کلمہ گاروں
 زندگی سے بچتے رہتے ہیں۔ مصلحتیں ہمارے اندر موجود تو ضرور ہیں مگر ان کی
 تعداد کم ہے اور وہ زیادہ تر عوام میں نہیں بلکہ اوسط طبقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایک
 صحیح اسلامی نظام زندگی کے قیام کے بارے میں ہماری ساری امیدیں اسی چتر سے وابستہ
 ہیں کہ ہماری قوم کی عظیم اقلیت اسلام کے ساتھ معتقد تعلق نہیں رکھتی بلکہ
 حقیقت میں اس کی عقیدت مند ہے اور صرف "تربیت اور دینی تعلیم کی فقدان
 ہے اس لئے ہم توجہ رکھتے ہیں کہ اگر اس کی کوہرا کرنے میں ہمارے صلاح مبصر

کھایا ہو جائیو تو مہلتیں کی اکٹھت آخر کھیت کھا کر رہے گی، اور یہاں ایک حقیقی اسلامی نظام اپنی اصل صورت اور روح کے ساتھ قائم ہو کر رہے گا۔ اسلام دنیا و روزِ آخر کہیں خدا اور اس قوم کی اکٹھت مہلت ہو چکی ہو تو ہمیں اسلام کے ایمان و عمل کی تمام سہولتوں سے ہاتھ دھو لینا چاہیے اس کے بعد تو اسے کی ایک کشت بھی پانی نہیں دیتی۔

(ترجمان القرآن، علی نقوی، تہذیب منہ سمیع، ص ۱۷۷، تاریخ تاحی ۱۳۳۸ھ)

نگلی کی رات میں مشکلات کیوں؟

سوال: آج سے ایک سال قبل دغا کے ہمارے اہل بد سے دوچار تھا لیکن دغا کی بدست ہی آسائیں کچھ حاصل تھیں۔ میں نہ کسی کا مقروض تھا اور نہ بدست تھی۔ اور اب جب کہ میں من تمام اہل بد سے چپ ہو کر بھلائی کی طرف رجوع کر چکا ہوں، دیکھتا ہوں کہ ساری فاسق اہلی فتن ہو چکی ہے اور بھلائی تک سے غورم ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ اگلے اور ایک نام کرنے والوں کے لئے دغا تک کیوں ہو جاتی ہے، اور اگر ایسا ہے تو لوگ آخر بھلائی کی طرف کا ہے کو آئیں گے؟ یہ حالت اگر صبر کے لئے آنا خلق ہے کہ سہولتوں ہی کو لے چکے۔ تو یہ حیل میں کس طرح پوری کیوں گا؟

جواب: آپ جس صورت حال سے دوچار ہیں اس میں بھی دغا ہو رہی آپ کے ساتھ ہے، اور میں آپ کا دل دکھاتا ہوں پہلے لیکن آپ کی بات کا صحیح جواب یہاں ہے کہ آپ فی الواقع انہماقی ہی میں جتا ہیں۔ اور اس حیل سے تھیوت کرنے کی صورت صرف یہ ہے کہ آپ خدا و آخرت کے حلق اپنے ایمان کو مضبوط کر کے صبر کے ساتھ نگلی کے راستے پر چلیں۔

آپ کو اس سلسلے میں الجھنی پیش آرہی ہیں من کو رفع کرنے کے لئے میں صرف چند اشارات کرنے پر اکتفا کیوں گا۔

بدی کی رات آسمان اور نگلی کی رات مشکل ہونے کی ہو کیلئے آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں، اس کی ایک پٹی وجہ یہ ہے کہ خدا موجود الحق، تعالیٰ، مہلت اور یہاں

ماحول بگڑا ہوا ہے۔ اس ماحول نے بکھرت ایسے اسباب پیدا کر رکھے ہیں جو برے راستوں پر چلنے میں انسان کی مدد کرتے ہیں اور بھولائی کی راہ اختیار کرنے والوں کی قدم قدم پر مزاحمت کرتے ہیں۔ اگر خدا کے صالح بندے مل کر اس کھلیت کو بدل نہ دیں اور ایک صحیح نظام زندگی کو اس کی کوششوں سے قائم نہ جائے تو انسان اپنے نچلی کی راہ بہت جلد آسٹن اور بدی کی راہ بدی حد تک مشکل ہو جائے گی۔ ایسا وقت آنے تک لاچارہ ہوں سب لوگوں کو خلیفہ و مصائب سے دوچار ہونا ہی چاہئے گا جو اس برے ماحول میں راہ راست کو اپنے لئے منتخب کریں۔

ہم یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ نیکی بھانے خود اپنے طور دشواری کا ایک پہلو رکھتی ہے۔ اور اس کے برعکس بدی کی فطرت میں ایک پہلو آسانی کا عنصر ہے۔ آپ بدی پر چڑھا چاہیں تو ہر حال اس کے لیے کسی نہ کسی حد تک محنت کرنی ہی چاہئے گی۔ چاہے ماحول کتنا ہی سہارا دے دیا جائے۔ لیکن نجات کی طرف گزرنے کے لئے کسی کوشش اور محنت کی ضرورت نہیں۔ ذرا اصرار کی بدولت ڈھکی کر کے لڑھک جائے پھر وقت اٹھتی تک سدا راستہ ہمیں کسی سعی و محنت کے غور سے ہو جائے گا۔

آپ پر پتھے ہیں کہ اگر اچھے کام کرنے والوں کی زندگی تک ہو جاتی ہے تو دنیا اس طرف رخ ہی کیوں کرے گی؟ لیکن میں پرہیزگاروں کو کہ اگر اچھے کام کرنے والوں کو دنیا کی تمام سوغاتیں اور آسائشیں بیم پہنچے گئیں۔ اور برے کام کرنے والوں پر انھیں ٹوٹ پھوٹ کر جس قدر کڑا عذاب بھیج دیا اس قدر اچھا کر دیا اور بھولائی سے حد سونے تک پھر تو کامیابی آسٹن اور بالکل دشوار ہوئی۔ جڑا سستی اور سڑا سکی ہو جاتی انعام صفت ملتا اور مذاب پانے کے لئے محنت کرنی پڑتی۔

کیا اس کے بعد دنیا کی اس اچھائی تک میں انسان کو پیچھے کا کوئی فائدہ تھا؟ اور کیا اس کے بعد تک انسان کی نیکی کسی قدر فائدہ کی مستحق قرار پا سکتی تھی؟ جبکہ اس کی نیکی کے راستے طے کرنے کے لئے فطرت بچا کر دے تھے ہوں؟ اور حقیقت اگر ایسا ہوتا تو جنت کے بھانے ہم کی طرف جانے والے زیادہ فاصلہ قدر ہو سکتا۔

آپ کا یہ سوال ایک اور لحاظ سے بھی عجیب ہے۔ آپ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ لوگوں کے براہ راست ہر آنے سے اللہ تعالیٰ کی کوئی اپنی فرض اٹھی ہوئی ہے۔ اس لحاظ

حقی کی دعا ہے آپ پہنچتے ہیں کہ اگر راہِ راست مشفقوں اور آنکھوں سے بھری ہوئی ہے تو دنیا اس راہ پر آئے گی ہی کیوں۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ راہِ راست اختیار کرنے میں لوگوں کا اپنا فائدہ ہے نہ کہ خدا کا اور اس کے خلاف چلنے میں لوگوں کا اپنا نقصان ہے نہ کہ خدا کا۔ خدا نے انسان کے سامنے دو صورتیں رکھ دی ہیں اور اسے اختیار دے دیا ہے کہ ان میں سے جسے چاہے انتخاب کر لے۔ ایک یہ کہ وہ اس زندگی کے چند دنوں میں کو ترجیح دے کر آخرت کا ابدی عذاب قبول کر لے۔ دوسری یہ کہ وہ آخرت کی بے پناہ راحت کو آخرت کا ابدی عذاب قبول کر لے۔ دوسری یہ کہ وہ آخرت کی بے پناہ راحت و مسرت کی خاطر ان تکلیفوں کو گوارا کرے جو دین و اخلاق کے ضابطوں کی پابندی کرنے میں لا محالہ پیش آتی ہیں۔ لوگوں کا یہی چاہئے تو وہ پہلی صورت کو پسند کریں۔ اگر ساری دنیا مل کر بھی اپنے انتخاب میں یہ غلطی کر گزرسے تو خدا کا کچھ نہ بگاڑے گی۔ خدا اس سے بے نیاز ہے کہ لوگوں کے صحیح انتخاب راہ سے اس کا کوئی مفاد وابستہ ہو۔

(ترجمان القرآن۔ عرم دے مکتوب۔ نومبر ۱۹۵۷ء)

تصوف اور تصورِ شیخ

سوال : میں نے پورے نظام و دیانت کے ساتھ آپ کی دعوت کا مطالعہ کیا ہے۔ چاروں سنی الشرب ہونے کے آپ کی تحریک اسلامی کا اپنے آپ کو اپنی غلام اور حدود تصور کرتا ہوں اور اپنی بسلا بمراسات پیمائے کی حدود کرتا ہوں۔ حال میں چند چھری قبول اور تصور شیخ سے متعلق فکر سے گزری جنہیں چند کر مجھ سے دل و دماغ میں چند خلک پیدا ہوئے ہیں۔ آپ انکی بدعت کو پہلے قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اب تک کامارا لڑچکر ان کے خلاف زبردست احتجاج رہا ہے۔ بلکہ ہماری دعوت کا خود ہی فریضہ اقامت دین ہے تو اگر ہم نے خدا کو اس کی بدعت کو انکیز کیا تو اس کے سنی یہ ہوں گے کہ ساری بدعت کو تحریک میں کس نے کامیاب دے دیا کیل۔ آپ براہِ کرم ہماری مسوئلت پر غور کر کے بتائیے کہ کتب و سنت کی روشنی میں تصوف اور تصور شیخ کے متعلق آپ کے کیا خیالات

ہیں اور فی فیض یہ مسلک کیا ہے؟ امید ہے کہ ترجمان میں پوری وضاحت کر کے منظرِ قریب میں آئے۔

جواب: آپ کو میرے کسی ایک فقرے سے جو شملتِ لائق ہو گئے ہیں وہ بھی پیدا نہ ہوتے اگر اس مسئلے کے حلقِ محبت و سرے واضح ہوا کہ آپ کی نگاہ میں ہوتے۔ ہر مل لب میں واضح لفظ میں آپ کے سوالات کا مختصر جواب عرض کے رہا ہوں۔

(۱) صوف کی ایک چیز کا نام نہیں ہے بلکہ بہت سی مختلف چیزیں اس نام سے موسوم ہو گئی ہیں۔ جس صوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں وہ اور چیز ہے جس صوف کی ہم تردید کرتے ہیں وہ ایک دوسری چیز۔ اور جس صوف کی ہم اصلاح چاہتے ہیں وہ ایک تیسری چیز۔

ایک صوف وہ ہے جو اسلام کے ابتدائی دور کے صوفیہ میں پایا جاتا تھا۔ مثلاً قتیبہ بن عیاضؒ، ابو نعیمؒ، ابو نعیمؒ، صوفی کثیف و غنیوؒ، ابو نعیمؒ، اس کا کوئی الگ نسخہ نہ تھا اس کا کوئی الگ طریقہ نہ تھا وہی افکار اور وہی افکار و افعال تھے جو کتب و سنت سے ماخوذ تھے۔ اور ان سب کا وہی مقصد تھا جو اسلام کا مقصد ہے۔ یعنی الخصال اللہ اور توحید الی اللہ۔ وما لم یروا الا لیعبدوا۔ واللہ مطلقین لہ الدین حفظہ۔ اس صوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا صوف وہ ہے جس میں اشراق اور بدائی اور زردشتی اور ہندوستانی فلسفوں کی آمیزش ہو گئی ہے۔ جس میں جینیائی راجنوں اور ہندو جیوں کے طریقے شامل ہو گئے ہیں۔ جس میں مشرک و تہذیبات و افعال تک خلط ملط ہو گئے ہیں۔ جس میں شریعت اور طریقت اور معرفت الگ الگ چیزیں ہیں۔ ایک دوسرے سے کم و بیش بے تعلق بلکہ بالذات پام نہتہ۔ بن گئی ہیں۔ جس میں انسان کو عین اللہ فی غرض کے فرائض کی اہمیت دی کے لئے چار کرنے کے بجائے اس سے بالکل مختلف دوسرے ہی کاموں کے لئے چار کیا جاتا ہے۔ اس صوف کی ہم تردید کرتے ہیں اور دوسرے نزدیک اس کو مٹا دینا کے دین کو قائم کرنے کے لئے لگا ہی ضروری ہے جتنا جاہلیت بدیہ کو مٹانا۔

ان دونوں کے علاوہ ایک اور صوف بھی ہے جس میں کچھ خصوصیات
 پہلی قسم کے صوف کی اور کچھ خصوصیات دوسری قسم کے صوف کی ملی جلی
 پائی جاتی ہیں۔ اس صوف کے طریقوں کو حصہ ایسے بزرگوں نے مرتب کیا
 ہے جو صاحب علم تھے، ایک نیت تھی، مگر ایسے دور کی خصوصیات اور پچھلے
 دور کے اثرات سے بالکل محفوظ بھی نہ تھے انہوں نے اسلام کے اصلی
 صوف کو دیکھتے اور اس کے طریقوں کو پہلی صوف کی کٹوتیوں سے پاک
 کرنے کی پوری کوشش کی۔ لیکن اس کے باوجود ان کے عقائد میں کچھ نہ
 کچھ اثرات پہلی عقدہ صوف کے "دور ان کے اہل و اشغال میں کچھ نہ کچھ
 اثرات باہر سے لائے ہوئے اہل و اشغال کے پائی رہ گئے، جن کے بارے میں
 ان کو یہ (مشیکہ پیش آیا کہ یہ چھری کلب و سنت کی تعلیم سے حصول نہیں
 ہیں۔ تاہم انہیں تو یہی سے انہیں غیر حصول سمجھا جاسکتا ہے۔ علاوہ بریں اس
 صوف کے حصول اور شیخ بھی اسلام کے عقیدہ اور اس کے مطالبہ (نیکی سے
 کم و بیش مختلف ہیں۔ نہ اس کا مقصد واضح طور پر انسان کو فرائض غفلت کی
 روانگی کے لئے چار کما اور وہ چھ بٹا ہے جسے قرآن نے مستحکم و شہد اور
 علی الناس کے لفظ میں بیان کیا ہے "اور نہ اس کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ
 اس کے ذریعہ سے ایسے کوئی چار ہوتے ہو جن کے پورے تصور کو دیکھتے اور
 اس کی اہمیت کی فکر انہیں لاحق ہوتی اور وہ اس کام کو اہم دینے کے اہل
 بھی ہوتے۔ اس تیسری قسم کے صوف کی نہ ہم کلی تصدیق کرتے ہیں اور نہ
 کلی تردید۔ بلکہ اس کے پیروں اور حامیوں سے مل کر گزارش یہ ہے کہ براہ
 کرم جی جی خصوصیات کی حقیقت کو اپنی جگہ رکھتے ہوئے آپ اس صوف
 پر کلب و سنت کی روشنی میں تنقیدی نگاہ ڈالیں اور اسے درست کرنے کی
 کوشش کریں۔ نیز جو شخص اس تصور کی کسی چیز سے اس کا پر اختلاف کہے
 کہ وہ اسے کلب و سنت کے خلاف پاتا ہے تو قطع نظر اس سے کہ آپ اس
 کی رائے سے موافقت کریں یا مخالفت، بہر حال اس کے حق تنقید کا انکار نہ
 فرمائی اور اسے براہ کما اور مختلف علامت نہ بنائے گئیں۔

(۲) تصور شیخ کے بارے میں میرا موقف یہ ہے کہ اس پر دو حیثیتوں سے گفتگو کی جاسکتی ہے۔ ایک بھلے خود ایک فعل ہونے کی حیثیت "دوسرے ایک ذریعہ قریب لایا ہونے کی حیثیت۔

پہلی حیثیت میں اس فعل کے صرف چار یا چھ ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے "اور اس کے چلنے کا انحصار اس سوال پر ہے کہ کوئی کس نیت سے یہ فعل کرتا ہے؟ ایک نیت "وہ ہے جس کی تشریح حکیم عبدالرشید محمود صاحب نے اپنے مضمون میں کی تھی۔ اس نیت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے حرام کہنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ دوسری نیت "وہ ہے جس کی تشریح مولانا غفرانہ صاحب نے کی۔ اس نیت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ مشکل ہے کہ کوئی فقہ اسے چار کہے۔ اس کی مثال ایسا ہے جیسے میں کسی شخص کو کسی لہجہ کے حسن کا اظہار کرتے ہوئے دیکھوں اور اس حرکت کی طرف دراصلت کرتے ہوں وہ مجھے بتائے کہ میں اپنے ذہن میں عمل کو تسکین دے رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ مجھے کتنا پڑے گا کہ "ترغیب" ایک چارہ ہم کر رہا ہے۔ دوسرے کو یہی حرکت کرتے دیکھوں اور میرے پرچھے ہوں وہ مجھے جواب دے کہ میں اس سے فلاح کرنا چاہتا ہوں۔ اس صورت میں مجھے مجبوراً یہ کہنا پڑے گا کہ "چرا یہ فعل چار نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے فعل کی ایک ایسی وجہ بیان کر رہا ہے جسے شرعاً میں ملا نہیں کر سکتا۔

اب رہی اس تصور شیخ کی دوسری حیثیت "تو مجھے اس امر میں بھی شک رہا ہے اور نہ آج تک ہے کہ اس حیثیت سے یہ فعل قطعی لفظ ہے خواہ اس کی نسبت کیسے ہی ہو۔ لوگوں کی طرف کی گئی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ لفظ سے قطعاً پیدا کرنے اور پھیلنے کے ذرائع بتانے میں خود لفظ اور اس کے رسول نے ہرگز کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ ہمارے ہم ان کے بتائے ہوئے ذرائع پر کفایت نہ کریں اور ایسے ذرائع لکھ کر لگیں جو بھلے خود بھی خود ہوں اور جن کے اندر ذرا سی ہے احتیاطی کوئی کو قطعاً اور صریح حکمتوں کی طرف لے جاسکتی

اس مسئلہ میں یہ بحث پیدا کرنا "مسلماً" لفظ ہے کہ جب دوسرے ہم

معاملات میں ہم مقاصد شریعت کو حاصل کرنے کے لئے ذرائع اختیار کرنے کے
 ہمارے جو مہلات کے قبیل سے ہوں تو آخر ذریعہ نفس اور قریب الی اللہ کے
 معاملہ میں ہم نہیں انہیں اختیار کرنے کے ہمارے ہوں؟ یہ اختلاف اصولاً اس
 لئے پیدا ہے کہ وہیں کے وہ شے ایک دوسرے سے الگ نوعیت رکھتے ہیں۔ ایک
 شے تعلق بذات کا ہے اور دوسرا شے تعلق بالخاص و مخصوص ہے۔ پہلے شے کا
 اصول یہ ہے کہ اس میں ہم کو انہی مہلات اور انہی طریقوں پر انحصار کرنا چاہئے
 جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتادیئے ہیں۔ میں میں کوئی کی کرنے کا میں ہر کسی
 کی چیز کا اضافہ کرنے کا میں حق نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی معرفت اور اس کے
 ساتھ تعلق جو لئے کے ذرائع کی معرفت کا طریقہ پاس کوئی دوسرا ذریعہ کتب
 اللہ و سنت رسولؐ اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اس معاملہ میں ہر کسی کا روشنی بھی کی
 جانے کی وہ بدعت ہو گی اور ہر بدعت مخالفت ہے۔ میں یہ اصول نہیں چلی
 سکتا کہ جو کچھ منوع نہیں ہے وہ مہلج ہے۔ میں تو قیاس سے بھی اگر کوئی مسئلہ
 نکال جائے گا تو لازماً اس کا کوئی مبطل کتب و سنت میں موجود ہونا چاہئے۔ بخلاف
 اس کے دوسرے شے میں مہلات کا باب نکلا ہوا ہے۔ جو حکم دے دیا گیا ہے
 اس میں حکم کی علامت لکھتے ہیں کچھ منع کیا گیا ہے اس سے رک جائیے اور جس
 معاملہ میں حکم نہیں دیا گیا ہے اس میں اگر کسی نئے پختہ معاملے پر کوئی حکم ملتا ہو
 تو اس پر قیاس کر لیتے ہیں قیاس کا بھی موقع نہ ہو تو اسلام کے اصول عامہ کے
 تحت مہلات میں سے جس چیز اور جس طریقے کو حکم اسلامی کے مزاج سے
 مطابقت رکھتے ہوتے قول کر لیتے ہیں اس شے میں یہ آزادی ہمیں اس لئے دی گئی
 ہے کہ دیا اور انسان اور مادی معاملات کے متعلق مصلحت کو جاننے کے عقلی اور
 علمی ذرائع کم از کم اس حد تک ہمیں منہور حاصل ہیں کہ کتب اللہ و سنت
 رسولؐ اللہ کی رہنمائی سے مستفید ہونے کے بعد ہم خبر کو شر سے اور صحیح کو غلط
 سے تمیز کر سکتے ہیں۔ پس یہ آزادی صرف اسی شے تک محدود رہانی چاہئے۔
 اسے پہلے شے تک وسیع کر کے اور جو کچھ منوع نہیں ہے اسے مہلج کہہ کر
 تعلق بذات کے معاملہ میں نئے نئے طریقے نکالنا دوسروں سے اللہ کر کے اختیار کر

لیتا بھادی طور پر ظاہر ہے۔ اس لفظی میں اظہار کر فساد ملی نے وجہیت اختیار کر لی تھی جس کی قرآن میں مذمت کی گئی۔

(ترجمان القرآن۔ جلد اولیٰ صفحہ ۷۳۳ - فروری ۱۹۵۳ء)

فرد اور جماعت کی کشمکش

سوال : فرد اور سوسائٹی کے باہمی تعلقات کی بہت متعدد (بڑی) خیال اسلامی نقطہ نظر سے کمال تک پہنچا ہے؟

جواب کی کھینچیں 'چوتھوں اور دیکھ کے یہ کس انسان معاشرے میں زندگی گزارنے کے لئے نہیں چھوڑا گیا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ حد تک ایک فرد ہے۔ ہرچہ آخر میں کچھ لکھتے کہ وہ گلوں میں بٹ کر پیچے کی جلتا رہتا ہے۔ یہی راز ہے فرد اور معاشرے کے غیر متعین تعلیم کا کوئی مذہب ہم کو خلق کی اس کہ کو کھولنے پر قادر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کہ کھولنے والی ہے ہی نہیں کیا فرد قرآن نے نہیں کہا کہ ہم نے انسان کو احسن تعلیم پہنچا کیا (۱۵:۲۹)

— اور پھر اسی کے ساتھ یہ بھی — کہ ہم نے انسان کو

بڑی حقیقت میں پیدا کیا (۱۵:۲۹) یہی راز ہے میں ان آیات کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ ایک عقلمند — نظام ہستی — کی حیثیت سے کوئی اثرات المخلوقات ہے۔ لیکن معاشرے کا رکن ہونے کی حیثیت سے وہ معاشرے کے ساتھ ہر وقت تعلیم رہنے والا ہے۔"

جواب : آپ نے جس خیال پر مجھ سے اظہار خیال کی فرمائش کی ہے، اس کے مصنف نے فرد اور جماعت کی کشمکش کے 'مجید مسئلے کو حل کرنے' یا پہلا دیکر ٹھیک ٹھیک بحث کے لئے گنج راغ (۱۵:۲۹) اختیار نہیں کیا ہے۔ اس نے انسان کو حیوانات کی ایک قسم فرض کر کے یہ طے کرنے کی کوشش کی ہے کہ عظیم ہند حیوانات اور گھر ہند حیوانات کے درمیان انسان کا گنج راغ کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں فکر اس مسئلے کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے سرے سے کوئی نقطہ آغاز ہی نہیں

ہے۔ حیوانات اور انسان کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوانات کوئی ذاتی اختیار
 محقق نہیں ہیں جو حیوانات اور تجربات پر غور و فکر کر کے اپنی زندگی کا راستہ خود تجویز
 کرتے ہوں، بلکہ وہ سراسر جبلت کے تابع ہیں۔ شد کی کھیلوں نے عظیم طاقت انسانی
 خود اختیار نہیں کی ہے، نہ عظیم تجربات سے بتدریج اس عظیم کو ترقی دی ہے، بلکہ یہ
 عظیم ان کی جبلت میں وضاحت کر دی گئی ہے اور وہ آپ سے وعدہ میں ہیں، کائناتی کے
 ساتھ اسی تکلیفی فعل میں رہتی ملی آ رہی ہیں۔ یہی اصل نگہ پند، 'فدین پند اور
 انحرافات پند حیوانات کا بھی ہے کہ ہر ایک اپنی جبلت کے مقرر کردہ راستے پر چلا جا رہا
 ہے، اور ان میں سے کسی طرح نے بھی تجربہ اور فکر کی بنیاد پر اپنے طریق حیات میں
 ذرا براہ کوئی تبدیلی نہیں کیا ہے۔ ہر نفس اس کے انسان کا اصل یہ ہے کہ اس کا ایک
 ایک فرد ذاتی ارادہ، ذاتی اختیار، مناسب فکر اور اختیاری حیثیت سے غماز اور دار واقع
 ہوا ہے۔ اس کی جبلت کا وہی اثر بہت محدود دکھایا گیا ہے۔ اس کی عظمت میں چند
 دہائی اور میلانات ضرور دکھ دے گئے ہیں۔ مگر ان کی نوعیت یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے
 فاضلوں کو پورا کرنے کے لئے مخصوص راستہ تجویز کرتے ہوں اور انسان کو اسی خاص
 راستے پر چلنے کے لئے مجبور کرتے ہوں۔ بلکہ ان کی نوعیت یہ ہے کہ وہ صرف اپنے
 شکستہ انسان کی عقل و فکر کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر انسان اپنی عقل و فکر کی
 مدد سے ان فاضلوں کو پورا کرنے کی صورتیں تجویز کرتا ہے۔ اس کے ساتھ انسان کو یہ
 قوت بھی ملی ہوئی ہے کہ وہ تجربات و جملہات کی مدد سے اپنی اختیار کردہ عملی صورتوں
 میں تبدیلی کرتا ہے، اور بتدریج ان کو درست کرنے اور ترقی دینے کی کوشش کرتا
 رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان نے اپنی عظمت کے فاضلوں کو کچھ کچھ کر ایک
 جوڑے کی یکجہتی معاشرت سے ابتدا کر کے بتدریج 'حاکم'، 'قیلے'، 'قوم'، 'عظم سوسائٹی'،
 انیٹ اور بین الاقوامی مددگار تک اپنی زندگی کو ترقی دی اور یہی وجہ ہے کہ مختلف
 زبانوں اور مختلف ممالک میں انسان نے اپنی انسانی زندگی کے لئے بہت سے مختلف شعبے
 اختیار کئے اور بارہا ان شعبوں کو وہ پورا اور نئے سرے سے بنایا رہا ہے۔

انسان کی اس مخصوص حیثیت پر اگر آپ غور و فکر فرمائیں تو اس کھلی کو کھلنے کے
 لئے آپ کو کلیہ مل سکتی ہے جو فرد اور جماعت کی تکمیل کی عقل میں ہم اور آپ دیکھ

رہے ہیں۔ اس سچی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ایک طرف نوع انسانی کا ہر ہر فرد اپنی ایک خودی رکھتا ہے، جس میں عقل ہے، ازلہ و اختیار ہے اور عقلی ذرہ داری کا احساس ہے۔ دوسری طرف اس خودی کے حامل افراد ایک ایسی انتہائی زندگی میں شریک ہونے پر مجبور ہوتے ہیں جس کا پورا نقشہ قدرت نے خود فیسی بنا دیا ہے بلکہ فطری داعیات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے مختلف زبانوں اور مختلف طاقتوں کے لوگوں نے مختلف طریقوں سے یہ نقشہ طوطا بنے ہیں۔ کوزہ بدست، لٹائی، تھیمات اور مجموعی میلانات اور خدائی اثرات کے تحت جن عقلوں کا نشوونما ہوتا رہتا رہا ہے۔ اس طرح انہوں نے کھودوں افراد کی جدا جدا خوبیوں کا ایسی غیر تیلی انتہائیت میں (جو بادا اپنے بعض پہلوؤں میں عکاس فطرت بھی واقع ہو جاتی ہے) ٹھیک ٹھیک حوالوں اور قیاس طور پر نصب ہوتا اور اپنی سونوں جگہ پختا نہایت مشکل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ منکشف پیدا ہوتی ہے جو فرد اور جماعت کے درمیان ہر جگہ رہا ہے۔ کیونکہ اس طریقے سے نئی ہوتی اور نشوونما پاتی ہوئی انتہائیت میں افراد کی خوبیوں بھی اپنی سونوں جگہ نہ پانے کی وجہ سے بے کلی محسوس کرتی ہیں۔ اور انتہائی عظم بھی جن بے یمن خوبیوں کی انفرادی نگاہ کوپ کے باعث مغلوب ہوتے رہتے ہیں۔ افراد کو اصل ملتی ہے تو انتہائی عظم دردم برہم ہونے لگتا ہے اور انتہائی عظم توازن کس جاتا ہے تو افراد کی خوبیوں یا تو مریضانے لگتی ہیں یا بھگوت پر اتر آتی ہیں۔

یہ من جملہ جن عظم اسباب کے ہے جن کی بنا پر انسان کے لئے وہی اور موت کی رہنمائی ناگزیر حجت ہوتی ہے۔ بڑا بڑا اس کے تجربے نے حجت کر دیا ہے کہ اپنے فطری داعیات اور تقاضوں کو سمجھ کر انہیں پورا کرنے کے طریقے تھیم بنانے کے لئے انسان کو عقل، فکر اور استغناء و اختیار کی جو طاقتیں ملی ہوئی ہیں وہ اس عظم میں مددگار تو ضرور ہیں مگر اس کے لئے کافی نہیں ہیں۔ جن طاقتوں کے بل بوتے پر انسان خود اپنے لئے ایک گچ اور مصلیٰ و حوالہ طریق زندگی نہیں بنا سکتا۔ وہ اس بات کا متحج ہے کہ اس کا خالق اسے طاقتوں زندگی کے بنیادی اصول دے، سعی و عمل کے حدود بتائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جن مصلحتا ہیبتی حقائق کا ضروری علم دے جن کی واقفیت کے بغیر ایک گچ طریق زندگی تھیم کرنا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔

انفرونت اور انصافیت کے درمیان زیادہ سے زیادہ جو تواتر ممکن ہے اور انفرامی ٹیوی کی خیال کے مواقع پتی دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مستحکم جو انتہائی حکم بخلا جاسکتا ہے وہ دی ہے جس کے اصول اور حدود اور ضروری قیود کی طرف نظر ثانی کرنے کے لیے انبیاء عظیم اسلام کے ارشاد سے ہماری رہنمائی کی ہے۔

قرآن مجید کی جن دو کتبوں کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان کی تفسیر بھی میرے ان کے بیان سے انکی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ بلکہ بات اور زیادہ کھل جائے اگر آپ لقد خلقنا الانسان من نسلن لقویم کے بعد یہ انکی پڑھیں کہ ضم وہ نہ لفظ لفظ السافلین۔ الا الذین امنوا وعملوا الصالحات۔

(ترجمہ انفرامی ٹیوی تا رب منہ رحمہ - تاریخ تاحی ۱۹۸۵ء)

اسلام میں نکاحی کو قضا "منع" کیوں نہ کر دیا گیا؟

سوال: نکاحی سے حلق اسلام میں قبول کیا ہے مگر کے لئے جن سے شہد ہوتا ہے کہ اس کو اسے کو مستقل طور پر پتی رکھنا مقصود ہے "مگر دوسری طرف ایسے احکام بھی موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو کوئی پسند چاہے نہیں سمجھا گیا تھا بلکہ حکام کی پہلی اور آزادی ہی محبوب و مرغوب تھی۔ سوال یہ ہے کہ جب نکاحی حکم اور آزادی مرغوب تھی تو اس طریقے کو قضا "منع" کیوں نہیں کر دیا گیا؟

جواب: نکاحی کے بارے میں آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب آپ کو پہلی مل جاتا اگر آپ "تفہیمات جلد دوم" اور "رسائل و مسائل جلد اول" میں میری تفسیرات ملاحظہ فرمائیے نکاحی کو پہلے سوچا نہ کر دینے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اسے محض ایک جنگی ضرورت کی حیثیت سے پتی رکھا ہے "اور یہ ضرورت ہر ایسے موقع پر پیش آسکتی ہے جبکہ اندراکسی دشمن سے امیران جنگ کے مہولے یا خدیجے پر حملہ نہ ہو سکے اور ہماری حکومت جنگی قیدیوں کو یا خدیجے و یا مہولہ چھوڑ دینا کلی مصالح کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً مواقع سے قطع نظر کر کے دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دنیا میں اندازاً پندرہویں صدی عیسوی کے اختتام تک امیران جنگ کے مہولے کا طریقہ رائج

نہ تھا نہ اس امر کا کوئی امکان تھا کہ مسلح نواحی دشمن کے جنگی قیدیوں کو چھوڑ کر اپنے جنگی قیدیوں کو بھی چھڑا سکتیں۔ اور آپ اگر دنیا میں مہلول امیروں جنگ کا طریقہ رائج ہوا ہے تو وہ کسی نہ ہی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ ایک مصلحت کی بنا پر ہے جسے کوئی قوم باب چاہے نظر نہ کر سکتی ہے۔ آج یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمارا کسی ایسے بہت دھرم دشمن سے سلطہ چلی آ جائے جو مہلول امیروں جنگ کی تیاری کو ٹھکرا دے اور اگلے جنگی قیدیوں کو کسی شراب پر بھی پھونسنے کے لئے راضی نہ ہو۔ آپ خود سوچیں کہ اگر اسلام ہمیں ہر حال جنگی قیدیوں کی رہائی کا پلندہ کرنا تو کیا یہ حکم اگلے لئے وجہ معیبت نہ بن جائے؟ کیا کوئی قوم بھی پیش پیش کے لئے اس نقصان کی تحمل ہو سکتی ہے کہ ہر لڑائی میں اس کے آوی دشمن کے پاس قید ہوتے رہیں اور وہ دشمن کے آویوں کو چھوڑتی چلی جائے؟ اور کیا کوئی دشمن بھی ایسا بدقول ہو سکتا ہے کہ وہ ہم سے بھی امیروں جنگ کے مہلولے کا سلوک کرنے پر تیار ہو جبکہ اسے اطمینان ہو کہ ہم ہر حال اپنے ہی احکام کی بنا پر اس کے آویوں کو پھونسنے پر مجبور ہیں؟

اس مسئلے میں ایک سوال ہے اور بھی خود کر لیتے۔ کسی شخص کو ہر ہر قتل میں رکنا یا اس سے جبری غنیمت لینا اور اسے سوجھ بوجھ کے قتل پانوں (Camp) میں رکھنا آخر کسی دلیل کی بنا پر ظالی سے بہتر کہا جاسکتا ہے؟ ظالی میں تو نسبتاً اس سے زیادہ آزادی حاصل رہتی ہے۔ کوئی کو شکریہ دینا کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ ایک کو بدو راست ایک کوئی سے واسطہ چلتا ہے جس میں زیادہ انسانی سلوک کا امکان ہے۔ اور ایک نظام اپنے آقا کو خوش کر کے یا اسے فدیہ دے کر آزادی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ پہلے ذرا اس سلوک کا مطالعہ کر لیتے جو روس اور جرمنی میں دشمن کے جنگی قیدیوں ہی کے ساتھ نہیں خود اپنے ملک کے سپاہی "بکریوں" کے ساتھ بھی کیا ہے اور کیا جا رہا ہے۔ پھر فیصلہ کیجئے کہ اگر کبھی کسی ایسے دشمن سے ہمیں سلوک ملے آ جائے اور وہ اگلے جنگی قیدیوں کے ساتھ یہ سلوک کرنے لگے تو کیا اس کے ساتھ میں ہم کو بھی یہی وسعت سلوک کرنا چاہئے؟ یا اس سے بہتر اور زیادہ انسانی سلوک کو سلوک وہ ہے جو اسلام نے ہم کو غلاموں کے ساتھ کرنے کی ہدایت اور ہدایت دی ہے؟

عمرات کی حرمت کے وجہ

سوال: چند روز سے دھرم کے درمیان عمرات کے سلسلے میں ایک مسئلہ درج بحث ہے جو میں ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اور اہل کرم اس پر مدد فرمائی دلائل کر منظور فرمائیں گے۔

مناکات کے سلسلے میں ایک عورت اور دوسری عورت میں کیوں امتیاز کیا گیا ہے کہ بعض کو حلقہ میں لایا جاسکتا ہے اور بعض عمرات کی حرمت میں آتی ہیں؟ اگرچہ ابتدائے انسانیت میں ایسی کوئی تہ نظر نہیں آتی ہے جیسا کہ باطل اور کافرانہ کے قصے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ کیا اس قسم کی شکلیں حیاتیاتی حلقہ کا سرچشمہ بھی بن سکتی ہیں؟

امید ہے کہ آپ اس کا جواب زمین القرآن میں شائع فرمادیں گے تاکہ دیگر حضرات کے لئے بھی استفادہ کا باعث ہو۔

جواب: عمرات کی حرمت میں جن عورتوں کو شامل کیا گیا ہے ان کے حرام ہونے کی اصل وجہ حیاتیاتی حقائق نہیں ہیں بلکہ عقلی اور معاشرتی حقائق ہیں۔ آپ خود غور کریں کہ جس میں کے شعوائی جذبات بھی اپنے اپنے سے حلقہ ہو سکتے ہوں کیا وہ پاکیزہ و مطہر جذبات کے ساتھ اپنے کو پہلی جگہ ہے جو میں اور اپنے کے تعلقات میں ہونے چاہئیں؟ اور کیا پتا ہوش سلجھانے کے بعد میں کے ساتھ وہ مصروفیت ہے عقلی برکت سکنا ہے جو میں اور اپنے کے درمیان لب ہوتی ہے؟

اور کیا ایک گھر میں باپ اور اپنے کے درمیان رفاقت اور محبت کے جذبات پیدا نہ ہو جائیں گے اگر میں اور اپنے کے درمیان لہری حرمت کی دیوار حائل نہ ہو؟

ایسا ہی سلسلہ حسن اور بھائی کا بھی ہے۔ اگر کہی حرمت ان کے درمیان قائم نہ ہو تو کیا یہ ممکن تھا کہ بھائی میں ایک دوسرے کے ساتھ مصحوم رہا اور شہوات سے پاک محبت اور شجاعت سے باز رہے؟ عقلی برکت نکلتی؟ کیا اس صورت میں بھی یہ ممکن نہ ہو کہ والدین اپنے بیٹوں کو سن لڑائی کے قریب پہنچے، ایک دوسرے سے دور

دیکھنے کی کوشش نہ کرتے؟ اور کیا کوئی شخص بھی کسی عورت سے شادی کرتے وقت یہ اطمینان کر سکتا تھا کہ وہ اپنے بھائیوں سے بچی ہوئی ہوگی؟

پھر اگر غرور اور سو کے درمیان اور ساس اور داماد کے درمیان الہی حرمت کی دیواریں قائم نہ کر دی جائیں تو کس طرح ممکن تھا کہ باپ اور بیٹے اور ماں اور بیٹیوں ایک دوسرے کے ساتھ رقیقہ تعلقات میں مبتلا ہونے اور ایک دوسرے کو شہ کی نظر سے دیکھنے سے بچ جائیں؟

اس پہلو پر اگر آپ غور کریں تو آپ کی نگاہ میں آجائے گا کہ شریعت نے کس اہم اخلاقی و معاشرتی مسئلہ کی بناء پر تمام مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لئے حرام کر دیا ہے جن کے درمیان ایک گھر ایک خانہ میں اور ایک دوسری معاشرت کے اندر قریب ترین رشتہ اور بے شک رشتہ فطری ہوتے ہیں اور معاشرتی ضروریات کے لحاظ سے ہونے چاہئیں۔ بیٹے اور بیٹیوں ہی نہیں سکتیں اگر ماں اور باپ دونوں اس طرف سے باہل مٹھیں نہ ہوں کہ ان میں سے کسی کا بھی کوئی شہوانی علاقہ اپنی اولاد کے ساتھ نہیں ہے۔ ایک ہی گھر میں لڑکوں اور لڑکیوں کا پلٹا غیر ممکن ہو جائے اگر ماں کے معاملہ میں بھائیوں کے درمیان اور بھائی کے معاملہ میں بہنوں کے درمیان شہوانی رجحان پیدا ہونے کا دوکانہ نفسی طور پر بند نہ ہو۔ غلامی اور پادشاهی اور چچا اور ماموں اگر شہ سے بالاتر نہ کر دیئے جائیں تو بہن اپنی اولاد کو اپنے بھائی بہنوں سے اور بھائی اپنی اولاد کو اپنے بھائی بہنوں سے بچانے کی فکر میں لگ جائیں۔

(زمین الزکریٰ۔ ذی القعدة ذی الحجة ۱۴۰۵ھ۔ جبریل ص ۱۰)

فقرے اور درندوں کا گوشت حرام کیوں ہے؟

سوال: قرآن نے چند چیزیں حرام کیوں قرار دی ہیں؟ طبی نقطہ نگاہ سے یا کسی اور وجہ سے؟ ان میں کیا تعلقات ہیں؟ فقرے کو خاص طور پر نام لے کر کہیں ثبوت سے حرام قرار دیا گیا ہے؟ کیا یہ سب سے زیادہ مضر چیزیں ہیں؟ جڑے پھالنے والے جانور اور خون و خبث کیوں حرام قرار دیئے گئے

ہیں؟

جواب : قرآن میں جن چیزوں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے ان کی حرمت میں شک نہیں ہے کہ نہایت کچھ لفظ ان کے طبی خصوصیات کا بھی ہو مگر اصل وجہ حرمت طبی نہیں بلکہ اخلاقی اور اعتقادی ہے۔ بعض چیزیں اعتقادی بنیادوں پر حرام کی گئی ہیں جیسے ما اهل به لغیر اللہ۔ اور بعض چیزیں اخلاقی خصوصیات کی وجہ سے حرام کی گئی ہیں جیسے خنزیر۔ ان چیزوں کے اخلاقی خصوصیات کا ہمیں پورا علم نہیں ہے مگر کسی حد تک اپنے مشاہدات کی بنا پر ہم ان کو جان سکتے ہیں۔ مثلاً خنزیر کے مصلیٰ دنیا کا تجربہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا گوشت لذت ہے مہیائی پیدا کرنے والا ہے۔ دو قومیں اسے کھڑت سے استعمال کرتی ہیں ان کے اخلاقی معاملات اس پر گہرے ہیں۔ دنیا میں شاید خنزیر ہی ایک ایسا جانور ہے جس کی ایک مادہ کے گرد امت سے نزاع ہو جلتے ہیں اور داری داری سے ایک دوسرے کے سامنے اس کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ مہیائی کی یہ خاص اہمیت کن قوموں میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ جن قوموں کے آداب مجلس (dinner) میں یہ چیز داخل ہو کہ مجلس میں ایک شخص کی بیوی لانا دوسرے شخص کے چلو میں بیٹھنے اور پانی دھوم میں اپنی بیوی کے ساتھ خود بیٹھنا زلف و رنگ و دل کی طاعت ہو اور اسے دوسروں کے ساتھ بیٹھنے سے سیدھا ٹکڑا چانے کے لئے بھڑکنا فراخ دلی اور موت کی دلیل سمجھی جائے۔ ان کے اس اخلاقی تخیل کا ہاتھ اگر آپ تلاش کریں گے تو ہمید نہیں کہ اس کا سراغ اس جانور کی اہلیت ہی میں آپ کو مل جائے جس کا گوشت ان کے ہاں کھڑت سے کھلیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرا جانوروں کے مصلیٰ بھی ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ ان کا استعمال تو خوار و پیداکرنے والا ہے۔ جتنے ہوتے خون یا بھلے ہوئے خون کے استعمال سے بھی دردگی اور قسوت کا پیدا ہونا کچھ ہمید از قیاس نہیں ہے۔

(ترجمان القرآن۔ ذی القعدہ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ۔ جبریل ص)

کیا یہ تنازعہ بالاعتبار ہے؟

سوال: آپ کی جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ اجماعت دہی کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ اور آپ کی جماعت جیسے جماعت احمدیہ کو "مراعاتی جماعت" یا "تکلیفی جماعت" کے نام سے موسوم کرتی ہے حالانکہ یہ امر دلائل کے باطل خلاف ہے کہ کسی کو ایسا نام دیا جائے جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھا۔

مراعاتی نام امر صاحب تھلانی نے اپنی جماعت کا نام "جماعت احمدیہ" رکھا ہے اور ان کی جماعت کے افراد بھی اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں۔ مگر ان کے چالیسوں قصبہ کی وجہ سے انہیں "مراعاتی" یا "تکلیفی" پکارتے ہیں۔ کیا دین اسلام میں یہ جائز ہے؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا آپ یہ پسند فرمائیں گے کہ آپ کی جماعت کے افراد کو "موسوم دینے" کہا جائے اگر آپ یہ پسند نہیں فرماتے تو پھر آپ اور آپ کی جماعت دوسروں کے لئے ایسا کہیں پسند کرتی ہے؟

دانش رہے کہ آپ نے زمین القرآن جلد ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ کے صفحہ ۱۳۶ پر تحریر فرمایا ہے:

"میں اپنی حد تک چلیں دانا ہوں کہ مجھے کبھی اپنی عقلی تسلیم کرنے میں نہ تامل ہوا ہے نہ آجہاد کا ہڑتال میری عقلی دانا کی سے جہت کی جانے نہ کہ سب و شتم سے۔"

جواب: کسی جماعت کو اس کے اصول نام سے یاد کرنا بیحد فی الواقع اس میں توہین کا بھی کوئی پہلو نہ ہو، تاہم نہیں ہے۔ احمدی حضرت نے اپنا نام "احمدی" پسند کیا ہے، یعنی وہ اپنے آپ کو اپنی سلسلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صرف نام میں ان کا نام "تکلیفی" رائج ہو چکا ہے۔ ا۔ یعنی عوام انہیں ان کو اپنی سلسلہ کے دشمن کی

۱۔ جن تک بھی معلوم ہے اس نام کے دہانے کی وجہ یہ ہے کہ جب مراعاتی احمدی ہو، امر صاحب کی جماعت کے خلاف میں احمدی جماعت کے وہ ٹکڑے ہو گئے؟

طرف منسوب کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں تدریج و تغیر کا کونسا پہلو ہے اور یہ غلط روایت کیوں ہے۔ اگر یہ غلط روایت ہے تو وہ سلسلے ہی عرف بہادر اور غلط روایت قرار پائیں گے اور لوگوں میں رائج ہیں۔

جماعت اسلامی کے افراد کو ”مسودہ“ کہتے ہیں، ہمیں اس لئے اعتراض ہے کہ ہم اپنے مسلک اور نظام کو کسی شخص خاص کی طرف منسوب کرنے کو بہادر سمجھتے ہیں۔ ”مسودہ“ تو درکار ہم تو اس مسلک کو ”سہمی“ کہنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ یہ تو ”اسلام“ ہے جس کے موجد ہونے کا شرف کسی انسان کو حاصل نہیں۔ اس لئے اسے کسی انسان کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا اگر آپ ہمیں ”موجود“ یا ”موجودیہ“ کہیں گے تب بھی ہمیں وہی اعتراض ہو گا اور ”مسودہ“ کہنے پر ہے۔ مخالف اس کے مرزا صاحب اور ان کے جیسوں نے اپنے مسلک و جماعت کو خود ہی ایک شخص خاص کی طرف منسوب کیا ہے ”اور عوام نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اس شخص کے بھانے اس کے وطن کی طرف انہیں منسوب کر دیا۔ یہ کوئی ایسی عقل اعتراضات نہیں ہے۔ سلسلہ چشتیہ بھی اپنی سلسلہ کے بھانے ان کے وطن کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوا ہے۔ یہی سلسلہ سلسلہ ”مسودہ“ ”سنوہ“ ”شادیہ“ وغیرہ کے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس میں اس سلسلوں کی توجہ کا کوئی پہلو ہے۔ بالفاظ ”مرزائی“ تو جہت اسے میں پسند نہیں کرتا اور میں نے خود بھی اسے استعمال نہیں کیا۔ لہذا یہ کہ کسی نے اپنے سوال میں یہ لفظ استعمال کیا ہو اور میں نے اس کا جواب دیتے ہوئے ”خانیچہ“ اسے استعمال کر لیا ہو۔

(ترجمان القرآن۔ ذی القعدہ، ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ۔ جبر ۱۴۰۵ھ)

توبہ اور کفار

سوال : میں نے ایسے مہمل میں ہمدردی پائی ہے جہاں اچھے بیٹے

(ترجمہ حاشیہ) بھائیوں والی جماعت ”کھوپڑی“ کے نام سے اور کھور والی جماعت ”کھوری“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس وقت کسی کے (میں میں ہی ان میں سے کسی جماعت کو برا نام دینے کا خیال نہ تھا۔

کے جواب سے لے کر زندگی کے ہرے سانس تک ہر بات میں شریعت کی پابندی ہوتی رہی ہے اور میں آپ کالج میں تعلیم پا رہا ہوں۔ بائبل کی اس لہجہ تک تبدیلی سے میں عجیب تکلیف میں چکا ہو گیا ہوں۔ بعض غیر اسلامی حرکت مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں۔ اب بھی ایسی کوئی حرکت ہوئی، خمیر نے ملامت کی اور لفظ سے حق کا طالب ہوں مگر پھر بسے اثرات ڈالنے والوں کے اسرار اور شیطانی ظلم سے ایسی حرکت کا سرکب ہو گیا۔ اس طرح بار بار توہ کر کے اسے توڑ چکا ہوں۔ اب اگرچہ اپنی حد تک میں نے اپنی اصلاح کرنی ہے اور بظاہر قیاس نہیں کہ میں پھر اس گتہ میں چکا ہوں گا لیکن یہ خیال بار بار سنا ہے کہ کیا میرے وہ گتہ صاف ہو جائیں گے جو میں نے توہ توڑ توڑ کر رکھے ہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ توہ توڑنے کا کلام کیا ہے؟ اور یہ کہ توہ کھلی کا علاج کیا ہے؟

جواب : گتہ کا علاج توہ و اصلاح ہے۔ توہ کر کے کوئی طواغیت ہی بار توڑ دے۔ اسے پھر توہ کئی چاہئے اور نئے سرے سے اصلاح کی کو مشق شروع کر دینی چاہئے۔ اس کی مثل ایسی ہے جیسے ایک کوئی کسی پہاڑی راستے پر چلتے ہوئے بار بار کھل جاتے۔ ظاہر ہے کہ اس کے اپنی حلیٰ خصوصاً چمچنے کی صورت یہی ہے کہ وہ طواغیت ہی بار پھلے۔ ہر بار اسے گر کر پھر اٹھنے اور اور چمچنے کی کو مشق کئی چاہئے۔ ہر شخص کھل کر پھر نہ اٹھے اور دست ہار کر دیں چارہ جلتے جلتے وہ گر گیا ہے وہ بھی حلیٰ خصوصاً یہی بنی سیکھ اس طرح انتہائی بھڑی پر چمچنے والا بھی اگر ہر لغزش پر سنبھل جاتے اور راہِ راست پر ثابت قدم رہنے کی کو مشق جاری رکھے تو اٹھ اٹھتی اس کی لغزشوں پر گرفت نہ پڑے گا اور اس کو عفوِ اہرام ہونے سے محروم نہ رکھے گا۔ ہر گتہ کر کے جو لوگ گتہ نگاری کے مقام پر چڑے ہی نہ جائیں وہ ضرور برا انجام دیکھیں گے۔

آپ کے قلب میں اپنی لغزشوں پر براہِ راست و شرمساری کا احساس تو ضرور رہتا چاہئے۔ اور عمر بھر اپنے دہ سے معافی بھی ضرور مانگتے رہتا چاہئے۔ لیکن یہ شرمساری بھی آپ کو اپنے دہ کی رحمت سے بے بس نہ کہنے پائے۔ کیونکہ اس طرح کی بے بسی

اللہ تعالیٰ سے بدگفتی ہے۔ اور اس میں یہ بھی غلو ہے کہ جب آدمی کو سزا سے بچنے کی امید نہ رہے گی تو چھٹکان اسے دھوکہ دے کر ہاسٹی گتھوں کے پتھر میں پھنسی دے گا۔

توبہ کو مضبوط بنانے اور توبہ فحشی سے بچنے کے لئے ایک کارگر نسخہ یہ ہے کہ آدمی عقل نہلا، عقل ہڈے اور صداقت اللہ سے جو ملے یہ چھری گتھوں کا گتھا بھی فحشی ہیں، اللہ کی رحمت کو انسان کی طرف متوجہ بھی کرتی ہیں، اور انسان کے نفس کو انکا طاقت ور بھی بناتی ہیں کہ وہ بڑے مصلحت کا زیادہ اچھی طرح مطالعہ کر سکا ہے۔

اگر توبہ کے ساتھ آدمی نے قسم بھی کھائی ہو اور پھر اسے قہر دیا ہو تو اس کا گتھا داغدار ہے۔ یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھانا یا کپڑے پہنا کر اور اس کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھتے۔

(ترمذی، ترمذی، رمضان، شوال، صومہ۔ عربی، عربی، صومہ)

عورت اور عورت کا جنسی اشتکال

سوال: جن دونوں زنانہ کالہوں کی موسم طحا میں ٹوکیں کے عورت عیب دائمی نکلی رہی ہیں۔ یا موسم طحا کی ٹوکیں کی مدتی غلوس اور بہت کی حدوں سے گزر کر جنسی بہت کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ شرعاً یہ کس درجے کا گتھا ہے؟ یا اصلہ؟

جواب: مولود مولود کی جنسی بہت بنتا یا گتھا ہے، عورت اور عورت کی بہت بھی لگا ہی یا گتھا ہے۔ اعتدالی حیثیت سے جن دونوں میں نہ تو بہت کا فرق ہے اور نہ درجے کا فرق ہے کہ یہ عام فلو خوب لطیف ہو دماغ اور انسان اور غلوں کی عقل میں گھر گھر پہنچا ہوا ہے، اور یہ عقل تصویریں اور فلم جنسی آدمی کے ساتھ مولود کی طرح عورتیں بھی دیکھ رہی ہیں، اور یہ عقل آہستہ آہستہ ہو ریڈیو کی برکت سے بچے بچے کی زبان پر چڑھ رہے ہیں، اور یہ اشتکال مولود جس کو روز بروز اداری سوسائٹی میں نوبل فیصلہ ہو رہا ہے، جن ساری چیزوں نے مل جل کر لوہان مولود کی طرح

نوعوں لڑکیوں کو بھی غیر معمولی ہنسی بھری ہنسی میں جھکا کر دیا ہے۔ شہسولی ہنریت کی ایک بہن ہے جو سینوں میں بڑا کاہی لگی ہے اور بہت سی دھونکیاں ہر کن سے زیادہ اور زیادہ بھڑکنے میں لگی ہوئی ہیں۔ اس کا تہہ یہ ہے کہ جو ہنگام اب تک زیادہ تر مردوں میں پلا جاتا تھا وہ ایک دہائی طرح شریف گھروں کی لڑکیوں اور درسگاہوں کی طالبات اور استاذوں میں بھی پھیلا شہسولی ہو گیا ہے۔ جن خواہش کو زیادہ درسگاہوں کے حالات قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ اس کی عظمت یہ ہے کہ آج لڑکیوں میں جو بے حیائی، بیباکی، جنسی مسائل، کھلی کھلی کھنگھڑ کرنے کی جرأت اور جنسی تعلقات — فطری اور غیر فطری، ہر دو طرح کے تعلقات — کے اظہار و اظہان کی عام جہالت پائی جاتی ہے، چند سال پہلے تک اس کا تصور کیا مشکل تھا اب لڑکیوں میں یہ جیسے عام ہو رہے ہیں کہ کوئی ساہزادی کس استغنی کی متکبر نظر آئے، اور کوئی ساہزادی کس دوسری ساہزادی کے عشق میں جھکا ہے۔ کھانا دانا لہہ راجھوٹا۔

لفظ یہ ہے کہ اس ہنم کی طرف ہر لوگ اپنی قوم کو دیکھ کر کہتا ہے، یہ اپنی اب تک کی کوششوں کے نتیجے سے بھی مطمئن نہیں ہیں۔ انہیں حسرت یہ ہے کہ کمال لڑکیوں کی تعلیم و تربیت دلوں میں مائل نہ ہوئی تو وہ شرقی کے مزید قدم ذرا جلدی جلدی اٹھا سکتی۔

(ترجمان البرکات۔ رمضان، شوال ۱۴۰۵ھ۔ جنرل، بریلی شہر)

ایک گہم غلط کا جواب

سوال: میں نے ایک دوست کو پہچان دیا کہ میں اس سے شادی کروں گا۔ پھر اس کے ساتھ خلاف اخلاقی تعلقات رکھنے میں غفلت و امانت داری سے اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس لڑکی کے خاندان کی عام عورتیں زانیہ اور بدکار ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی ماں بھی۔ اب مجھے خوف ہے کہ اگر میں اس لڑکی سے شادی کروں تو وہ بھی بد چلن وچلت نہ ہو۔ ترجمان البرکات کے ذریعہ سے مطلع کیجئے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: یہ ایک گہم غلط ہے جو ہمیں حل میں دھکیل رہا ہے۔ عموماً گہم غلط

عرب کے متعلق نہیں ہوا کرتے۔ لیکن اس کا عرب اس لئے دیا جا رہا ہے کہ ہٹری
بدست ہوساکی میں اس وقت صحت سے لیا لودھوں ہیں جن کے اندر ساکی کی سی
ذہنیت پائی جاتی ہے۔ خود بدکار ہیں مگر شادی کے لئے کوئی ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو غیبت
ہو۔ جس طرف کو انہوں نے خود گندا کیا ہے اسے وہ سہوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں
اور اپنے لئے کوئی ایسا عرب تلاش کرتے ہیں جسے کسی نے گندا نہ کیا ہو۔

جناب ساکی سے گزارش ہے کہ جس لڑکی کو آپ نے خود شادی سے پہلے
عرب کیا ہے اس کے لئے لب آپ سے زیادہ سونوں کن ہو سکتا ہے؟ اور وہ آپ
سے زیادہ اور کس کے لئے سونوں ہو سکتی ہے؟ آپ کو اپنے لئے نیک چلی لڑکی کہیں
درکار ہے جب کہ آپ خود بد چلی ہیں؟ جب اس لڑکی نے شادی سے پہلے اپنے جسم
کو آپ کے حوالے کیا تھا کیا اس وقت آپ کو یہ معلوم نہ ہو گیا تھا کہ وہ بد چلی ہے؟
پھر آپ کو لب یہ اندیشہ کیوں لاحق ہوا کہ اس کے چل کر وہ کبھی بد چلی ثابت نہ ہو؟ کیا
آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے ملوث ہونا تو نیک چلی ہے اور بد چلی صرف
وہ سہوں سے ملوث ہونے کا نام ہے؟ پھر اس کے غلطیوں کی عوروں پر آپ کا اعتراض
بھی عجیب ہے۔ وہ عورتیں کرام بھی بلکہ بھی ہیں، اسی لئے ہیں کہ آپ جیسے مسخر
اصحاب سے ان کو سلجھائی آتا رہا ہے۔ آپ اگر اس رول پر بعد میں آئے ہیں تو آخر
اپنے بیٹی سونوں کے اہتمام دیتے ہوئے کاروباروں سے اس درجہ غفلت کیوں ظاہر کر لیتے
ہیں؟ برا نہ مانجئے، آپ دھند پا دھند ٹھیک اس خاندان میں پہنچ گئے ہیں جس کے
لئے آپ سونوں تر ہیں اور جو آپ کے لئے سونوں تر ہے۔ کسی دوسرے یا کچھ
خاندان کو عرب کرنے کے بجائے بھڑکی ہے کہ آپ اس خاندان میں ٹھہر جائیں جس
کو آپ جیسے لوگ پہلے عرب کر چکے ہیں، اور جسے عرب کرنے میں آپ کا حصہ بھی
قابل ہے۔

آخر میں محرم ساکی کو قرآن کی دو آیتیں بھی سن لینی چاہئیں۔ پہلی آیت یہ

ہے:

الزانی لا ینکح الا زانیۃ لومشركة والزانیۃ لا ینکح الا زانی

لومشرك و محرم ذالک علی المؤمنین۔ (المائدہ)

ذاتی مو قلع نہیں کیا کرتا مگر ایک دامیہ یا مشرک عورت سے 'اور
 دامیہ عورت سے قلع نہیں کیا کرتا مگر ایک ذاتی اور مشرک اور ایسا کرتا
 مو سٹین پر حرام ہے۔

اس کہت میں "قلع نہیں کیا کرتا" سے مطلب یہ ہے کہ ذاتی مو اس ذاتی
 نہیں ہے کہ اس کا قلع دامیہ یا مشرک کے سوا کسی اور سے ہو۔ اور دامیہ عورت کے
 لئے اگر کوئی شخص سوئوں ہے تو ذاتی یا مشرک مو نہ کہ کوئی موسیٰ صالح۔ دوسری
 کہت یہ ہے:

النَّسَبُ لِلْمُطَهَّرِينَ وَالْمُطَهَّرُونَ لِلْمُطَهَّرَاتِ وَالْمُطَهَّرَاتُ لِلْمُطَهَّرِينَ
 وَالْمُطَهَّرُونَ لِلْمُطَهَّرَاتِ۔

بدکار عورتیں بدکار موہوں کے لئے ہیں اور بدکار مو بدکار عورتوں
 کے لئے۔ اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ موہوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مو پاکیزہ
 عورتوں کے لئے۔

(ترجمہ القرآن۔ راجع القول و راجع الفتاویٰ ص ۷۷۷۔ فتاویٰ نقویہ ص ۱۸۷)

سیای مسائل

ریاست اور حکومت کا فرق

سوال : پاکستان کے تمام حکومت کی شرعی پابندی (قرارداد عہدہ کے ذریعہ) ہو چکے قرار پائی ہے۔ اس کے بارے میں اور ریاست و حکومت میں آپ کا فرق کسے ہیں اس کے بارے میں میرے دل میں شک ہے۔ خود آپ ہی کے الفاظ نے اس مسئلہ کو میرے لئے عجیب و غریب بنا دیا ہے۔ ٹیٹ کی تعریف آپ نے یہاں کی ہے۔

جملہ ایٹم جس کا خروافہ ملری لیون میں ریاست کا لفظ ہے۔ علم سیاسیات کی اصطلاح میں اس کلمہ کو کہتے ہیں جو ایک شخص یا رقبہ کسی میں رہتے وہاں آبادی کو قابضہ طاقت سے بندھ کر رکھتا ہو۔ "پاپاں سنگھ" (حصہ دوم ص ۱۰۱)۔

اگر ایٹم سے مراد وہ کلمہ ہو جو قابضہ طاقت کے وسیعے ہوتا ہو تو پھر ٹیٹ کی بنیاد کی تعریف تو یہ ہو گا کہ ہم اس موجود کلمہ کے معنی میں ہیں جو اس وقت ہمارے ایکٹ کے نام سے ہم پر مسلط ہے۔ کیا اس قسم کی تشریح لیون میں بھی پائی گئی ہے؟

جواب : ریاست اور حکومت کے فرق کو آپ سمجھ اور حوالہ کی مثال سے پہلی سمجھ چکے ہیں۔ ایک کلمے کے معنی مل کر اگر اپنی کسی طاقت کے حلقہ چیل کر لیں کہ اسے سمجھ رہا ہے اور اس فرض کے لئے اسے وقت کر دیں۔ تو وہ سمجھ ہی جائے گی۔ اب اگر اس طاقت کی طاقت سمجھ کے لئے مناسب نہیں ہے اور دانتیں اسے سمجھ کے طور پر غیر کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں تو جب تک اس کے طرز تعمیر میں "ملا" تعمیر نہ ہو تو طاقت اپنی پہلی ہی طاقت رہے گی۔ لیکن یہ صورت حال اس کو سمجھ نہ لے کے غم سے خارج نہ کر دے گی۔ اس سمجھ کا انکشاف مل جاتا جس حلقے کے سپرد کر دیں گے وہ اس کے علم و شعور کو مٹا جائے گا۔ اب اگر وہ اپنی خود رائے سے مل جاتا ہے تو یہ غم کے خلاف اس سمجھ میں ایسے کام کرنے لگے جو سمجھ میں نہ ہوا چاہئیں تو یہ کتنا عجیب نہ ہو گا کہ یہی ہے کہ سمجھ کا سارے کام نہیں ہو رہا ہے اس لئے یہ طاقت سمجھ نہیں ہے۔ بلکہ لیون عجیب یہ کہتا ہو گا کہ یہ حلقہ اس طاقت میں تو اب

سجہ کے خلاف کام کر رہا ہے اس لئے یا تو اسے درست کرنا چاہئے یا ہٹا دینا چاہئے۔
 ملٹی پارٹیاں جب اس ملک کے پٹھوں نے اپنی آنکھیں نہایت سے اس امر کا
 اعلان کر دیا ہے کہ ان کی قومی ریاست اپنی انتظام و ہدایت کے کلیجہ ہو گی تو یہ ایک
 اسلامی ریاست بنی گی اور اس کی دفاعی ہم پر فرض ہو گی۔ اگر اس کی رعایت نہیں کر
 تک ۵۳۳ کے تحت ہے تو یہ سچ اس کو اسلامی ریاست ہونے سے خارج نہیں کر
 دیتی۔ کیونکہ ہم اس کی رعایت بدلنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، اور جب تک یہ فیصلہ عملی
 نہیں ہوئے ہیں سابق رعایت کا برقرار دینا ایک عملی مجبوری ہے۔ سجدہ کے متعلق کی طرح
 اس رعایت کا انتظام کرنے والی حکومت اگر لگاتار طریقے سے انتظام کر رہی ہے تو اس
 کی وجہ سے رعایت کو غیر اسلامی قرار دینے کے بجائے ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ یہ
 حکومت ایک اسلامی ریاست کے انتظام کے لئے سولوں نہیں ہے، لہذا اس کو درست
 کرنا چاہئے یا بدل دینا چاہئے۔

(ترجمان القرآن۔ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

قرارداد مقاصد کی تشریح

سوال: مجلس دستور ساز پاکستان کی حطور کہ قرارداد مقاصد حضرت پاکستان
 میں ایک فتح حسب ذیل ہے:

جواب: ”جس کی مد سے مسلمانوں کو اس کمال ملایا جائے کہ وہ انفرادی
 اور اجتماعی طور پر زندگی کو اسلامی تعلیمات و عقائد کے مطابق جو قرآن
 مجید اور سنت رسول میں حصیں ہیں، ترتیب دے سکیں۔“

اس نام کا اصل تعلق تو دراصل حکومت کے انتظامی امور سے ہے
 کہ وہ اس کے لئے کیا کیا اقدام کرتی ہے۔ قانونی طور پر حکومت کو مجبور
 کرنے نیز اس سلسلے میں غفلت یا عدم تہلک یا معذرت دہانے اختیار کرنے کی
 صورت میں دستور میں کیا کیا (Provisions) ملتی ہیں جس کی یہ مقصد ہونے
 لگا رہا ہے؟ نیز دستوری طور پر حکومت کو اس سلسلے میں غفلت برتنے
 عدم تہلک یا معذرت دہانے اختیار کرنے کی صورت میں کس طرح سے روکا

جائے؟ اور ایک قریبی حکومت کے خلاف حملے کے سامنے اس بات کو
 سامنے کے لئے کیا کیا تدابیر مانی جائیں گی۔

جواب: آپ کے سوالات کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ میں دو بنیادی مسائل
 فیصلوں کو مدد کر دیا جائے جن پر یہ سوالات مبنی ہیں۔

پہلی مسئلہ قریبی حکومت کے سوالات میں پہلی جگہ یہ ہے کہ آپ قرارداد
 عظیمہ کو مکمل طور پر جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور آپ کا گمان یہ ہے کہ اس کی مختلف شعبوں
 کے ہر ایک ایک شعبے اور مضامین میں جن کو پورا کرنے کے لئے ہم ترقیب و دستور
 میں ہر ایک ہر ایک صورت میں توجہ کی جانی چاہئے۔ مگر دراصل یہ قرارداد ایک
 مکمل تقسیم وحدت ہے جس کا بنیاد ہماری ایک مروجہ ایک ہی خطہ ہے اور وہی
 خطہ اور مروجہ اس کی ہر شے کا ہے۔ اس کی کسی شے کو بھی کچھ طور پر ہر شے میں
 پہنچا جاسکتا ہے جب تک کہ ہماری مختلف کامیاب دستور اس قرارداد کے خطہ اور مروجہ کے
 مطابق و مطابقت نہ ہو۔ اور اس کی ہر شے اپنا حق پا سکتی ہے اگر یہ پوری قرارداد اپنی
 اصل مدعا کے ساتھ دستور مختلف کی شکل اختیار کرے۔

دوسری مسئلہ قریبی حکومت کے سوالات میں یہ نظر آتی ہے کہ اگر پوری قرارداد کے
 مسئلہ میں نہیں تو کم از کم قرارداد کی اس شے کے مسئلہ میں تو آپ سمجھ رہے ہیں کہ
 سمجھ رہے ہیں جس میں "حق" "تدارک" کے خطہ فکر سے سمجھ رہے ہیں۔ مگر
 خطے سامنے اصل سوال قرارداد عظیمہ کو اس کے تمام اجزاء سمیت غلط کرنے کا ہے
 نہ کہ اس سے اس کی کسی شے سے (جو اس کی بدولت تمام کرنے کا قرارداد عظیمہ
 ریاست پاکستان کو اصل ریاست (State of Pakistan) کی حیثیت دے چکی ہے۔ اور اس
 نے قریبی طور پر وہ پیکر دہانی بھی حسین کر دی ہے جس پر اس ریاست کی بنیاد قائم
 ہے۔ اس کے بعد ہر کام میں کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی مختلف کامیاب دستور اس طرح
 مرتب کریں کہ اس کے تحت ہر حکومت ہے اس کا سارا نظام اس پیکر دہانی کو بخند
 کرنے والا ہو۔ یہ کام اگر ہم نے کچھ طور پر کر لیا تو قرارداد عظیمہ کی ہر شے اس
 بنیادی پیکر دہانی کے مطابق ہر شے عمل میں لے کر "اور اس صورت میں کسی خاص شے
 کے لئے ایک تفصیلات کی ضرورت نہ رہے گی۔ بلکہ سب کے لئے وہی تفصیلات کافی

ہوں گے جو پارٹے دستور کی مخالفت کے لئے ہر دستور میں رکے جاتے ہیں۔

ان غلط فہمیوں کے رفع ہو جانے کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حق شن (۱۹۷۱ء) کے لئے تفصیلات تجویز کرنے آگئی تھیں تھیں ہے نہ اس طرز پر سمجھنے سے ہم کسی گج جیسے، تخیلی سمجھتے ہیں۔ اس کے چلنے میں یہ دیکھا جائے کہ ہم نے قرارداد متعدد میں جس آئینہ کاری کو اپنی حکمت کی بنیاد قرار دیا ہے وہ چلنے خود کیا ہے۔ اس کا اس قرارداد کی مختلف شقوں کے ساتھ کیا تعلق ہے اور اس کو دستور میں جوت کرنے کی صورت کیا ہے۔ اس جج کو اگر اچھی طرح سمجھ کر وہم و گہم دستور میں ٹھیک ٹھیک جوت کر دیا جائے گا تو قرارداد متعدد کی دوسری شقوں کی طرح حق شن (۱۹۷۱ء) کے غلطہ کو بھی جدارہ سدا نظام حکومت بحیثیت مجموعی پر داکرے گا اور اس کے لئے ایک ڈیپارٹمنٹ (Department) کی مدد کم ضرورت پڑی رہے گی۔ لیکن اگر ایمان نہ ہو گا تو پھر غلطہ آپ سمجھنے ہی تفصیلات تجویز کریں اور مذاکرہ کی کئی ہی صورتیں دیکھ دیں، نظام حکومت کی پوری مشینیں اس جھوٹ کے خلاف چلنے کی جیسے حق شن (۱۹۷۱ء) میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱۰) قرارداد متعدد جس آئینہ کاری پر مبنی ہے اس کا اقرار و تصدیق اس قرارداد کے دہانے میں کر دیا گیا ہے اور نہ حسب ذیل اصول (۱۹۷۱ء) کی مشینیں ہیں۔
 اول یہ کہ "حاکمیت برادری لائٹ" پر صرف اللہ وحدہ لا شریک کی ہے۔ اس کے سوا کسی اور کی حاکمیت نہیں ہے۔ اور پاکستان کی حاکمیت بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے۔ کوئی طاقتور "فرد" "نسل" "قوم" یا "پشتو گن پاکستان" کا مجموعہ اس حاکمیت کا جانی نہیں ہے۔

دوم یہ کہ ریاست پاکستان کو ہر اقتدار حاصل ہے وہ لفظ تعالیٰ کا تعریف کرنا ہے۔ اور اس کی طرف سے ایک مستند لفظ "Sovereignty" کی حیثیت رکھتا ہے۔ نہ سوائے اللہ ہی اس کے سوا کسی اور کی یہ ریاست اپنے لئے مستقل ہدایت اقتدار کی مدد نہیں ہے بلکہ وہ اس حکمت میں اصل اقتدار اپنی اپنی اپنی دہائیوں کی جانب "قلید" اور ان کی حیثیت سے ہم کرتے ہیں۔

ہم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اقتدار اپنی ریاست کے عکسوں کو براہ راست نہیں سونپ دیا ہے بلکہ "پاکستان کے ہاتھوں کے درپے سے سونپا ہے۔" بلکہ دیگر اس ذات اقتدار کے طور پر اس خلافت و خلافت کے اصل حامل مسودہ پاکستان ہیں اور وہی اس اقتدار کو حق لوگوں کے حوالے کریں گے جنہیں وہ ریاست کا انتظام چلانے کے لئے پسند کریں۔ یہ حق اسلامی جیسوئٹ کو ایک طرف مسلمانی طرز کی (ایجوکیشن) سے لیکر کر دیتی ہے اور دوسری طرف عیسائی تہذیب کی ہے۔

چہاں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ریاست پاکستان کو اس کے ہاتھوں کے ارمی سے جو اختیارات سونپے ہیں وہ اس لئے سونپے ہیں کہ "وہ حق کو اس کی حق کی ہولی حدود کے اندر استعمال کرے۔" اب یہ ظاہر ہے کہ ہم کو اللہ کی حق کو حدود کا علم اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی ہدایت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے لاکھ اس قریب کا خیال یہ ہے کہ ریاست پاکستان اپنے حق طرف اختیارات کو قرآن و سنت کے مطابق حدود اللہ کے اندر استعمال کرنے کی پابندی ہو گی۔ حق حدود سے تجاوز کرنے کا اسے حق نہ ہو گا۔ یہ ہے وہ تکلیف دہی جس پر اپنی ریاست کی بنیاد رکھنے کا ہم فیصلہ کر چکے ہیں۔ لازم ہے کہ اسی پر ہمارے دستور کی بنیاد رکھی جائے۔ لہذا اس کے ٹھیک ٹھیک تحت کرنے کی کج آہنی صورت یہ ہے کہ ذمہ ترقیب دستور کی ہر مشعل و نعلت میں اس بنیادی عقیدے کے چاروں نہ کوہ ہلا اجزاء کو واضح اور غیر مشتبہ زبان میں بیان کر دیا جائے۔

(۲) بنیادی عقیدے کی تشریح و تفسیر کے بعد قرارداد مقاصد اس عملی نظام کی تشریح کرتی ہے جو اس عقیدے پر بنایا جائے گا۔ یہ نظام حق جسے اسلام پر مشتمل ہے۔

لیک: وہ ہر عام حق مسلمات سے حاصل ہے۔
 "ہر" وہ ریاست کی مسلمان اکثریت سے حاصل ہے۔
 "تہران" وہ ریاست کی غیر مسلم اقلیت سے حاصل ہے۔

قرارداد مقصد کے دیسے نے یہ بات پہلے ہی طے کر دی ہے کہ جن
 تینوں اجسام کے بارے میں جس قدر بھی دستوری تفصیلات مرتب کی جائیں گی
 وہ اتنا اسی پہنچاؤ دیتی رہتی ہوں گی جو اس دیسے میں جان کی گئی ہے۔ جن
 میں سے کسی جز کے بارے میں بھی کوئی ایسی دستور سازی ہائز نہ ہو گی جو
 اس انسان کو بنیادی عقیدے کے خلاف ہو۔ جو لوگ دستور سازی کے کام
 میں کسی طور پر حسرت سے رہے ہوں جن کا فرض ہے کہ اس بات کو پوری
 دلاوری کے ساتھ غور و تحقیق اور اپنے شرکاء کار کو اس واسطے سے پہنچانے

دیتے۔

(۳) عام عملی معاملات کے بارے میں قرارداد مقصد کی متن (ب) یہ طے کرتی
 ہے کہ دستور ملکیت کی ترتیب میں "جمہوریت" آزادی" مساوات" دلاوری
 اور انسانی عدل و انصاف کے جن اصولوں کی پوری طرح پوری کی جائے گی جو
 اسلام نے ہم کو بتائے ہیں۔ "نیز متن (د) یہ بھی طے کرتی ہے کہ زیر ترتیب
 دستور میں پانچوں ملک کو چند بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی جن میں
 خاص طور پر یہ حقوق شامل ہوں گے۔ "سرپرست اور مواقع کی مساوات۔ قانون
 کی نگاہ میں سب افراد کا یکساں ہونا۔ تہذیب و معاشی اور سیاسی انصاف۔ خیال
 بیان، عقیدہ، ایمان، مہارت اور لائق کی ایسی آزادی جو قانون اور اخلاق عامہ
 کے تابع ہو۔"

جن سب امور کے بارے میں یہ ضروری ہے کہ پہلے جمہوریت
 آزادی" مساوات" دلاوری اور انسانی عدل و انصاف کے اسلامی مضامین کو
 اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ پھر جن کو دستور کے مختلف ابواب اور دفعات میں
 حسب موقع قبضہ کیا جائے۔ پھر جن کو دستور کے مختلف ابواب اور دفعات میں
 حسب موقع قبضہ کیا جائے۔ یہ اصطلاحات دنیا کے بہت سے فکری نظاموں میں
 مشترک ہیں۔ مگر ہر ایک میں جن کے مضامین و سرے نظاموں سے الگ
 ہیں۔ اشتراکی جن کو کسی سٹی میں مستقل کرتا ہے "مبنی جمہوریتوں کے جیسی
 جن کے ہر اور سٹی لیتے ہیں اور اسلام میں جن کے سٹی کچھ اور ہیں۔ ہم کو

ہن کی تلف تعمیرات میں سے لانا وہ تعمیر اختیار کرنی ہے جو خاص اسلامی ہو۔ اور ہن تعمیرات سے پتا ہے جو اسلامی تعمیر کے خلاف دوسروں کے ہن رائج ہیں۔ مثل کے طور پر اسلام میں وہ سرے عظمت فکر کے برعکس جسوت مطلق اعلان نہیں ہے بلکہ حدود اللہ کی پابندی ہے۔ اس لئے اسلامی پارلیمنٹ نہ تو کثرت رائے سے اور نہ بدعت کوئی ایسا قانون بنا سکتی ہے جو خدا اور رسول کے احکام سے ٹکرا آئے۔ قانون سازی کے معاملہ میں اس کی آزادی صرف مباحث تک محدود رہے گی۔ رہے وہ معاملات جن میں کسی نہ کسی طرح کے شرعی احکام موجود ہیں تو ہن میں وہ لانا ضروری کتاب و سنت ہی سے مسائل کا استنباط کرنے پر مجبور ہو گی۔ ہمارے دستور کے باب قانون سازی کی اولین دہ میں اس مضمون کی تصریح جتنی پابندی اور اس کے ساتھ ایک خاص مدت بھی اس فرض کے لئے مقرر کی جاتی ہے کہ اس کے ساتھ ایک خاص مدت بھی اس فرض کے لئے مقرر کی جاتی ہے کہ اس کے بعد اور بعد انگریزی دور کے وہ تمام قوانین منسوخ یا تبدیل کر دیئے جائیں گے جو احکام خدا و رسول کے خلاف اسلامی ملکیت میں رائج ہیں۔

اسی طرح بنیادی حقوق کے معاملہ میں بھی ہم کو دوسروں کی تقلید نہیں کرنی ہے بلکہ اپنے شہریوں کو وہ حقوق دینے ہیں جو خدا اور رسول کی شریعت نے ہن کو دیئے ہیں۔ اور ہن کے حقوق پر وہ پابندیاں عائد کرنی ہیں جو اسلامی قانون اور اسلامی نظام انصاف نے ہن پر عائد کی ہیں۔ جو آزادی اسلام اپنی ملکیت کے شہریوں کو نہیں دیتا وہ ہمارے دستور میں ہن کو ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ تو وہ تمام دہا میں ہن کو دی گئی ہو۔ اور جس آزادی سے اسلام نے ہن کو ہر دور دیا ہو ہم اسے سلب کرنے کی کوئی گنجائش اپنے دستور میں نہیں رکھ سکتے۔ خواہ دہا کے دوسرے دستوروں میں ایسی گنجائش کتنی ہی فراغ دہا سے رکھ دی گئی ہوں۔ خلا اسلام اپنی ملکیت کے کسی مسلم شہری کو یہ آزادی نہیں دیتا کہ وہ اس ملک کے بعد رہے ہوئے اپنا دین تبدیل کرے یا اہل دین کی بھائی کو دین سے انکار کرے یا فاضل و مفکران کا مطالبہ مرگب ہو اور

انعام خدا و رسولؐ کی کھلے بندوں خلاف ورزی کہے۔ لہذا شخص آزادی کی یہ تفسیر جو سرے دستور میں چاہے تھی بلکہ بھی پائی جاتی ہو، ہم کو اپنے دستور میں صاف صاف اس آزادی کی نفی کرنی پڑے گی۔ بخلاف اس کے دنیا کے بعض دستور میں ایسی گنجائش رکھی گئی ہے جن کی بنا پر حکومت ایک شری کی آزادی اس کا جرم جہت کے بغیر اور اس کو معافی کا موقع دینے بغیر سلب کر سکتی ہے۔ لیکن اسلام کسی حال میں اس کی اجازت نہیں دیتا اس لئے ہمارے دستور میں ایسی کوئی گنجائش نہیں رکھی جاسکتی۔

(۴) ریاست کے مسلم شعبوں کے مسئلہ میں قرارداد مناسبت کی فوق (۵) یہ طے کر لی ہے کہ زیر ترتیب دستور میں "مسلمانوں کو اس قائل بنانا چاہئے تاکہ وہ انفرادی طور پر اپنی زندگی کو ان اسلامی تعلیمات و مشقیات کے مطابق" جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں "مستند کر سکیں۔" اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دستور میں مسلمانوں کی مدد تک حکومت کے ذریعہ فرائض واضح طور پر مانگ سکے جائیں تاکہ ان کی اہم دینی سے متعلق کرنے کی صورت میں اس سے موافقہ کیا جاسکے مثلاً کے طور پر حکومت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ :

وہ اس ملک میں ایسا نظام تعلیم رائج کرے جو اللہ و سہ دینی کے رہنمائی سے پاک ہو، جس کے ماتحت علم کے تمام شعبوں میں اسلامی کنٹرول و نگرانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہو، اور جس میں مسلمانوں کے لئے قرآن و سنت کی تعلیم لازمی ہو۔

وہ اس ملک میں اہمیت سنوہ اور ایسے ذکاوت کا انتظام کرے۔ حج کی تنظیم کرے، اور مسلمانوں کو انعام اسلامی کا پابند بنائے۔
وہ مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی کو ان برائیوں سے پاک کرنے کا انتظام کرے جو قرآن و سنت میں ممنوع ہیں۔

وہ تشعب و تفرق اور معاشرت و صحافت کے تمام شعبوں میں ان اصولوں کی پابندی ہو اور اپنے اسلامی پروگرام کو ان اصولوں پر قائم کرے جو

اسلام نے قائم ہے۔

۱۰ سرکاری نظام یا سرِ مٹی میں ایسے طریقوں کو رد کر دینے سے باز رہے جن سے مسلمانوں کی اخروی و دنیوی زندگی کا قرآن و سنت کی بجلی ہوئی رہے۔

(۱۱) غیر مسلمانوں کے بارے میں قراردادِ متحدہ کی شق (۱) یہ طے کرتی ہے کہ ریاستِ پاکستان کے دستور میں ۳ قیامی کے لئے اس امر کی کوئی گنجائش نہ رہی جائے گی کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کی بڑی اور اس پر عمل کر سکیں اور اپنی مذہب کو نشوونما دے سکیں۔ نیز شق (۱) میں یہ اطمینان دیا گیا ہے کہ ۳ قیامی، جس میں اور پست طبقوں کے ساتھ مل کر حکومت کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ یہ دونوں قسمیں ایک ہی ہیں۔ اسی مذہب کی تبلیغ ہیں جس میں حکومتِ پاکستان کے بنیادی مقصد کی ترقی کی گئی ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں بھی ہم دنیا کی غیر دینی جمہوری ریاستوں کی نقل نہیں کر سکتے بلکہ ہم کو ایک ایک اسلامی اصولوں کی پابندی کرنی ہو گی۔ ہم غیر مسلموں کو وہ سارے حقوق دیں گے جو اسلام کے دستوری اصولوں نے ان کو دیے ہیں، خواہ دنیا کی دوسری ریاستوں نے ایسے حقوق اپنی اقلیتوں کو نہ دیئے ہوں۔ اور ہم ان کو ایسا کوئی حق نہ دیں گے جو اسلامی دستور کے احکام اور روح کے خلاف چلا ہو، خواہ وہ دنیا کی جمہوریتوں میں اقلیتوں کو دیا گیا ہو۔ یہ مسئلہ یہ کہ جیسا کہ سوال سے غیر حلقہ ہے اس لئے اس پر کچھ زیادہ تفصیلی اظہارِ خیال نہیں کر سکتے۔ اور ایسے بھی اب اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان مسلمات میں اس سے پہلے اس کے حلقہ حلال نہیں ہو سکی ہیں۔

(ترجمہ انگریزی۔ شعبان لکڑی، ترجمہ ۱۳۵۵ھ۔ جلد اول تا اخیر صفحہ ۱۰)

۱۔ ملاحظہ ہو اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق۔ ترجمہ حوالی مسعودی اور مسعودی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق۔ ترجمہ حوالی مسعودی اور مسعودی۔

تدوین قانون میں اکثریت کے مسلک کا لحاظ

سوال : کہپ نے غلطی کیوں کیا ہے یا کہا ہے کہ ملک میں فقہی مسلک کے لحاظ سے جن لوگوں کی اکثریت ہو گی 'قوانین انہی کے فیصلوں کے مطابق بنائے جائیں گے اور غلیل گروہوں (مثلاً پاکستان میں اہل سنت کے باغی گروہ) شیعہ اہل حدیث اور شیعہ و غیرہ) کے لئے یہ عمل لازم کی گمانش رکھی جائے گی۔ اگر کہپ کا خیال یہی ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثریت اپنے مخصوص مسلک کے نتیجہ وار قوانین بنائے گی ہزاروں کی ہزار ہزار ہجرتوں کے امکانات پر مبنی ہوں گے 'یا آپ کی مراد یہ ہے کہ اکثریت سابقہ ضروریات کے بجائے عمل کتاب و سنت کا ہے نیز مسلمان کسے کی اور جن مذاہب پر پہنچے گی انہی کو قانونی حوالہ حاصل ہو جائے گا پہلی صورت میں قوانین کا لحاظ کتاب و سنت کے بجائے فقہائے کرام کی کتاب حدود و ہول ہوں گی۔ لیکن یہ طریق شیعہ اسلامی حکومت کے حوالہ کے معنی ہیں۔ دوسری صورت میں جن قوانین کا لحاظ کتاب و سنت ہی ٹھہرے گا لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ مخصوص تعلقہ کی جمل اکثریت مخصوص ذاکر کو چھوڑ کر کتاب و سنت کا مسلمان کسے کی اور اس میں مروجہ فکر نظر اور مسلکی صحیحیت و صحت و عقل نہ ہو گی۔ اس تشکیل کے انداز سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ فقہائے ہجرتوں کے افکار علیہ سے اختلاف نہ کیا جائے صرف چند الجھنیں ہر زمان میں پیدا ہوتی ہیں 'ان کا حل مطلوب ہے۔

جواب : میں نے جو چیز عرض کی ہے وہ صرف یہ ہے کہ قوانین کی تدوین و ترتیب کے لحاظ میں جن ترجیح اس مسلک کو حاصل ہو گا جس کے حق میں اکثریت ہو۔ اس لئے کہ یہاں ایک قائل عمل صورت ہے۔ وہی یہ بات کہ اکثریت قوانین کی تدوین میں فقہ ہجرتوں کی فکر ہے اور کئی ہے یا نہ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتی ہے 'تو اس کا لحاظ کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ تو جسور کے لٹا کھڑے ہی بن کر کریں گے۔ تمام میرے نزدیک اس امر کا امکان ضرور موجود ہے کہ جب تک ملک میں اسلامی قوانین کی تعلیم اور ان کے فہم کے لئے لوگوں کی ذہنی تربیت ملے نہ ہو جائے

کی ایک دو مہینوں اور ایسا ہیچیز گزرتے گا جس میں لوگوں کے طرز عمل میں اضطراب پیدا ہونے لگے ہو سکتا ہے کہ کبھی وہ فقہ سے اختلاف کریں اور اس میں کوئی ہنجلی نہ ہو۔ اور کبھی وہ کتب و سنت سے اختلاف کریں اور اس میں بھی کوئی ہنجلی نہ ہو۔ "بلوغ" کا دور آنے سے پہلے اکثر کار ہیں یہ صورت پیش آتی مگر یہ ہے "اسے برداشت کرنا ہی ہو گا آگے چل کر انھیں ملطی رسوم اور ذاتی ہنجلی پیدا ہو جائے گی۔

(ترجمہ الترکب فیہی "ارسلان محمد - سنی" جون ۱۹۵۳ء)

کیا عربی پاکستان کی قومی و سرکاری زبان بن سکتی ہے؟

سوال: ایک صاحب کا انگریزی مضمون ارسال خدمت ہے "جو اگرچہ مسلم لیگ کے نقطے میں ہیں لیکن اسلامی نظام حکومت کے لئے کوئی اچھا رہنما ہے اور دل سے چاہتے ہیں کہ اسلام کے خلاف کے مطابق تبدیلی آنے کی نالی یہ ایک خاص مسئلہ ہے۔ مروجہ ہیں۔ یعنی اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کر رہے ہیں کہ پاکستان کی سرکاری نئی زبان ہونے دستور میں قرار پانے والوں کے دلائل کا جائزہ لے کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

"پاکستان کی قومی زبان کے مسئلہ کا فیصلہ مستقبل قریب میں ہونے والا ہے۔ میری افواہ یہ ہے کہ آپ عربی زبان کے حق میں آواز بلند کرنے پر پوری توجہ صرف کریں۔ یہ مسئلہ اسلام اور پاکستان کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے" اور اگر آپ میری ان سطور کو اپنے سو قریب سے میں شائع فرمادیں تو میں بہت شکر گزار ہوں گا۔

عربی زبان تمام اہل یعنی قرآن شریف کی زبان ہے اور قرآن شریف ہی ہر مسلم کا دامن دار ہے۔ اس لحاظ سے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے عربی سمجھنا ضروری ہے۔ بخیر اسلام ~~میں~~ کے ارشاد کے بموجب عالم آخرت کی زبان بھی عربی ہو گی۔ پھر اسلام کے سارے سہیل روایات کے طے پانہ عربی ہی میں ملتے ہیں۔

بھائے خود عربی زبان دنیا کی ذمہ گیر کا استعمال اور وسیع اعتراف

زبانوں میں سے ہے۔ ہر عرب، شیعہ و سنی اور اہلحدیث کی تمام اسلامی حکومتوں اور بچہ روم کے آس پاس پورے پورے بعض علاقوں کی جو اکثریت کے لحاظ سے مسلم علاقے ہیں، اپنی ہی سرکاری اور قومی زبان ہے۔ عربی قرآن شریف کے واسطے سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی زبان سے زبانہ تعداد مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک یہ قبول پاکستان اپنی سے نکلا ہے۔

عربی زبان پر حیثیت ایک تہیٰ زریعہ رہا کے وسیع استعداد رکھتی ہے اور ہر قسم کی خاکسار فنی اور عام اصطلاحات و سہولت کو اپنے اندر جذب کر سکتی ہے۔ اردو اور فارسی کو بھی اس معاملے میں پیشتر عربی کا دست نگر ہونا چاہیے۔ جیسا کہ زلمی حسین گورنر ایشیٹک انک پاکستان نے عربی کو پاکستان کی سرکاری زبان بنانے کی دعوت دیتے ہوئے زبان و ثقافت سے بتایا تھا۔

ساری دنیا کے مسلمانوں کا جدا ایک ہے جن کی اپنی کتاب ایک ہے اور وہ یہ حیثیت مجموعی ملت واحد ہیں۔ لہذا بالکل اسی طریقہ ان کی قومی زبان بھی ایک ہے۔ یعنی عربی — عربی چاہئے۔ چاہے وہ کسی مختلف زبانیں بولتے ہوں۔ ملت اسلامیہ کی ترکیب کا دار و مدار ہی عربیات میں یک جہتی پیدا ہونے پر ہے۔

قرارداد متعدد پاکستان کے دستور کا اصل لا مصل قرار پانگی ہے اس کے تحت بنیادی اصولوں کی سمجھنے نے بالکل بجا طور پر مسلمانوں کے لئے قرآن کی لازمی تعلیم کی سفارش کی ہے۔ خود یہ سفارش حلقی طور پر عربی زبان کو پاکستان کی قومی زبان بنانے کے لئے کو لازم قرار دیتی ہے۔

اس فیصلے سے پاکستان کے ہر حصے کے مسلمانوں میں ایک روح نازہ داڑ جائے گی اور پھر یہ چھ پاکستان — دنیا کی عظیم ترین مسلم مملکت — کو ملت اور عالم اسلام کی سیاسی تنظیم میں شکایاں شکن حصہ لہا کرنے اور ممتاز مقام حاصل کرنے کی ضمانت ہو گی۔ یہ اس صورت میں ناممکن ہے جبکہ کسی اور سری زبان کو قومی زبان قرار دیا جائے۔

سرکاری زبان کو بدلنے کا مسئلہ بڑا بھاری مسئلہ ہے۔ انگریزی زبان کو محدود حلق میں سرکاری زبان کی حیثیت سے اپنی جگہ پیدا کرنے میں کمی مل گئی۔ اب پاکستان کو اپنی ہی سرکاری زبان اختیار کرنے کے لئے بھی وہی صورت پیش آئے گی۔ چاہے وہ کوئی ہی زبان بھی ہو۔ ہمارے لئے اب تین مصلحتیں ہیں کہ ہم فارسی اور انگریزی سے کام لیں اور اس زبان کے حق میں ٹھوس کریں جو انگریزی سرزمین کے لئے زیادہ سے زیادہ راس آئے والی ہے اور پچھلے نکلے ہوئے کے زیادہ مفید ثابت ہونے والی ہے۔

معنی زبان 'ملاہٹ' 'شیخوگرانی' اور چمپ کے پہلو سے خوب اچھی طرح فروغ پانچ سو تین رکعتی ہے۔ بھاری زبانوں کو درکار رکھ کر دیکھا جائے تو مسلمان عوام و سری زبان کے مقابلے میں معنی کے لئے بنیادی جذبہ احترام رکھتے ہیں۔ ہمیں ابھی بھی عوام کے جذبات کو بظاہر ادا نہ کرنا چاہئے۔

پھر جبکہ مسلم مملکت — جو زبان تو معنی بولنے والے ہیں — کا حصہ پاک بولنے کی انجیم پیش نظر ہے 'تو پاکستان معنی کو اپنی سرکاری زبان قرار دے کر اس مسئلہ میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لئے زیادہ بہتر کام پیدا کر سکتا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان مملکتوں کی فکروافزہ اگر کوئی زبان ہے اور ہو سکتی ہے تو وہ صرف معنی ہے۔

پھر ہر مملکت کی تقویہ جی اسلام کی پانچ بنیادی مہذات میں سے ایک ہے جو یہ حیثیت ایک فریضے کے دنیا بھر کے ہی استقامت مسلمان سرانجام دیتے ہیں۔ مسلمان جی اور مسلمانوں کی و سری جنگی کائناتوں کے موقع پر کسی وقت اور غیر ضروری خبیث کے بغیر تمام مسلمان مملکت کے درمیان خیالات و افکار کا چولہ اور کاروباری تعلقات کا انتظام معنی زبان بولنے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔

پھر یہ کہ عصر 'شام اور ایٹن کے جیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ہمارے غیر مسلم ہم وطنوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کہ پاکستان کی

سرکاری زبان مہی ہو۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اردو کو مہی پر ترجیح دیں۔
 جب کہ ان کو مثل طور میں ہندی کے خلاف اور ہاشی میں انگریزی کے
 خلاف کوئی شک نہ پیدا ہوئی۔ مہی زبان پاکستان کی سرکاری زبان قرار پا کر
 پاکستان کی علاقائی زبانوں میں کے رسم الخط اور مستعمل میں صحیح خطوط پر ان
 کے ارتقاء کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ظاہر ہے مہی زبان اختیار کرنے سے پاکستان بھر میں ہندو بچوں
 کے لئے تعلیمی پرچہ میں زبانوں کی آجائے گی۔ کہیں کہ اس صورت میں ان
 کے لئے صرف اپنی ہندی زبان کی تعلیم حاصل کرنا لازمی ہو گا۔ اور مزید
 کسی زبان کو سیکھنا چاہیں تو یہ ان کا اپنا اختیار ہی مسئلہ ہو گا۔ اردو یا کسی
 دوسری علاقائی زبان کو اگر پاکستان کی قومی زبان بنایا گیا تو ان کے کندھوں پر
 سہ گونہ بار آ پڑے گا۔ کیونکہ مہی تو ہر محل میں مسلمان غلاموں میں گھڑے
 طور پر پڑھی جائے گی۔

برعکس اس کے اگر خاص جمہوری نقطہ نظر سے پاکستان کی زبان کا
 تعین کیا جائے تو پھر پھر جو پاکستان کی جاتی صد آبادی کی زبان ہے، اپنے
 آپ کو خود کے لئے سب سے پیش پیش رکھنے کی مستحق ہے۔ اردو ایک
 محدود گروہ میں بولے جانے کی وجہ سے سندھی، پنجابی اور پشتو سے زبان
 بھل لگتا نہیں ہو سکتی جن کے بولنے والے اپنی بولیوں سے بہت کم بہت
 نہیں رکھتے۔ اس کا لحاظ رہے کہ اردو پاکستان کے کسی صوبے میں خصوصی
 طور پر نہیں بولی جاتی۔ اور یہی مہی زبان ہی اس کا وسیلہ ہو سکتی ہے
 کہ ہم ہر دو خطوں کے لوگ پاکستانی وحدت اسلامیہ کے وسیع مفادوں کا لحاظ
 کرتے ہوئے اپنی علاقائی زبانوں کی علم ہندوئی سے دست بردار ہو جائیں۔

جواب : مسلمانوں کے لئے مہی زبان کی تعلیم کا اہل فکر ہے۔ ہم خود یہ چاہتے ہیں
 کہ مہی زبان ہی کو نہیں بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کو بھی ملک کی تمام درسگاہوں میں
 لازمی کر دیا جائے۔ ہمیں مہی کی میں ہاتھوں اور میں اسلامی تعلیم بھی معلوم ہے۔ اور
 اس کا لحاظ رکھنا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اس کے لئے

دلیل میں شرمیلی جا سکتی کہ پاکستان کی قومی زبان یا سرکاری زبان مبنی قرار دی جائے۔ ایک ملک کی قومی اور سرکاری زبان صرف وہی زبان ہو سکتی ہے جس کو اس ملک کے عام باشندے ملک کے ہر حصے میں جانتے اور سمجھتے ہوں۔ یہ درجہ مبنی کو سہولت حاصل نہیں ہے نہ یہ درجہ اسے آسانی کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس کی کوششوں کو دیکھیں تو ایک صدی تک انگریزی حکومت نے ہندوستان میں اپنی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج کرتے ہی صرف کیوں اور پھر یہ دیکھیں کہ ملک کی جدائی سے قبل سے زیادہ انہی کو وہ انگریزی سمجھنے کے قابل نہ ہو سکی تو صاف معلوم ہو جاتے گا کہ ہم انگریزوں سے کم تر کم دس گنی زیادہ کوشش کر کے آئندہ ایک صدی میں اس ناکامی کو بھیجیں گے کہ مبنی زبان کو مبنی ایک کھلی زبان بنادیں۔

اس کے برعکس اردو زبان کو یہ حیثیت بہت جلد ہی ملے گی۔ پہلے ہی سے حاصل ہے۔ مبنی تک مبنی پاکستان کا قیام ہے یہ زبان اس کے ہر حصے میں لکھی جاتی ہے۔ اور سربہ 'کلمہ' 'شعبہ' 'لہجہ' اور 'انجمن' کے لوگ اب بھی انہی میں ملتے ہیں۔ انہی زبان استعمال کر کے ایک دوسرے سے جملہ میل کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دوستوں کے گھر میں لہجہ ان کے اجنبی سربہ یا لہجہ زبانوں کے سامنے اردو میں تقریر کی اور پہچنے یا معلوم ہوا کہ وہ تقریر کو بالکل سمجھ گئے ہیں۔ میں نے انہی پر صدمہ صدموں کے سامنے بھی تقریر کی ہے کہ وہ بھی میری بات یا آسانی سمجھتے رہے۔ سربہ میں تو آزاد قومی طاقتوں تک کے لوگ انہی طرح اردو سمجھ اور بولتے ہیں۔ پاکستان پاکستان تو مجھے ابھی تک بولنا درست وہاں کے حالات کا علم نہیں ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ مبنی پاکستان کے برابر نہ سہی 'تمام وہاں کے مبنی عام باشندے انگریزی اور مبنی دونوں کی بہ نسبت اردو سے زیادہ شگفتا ہیں۔ ایک اردو بولنے والا قومی مشرقی بنگلہ کے کسی حصے میں بھی اس قدر انہی نہیں ہو سکتا جس قدر انہی ایک ایسا شخص ہو سکتا ہے جو صرف انگریزی یا صرف مبنی جانتا ہو۔ اور اسی طرح مشرقی پاکستان کا ایک عام قومی مبنی پاکستان آکر جس زبان کے ذریعے سے یہاں کے عوام سے بات چیت کر سکتا ہے وہ نہ انگریزی ہے نہ مبنی بلکہ صرف اردو ہے۔

یہ حیثیت اردو کو اس وقت بھی حاصل تھی جب کہ یہ زبان ابھی سرکاری زبان

میں قرار پائی ہے۔ اب اگر اسے سرکاری زبان قرار دے کر اس کی ترویج کے لئے کوٹھل کی جیسے تمام قسم کے سخت کے ساتھ بہت کم وقت میں اسے بکام کر سکتے ہیں کہ یہ طریقہ من تمام ضرورتوں کو پائنتی پرہا کر سکتی ہے۔ یہ ایک قوی اور سرکاری زبان سے وابستہ ہوئی ہے۔

مجھے صاحب مضمون کے اس خیال سے اتفاق نہیں ہے کہ اگر پاکستان کی سرکاری زبان کا انتخاب محض جمہوری بنیاد پر کیا ہے تو پھر بھل کا حق مرع ہے۔ کیونکہ یہ ۶۰ فی صد پاکستان کی زبان ہے۔ محض سولہ کو کسی مسئلہ کا فیصلہ کرنا جمہوریت نہیں ہے۔ سولہ یہ ہے کہ بھل ہو یا پشتو یا پنجابی یا سندھی یا سن میں سے کسی زبان کو بھی اس حالت میں قوی زبان کیسے بنایا جاسکتا ہے جبکہ اس زبان کے بولنے والے اور بگٹے والے صرف اپنے علاقوں تک ہی محدود ہیں۔ اور دوسرے علاقوں کے لئے یہ زبانیں اتنی ہی اچھی ہیں جتنی دھاک کی کوئی دوسری زبان ہو سکتی ہے؟ ہم جس زبان کو قوی زبان بنانا چاہتے ہیں وہ پاکستان کے کسی حصے کی بھی مادری زبان نہیں ہے۔ مگر پاکستان کے ہر حصے میں کم و بیش عام لوگ اس سے واقف ہیں اور مختلف صوبوں کے موسم بھی میل جول میں اس کو استعمال کرتے اور کر سکتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں د بھل کو ترجیح دی جاسکتی ہے کہ پنجابی کو نہ سندھی کو یا پشتو یا گجراتی کہ اگر سرکاری ہی فیصلہ کرنا ہے تو اس لحاظ سے کہنے کہ کسی زبان کے بگٹے والے پاکستان میں سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

بلاشبہ یہ مشکل بہت دور درستی ہے کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو بھل زبان ملانی زبان کی حیثیت سے سمجھنی ہو گی "مٹی دینی زبان کی حیثیت ہے" انگریزی میں قانونی ضرورتوں کے لئے "اور پھر اسے سرکاری زبان کی حیثیت سے ہم اس مسئلے میں من کی مشکلات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن یہی مشکل سندھیوں اور پشتو اور بلوچ علاقے کے لوگوں کو بھی پیش آئے گی۔ اس کا ہر حل مشرقی پاکستان کے لوگوں ہی سے نہیں پڑے گا۔ اب ہمیں سواندہ کر کے دیکھ لینا چاہئے کہ مٹی کو بھل سے سرے سے قوی زبان کی حیثیت سے دے کر زبان مشکل ہے یا اس زبان کو رائج کرنا ہو پہلے بھی اس ملک کے ہر گوشے میں کوئی پہلی ہوئی ہے۔ من دونوں میں سے جو مشکل کم ہو

اسے اختیار کر لیجئے۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ کا افضل ہے کہ اس نے مشرق اور مغرب پاکستان جیسے دور دراز خطوں کے درمیان اسلام کے بعد ایک اور اعلیٰ رشتہ بھی اردو زبان کی فعل میں پیدا کر رکھا ہے۔ اس نعمت کی قدر نہ کرنا ایک طرح کی ناشکری ہے۔ اہت ہے لفظ فنی نہ ہو کہ میں صرف اردو کو سرکاری زبان بنانے کا مافی ہوں۔ میرے نزدیک اردو بنگالی کے جھگڑے کا یہ سمت اچھا حل ہے کہ دونوں سرکاری زبانیں قرار دی جائیں۔

(زمین القرآن۔ علوی قول یا رب منہ صحو۔ تاریخ ناسی ۱۹۷۸ء)

چند اعتراضات و شبهات

دعائے مسرت کا بہتکن

سوال : مجھے سببِ مہربانم دورِ مہربان سے بچت ہوگی کے موضوع پر چار غزلیات کا سہارا ملے گا کہ یہ سببِ مہربان کا ہرام لگا اور اپنی ملاقات کا سوک فریبِ مہربان کے دامن کی قسم کے قہر سے غالب آئے کیا سبب نے تصورِ مہربان علیٰ نظام کی طاعت اپنی ذات سے منسوب فرمائی اور ان کے اسرار پر تجزیاتی اندازِ اقرار سے پہلو نہی لیا؟ سببی فرما کر ہرچیز اپنے سہارا کا جواب دے سبب کا جواب دے۔

جواب : سبب اور ان کے کردہ کے علم نے میرے خلاف جو پہچان بکھاری ہے اس سے میں نے غریب نہیں ہوں۔ مگر میرے لئے یہ کوئی نیا تجربہ نہیں ہے ہر اس طرح کے لوگوں نے طرح طرح کے جھوٹ میرے خلاف پہچاننے کی کوشش کی ہے اور میں نے وہ ان کے شکوک میں جبر سے کام لیا ہے۔ میرا اب تک کا تجربہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی جھوٹ کو لہو میں نہیں دیتا۔

سبب کا سبب مہربان اور ان کے ساتھیوں نے میں آکر لے سے نہ ہوا میں کہیں اور پھر وہیں جا کر جو خطرے کی گھنٹی بجائی ان دونوں کے فرق پر جب غور کرتا ہوں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دل خدا کے خوف اور آخرت کی جواب دہی کے احساس سے بالکل خالی ہو چکے ہیں اور انہوں نے یہ گھم دیکھا ہے کہ ہر کچھ ممکن ہے جس کی دنیا ہے۔ اگے کوئی نہیں جانتا اپنے قول و فعل کا انہیں سبب دینا ہو گا۔

میرا پیش یہ عقیدہ رہا ہے اور میں آج بھی اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ جن لوگوں کو میں صداقت و دیانت سے بے پروا اور خدا کے خوف سے خالی پاتا ہوں ان کی باتوں کا بھی جواب نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سے بدلہ لینا میرے بس میں نہیں ہے۔ خدا ہی ان سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ ان کے جھوٹ کی تردید کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ ان کا پتہ انکسارِ لفظ و دھماکی میں قائل ہو گا۔ اس لئے آپ لکھ سے یہ ترجیح نہ رکھیں کہ میں ان کے جواب میں کوئی بات کہی

اخبار کو سمجھیں گے

میری کتاب تجلہ و تہلہ دین " جس کی بعض عبارتوں کو غلط معنی پہنچا کر وہ مجھے دینی مسندت قرار دے رہے ہیں " کتاب کی کوئی ہی تصنیف نہیں ہے یہ کتاب سے دس سال پہلے شائع ہوئی تھی " اس وقت سے اب تک برابر شائع ہوتی رہی ہے اور اب بھی آپ کو ہر جگہ مل سکتی ہے۔ آپ اس کو خود دیکھیں " وہ چار سطروں یا چار فقرہوں کو نہیں " پوری کتاب کو چھیں۔ آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس میں اپنی مسندت یا مسندت کا دعویٰ کیا ہے یا دعویٰ کرتے والوں کی تردید کی ہے۔

(از علی المرتزقہ۔ راجع لعل " راجع الحقی دے سمجھو۔ بخوری " قریبی انصاف)

چند اور سوالات

سوال : خدا کے دین کی اشاعت کا یہ کام اپنی فطرت کے مطابق ہم لوگ سر انجام دیتے رہے ہیں " اس کے پہلے میں آپ کی بعض کتابیں " مثلاً خطبات " خطبات و خطبہ مست مدد سے دی ہیں " اور ان کی کتاب برابر پڑھ رہی ہے۔ لیکن وہ میری طرف سے کتابیں تھیں کرام کا خاص ہدف بھی بنی ہوئی ہیں۔ ان کی بعض عبارتوں کو چھت چھت کر غلط معنی پہنچاتے اور ہمیں بدنام کرنے کی مہم چل رہی ہے۔ یہاں تک کہ دُعا سے متنبین کرام ان عبارتوں کی بنیاد پر ہمارے خلاف فتوے کفر تک چل رہی کر چکے ہیں۔ ان حالات میں محققوں کا اور ہم کو آپ کی چند خاص عبارتوں میں لگی ہیں۔ یہ عبارت سب ذیل ہیں:

۱۔ رسول خطبات باب چہارم کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ " یہ پانچ عقیدے ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے۔ ان پانچوں کا خلاصہ صرف ایک لکڑ میں آ جاتا ہے۔ " یہ وہی نام میں درج ہے کہ " پچھلے باب میں تم کو بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر مسلم نے پانچ امور پر ایمان لانے کی تعلیم دی ہے۔ " تاکہ حدیث صحیح میں " موقلہ و خیرہ و شہرہ و کواکب " ایمان کو چھ چٹوں پر مطلق قرار دیا گیا ہے نہ کہ پانچ پر۔ اس سے

معتوضین نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ "مذوق مسعودیہ تو قدر ہے اہل انہی نہیں رکھتے یہ لوگ خود شر کے خدا کی طرف سے ہونے کے منکر ہیں" یہ وہی قدر ہے جس کے بارے میں بحث میں کیا ہے کہ وہ اس امت کے آتش پرست ہیں۔ "اس اختلاف کی بنیاد پر صرف جمعی الزام تراشی ہی نہیں کی جا رہی ہے بلکہ ہمیں صریحہً کافر کہا جاتا ہے اور ہم پر طعن طعن کے مظالم توڑ رہے ہیں۔ بعض جگہ حماقت اسلامی کے ہر دماغ کو سمجھوں میں داخل ہونے سے روک دیا گیا ہے۔ علامہ سید خواجہ غلام میں دیکھتے پھرتے ہیں کہ "لوگو! خود ادا ہے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اہل انہی چوری کیا ہے" انہیں جتنی جتنی روکم ہے۔"

اس اعتراض کے جواب میں ہم نے واضح کیا ہے کہ اہل انہی قدر ہے کہ لیکن رسالہ نجات میں اہل انہی صرف پانچ چیزوں پر مشتمل اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ قدر ہے اہل انہی ہاتھ کے اور شامل ہے۔ اس جواب کی تکمیل میں ہم مسئلہ "جہود قدر" کو پیش کرتے ہیں۔ مگر معترضین آپ کے جواب پر مصر ہیں۔

مسئلہ سراسر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ "خلیفات" میں آیت و قال قلہ لہن معکم لئن لقمتم الفصلۃ... کی آپ نے جو تفسیر کی ہے وہ عام مغربی سے تلف ہے۔ آپ نے "لہن معکم" کو "لئن لقمتم" کا جواب دیا ہے۔ حالانکہ عام مغربی نے اپنی حکم کو جملہ مختلفہ قرار دیا ہے اور "لئن لقمتم" کا جواب "لہن معکم" دیا ہے۔ آپ نے تو نہ صرف "لہن معکم" کا جواب نہیں لکھا ہے بلکہ خلیفات میں آیت کے اس آخری حصہ کو بالکل بھول ہی دیا ہے۔ معترضین کا دعویٰ ہے کہ نوی قلم کے مطابق بھی "لہن معکم" اور "لئن لقمتم" کے درمیان وقف جائز ہے۔ حالانکہ شرط و جواب کے درمیان تو وقف جائز نہیں ہو سکتا۔ ہم اس اعتراض کا کوئی جواب دیتے ہیں تو حضرات علمہ فرما۔ یہ کہہ کر اہل انہی بد کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تم مسعودی صاحب کے

اچھے مصلح اور مہل کے قوی قلم کا انکار کر کے بھی من کی تعمیر
 بارے میں صحت میں دلچسپی رکھتے ہو۔ یہ لوگ کم واضح فریادہ کر آپ
 کی تعمیر بھی ہے تو کہیں وہ ان کی جان؟ اور کیا حلقہ میں سے بھی کسی
 نے یہ تعمیر کی ہے؟ نہیں تو یہ کیا اسباب تھے کہ آپ نے اس کی تعمیر
 کی ضرورت محسوس کی؟ صبح مہل نہیں میں اس کی کوئی نظیر ہو تو اس
 سے ضرور مطلع کیجئے۔

سرخیاں میں مہل کے مصلح کے ناکارے پر یہ اعتراض اٹھایا
 ہے کہ آپ نے صرف من کے دفعی فائدہ کا تذکرہ کیا ہے اور انہی کو
 اہم قرار دیا ہے۔ مہل کے انہی فائدہ کا ذکر ہی نہیں کیا یا اگر کیا
 بھی ہے تو انہی دوسرے کی حیثیت سے۔ اس کے جواب میں بھی ہم
 اپنے علم کے مطابق وضاحت کی کو حتمی کہتے رہے ہیں مگر سزا نہیں
 ملے جواب سے مطمئن نہیں ہوتے۔

بہر حال من مساکی میں نکلوں کے اصل معنی کی توضیحات کا
 مطالبہ عام طور پر کیا جاتا ہے اور ہم بھی یہی دہاتے رکھتے ہیں کہ خود آپ کی
 توضیح زیادہ جلیقہ ہو گی۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان نکلوں کی
 مہارتوں میں غلطی ترمیم کر دی جائے۔

آخر میں یہ غلطی بھی عرض خدمت ہے کہ انہی نکلوں کا یہ
 طویل جتنا مختصر نکتہ دیا ہے مہل دہی دعوت بھی اس کے ساتھ دوا ہوا
 دعوتی بار دہی ہے۔ آپ مہل کے لیے خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔

جواب: آپ کو یاد رہے جس قسم کی غلطیوں سے مہل پائی آ رہا ہے اس سے ہر
 اور اس سے بہت زیادہ گھٹیا دوسرے کی غلطیوں سے ہم یہاں دوچار ہیں۔ بہر حال
 مہل کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ میرے ساتھ انہی کی رضا کے لئے کام کرتے
 چلے جائیں اور اپنی حد تک مراد مستقیم پر لگائیں رہیں۔ جو لوگ جس فرض اور جس
 بہت سے بھی مہل کی غلطی چاہیں کریں۔ آخر کار فیصلہ اس خدا کو کرنا ہے جو مہل
 بہت و عمل سے بھی واقف ہے اور من کی بہت و عمل سے بھی!

دست دھوات باپ چہارم کے آخر میں یہ لکھا گیا ہے کہ "یہ پانچ عقیدے ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے" وہیں میری طرف سے یہ جالیہ نوٹ لکھا جاتا ہے:

"میں نے یہاں ان عقیدات کی تعداد بتائی ہے۔ یہ چار قرآن مجید کے ارشاد "لن الرسول بعد انزل الیہ... الیہ" (توبہ: ۱۰۸) پر مبنی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ صحت میں وہ قدر عظیمہ و مشہور کو بھی ان عقیدات میں شمار کیا گیا ہے اور اس طرح بنیادی عقائد پانچ کے بجائے چھ قرار پاتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ایمان بقدر ایمان پانچ کا ایک جز ہے اور قرآن میں اس عقیدے کو اسی حقیقت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے میں نے بھی اس عقیدے کو عقیدہ توحید کی تشریح میں داخل کر دیا ہے۔ بالکل اسی طرح بعض احادیث میں جنت اور عذاب اور صراط اور میزان کو شک ایک عقائد کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ حقیقت یہ سب ایمان باخبرہ کے اجزاء ہیں۔"

مجھے یہ معلوم کر کے غصے ہوا کہ بلا ہمارے بعض علماء نے میری ان عبارتوں کو غلط معنی پہنچا کر غلط لکھا ہے۔ مشہور کتاب شروع کر دیا ہے کہ میں توحید کا منکر ہوں۔ حالانکہ اگر وہ اسی کتاب کے اسی باب میں وہ بحث پڑھ لیتے جو "مذہب کی زندگی پر عقیدہ توحید کا اثر" کے زیر عنوان کی گئی ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ میں توحید کی پہلی اور برائی کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مانا ہوں۔ یہ بات جہی غریب و غلط ہے کہ لوگ عقیدے کے بغیر وہ سب کی طرف غلط عقیدے منسوب کرتے اور زندگی میں ان کو گمراہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں "اور ذرا نہیں دانتے کہ اس طرح کے بہتان لگانے پر وہ اللہ کے ہاں باخبرہ ہوں گے۔"

یہ بہت اہل فطرت ہی حکم کی تفسیر میں سمیت "کو میں نے حضرت" کے معنی میں لیا ہے اور اس بنا پر یہ سمجھا ہے کہ اس حضرت کے لئے اجماع صلوٰۃ و زکوٰۃ و خیر و بطور شرع کے ارشاد ہوئے ہیں۔ لیکن اگر فطرتی حکم کے معنی یہ لئے جائیں کہ

انہی معکم بالعلم والقدرہ فاصبح کلامکم واری انعامکم
واعلم ضمائرکم و اقدر اعلیٰ لیسالی الجزاء الیکم۔

یعنی میں اپنے علم و قدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہوں اور
تمہاری جھگڑائیاں سنا رہا ہوں۔ تمہارے اہل کو دیکھتا ہوں۔ تمہاری بیویوں کو
جانتا ہوں اور تم کو جزا و سزا دینے پر پوری طرح قادر ہوں۔

تو اس صورت میں ہاتھ پہ تھرا جائے تو ایک نکل فقیر قرار دینا درست ہو
نہ اس سلسلہ میں چونکہ وہ غریبوں کی گنجائش ہے اس لئے اپنی سنگ کے بعد وقف
ہاڑ ہے مگر لازم نہیں ہے اور وصل منوع نہیں ہے۔

یہ لوگ بھی اس غصہ کو ”غیر ہارنے“ کہتے ہیں جن کو غصہ ہارنے کے
معنی معلوم نہیں۔ غصہ ہارنے کے معنی پچھلے خسروں سے انتساب کرنے کے نہیں
ہیں بلکہ اپنی غصہ کرنے کے ہیں جو قرآن یا حدیث صحیح کے خلاف ہوتی ہو۔ جو قواعد
حکمت کے خلاف ہو۔

یہی نہیں سمجھ سکا کہ آپ غصہ کس چیز کی مانگتے ہیں۔ اگر شراب و عذاب شراب
کے درمیان تقسیم و تاخیر کی غصہ درکار ہے تو اس کی غصہ کی جہ شمار ہیں۔ خود قرآن
میں ہے:

قد افترینا علی اللہ کذباً ان حدنا فی ملککم (مراۃ)

اور اگر شراب اور عذاب شراب کے درمیان وقف کی غصہ مانگتے ہیں تو میں اس کا
قائل کب ہوں کہ اس کی غصہ ہوئی کہوں۔ میں تو خود کہتا ہوں کہ اپنی سنگ کے بعد
وقف اس صورت میں ہاڑ ہے جبکہ اس کو جملہ مستلفہ مانا جائے لیکن اگر اسے
عذاب شراب مانا جائے تو وقف ہاڑ نہیں۔

سہ خطبات میں مہلات کے معنی نہیں بلکہ احقاقی فوائد کو میں نے زبانی
نہایں کر کے نقل کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں اعزازی فوائد کا
قائل نہیں ہوں یا انہیں کم قیمت دیتا ہوں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجود
نہانے کے لوگوں کی نگاہوں سے مہلات کے احقاقی اور حقانی فوائد
لو جمل ہو گئے ہیں۔ اور حق کے لو جمل ہو جائے گی وجہ سے لوگ حق مہلات

سے غفلت برتتے گئے ہیں۔ اس لئے میں نے ان پہلوؤں کو زیادہ لپیٹا کیا ہے۔ لپیٹا وہی چیز کی جاتی ہے جو غلط ہو یا جس سے عموماً لوگ غافل ہوں۔ نہ کہ وہ چیز جس سے پہلے ہی لوگ واقف ہوں۔

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی مدد فرمائے اور فتنہ پردازوں سے آپ کی حفاظت کرے۔ **بی عین** ایسے موقع پر دعا فرمایا کرتے تھے **اللہم اجعلنا ناصحین من ناصریہم و معوذین من ظنریہم**۔ یہی دعا میں بھی مانگتا ہوں۔ جو لوگ محض نصیحت اور قصب اور حسد کی بنا پر ہمارے خلاف طمع طمع کے لئے اٹھارہ رہے ہیں اور محض اپنے ذاتی بچنے کی وجہ سے اس خیر کا راستہ روکنا چاہتے ہیں جس کے لئے ہم کو عقل کر رہے ہیں ان کے شر سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور خدا ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان سے نصرت کرے۔

(ترجمان القرآن۔ بخاری ص ۱۸۲ ب ۱۸۲ - تاریخ تاحی ۱۸۲)

جماعت اسلامی کو فتح دین سے انکار چھیننے کی مہم

سوال : میں اپنے قصبہ میں جماعت اسلامی کی طرف سے کام کر رہا ہوں۔ چند اور رشتے بھی میرے ساتھ ہیں۔ انفرادی حفاظت پہلے بھی تھی جس کی رپورٹ میں اپنی جماعت کے مرکز کو بھیج رہا ہوں۔ لیکن اب ایک مسئلہ پیدا ہوا ہے کہ آپ سے استفادہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

پرسوں سے ایک مولانا صاحب جن کا نام ہے یہاں تحریف لائے ہوئے ہیں اور انہوں نے قصبہ میں اپنے خاص اشتادات (ایک نقل منسلک ہے) اور کئی قدروں میں تقسیم کرائے ہیں۔ پھر شام کو ایک بہت بڑے مجمع میں تقریر کر کے جماعت اسلامی کے خلاف بہت کچھ زہر افکا ہے۔ میں

طرح دےجہ یالہیا اللہین لعنوا لعنوا فی السلام بحالہ
 رتہ۔ یہ من کی ٹیسی دلیل ہے ہر واقعی ہے اور مخالف لوگ اس
 طرف سے جتنا بھی محنت حاصل ہوں کم ہے۔ چونکہ یہ قرآن کا مسلک
 ہے جس کی بنا کے لئے ہر مسلمان ملوث ہے اس کی کیا نہ ہو
 ہن کی پڑی گا سکتا ہے۔ آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ ایسا کیوں
 ہو؟

مولانا لکھار نے اپنی تحریر میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے
 جماعت اسلامی کو فتح دین سے انکار بھیجئے کا پورا اظہار ہے اور جب
 تک اس کام میں کامیابی حاصل نہ کر لوں گا وہ سارا کام اپنے آپ
 پرام سمجھوں گا اسی لئے انہوں نے چند عہدہ کے فرائض لے کر
 چھٹے کے لئے بھیجے ہیں جن کے ذریعے پروپیگنڈا کیا جائے گا

جواب: ہر حالت آپ نے لکھے ہیں وہ اس سے کچھ مختلف نہیں ہیں ہر پاکستان میں
 ہر جگہ مولانا ہیں۔ ہم اور ہمارے مخالفین "دونوں اپنا اپنا کام اعلیٰ خود چار کر رہے
 ہیں۔ جن اعلیٰ کو ہم اپنے صلب میں دس کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے کوشش ہیں اور
 وہ سبہ فضول کہوں میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس کے ہم نہیں
 ہمارے مخالفین نے اگر اپنے لئے یہی پسند کیا ہے کہ ان کے ہمارے اعلیٰ میں جاری
 مخالفت ہی سب سے نمایاں مقام پاسے تو ضرور وہ اس کارڈ کو بڑھ چڑھ کر اہتمام دیں۔
 ایک وقت آئے گا کہ ہم سب کے ہاتھ میں اپنا اپنا چار کردہ کارنامہ حیات دے دیا جائے
 گا اور ہم ہو گا کہ انہوں نے کتابت کفن ہلفسک الیوم علیکم حبیبہ

ہر مولانا صاحب آپ کے خطے میں جماعت اسلامی کو فتح دین سے انکار بھیجئے کا
 پورا اظہار ہے جن ان کے اعتراضات کا انظر جواب یہ ہے

(۱) طلبات کے جس مقام کو انہوں نے شکست علامت دیا ہے وہ "زکوٰۃ کی
 حقیقت" کے ذریعہ انہوں آپ کو طوطی کر سکتے ہیں۔ ان نقلوا فیروز لہجہ کا
 ترجمہ میں نے یہ کیا ہے "تم ان کی کے مقام کو نہیں پاسکتے جب تک کہ وہ
 چھٹی خدا کی راہ میں قربان نہ کرو جن سے تم کو بہت ہو۔" اور اس سے میں

نے مراد یہ لی ہے کہ لفظ کا دوست بنے اور اس کی پارٹی (حزب لفظ) میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی لفظ کی محبت پر جان 'مل' لگاؤ۔ غلامی، وطن، ہر چیز کی محبت کو قبول کر دے۔ اس کے ساتھ ذرا مولانا اشرف علی تھانوی دسمت لفظ علیہ کے ترجمہ و تخریج پر بھی نگاہ ڈال لیں۔ وہ ترجمہ یہ فرماتے ہیں کہ "تم خیر کامل کو بھی نہ حاصل کر سکو گے۔ یہی تک کہ اپنی پارٹی چیز کو خیر نہ کہو گے۔" اور اس کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مثلاً یہود کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے فرمائی کہ ان کو اپنی ریاست مزاحمتی جس کے قتلے کو نبی کے قتل نہ ہوتے تھے تو جب تک وہی نہ چھوڑیں 'لفظ حقانی کی راہ میں درج اہل ان نہ پاریں۔' (ملاحظہ ہو سبزواری مآثر شریف مطبوعہ ۱۳۳۵ھ ص ۷۷) اب ہر شخص خود دیکھ لے کہ نہ میرا ترجمہ ہی مولانا صمدی کے ترجمہ سے کچھ زیادہ مختلف ہے اور نہ اس کی تخریج ہی میں معنی کے لحاظ سے کوئی بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد مستحسن نے میرے ترجمہ و تخریج سے جو معنی نکالے ہیں ان پر دوبارہ ایک نظر ڈال کھینچ آکر میرے ترجمہ و تخریج سے یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ جب تک کوئی شخص اپنا سدا بل خدا کی راہ میں جماعت اسلامی کے حوالے نہ کر دے 'یہ جماعت اس کو ایک اور مسلمان نہیں سمجھتی؟ اس طرح جو لوگ دوسروں کو معصوم کرنے کے لئے اپنی طرف سے غلط باتیں گمز کر ان کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کی یہ حرکت خود ہی ظالمی کر رہی ہے کہ وہ انسانیت کی بنا پر مخالفت کر رہے ہیں نہ کہ نصیحت کی بنا پر۔

(۳) دوسری مثال جو انہوں نے دی ہے اس کو آپ کے دیئے ہوئے حوالے سے میں نے اپریل ۱۹۳۸ء کے ترجمان المیزان میں نکل کر دیکھا اور معلوم ہوا کہ یہاں آیت نقل کرنے میں واقعی مجھ سے سخت غلطی ہو گئی ہے اور انہوں نے یہ کہ اس غلطی کی وجہ سے ترجمہ بھی غلط ہو گیا ہے۔ اس غلطی کو آج تیرہ سال گزر گئے۔ اس دوران میں آج تک نہ میری ہی نگاہ اس پر پڑی اور نہ کسی نے مجھ کو اس طرف توجہ دلائی۔ مستحسن بزرگ کا شکریہ کہ انہوں

نے اس عہدہ ریجی کے ساتھ میری غلطیوں کو عطا کرنے کی کوشش کی اور
 اپنی سخت غلطی پر ان کے ذریعے مجھے سبب ہوا اور غلطی مجھے معاف فرماتے
 وہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سوچا یا دانت قریب۔ ہر عمل میرا معاملہ تو اللہ سے
 ہے۔ معترض بزرگ اگر پیچ کو حاکم حقیقی سمجھتے ہیں تو انہیں پورا اختیار ہے
 کہ اس کو دانت قریب قرآن کا جرم قرار دے کر لوگوں کے سامنے پیش
 کریں اور اس کا ہتھ داند اس دنیا میں اٹھا سکتے ہوں اللہ اعلم۔

اب چند کلمات ان فتووں کے حعلق بھی عرض ہیں جو آپ کے ارسال کردہ
 اشتہار میں درج ہیں اور جناب مولانا صدیقی صاحب، مولانا امجد علی صاحب اور
 مولانا فخر الحسن صاحب کے قلم سے صادر ہوئے ہیں۔ ان فتووں میں مجدد عظمیٰ بیان کیا گیا
 ہے۔ دلائل و شواہد درج نہیں ہیں۔ مولانا صدیقی صاحب نے یہ نہیں دیکھا کہ
 میری کتابوں اور مضامین میں کیا باتیں سچلست و بالہات کے طریقہ کے خلاف ہیں۔
 اور انہوں نے کہا ہے یہ نتیجہ نکلا کہ میں ”صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کے حعلق
 اچھا خیال نہیں رکھتا۔“ اور مولانا کے حعلق میرے کیا خیالات ہیں جو ان کے نزدیک
 ”خبیث نہیں ہیں“ اور میں نے کہا یہ لکھا ہے کہ میں ”بے عمل مسلمانوں کو مسلمان
 ہی نہیں سمجھتا۔“ مولانا ذکر دلائل و شواہد میں نے بھی کچھ تصویبی حوالہ تکلیف گزارا
 کر کے وہ ذرا پیش نہیں کیا جو عصمت کی جانب سے خود میں لکھا کہ مسلمانوں کو استعمال
 کر لیا جا رہا ہے۔ اور نہ وہ دلائل اور شواہد فرماتے جن کی بنا پر وہ مسلمانوں کو عصمت
 اسلامی کے ”مہلک“ دھرم سے کہہ لیں صاحبوں کو شریف آدمیوں کی سی زبان لکھنے کی
 قوت بھی میری ہوئی قرار دیتے ہیں اور اس عصمت کو ان سے بھی زیادہ دین کے
 لئے غرور دلائل دیتے ہیں۔ اگر یہ اصل و انتہا (محل) حقیقی وقت کی وجہ سے
 ہے، جیسا کہ انہوں نے بیان فرمایا ہے، تو یہ بات نکتہ دھرم سے ناک ہے کہ جن لوگوں
 کے پاس دلائل و شواہد بیان کرنے کے لئے وقت نہیں ہے ان کو وہ سبب پر اس قسم
 کے حق اور محل ٹھوسے پڑنے کے لئے کافی وقت مل جاتا ہے لیکن اگر اس کی وجہ یہ
 ہے کہ یہ حضرات اپنے فتووں کے لئے کوئی مستقل دلیل اپنے پاس نہیں رکھتے اس لئے
 انہوں نے محل چند سطری لکھام جلدی کر کے اپنے غرض کی تسکین کا سامان کیا ہے۔ ۶

میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ سنا کہ حق کے حق میں خدا سے ٹکدہ ہدایت کی دعا
 کہلا۔ ہر مل آپ سوچ جائیں تو ان صاحبوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ آپ پر میرا
 اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا اور عام مسلمانوں کا یہ اعتقاد حق
 ہے کہ آپ اپنے خدائے کے دلائل و دعوہ بیان فرمائیں۔ حق کی عورت حق ہو گی اسے
 قبول کرنے میں اختلاف اللہ وسیع نہ کیا جائے گا۔ لہذا میں اپنی حد تک یقین دلاتا ہوں کہ
 مجھے بھی اپنی عقلی تسلیم کرنے میں نہ تامل ہوا ہے نہ آنکھ ہو کا ہر طرح میری عقلی
 دلائل سے حجت کی جانے نہ کہ سب دھندلے۔ اور اگر انہیں کوئی غلط فہمی لاحق
 ہوئی ہو گی تو اسے دلائل کے ساتھ رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ "ترجمان
 القرآن" کے صفحات عدست کے لئے حاضر ہیں۔ جس طرح مولانا حکیم مہد الرشید محمود
 صاحب گنگوہی کا مضمون ہے کم و کثرت یہی شوق کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے
 اسی طرح حق کے ارشادات بھی کسی خلاف و تضام کے بغیر درج کئے جائیں گے اور
 جواب حاضر کروا جائے گا۔ اشتہار ہندوں کے لئے جوچہ ہندو ہندو فرام کرنے سے زیادہ
 بھروسہ ہے کہ وہ اپنے عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ قرطبہ لائیں اور پوری بات کہہ کر
 دوسرے کام را جواب بخنے کے لئے تیار ہوں۔

دوسرے دو حضرات بھی جو دلائل و فتاویٰ اپنی مجلسوں میں میرے اور جماعت
 اسلامی کے خلاف اشتہار فرماتے رہتے ہیں 'میری اس گزارش کے قائل ہیں۔ ان سے
 کہیں ساتھ پیش آئے تو عرض کر دیجئے کہ آپ کی شان تقریبی اور جماعت قدر کے لحاظ
 سے یہ طریقہ کچھ سونڈا نہیں ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ عقلی حقائق کو اپنے اعتراضات
 سے اٹھ کر دیکھیں تاکہ یا تو اس کی اصلاح خیال ہو جائے یا آپ کی غلط فہمیاں دور ہو
 جائیں۔ مجھے معلوم ہے کہ حق میں سے اکثر اصحاب نے جماعت اسلامی کی مطلوبات کو
 بجا تسلیم نہیں رکھا ہے بلکہ یا تو کچھ غلط فہمیاں سے سنی ہوئی باتیں یا یقین کر لیا ہے
 یا بعض ہوشیار لوگوں نے خاص خاص مہارتیں پر مبنی ہوشیاری کے ساتھ انہیں دیکھتی
 ہیں اور انہی کو بد نظموں پر بدگفتگوں کے پتے پتے قہر قہیر کر ڈالے گئے ہیں۔ اگر
 یہ حضرات کچھ اپنی اس داری کو محسوس کر کے اور کچھ اعتدالی عزت سے ہم نے کر
 ہمیں اپنے اعتراضات سے مطلع فرمائیں تو ہم پوری کوشش کریں گے کہ حق کو اپنے

موقف سے انہی طرح اٹھ کر دیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اشتہار ہر حضرات کو اور ان لوگوں کو جو اپنے دماغ و عواقل میں مسلسل کینہ قوی کا مظہر کرتے رہتے ہیں، ہم مدد لگانے کے قابل نہیں سمجھتے۔

(ترجمان القرآن۔ عارفی تھوٹی، تاجرب، مہر، صفحہ ۱۸۷ تا ۱۸۸)

مزید عظمت

سوال: عصمت اسلامی کے تحت قائم شدہ مکتبہ ہندوں تو ہندو طائفے میں پہلے سے تھا لیکن دھندہ عیسائی کام میں ہی میں شروع ہوا ہے۔ عوام کا دھندہ عصمت کی طرف کثرت کے ساتھ دیکھ کر طائفے دیہندہ 'سلسلہ ہند' دہلی اور قندہار میں نے جو فتنی شیخ کئے ہیں وہ اور مل خود مت ہیں، اور طائفے دیہندہ کا ایک فتنی جو کہ بھی زور رکھتا ہے، 'مصلحت کتبہ فتنی' میں آنے والا ہے، آپ نے اور مل کر دیا جانے لگا۔

ان فتنوں کے جواب میں سکوت مناسب نہیں۔ غور کر کے جواب دیجئے۔ یہ بھی تحریر فرمائیے کہ آپ کا تعلق ہندوستان کی عصمت اسلامی سے کیا ہے؟ یا کہ تعلق ہے یا نہیں؟ سوچنا یہ فطرت اسلامی جو کہ ہندوستان کی عصمت کے امیر ہیں، حقیقت میں امیر ہیں یا صرف غلام پر ہی کے لئے فرضی ہیں؟ نیز یہ کہ اگر آپ نے کسی عالم سے فیض حاصل کیا ہو تو ان کا نام بھی تحریر فرمائیں اور اگر کوئی اور دھندہ آپ کو ان کے فتنوں کے بارے میں معلوم ہوں تو وہ بھی تحریر کریں کہ اس قدر شدت کے ساتھ یہ طوفان کیوں اٹھ رہا ہے؟

جواب: میں نے آپ کے اور مل کہہ فتنوں کو بطور چٹا لیا ہے۔ یہ کسی جواب کے لائق نہیں ہیں۔ صرف اس لائق ہیں کہ انہیں اٹھا کر رکھ لیا جائے اور اس وقت کا انکار کیا جائے جب اٹھ فتنی ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ میں نے چوری کو حشر کی کہ ان فتنوں میں مجھے اپنی کسی ایسی غلطی کا شک نہیں ملتا جسے جو واقعی میں نے کی ہو اور ان حضرات نے ہلائی کے ساتھ جوت کر دی ہو۔ ایسی کوئی چیز

ملتی تو میں بھیجے اس کا جواب دینے کے بدلے میں لیتا اور اپنی اصلاح کر لیتا۔ میں نے یہ کوشش بھی کی کہ اگر فی الواقع میں حضرت کو کوئی ایسی غلطی ہوئی ہے تو یہ ثابت کسی شخص کو میری کسی تحریر یا کسی عمل سے ہو سکتی ہو تو اسے معلوم کروں۔ اگر میں فتویٰ میں اس طرح کی کوئی چیز نظر آجاتی تو میں اسے صاف کرنے میں بھی ہرگز تامل نہ کرتا۔ لیکن مجھے ان کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ اطمینان دینا چاہیے کہ یہ فتویٰ ان دونوں طرح کی باتوں سے بالکل علیٰ حق ہے۔ اور ان میں دیگر تحریف بہت سی ہے۔ اور الزام تراشی کے اور کچھ نہیں ہے۔ فتوا میں ان پر سکوت اختیار کرنے میں حق عبادت ہوتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ان فتویٰ کو دیکھ کر مجھ سے بدگمان ہو یا اس غیر سے رک جائے جس کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں تو اس کی ذمہ داری ہے میں غلطی دیتی ہوں۔ اس کی پوری ذمہ داری غاصد ان لوگوں پر ہے جو مصلح علی گڑھ میں نور خدا فی ہر جہان ہے کہ کس نیت سے دیتے ہیں۔

تخلیص

کپ کہہ سکتے ہیں کہ تم ان غلط باتوں اور تحریکات کا ہر نہ کیوں نہیں چاہا کہ دینے اور دعوت الی الخیر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ اگر کوئی ایک فتویٰ یا ایک اشتہار ہوتا تو شاید میں پہلی غلطی اس کی غلطیوں کو بہ تھپ کرنے کی کوشش بھی کر گزرتا۔ مگر یہ ایسی چیزوں کی طرف توجہ کا تیسرے لئے سخت کراہت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن یہی تو پاکستان سے ہندوستان تک ہر طرف فتویٰ ہمسفلیوں 'اشتہاروں اور خطبوں کی ایک فصل آگ رہی ہے جس میں کونست 'سوشلسٹ' 'فرہنگیت' 'نور' 'طہری' 'تھاپانی' 'مکرمی' 'صحت' 'طل' 'صحت' 'بریلوی' اور دوسری سب ہی اپنے اپنے ٹکڑے چھوڑ رہے ہیں اور آئے دن نئے نئے ٹکڑے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اس فصل کو آخر کون کاٹ سکتا ہے اور کس تک کاٹ سکتا ہے۔ مجھے اگر دنیا میں نور کوئی کام نہ کرنا ہو تو اسے کاٹنے میں اپنی عمر کھپاؤں۔ اور جماعت اسلامی اگر اپنے مقصد اور اپنے کام سے دست بردار ہو جائے تو اس پر اپنی سخت ضائع کرے۔ ہمارے طالبین تو یہی چاہتے ہیں کہ ہم اس مصلحت میں جتنا ہوں نور اس جواز جھگڑ سے اٹھ جائیں تا کہ فتنہ و فساد کی قیادت کو اپنا کام کرنے کے لئے صاف راستہ مل جائے۔ لیکن ہم نے ایسی ہی گولیاں نہیں کھلی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ شیطان کی فصل ہے۔ وہی اسے

کالے کا خود نہ کالے کا تو مستند ثابت ہی ہے کہ ہمارے اس کو خود ہی اسے لکھا پڑے گا۔
 آپ نے جو سوالات کئے ہیں ان کے مختصر جوابات یہ ہیں۔

(۱) تقسیم کے بعد خودی دھرم میں جماعت اسلامی بھی مسلم ایک کی طرح
 باہمہ تقسیم ہو گئی تھی۔ آپ خود سنی کی جماعت اسلامی کا نظام پاکستان کی
 جماعت اسلامی سے بالکل الگ ہے۔ نہ اس کی دوسری داری میں ہم شریک ہیں
 اور نہ ہماری دوسری داری میں وہ شریک ہے۔

(۲) مولانا ابو الفیض صاحب جماعت اسلامی دہلی کے ویسے ہی امیر ہیں جیسا میں
 جماعت اسلامی پاکستان کا امیر ہوں اگر میں فرضی یا خانہ پر ہی کا امیر نہیں ہوں تو
 ۲۲ ص ۱۱ کے حوالے دیا گیا ہے کہ کیا جلتے اس طرح کی بدگمانی کے لئے کوئی
 مستقل بنیاد اگر ہو سکتی تھی تو یہ ہو سکتی تھی کہ ہماری دلی کی پالیسی میں
 کا یا دہلی کی پالیسی میں میرا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ لیکن تقسیم کے بعد سے کوئی
 شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا کوئی تعلق دار سے درمیان ہے۔ خود یہ ہے
 کہ دار سے درمیان ہی مداخلت تک رہا ہے۔ مگر کسی کو فتنہ انگیزی کا بہانہ نہ
 مل سکے۔ غرض یہ ہے کہ وہ جلتے کے بارے میں غلطی ہو کر بنا ثبوت
 ایسی ذاتی ذیل سے لکھ دیئے ہیں اور میں سوچتا کہ ان کے لئے تو یہ
 صرف دل کے غلط ٹکٹے کا ایک راستہ ہے مگر دونوں گھلوں کے مابین سیاسی
 مصلحت میں یہ بیگانوں خانہ دہلی کی زندگی کے لئے ایک چھ کن اصرام بن سکتا
 ہے۔

(۳) یہ ایک معمول سوال ہے کہ میں نے کس عالم سے فیض حاصل کیا ہے۔
 یہ سوال تو اس سے کیا جانتے ہیں نے کوئی علمی کام نہ کیا ہو اور جس کے
 علمی مروجہ و نظام کو جاننے کے لئے دوسری سند اور استادوں کے پاس کے
 سوا اور کوئی ذریعہ نہ ہو۔ میں نے کام کیا ہے اور میرا کوئی چچا ہوا نہیں بلکہ
 چچا ہوا سب کے سامنے موجود ہے اس کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے
 کہ میں نے کیا کچھ چچا ہے اور جو کچھ چچا ہے اسے کتنا اعظم کیا ہے۔

(۴) میرے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ میری اور جماعت اسلامی کی

اس قدر خدمت کے ساتھ عظمت کا ایک لب نہیں شہوا ہو گی ہے اور یہ
 فوٹے کی دھو سے دھوئے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر میں اس کو پہن بھی لیتا تو یہ
 غیر ضروری بحث ہے کہ کسی نے اعتراض کیا تو کہیں کیا ہم صرف یہ دیکھتے
 ہیں کہ اس کا اعتراض عقل ہے یا عقل۔ عقلی اعتراض ہوتا ہے تو اسے
 مان لیتے ہیں یا اس کا عقلی جواب دیتے ہیں اور اگر عقلی اعتراض ہوتا ہے
 تو اسے ہوا میں تحلیل ہونے کے لئے پھوڑ دیتے ہیں۔

تشخیص مرض

سوال: حضرت علامہ علی کی حالت میں پہلے اس نے میرے قلب و دماغ
 پر جو اثر کیا وہ اسطرح تحریر سے ظاہر ہے۔ میں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان
 کو لے کر میں برصامت میں داخل ہوا لیکن ہر جگہ سے بدل ہو کر لوٹا اور
 آخر کار پہلے کر لیا کہ لب کسی عصمت میں داخل نہ ہوں گا بلکہ انحراف
 عجیب سے ہو چکا خدمت دہی نکلی ہو گی انہماں میں کہ اسی خیال کے
 تحت بکے کی مسجد میں بعد نماز نماز تعمیر حقانی اور بعد نماز عشاء و صبح للہا میں
 سہولت پاشی سلطانی حضور پوری کیم اکثر و بیشتر سے عقلی شہوا کی۔ میرے
 خیالات اس کلم سے اور بلند ہو گئے۔ حیرت و حیرت میں تحقیق ایک شخص کے
 ذہن سے مجھے "سیاسی عقلی" کا تصور حاصل کیا۔ میں نے اس کو کئی مرتبہ
 پورا میرے خیالات کی دنیا نے پٹا کھینچا اور لب میں عصمت اسطرح طرف
 حجاب ہو گیا۔ لہذا اگر کا خوب ابھی طرح مسئلہ کیا اور پھر مسجد میں عظمت
 جانے کا سلسلہ شہوا کر دیا۔ اس کو شہوا کرنے کے بعد وہ فتنہ پھوڑا جس کا
 ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔

پہلے لفظ میں بکے بعد دیگرے فوٹے نکلیں رہے ہیں جن کی
 عقلیں اسطرح خدمت ہیں۔ اور میں عصمت کے لفظ میں شرکت کے بعد
 جب لوٹا تو معلوم ہوا کہ ہماری میں یہ بات سنے ہو چکی ہے کہ اگر مسعودی
 خیالات کے لوگ مسجد میں غلبہ و فیو چھیں تو ان کو جیت دینا چاہئے۔

پہنچ اپنے امیر جماعت سے انتظار کیا اور انہوں نے جواب میں مشورہ دیا کہ اس غلطی کو روک دیا جائے۔

اس دور میں میں نے بعض بڑے علماء سے خط و کتابت بھی کی اور ان حضرات کے خطوط میں سے بعض کی نقلیں بھیج دیا ہوں۔ نکتوں پر ترتیب کے لئے میں نے نمبر داخل دیئے ہیں۔

یوں تو میں عملی کام کے لئے تدریسی ہدایات اپنی مقامی جماعت سے حاصل کر رہا ہوں، لیکن چونکہ ان نکتوں اور خطوط کا تعلق آپ کی ذات سے اور آپ کی تصانیف سے ہے، لہذا ان کو آپ تک پہنچا دیا ہوں۔ آپ پر وہ کرم من کے جہالت توجہ فرمائی اور اس کی بہت دہی کہ جہالت کو شائع کیا جائے۔

جواب: آپ کے مصلحت نامے سے من اسباب کا سراغ ملا جن کی وجہ سے وہ خط اور سارنہد سے لے کر مدرسہ امین تک پناہ یک یہ طبعان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ لیکن یہ اسباب کچھ اور بھی ہوں، لیکن ایک قریبی سبب آپ کا اور شاید آپ جیسے بعض اور لوگوں کا بھی (وہ ہے) ہمارا دل تعلق ہے جس سے مطلوب ہو کر آپ نے بطور خود دوسری و اقامت اور مذہبی عقائد کے بڑے بڑے مسئلہ لکھنے کو جماعت اسلامی اور اس کی تحریک کی طرف دعوت دے ڈالا۔ مگر اس سے بڑا صریح کیا جانا تھا کہ بعد میں آپ کی طرف کے بعض جوشیے حضرات نے من وہی مرکز کے گرد پیش کی دنیا میں بھی پہنچ کر کچھ تبلیغی سرگرمیاں دکھائی ہوں اور وہ من حضرات کے بزرگ اٹھنے کی سوجب بن گئی ہوں۔ آپ تقسیم ہند سے پہلے کی دوروں میں اٹھا کر دیکھ لیجئے، من میں کچھ کچھ یہ چیز آپ کو ملے گی کہ لوگوں نے بار بار اظہارِ علم کو دعوت دینے پر اصرار کیا ہے اور میں نے بیش نہ صرف خود اس سے پہلو تھی کی ہے، بلکہ جماعت کے عام ارکان کو بھی (بجز من لوگوں کے جو خود اس کوچہ سے قائل دیکھتے ہوں) تاکید کی ہے کہ دعوت کی غرض سے علماء کے پاس جانا اور کتابت کے قریب تک نہ پہنچیں۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں نے میرے اس اٹھا اور مصافحت کے دلا کو نہ سمجھا اور آخر کار اس کی خلاف ورزی کر لیجئے۔ بعض لوگوں نے مجھ پر اتنی یہ دھمکی بھی کی کہ میں نجات اور نیکو کی دعا دے

آستوں کی ماضی سے انکار کرنا ہوں۔ مگر میرا حل یہ ہے کہ میں اپنے اس نصب العین کی خاطر "کوچہ رقیب میں بھی سر کے تلے" جانے کے لئے چار ہوں اور انہیں لے کر بیٹھ چار رہوں مگر ان آستوں سے پہلے گریج اور دو سوئوں کو بغرض دعوت ان کے پاس جانے سے منع کرنے کی وجہ ہرگز نہ تھی جو لوگوں نے بدگلی کی بنا پر کبھی "بلکہ ایک دینی مصلحت تھی جس کو میں اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کی بنا پر ایک مدت سے غور کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ میرے طے کرنا کی اکثریت یا تو وقت فہم کے باعث یا کم ہمتی کے سبب سے "یا میرا اپنی جہلی کے اندر دینی احساس کی وجہ سے دین و دنیا کی اس تقسیم پر راضی ہو چکی ہے جس کا تحلیل اب سے مائیں پہلے جیسائیوں سے مسلمانوں کے ہاں در آمد ہوا تھا انہوں نے چاہے فکری طور پر اسے چری طرح نہ مانتا ہو مگر عملاً وہ اسے تسلیم کر چکے ہیں کہ سیاسی انکار اور مذہبی ریاست و قیادت غیر اہل دین کے ہاتھ میں رہے "خود وہ فتنہ و فساد ہوں یا کفار و مشرکین" اور مذہب کی محدود دنیا میں ان کا سرکہ رہا رہے "چاہے یہ محدود دنیا ہے دین ریاست و قیادت کی مسلسل مخالفت سے روز بروز سکڑ کر کتنی ہی محدود ہوتی چلی جائے۔ اس تقسیم کو قبول کر لینے کے بعد یہ حضرات اپنی تمام تر قوت و طاقت پر صرف کرتے رہے ہیں ایک اپنی محدود مذہبی ریاست کی حفاظت جس کے مسائل اور مشکلات میں کسی کی مداخلت انہیں گوارا نہیں ہے۔ دوسرے کسی ایسی ہے دین قیادت سے کٹ کر جو مذہب کے محدود دائرے میں ان کی اہلہ واری کے بھائی حفاظت دے دے اور اس دائرے سے باہر کی دنیا پر جس فتنہ اور جس حفاظت کو چاہے فروغ دیتی رہے۔ اس طرح کی حفاظت اگر کسی قیادت سے انہیں مل جائے تو یہ حل کھل کر اس کا ساتھ دیتے ہیں اور خود ہلن لڑا کر اسے قائم کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے "خود اس کا نتیجہ یہی کہیں نہ ہو کہ کفر و فساد اور فتنہ و مخالفت تمام سیاسی و سماجی اور مذہبی قوتوں پر قابض ہو کر پورے دین کی جڑیں ہلا دے اور اس محدود مذہبیت کے پہنچنے کے امکانات بھی باقی نہ رہنے دے جس کی ریاست اپنے لئے محفوظ رکھنے کی خاطر یہ لوگ اس قدر پہنچا تل رہے ہیں۔

ان حالات میں اگر کوئی شخص یا گروہ دین اور اہل دین کی قیادت قائم کرنے کا

اور اس کے اور دیں وہ دنیا کی اس تقسیم کو توڑ کر زندگی کے چاروں طرف سے دیں گے۔
 سب کو روک کر دینے کی کوشش شروع کر دے۔ تو چاہئے اس کے کہ یہ حضرات خوش ہوں
 اور آگے بڑھ کر اس کا ساتھ دیں۔ یا کم از کم اس کام کو ہونے ہی دیں۔ ان کے
 استحقاق میں ایک کھلی سی جگہ ہوتی ہے۔ انہیں فوراً یہ غلطو فہمی ہو جاتا ہے کہ اس
 نوعیت کی قیادت قائم ہو جائے۔ وہ ذرا سی بات کو بھی ان کے ہاتھ سے نکل جانے کی
 وجہ سے اتنی ہی قیامت دے کر انہوں نے پہلا قدم قائم کر چکا ہے۔ وہ کہتا ہے اس
 لئے کچھ مدت تک وہ خون کا گھونٹ پی کر اس کی باتوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں اور
 احتیاط کے ساتھ اس امر کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ یہ بات ان کی سرحدوں سے اور
 دور دور رہے۔ پھر ان کو بتانا شروع ہوتا جاتا ہے انکی بے چینی بڑھتی جاتی ہے۔ یہی
 تک کہ ایک وقت وہ آجاتا ہے کہ مقدس مخلوق میں سرگوشیوں کا ایک سلسلہ شروع
 ہو جاتا ہے اور کوشش کی جانے لگتی ہے کہ ہر آئندہ روئے کے بل میں اس کے خلاف
 ایک نہ ایک دوسرا ڈال دیا جائے۔

بات اگر اس حد تک بھی ٹھہری رہے تو بہا قیامت ہے۔ لیکن اگر کہیں ان کی
 مخصوص "زمین" میں سے کچھ کوئی لوٹ لوٹ کر اس تحریک میں شامل ہونے لگیں
 یا اس کے کچھ غیر متعلقہ کارکن خاص طور پر ان کے مراکز کے گرد و پیش پھرتے
 لگیں۔ یا کوئی جو شیطانی فرد کسی بڑے حضرت کو براہ راست دعوت دے بیٹھے تو پھر مسئلہ
 حد برداشت سے گزر جاتا ہے۔ اس وقت ان کی نگاہ میں کوئی کلمہ کوئی لفظ کوئی بڑے
 سے بڑا فرقہ طوائف اور کوئی سخت سے سخت سیلاب فتنہ و فساد بھی اہم نہیں رہتا
 کہ اس کے استیصال کی فکر انہیں اس دینی تحریک کے استیصال کی فکر سے زیادہ یا اس
 کے برابر لاحق ہو۔ وہ خود اور ان کے سامنے جو سطحیں خاص طور پر اس شخص کے پیچھے
 نہ جاتے ہیں جو اس تحریک کے چلانے کا اصل ذمہ دار ہو۔ خود نہیں لگا کر دیکھا
 شروع کر دیتے ہیں کہ کئی کوئی ایسی محال بات ملتی ہے کہ اس پر کلمہ یا کم از کم گواہی کا
 لٹونی لگایا جائے۔ یا اس کے سر کسی دعوے کا اقرار کرنا پڑ جائے۔ یا اسے اور اس کے
 ساتھیوں کو ایک فرقہ یا کرم مسلکوں سے لگایا جائے اور کچھ نہیں تو اسے کم از کم
 اہم یا نام ہی کر دیا جائے کہ لوگ اس سے غرت کرنے لگیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ

کی نگاہ سے دیکھتے وہاں کو جب خدا کی کتب اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات تک میں ایسے غم سے لے گئے ہیں جنہیں پہلی مہلت سے الگ کر کے اور تازہ مواد کرہ تری اور اصلاح کا وقت بنانے کی کھانسیں کھل آتی ہیں تو ہر کسی اور کی کیا ہوتی ہے کہ اس کی غم و غم میں اس طرح کے لوگوں کو کسی سے کہہ ہاتھ نہ آئے۔ سیدھی طرح ہر کوئی جھٹکتا ہے تو وہ ٹیڑھی ترکیبوں سے (جی پٹا آتی ترکیبوں سے جو برائی حضرات نے مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا اشرف علی ترمذیؒ کے خلاف استعمال کیں) کہہ نہ کہہ کر نکل کر رہے ہیں اور ان پر قہر سے جڑے ہیں۔

میں اس راز سے واقف تھا اس لئے اول روز سے ہی میں ان حضرات کے ساتھ سخت احتیاط کی روشی رہتا رہا اور وہ سب کو احتیاط کا مشورہ دیتا رہا۔ لیکن انہوں نے کہ رفیقوں اور اہل دینوں نے میری بات نہ مانی اور قریب قریب وہ ساری ہی غلطیوں کر بیٹے جن کی وجہ سے تمام مذہبی تہذیبوں کے دہانے بیک وقت اندری طرف کھل گئے۔ اب اگر آپ لوگ واقعی اس تحریک کے غم خواہ ہیں تو براہ کرم میری نصیحت قبول کریں اور سب ذیل بات کی حق کے ساتھ پابندی کرتے رہیں۔

(۱) کسی جیسے حضرت کو نہیں دھم سے براہ راست دعوت دینے کی ہرگز جرأت نہ کریں۔ آپ لوگ تو کل حق سمجھ کر ان تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ حضرات اس کے لئے حق ہیں۔ مگر وہی یہ حرکت بالکل ہی ایک دوسری نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

(۲) جلد علماء میں کوئی ایسا شخص تبلیغ کا خیال تک نہ کرے جو خود اس طبقے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ علماء میں سے جو لوگ حق پرست ہیں، ان تک ہر واسطہ دعوت تبلیغ دی ہے اور وہ خود آہستہ آہستہ توجہ فرما رہے ہیں۔ مگر ہمیں کہہ نہیں معلوم کہ اس لباس میں کھلی حق پرست دل چھپے ہوئے ہیں اور کھلی متعصبانہ مشاغل کے ساتھ نفس کی بے نیکی ہو رہی ہے۔ اس لئے ایک سو حق کے قتل جانے کی امید ہے ان پانچوں میں ہاتھ نہ ڈال دیجئے جہاں پہاں تھے بڑا کٹھن کے لئے چار ہوں۔

(۳) جیسے جیسے آسمانوں سے ذرا دور دور رہ کر تخلیق فرمائیے ان کے حصص کے قریب اگر آپ جائیں گے تو یاد رکھئے کہ فوراً غصے کی گھنٹی بج جائے گی۔

(۴) کوئی نگر نہ اگر یہ حضرات کر رہے ہوں تو اس میں جہاں تک ممکن ہو مل کھول کر حصہ لیتے، 'اکم لاکم قریب' کہتے اور حتیٰ امکان میں منہ نہ نکالنے سے غصی پر آمیز نہ ہوتے۔

(۵) مجھے ہر گز یقین ہے بالکل مختلف دھنگ آپ لوگ تو ایک آدھ لفظ کہہ کر انگ ہو جاتے ہیں اور مجھے بددی میں کی سزا پہنچتی پڑتی ہے، حتیٰ کہ اپنے سر کی لٹلی تک پھلتی شکل ہو جاتی ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوا جائے کہ مذہبی دنیا میں 'ساری عمر خاص واسطے ان حضرات کے' ہے۔ یہ دین سیاست کے لیندوں کی حدود کا بھی نہیں ہو جاتے مضافتہ نہیں، بلکہ ان میں سے کوئی مسئلہ زیادہ عقلم ہو جاتے تو وہ خود ان حضرات کی زبانوں سے بھی بہت اسیروں کا مستحق ہو جاتا ہے۔ لیکن دین کی راہ سے ہر شخص کسے اور ان آسمانوں کا پروردگار لے کر نہ کہے اس کے حق میں ایک لوٹی سے لڑائی لڑ کر قریب بھی ان کے دلوں پر تھر کر سا کام کرتا ہے۔ ان کی اس کمزوری کا لحاظ کر کے اگر آپ لوگ اس طرح کے گفتات زبان سے نکالنا چاہیں تو یہ میرے حق میں بھی بھڑ ہے اور اس تحریک کے حق میں بھی۔ میں خدا کے فضل سے کسی قریب کا جہالت منہ نہیں ہوں۔ ہر جگہ کر رہا ہوں اپنے اندرونی احساس فرض کی بناء پر کر رہا ہوں۔ لوگوں کی قریب کے بغیر جگہ مذمت کے پھر وہ انتہاء لے لیا کام ہی طرح کرتا رہوں گا۔

(۶) میری ذات پر جو سچے سچے جائیں ان کی مداخلت آپ لوگوں کے ذمے نہیں ہے۔ اگر میرے سچ کرنے کے پھر آپ لوگ اس سے باز نہ رہ سکیں تو یہ کم از کم اس معاملے میں حد اعتدال سے بھی بیکم کم ہی ہے اکتفا کریں۔ زیادہ سے زیادہ میں اس قدر کٹتی ہے کہ اگر کوئی الزام مجھ پر لگا جائے یا کوئی غلطی اعتراض مجھ پر ہو تو اپنے علم کی حد تک اس کی تردید کر دیں، یا مجھ سے اس کی حقیقت پر چھ لیں اور اس کا جواب دے دیں۔ جی رہی میری تدبیر و

تغیر نہ ہو، جسے کسی دوست یا رفیق کو برا ماننے کی ضرورت نہیں۔ اسے
 میں پہلے ہی ہر ایک کے لئے صاف کر چکا ہوں۔ اور ہمارے سوجھ بوجھ کے
 بزرگوں میں کے لئے تو وہ آپ سے آپ میں ہے خواہ کوئی اسے صاف
 کہے یا نہ کہے۔ وہ چاہے کتنے ہی صریح اور دیکھ بھل میں وہ سب کو
 چلے، اسے 'مگر وہ ہر کام میں کہہ دیں' کھل سناؤں نہیں۔ جہت وہ سزا اگر
 ان کی کسی بی بی سے بی بی نکلی ہے بھی تو کہہ دے 'خواہ کتنے ہی لوگ و احترام
 کے ساتھ لوگ' وہ سختیں اور سختیں کا مجرم ہے اس کا مستقل دلم ان کے
 شاگردوں اور پیروں کے دلوں پر لگ جاتا ہے اور مدت اور مدت رہتا ہے۔ یہ
 علی عرف لوگ ہیں 'ان کی کسی بات پر برا نہ مانا چاہئے۔

یہ نصیحتیں میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ ایسی جگہ تک نہیں ہو سکتی
 سے بچ کر پناہ چاہئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے ان حضرات کی ثقافت سے کسی
 جتنے قصوں اور کہانوں کی کھل لفظ قصوں کا بھی خوف نہیں ہے۔ بلکہ ان کی ثقافت
 ایک پہلو سے ہمارے لئے مفید بھی ہے۔ اپنی تحریک کے ان دور و اسیر میں ایسی
 سختی ہوئی ہے کہ کم فہم، ضعیف العقول، اور پست سمجھ لوگوں کی ایک بی بی قہارہ، جو
 فی الواقع ہمارے کام کی نہیں ہے، 'میں ایک سلی ذہنی دماغ کی بنا پر کسی ہمارے
 ساتھ شامل نہ ہو جائے۔ ہمارے پاس ان کے وہ کئے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کیونکہ جو
 شخص ہمارے عقیدے سے اتفاق کاہر کر رہا ہو اور خود ساتھ دینے کا طرازی بند ہو اسے
 آخر ہم کیا کہہ کر روک دیں۔ ہماری اس شکل کو غلط کے فعل سے ان حضرات کی
 بدولت ثقافت نے حل کر دیا ہے۔ جو لوگ درحقیقت ہمارے کام کے ہیں وہ تو انہما
 اللہ پہلے سے زیادہ ہماری طرف توجہ کریں گے اور جو بیکار ہیں 'یا ہمارے لئے اسے
 سب ضعف میں نکلتے ہیں' انہی یہ حضرات ہمارے کڑے رہیں گے گا ہمارا کام زیادہ
 اچھی طرح چل سکے۔ لیکن ہے کہ کام کے کوئی بھی کام ان کے ہمارے رک جائے۔
 مگر میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی قہارہ جگہ سے زیادہ نہ ہو گی جس کے لئے میں
 پریشان ہونے کی ضرورت ہو۔ ان پر بھی دیر سوجھ حقیقت کھل کے رہے گی اور وہ ایک
 صحیح کام کو سامنے ہونے دیکھ کر زیادہ مدت تک اس سے الگ نہ رہ سکیں گے۔

ایک ہندو بزرگ کا مشورہ

سوال: ایسے دیہی کی تحریک حسب معمول قسم سے فکروں سے دوچار ہو رہی ہے۔ فوجی ہڈی اور غلام زبانی جس طبقہ کا مخصوص شعار تھا وہ تو اپنا زمینی عمل کر کے غلام ہو چکا ہے۔ اب صاحب فرض نے ہمارے سلسلہ دہندہ کو بھی اس منصوبہ کے لئے استعمال کیا شروع کیا ہے۔ فکروں سے کہ وہی کی جماعت اسلامی نے کچھ عقیدہ و کلیف میں ہے اصولی سے کام لیا ہو اور اس کا رد عمل ہو۔ وہی کے اختلاف کے جواب میں بھی اور یہی پاکستان کے اختلافوں کے جواب میں بھی مسعود و قتلہ حضرات کے لکھی شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ پاکستان میں اعلیٰ علم کا بہت زیادہ طبقہ دہندہ سے وابستہ ہے اور وہی کے لئے سے اثر پذیر ہونا بھی لازمی ہے جس کا اثر بد تحریک پر بھی پڑ سکتا ہے۔ لہذا اب شروع مناسب طریقے سے اس کی مداخلت کیجئے۔ ۲۲ سنیے کا ایک فوجی دارالافتاء سہلپور کا شائع ہوا ہے جس کے آخر میں مولانا مفتی مسدوی صاحب شائع ہے۔ دی اور مولانا امجد علی صاحب کا فوجی بھی ہے۔ دہندہ دارالعلوم کا جو پہلے نمبر لکھا ہے اس میں حضرت مولانا گنگوہی کے پڑے حکیم محمد صاحب کا ایک طویل مکتوب ہے۔ اگرچہ انہوں نے لکھتے وقت طریقے سے اور حجت کے رنگ میں لکھا ہے اور میرے خیال میں انداز تصویر عجیب ہے۔ لیکن برسرِ اصل انہوں نے بھی تحریک کو غلام کے لئے دینی لحاظ سے مسخر کیا ہے۔ اثر انگیز ہونے کے لحاظ سے جو شے اور غیر مصلحتانہ فکروں سے بے زیادہ برا ہوتا ہے۔ کل دیکھنے والے کے ایک بزرگ کا خیال ہے۔ لہذا آپ جس کا حضرت گنگوہی سے تعلق تھا اور اس کے بعد سے وہ سب تمام بزرگ دہندہ سے تعلق رہا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم بھی اچھے حضرت کا لفظ سہلپور سے آیا ہے اور انہوں نے تحقیق اصل کے طور پر پہنچا ہے کہ ایک واقعہ اچھے گنگوہی کے طور پر معلوم کر کے لکھو۔ "پاکستان سے برابر لڑا آ رہے ہیں کہ مولانا مسدوی حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا ہاشمی کا نام لے لے کر ان کی مصلحت میں تقریریں

کرنا ہوا ہے اور کتا بھرتا ہے کہ میں لوگوں کو دین کے ساتھ صحبت ہی نہ
 تھی اور خاص طور سے سرگودھا کی تقریروں کا عطا ہوا ہے کہ وہاں ہم نے
 کر یہ کھلت کی گئی۔ "پھر ہی بزرگ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ کبھی دھڑ کیا
 ہے میں نے اس میں جواب دے کر تردید کر دی ہے کہ یہ عمل انفرادی ہے اور
 خود سارے دور بھی حصر ہے کہ عطا کئے گئے ہیں۔ تمام آپ خود بھی ان اثرات
 کی تردید کریں۔ جواب اور جواب کا سلسلہ بھی عطا ہے اور سکوت کھن سے
 بھی لوگوں کے شبہات قوی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اصل مقصد یعنی توحید
 اکہمت دین کے تضاد کا پتہ ہے۔ علی الخصوص حضرت مولانا حسین احمد
 صاحب مدنی، حضرت مولانا انوار علی صاحب، حضرت مولانا محمد طیب صاحب،
 حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، حضرت مولانا غلام الرحمن صاحب،
 حضرت مولانا امیر سعید صاحب، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا حافظ
 عبد الحلیف صاحب سے عطا و کفایت کر کے انہیں بطور دی کہ اگر میرے
 حلقہ یا جماعت کے حلقہ کوئی مسئلہ آپ کے سامنے آئے تو جواب دینے
 سے پہلے آپ مجھ سے اصل حقیقت معلوم کر لیا کریں۔

جواب : آپ کے حلقہ بطوروں کا امتیاز ہر گز نہیں۔ لیکن حاکم میں ان
 بطوروں پر عمل بھی کرنا چاہیے لیکن ان کی بات کہ آپ کا حلقہ ہمارے لئے کے ہمارے
 ہی ہوا ایک صاحب نے مجھے مفتی سعید احمد صاحب کا حلقہ لکھی ہو "کفایت حقیقت"
 کے نام سے پوچھا ہے صحیح یا اور اس کے ساتھ وہ میں اور اشتداد بھی پیچھے جن میں
 مولانا کفایت اللہ صاحب، مولانا جمیل احمد صاحب، مولانا انوار علی صاحب اور
 مفتی سیدی حسن صاحب کے لئے درج تھے ان تمام حلقوں کو دیکھنے کے بعد میری
 رائے بدل گئی۔ اب یہ حضرات اس مقام سے گزر چکے ہیں جن میں ان کو خطاب کرنا
 مناسب اور مفید ہو۔ سب سے زیادہ اہمیت والے مولانا کفایت اللہ صاحب پر ہے۔
 یہ کہ میں ۲۲ سال سے ان کا نیاز مند ہوں اور بیش بیش ان کا احترام کرتا ہوں

ہوں۔ انہوں نے بھی بھائی صحبت میں آگئیں بد کر کے یہ لڑائی ختم
 فرما دی۔ باقی رہے دوسرے حضرات تو ان کے قتلے چم کر رہیں نے یہ محسوس کیا
 ہے کہ جس وقت یہ قتلے لگے ہمارے تھے اس وقت خدا کا خوف اور آخرت کی
 جواب دہی کا احساس شدید ان کے قریب بھی موجود نہ تھا۔ خصوصاً مفتی سعید احمد
 صاحب کے فتووں میں تو صریح پدیجاتی کی بدترین خطیں پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر
 کہیں آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ان حضرات کے ساتھ پیدائش میں ہی رکھتا تھا مگر
 اب ان کے یہ قتلے دیکھ کر تو میں کیا محسوس کرتا ہوں کہ برطانیہ قتلے کے قتلے ہزار
 کافر سلاسلوں سے ان کا مقام کچھ بھی اونچا نہیں ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں اس قسم کی قزموں کا جواب بھی نہیں دیتا کرتا؟ اس
 لئے یہ لکھتا نہ فرمائی کہ ان فتوؤں کے جواب میں یہاں سے کچھ لکھا جائے گا اور
 بات بدھے گی۔ لیکن اس کے ساتھ میرا طریقہ بھی نہیں ہے کہ جو مجھے قلم کرنا ہے
 میں اس کے آگے سر ہٹا دوں۔ یہ طریقہ نہ اس کام کی عزت کے مطابق ہے بلکہ میں
 کر دیتا ہوں اور نہ اس طریقے سے فی الواقع دین ہی کی کوئی عظمت پوری ہو سکتی
 ہے۔ یہ لوگ اگر دہانت اور سپہائی کا اختیار لے کر حملہ آور ہوتے اور آج میں یا
 جماعت اسلامی کی تحریک و نظام میں کوئی ایسی غرابی پڑتے جو فی الواقع ان کے دلائل
 سے ثابت ہوتی تو میں جیسا ان کے آگے بٹھکا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے اپنی
 اصلاح کرتا لیکن انہوں نے اختیار بھوت کا استعمال کیا ہے اور حملہ آور ہونے میں
 دہانت کی دہا اختیار کی ہے۔ اس لئے میں ان کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کروں گا جو
 ایک شریف آدمی کو کرنا چاہیے۔ یعنی قرآن مجید پڑھاؤ اور پھر لکھاؤ۔

اس میں شک نہیں کہ دہانت اور سہنہرے کے ان فتوؤں کا ان لوگوں پر برا اثر
 پڑے گا جو ان دونوں مراکز میں سے وابستہ ہیں۔ لیکن مسئلہ اللہ کے مطابق آزمائش
 ضروری ہے اور اب اس پر دیکھنا اور مظاہرہ کرنا کے لئے آزمائش کا وقت

آگیا ہے۔ دیکھا ہے کہ فی میں سے کئے (گ) حق پرست ہیں اور کئے انھیں پرست
جو حق پرست ہیں وہ انھوں نے انھیں پرست رکھیں گے اور انھیں بھی انھیں پرست
آئے ہیں۔ کئے اور جو انھیں پرست ہیں اور انھیں فیضیت میں انھیں وہ ہم سے
انگ ہو جائیں گے اور انھیں بھی انھیں پرست رکھیں گے۔ میں صرف پہلے گروہ
فی کی ضرورت ہے۔ وہ سب گروہ سے ہم خدا کی چھ مانگتے ہیں۔ وہ سب جانے گا کہ
ہم خدا کا شکر ادا کریں گے اور انھیں ہم سے ہے قتل دینے گا کہ حق شکر کریں گے
نہیم محمد صاحب کنگو فی کا مضمون ایک واسطے سے زمین انھیں میں چھپنے
کے لئے آیا ہے اور وہ حق جواب شائع کیا جا رہا ہے۔ انھیں بھی اگر اس گروہ کے کوئی
صاحب کو پر یا جماعت اسلامی پر کوئی طعن یا تنبیہ فرمائیں گے تو اسے پناہ مل جائے گی
جانے گا اور قتل جواب پڑیں گا جواب بھی دیا جائے گا۔
(زمین انھیں۔ جملہ قتل یا رہب دے خود۔ تاریخ تا جملہ انھیں)

انہیں انصاف ہے تحقیق

سوال نمبر ۱۰۰ آپ کی کتابوں کی بعض جگہوں پر لکھا ہے کہ اس خطے میں
پندرہ سو سال پہلے ہی رہا ہوں ان کے جواب دے کر مطمئن کریں
۱۔ آپ قضا و قدر کو جڑ لیکن نہیں سمجھتے جیسا کہ آپ کی متعدد
ذیل فقرے سے معلوم ہوتا ہے۔

ہرچہ میرے نزدیک مسئلہ قضا و قدر جڑ لیکن نہیں ہے۔
(مسئلہ جبر و قدر ص ۵۵) لیکن طائفے دین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں
کہ یہ جڑ لیکن ہے جیسا کہ آتا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِالْإِسْلَامِ وَبِالْقُرْآنِ وَبِالنَّبِيِّينَ وَبِالْقَدَرِ خَيْرُهُ وَبِشَرِّهِ
مَنْ قُلُّهُ تَعَالَى وَبِالْمَوْتِ بَعْدَ الْقَمُوتِ ۔

۲۔ واضح رہے کہ یہ سوال ہر ایک ایسے طالب علم کے نام سے بھیجا گیا ہے جو
مذہبی جماعت میں پڑھتا ہے۔

۳۔ آپ نے رسولِ قہود و اہلبیتؑ میں لپیلا ہے کہ "مذہب ایک ٹھکانہ ہے" اصلی مذہب تو نہیں ہے۔ بلکہ اصلی مذہب کے لئے چار کئی ہیں۔ "یہی عقیدہ، مذہب، وحدتِ اللہ، الخلق و کفایتِ جہنم کہ اسلام کے سراسر عہد ہے۔ جواب یہ ہے کہ لہذا اصلی مذہب کیوں نہیں؟

۴۔ حضرت امامِ مہدیؑ علیہ السلام اور حضرت کا علیہ السلام کے مسودہ انزول کے حقیق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

۵۔ کیا "کا" اور مہدیؑ ایک ہی وقت میں قابل ہوں گے یا علیحدہ دو وقتوں میں تخلیق اسلام کریں گے؟

۶۔ کیا امامِ مہدیؑ اور "کا" دونوں ایک ہی وقت میں قابل ہوں گے یا علیحدہ علیحدہ دو وقتوں میں؟

۷۔ اگر وہ ایک ہی وقت میں قابل ہوں گے تو وہ کیا امور میں کو جانیں گے؟ اور ان میں کون دوسرے کی نصیحت کسے گا اور کیوں؟

۸۔ کیا "کا" ہی علیہ السلام ہوں گے؟ اگر نہیں ہے تو ان پر وہی ہونا لازم ہے یا نہیں؟ اور وہ کس عقیدہ کی تخلیق کریں گے؟ کیا اسلام کی یا یہودیت کی؟

۹۔ "کا" کی حیات و وفات کے حقیق آپ اپنا عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ظاہر کریں۔ اسی طرح انزول و مسودہ کے حقیق ہمیں آپ کی تحریروں سے شہ چاہتا ہے کہ "کا" اور مہدیؑ کے آپ منکر ہیں؟

جواب: آپ کا صحت پھر علیہ السلام آپ کے سوالات پر بلکہ عرض کرنے سے پہلے میں آپ کو یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ قبل تو اپنی دنیا و مافیہ کی فکر پھوڑ کر "دوسروں کے خیر و شر کے کھوج میں چڑھنا ہی کوئی عقلی کام نہیں ہے۔ تمام اگر آپ کو ایسا ہی بلکہ خلق ہے کہ "دوسروں کے عقیدہ کی توبہ لیتے پھریں یا بلکہ ایسی ضرورت لاحق ہو گئی ہے کہ "دوسروں کے حقیق رائے قائم کریں تو کم از کم آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے

کہ کسی شخص کے حلقہ کوئی ایسی ذریعہ جس کے تحت قائم کرنا بہت ہی بات ہے۔ آج کل بہت سے پیشہ ور لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو خود کو کسی فلسفے کے حلقے کی بنا پر یا بعض نفس و حسد کی بنا پر دوسروں کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے اشتہارات شائع کرتے ہیں اور ان میں ہر قسم کی غلط باتیں دوسروں کی طرف منسوب کر کے حلقہ لٹے کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان اشتہارات کو دیکھ کر اور ان کے غلط حوالوں کو چمک کر کسی شخص کے حلقے کو قائم کرنے کے بجائے آپ کو خود وہ اصل کتابیں چھٹی پائیں جن میں اس شخص نے اپنے خیالات بیان کیے ہیں۔

اس فیصلے کے بعد آپ کے سوالات کے مختصر جوابات عرض کرنا چاہوں گا۔ آپ نے میری کتاب مسئلہ جہود کے جس فقرے کا حوالہ دے کر لکھا ہے یہ الزام لگایا ہے کہ تم تصادف کو جزو ایمان نہیں سمجھتے۔ یہ تو میری عبارت کا نہیں ہے بلکہ اس شخص کی عبارت کا ہے جس کے سوالات کا جواب دینے کے لئے میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ آپ کے اس سوال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے میری اس کتاب کو خود نہیں چھایا یا پھر آپ کو ابھی نہیں چاہئے کہ ایک شخص اپنی کسی تحریر کے درمیان جس عبارت کو چاہیے پھر دکر دلواری کے درمیان نقل کرنا ہے۔ اس کی اپنی عبارت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی عبارت ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ نے یہ کتاب خود نہیں چھائی ہے بلکہ کسی سے من مانا کہ اس فقرے کے حوالے سے لکھا ہے ایک الزام نہیں کرنا ہے تو آپ خود ہی سوچ لیتے کہ یہ حرکت کر کے آپ کیسے سخت جھڑپوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور اگر آپ نے اس کتاب کو خود چھایا ہے اور پھر بھی آپ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ جس عبارت کا ایک فقرہ آپ نقل کر رہے ہیں وہ میری عبارت نہیں بلکہ اس سانگ کی عبارت ہے جس کا جواب دینے کے لئے میں نے اسے نقل کیا ہے تو آپ فرمائیں کہ اس کلیتہاً اور لکھ بوجھ کے کوئی کو آخر کیا ضرورت پڑی ہے کہ اسے پورے پورے سانگ کے حلقے دوسروں کے حلقے کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرنے لگے۔

ہو تو یہ بھی ساتھ ہی فرمادی کہ یہ تمہاری آپ نے خود چاہی ہیں یا کسی سے
آپ نے یہ بات کیا ہی کر لکھ دی۔

آپ بابت دینی اہل میں ایسا ہے کہ کوئی کہ بد چھت آپ کے
سوجھت کے جواب دینے کے لائق نہ تھے مگر میں کا جواب صرف اس لئے
دینے پر آمادہ کہ میں ظاہر نہیں کا جواب پر جو بعض فرض پر سے ظاہر اپنی اعتراض
پر دلائل سے ملو اور علوم کے دلائل میں ہیں اگر سے ہیں۔

(از علی المرتضیٰ علیہ السلام کا جواب ہے محمد علی علیہ السلام)

ایک اور اعتراض

سوال : میں دوسرے مظاہر علوم کا قاضی الفاضل ہوں۔ میرا عقیدہ طلبے
و دیگر مظاہر علوم سے وابستہ ہے۔ مگر ساتھ ساتھ اپنے اندر کئی دست
رکتا ہوں۔ میں مجھے بھائی معلوم ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ممکن اس میں ضرر
لینے کا امکان رکھتا ہوں۔ اس وجہ سے جماعت اسلامی کے ساتھ کئی ربط
رکتا ہوں۔ اخبار کوڑ اور کڑیچر کا مساجد کرنا دیتا ہوں، مولانا ابو علیہ کی
دعوت کو قریب سے دیکھ چکا ہوں۔ طلبے دہلیز اور آپ کے درمیان جو
کھلی کی پیدا ہو گئی ہے اس کا بھی مجھے علم ہے اور اس کی وجہ سے میری
طبیعت پریشان ہے۔ میں نے ترمذی المرتضیٰ کے وہ حکمے چھوئے ہیں جن
میں حکیم گنگوہی صاحب کے اعتراضات کے جوابات آپ نے یہ جس مجلس
اور مولانا امین احسن صاحب نے دیئے ہیں۔ انہیں چھوئے ہی میں نے
حضرت احمد علیؒ کی خدمت میں بڑی لذت پہنچا کر دیکھا کہ میری نظر
میں ایک ہی جماعت اسلامی موجود وقت میں جو آپ لکھ معلوم ہوتی ہے اور
دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کام کرے۔ مگر ساتھ ساتھ معلوم ہوا کہ
آپ حضرات کو اس جماعت سے شدید اختلاف ہے۔ لہذا آپ مولانا
مہدی کے وہ خیالات ان کی کتابوں سے نقل فرمائیے جو اہل سنت و
الجماعت کے خلاف ہوں۔ پتا چلے گا انہوں نے مخالف الفیہ سے بھی رسد
بھیج دی ہے اس کا مساجد کر چکا ہوں۔

اس رہائے میں پھر انکی مہارت وضع ہی جن کے حقل مجھے بھی
 اشیاء پر پانچو میں بنے تعلیمات حاصل کی اور اس میں وہ مہارت مل
 سکی جو خلق صاحب بنے نقل کی تھی۔ آپ میں ان مہارت کے حقل
 آپ سے دریافت کرنا ہوں کہ آپ کی اس سے مراد کیا ہے۔ آپ کسی نہ
 کسی طرح وقت نقل کر رہے ہیں تاکہ میرے اور میرے دو تین رفقاء
 کے فطرت پر بھی۔ اس وقت تفصیلات میرے سامنے موجود ہے اور
 نقل خود مہارت یہ ہیں:

۱۔ "قرآن کے لئے کسی تعمیر کی طاقت نہیں۔ ایک ایسی درجہ کا پروفیسر
 ملتا ہے جس نے یہ فکر طے فرمادہ کیا ہے۔" اس صاحب مدنی مہارت
 نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ واضح فرمائیے کہ اس مہارت کا مطلب کیا
 ہے؟ نقلی تعمیر سے کوئی تعمیر کی نقلی مراد ہے کیا اس تعمیر کی نقلی مراد
 ہے جو اسرائیلیات پر مشتمل ہو؟ یا موضوع صحت سے کسی کثرت کی تعمیر
 کی نقلی ہو؟ اور پروفیسر کو طے فرمادہ کہ غیر تعلیمات و آثار صلیبہ بتائیں
 کے حاصل ہو سکتا ہے؟ تعمیر کی طاقت کہاں نہیں؟

۲۔ قرآن اور سنت رسولؐ کی تعلیم سب پر قائم ہے مگر تعمیر و صحت
 کے پائے انھوں سے نہیں (اس صاحب) اس مہارت کو طے فرمائیے تاہم
 سے طے فرمائیے یا قطع و ربط کر کے لگ کر لایا جائے۔ بظاہر اس کا مطلب
 یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم و تعلیمات نبویؐ کی تعلیم ضروری و
 محدثین حضرات کی تعلیم سے نہ لی جائے۔ بلکہ براہ راست ان سے
 مطالب لیا جائے جائے۔ اگر یہ مطلب ہے تو آپ کو معلوم ہے کہ
 صحابہ کرام کو بھی براہ راست لفظ مطالب کی اہانت نہ تھی بلکہ وہ بھی
 خلق تعمیر رسولؐ تھے۔ بعض صاحب نے بعض سے آیات کے مطالب
 بیان کئے۔ تو پھر آج کسی طرح بظاہر تعمیر ضروری حقائق قرآن حکیم
 کے مطالب لفظ کے ہائے ہیں؟ اس مقام پر اگرچہ آپ نے یونہی
 کو مطلب کیا ہے مگر ان کو اہانت دی گئی ہے کہ وہ قرآن و سنت

دستور کی تعلیم کو لازم قرار دے کر ان کے مطالب پھر فقیر و محدث
کے حقوق و حقوق کے لئے کریں۔ کیا پھر پھر دھرمی کے خود بخود ملی
نہجے سکتا ہے؟ سرکف اگر یہ مطلب ہو جو پھر صاف معلوم ہوتا ہے
تو جملہ اصلاح کے بہت نقصان دہ ہے۔

سو میں ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ مرنی قوم میں وہی فقہی قوانین
مقرر کئے جائیں جو شاہی اور کھلی اور قاضی میں لکھے ہوئے ہیں۔ "کپ
کا کیا خیال ہے کہ شاہی و فقہی کتب فقہ میں اسلامی قوانین نہیں لکھے
ہوئے؟ کیا وہ فقہی اسلام کے خود ساختہ قوانین ہیں جو کہ قرآن و
حدیث کے خلاف ہیں؟ سرکف اس کے حلقہ کپ کی رائے کیا ہے؟
ان کتبوں میں جیسا کہ بعض ایسے مسائل ہیں جو موضوع ہیں مگر ان سے
یہ لازم نہیں آتا ہے کہ ان میں سارے مسائل قوانین اسلام کے
خلاف ہیں۔ کیا ان میں عزیمات کے علاوہ مسلمانوں کی تعلیم اور اصول
و فقہ کا ذکر ہی نہیں ہے؟ اگر ہے تو ان میں کیا کی ہے؟
اسیہ ہے کہ تبلیغ فرما کر ہمیں اطمینان دلائیں گے۔

جواب: میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ میری جن عبارات سے آپ کے دل میں
شبہ پیدا ہوا قوانین کا معلوم آپ نے خود بخود ہی سے دریافت فرمایا۔ اہل حق کا یہی
طریقہ ہے کہ قاضی کی مراد پہلے قاضی ہی سے پوچھی جائے نہ یہ کہ خود ایک مطلب
نے کر اس پر غلطی جڑا جائے۔

عبارات جہود نمبر ۲ سے مراد کیا ہے؟ اس کو سمجھنے میں آپ کو خود آپ جیسے
"دوسرے لوگوں کو جو وقت چاہی گئی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ لوگ
پندرہ سوئوں اور کالیوں کے ماحول سے "ان کے ضابطہ تعلیم سے" اور ان کے حدود
مکرمہ کی پیدائش کے بنیادی اسباب سے انہی طرح واقف نہیں ہیں۔ کپ لوگ ان
دوسروں کو اپنے دینی مذاہب یا قیاس کہتے ہیں اور کچھ لیتے ہیں کہ جن طرح آپ
کے حدود میں کئی اسلامی ضابطہ آپس سے پہنچائی اور حدیں اور فقہی چکائی
ہیں اس طرح ان کا دور میں انہی چکائی کرتے ہیں۔ آپ کو میری یہ بات کافی

انہی معلوم ہوئی کہ میں قصیر و صحت کے پرانے ذخیوں کے بھلنے ان لاکھوں ہل
 ان لاکھوں کے لئے تجویز کر رہا ہوں۔ لیکن میں آپ کے دینی مدارس کی طرح ان
 لاکھوں اور پندرہ سٹیوں سے بھی واقف ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہاں کس قسم کا وہابی
 ماحول چلا جاتا ہے اور ان کے طلبہ کتنے فکرو و نظریات کی آب و ہوا میں نشوونما پاتے
 ہیں۔ میں نے خود ان سکول کو چمکا ہے جو مذہبی تعلیم کی بنیاد تک کو انسان کے ذہن
 سے اٹھا کر کھینچتی ہیں اور سراسر ایک طرفہ فکری کائنات و انسان اس طرح آدمی کے
 ذہن میں غلامی ہیں کہ کوئی ایسے پہلو ایک مستقل فکری نگاہ لگتا ہے۔ میں نے
 قصیر قرآن اور شرع و حدیث اور فقہ کی اپنی سکول کو بھی چمکا ہے اور مجھے معلوم ہے
 کہ جدید زمانے کے علوم چڑھتے زمانے لوگوں کے ذہن میں ٹھوک و شہادت کے جو
 کھٹے پیسے ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ ان سکول میں ان کو کھل دینے لاکھوں
 سالوں نہیں ہے بلکہ ان میں قدم قدم پر وہ چیزیں ملتی ہیں جو بے تعلیم ہندو لوگوں کے
 دل میں مزید شہادت پیدا کر دیتے والی ہیں اور ہمارے وقت ان کی وجہ سے ایک سنگ
 لک کے تمام سے آگے بڑھ کر جو وہ فکرو کے تمام تک پہنچ جاتا ہے۔ مجھے یہ بھی
 معلوم ہے کہ ان جدید درسگاہوں میں پرانے طرز کے مسلم رجحانات اپنے پرانے طریقوں
 اور ذخیوں سے دین کی تعلیم دے کر اس کے سوا کوئی خدمت اہم نہ دے سکے کہ
 خود بھی مستحکم رہے اور دین کا بھی استحکام کر لیا۔ یہ ساری چیزیں میری نگاہ میں ہیں۔
 اسی بنا پر میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ ان درسگاہوں کے لئے جب تک قرآن کی ایسی
 تفسیری اور حدیث کی ایسی شرحیں چار نہ ہو جائیں جن میں ان تمام اہم سوچات کا
 جواب مل سکا ہو۔ میں نے زمانے کے علوم چڑھتے والوں کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں
 اس وقت تک کوئی خاص کتب داخل سلسلہ نہ کی جائے بلکہ حاشیہ کر کے ایسے
 استاد رکھے جائیں جو قرآن و حدیث میں گہری بصیرت رکھتے ہیں اور علوم جدید سے
 بھی واقف ہوں اور وہ تفسیر کی کوئی کتب چھلانے کے بجائے براہ راست قرآن کا
 درس دین اور حدیث کی کوئی شرح چھلانے کے بجائے براہ راست احادیث نبوی کی
 تعلیم دین چاہئے۔ طلبہ کو ان باتوں سے بہتر ہی نہ پیش آئے جو ان کے لئے بہتر
 موجب داخل ہوا کرتی ہیں۔

اس وقت تو ہر بھی کالجوں کا باہل پہل سے بہت زیادہ معروضہ بن چکا ہے مگر جس
 نسلے میں میں نے "تعلیم و تربیت" کے یہ دونوں شعبوں "مطالعہ تعلیم و تعلیم کا تعلیمی
 شعبہ" اور "مدرسوں کے لئے نوجوان تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل" لکھے تھے (یعنی
 اس میں) اس وقت تو ملی تعلیمات میں کاؤنٹر ایڈجسٹنگ "تعلیم" کی طرح کے بہت
 پیوند و سببوں اور کالجوں کے طلبہ میں تیزی کے ساتھ اللہ کا ہوا ہے تھے اور انفرادی
 تحریک و باکی طرح دونوں نسل کو حجاز کئی پہلی بار ہی تھی۔ آپ کے مذہبی مدارس
 میں پڑھنے پڑھانے والوں کو نہ اس صورت میں کا کوئی اثر ان تھا اور نہ انہوں نے اپنے
 وقت کا ایک لمحہ اس مرضی کے اسباب کی تحقیق کرنے اور اس کا علاج سوچنے پر
 صواب کید میں مدد اپنی راہوں کی تیز حرام کر کے ان مسائل پر غور کرنا اور وقت
 کے تعلیمی رہنماؤں کے سامنے ان کے تعلیم تعلیم کا پورا تجربہ کر کے میں نے وہ اسباب
 صاف صاف پیش کر دیئے تھے اللہ کی مدد سے وہی تھوڑا سا دور کے اصل موجب تھے۔
 اس کے ساتھ میں نے ان کو یہ بھی بتایا کہ اگر آپ فی الواقع اس اللہ کی پیروی میں
 روکنے کے خواہش مند ہیں تو اپنے تعلیم تعلیم میں یہ اصلاحات کیجئے اس سلسلہ میں
 جب کالجوں میں موزوں دینی ضابطہ تجویز کرنے کا سہل پیش آیا تو میں نے اپنی حد تک
 اس پر رستہ ڈالنے پر اللہ تعالیٰ جو "تفسیر قرآن" شرح حدیث اور فقہ و کلام کے
 موضوعات پر موجود تھا اور مجھے ایک کتب بھی لکھی نظر نہ آئی "خود وہ اردو میں ہوا
 عمل میں یا انگریزی میں" جسے ان درس گاہوں کے لئے تجویز کیا جاسکے۔ اور اس وقت
 کیا میں آج آپ کے ان مضمونوں سے پہچانتا ہوں کہ ذرا کسی لکھی کتب کا نام لیجئے
 جسے اطمینان کے ساتھ ان طلبہ کے ہاتھ میں دیا جاسکے۔ آخر کار اس سلسلے کی کامل
 مجھے اس کے سوا کچھ نظر نہ آیا کہ سروسٹ جو چھ گئے چنے کوئی تعلیمی قوم میں ایسے
 موجود ہیں یا کالجوں کی تعلیم کو دینے کی تعلیم دینے کے اہل ہیں "ان کی تعلیمات حاصل کر
 کے چند مرکزی درس گاہوں میں تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے" مگر یہ کھپ ان کے نہیں
 تعلیم سے چار ہو کر لکھے گی اس میں سے ایسے سطحوں لکھنے کی توقع کی جاسکتی ہے
 جو دوسری درس گاہوں کے کام آئیں اور کالجوں کے لئے موزوں ضابطہ بھی چار کر
 سکیں۔

میری اس تخریج کے بعد آپ اور آپ پر حقیقت کے حق دونوں مضمونوں کو
 اول سے آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد آپ کو خود اس کا کہ آج پورا سال بعد ان
 مضمونوں کی جو دوا لکھ دی ہے اور مظاہر عظمیٰ کے دارالافتاؤں سے لی ہے وہ کس درجہ
 علم و بصیرت اور خدا ترسی پر مبنی ہے۔ میں جیروں ہوں اگر یہ لوگ ان مصلحت کو
 سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو آخر کس نے ان پر فرض کر دیا ہے کہ ان پر اظہار
 رائے فرمائیں اور وہ بھی مثل فتویٰ؟

دی تیسری عبارت "تو اس سے ہر شب کہہ کے دل میں پیدا ہوا ہے اور ہر شب وہی عہد و
 مظاہر عظمیٰ کے 'مستبیط' نے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے" اس کی تردید خود اسی
 مضمون سے ہو سکتی تھی جس میں وہ عبارت واضح ہوئی ہے "ہر ایک مضمون کو بغور پڑھا
 جائے آپ کے پاس اگر تفصیلات موجود ہے تو اس میں وہ مضمون لکھیں جس کا عنوان
 ہے "ترکی میں مشرق و مغرب کی تعلق" اسے دیکھئے" اور اس فقرے دیکھئے کہ آیا
 اس میں مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی مستحکم کلیوں کو کسی چیز اور ایک مصلحت
 میں کوئی فقہ کس طرح جاری ہونی چاہئے؟ یا یہ ہے کہ موجودہ ترکی میں اللہ دے دین
 اور اللہ ہی مصلحت کے قریب پاس کی وجہ کیا ہے؟ اگر کسی شخص میں کسی مضمون کو
 پڑھ کر اس کا موضوع سمجھنے کی جگہ بھی صلاحیت ہو تو وہ ایک نظر عظمیٰ کرے گا کہ
 میرے اس مضمون کا اصل موضوع یہ کام کسے ہوئے؟ قرآن اگر ایک قلوب میرے علم
 سے کسی دوسرے موضوع سے حقائق نکل گیا ہے تو آپ صرف اس ایک ہی فقرے کی
 دوا لکھ کر فرمائیں کہ اس دوسرے موضوع کے بارے میں میرا مذہب و مسلک کیا
 ہے؟ اور اس پر حد حتم یہ ہے کہ آپ اس فقرے سے میرا مذہب و مسلک بھی
 مستبیط فرماتے ہیں تو وہ جس کی تردید میری جیروں تحریر کر دی ہیں۔ آپ کو اگر
 یہ معلوم کرنا تھا کہ فقہ میں میرا مسلک کیا ہے اور مسلمان کی نفسی کلیوں کے بارے میں
 میری کیا رائے ہے تو آپ کو میری وہ تحریر دیکھنی چاہئے تھی جس نے فقہ کے
 موضوع پر نگہیں ہیں۔ اور کچھ نہیں تو صرف میرا وہ رسالہ ہی پڑھ لیتے جو "اسلامی
 قانون" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے وہ سارے فیصلے رفع ہو جاتے جن کی
 عدالت حقیقت کے صرف ایک فقرے پر تعمیر ہوئی تھی۔

اس سلسلے میں اگر کہہ دیا جائے تو ایک بات میں اور عرض کر دوں۔ علامہ کرام طوم دہلویہ میں بھی یہی فکر رکھتے ہوں، مگر مل دو چیزیں لگی ہیں جن سے وہ قریب قریب بالکل عواقف ہیں۔

۱۔ ایسی بات ضروری ہے کہ قریب کے نذر میں مختلف مسلمان ملکوں میں مطہریت اور اسلامیات کے درمیان کس کس طرح کی تسکین ہوئی ہے اور اس میں ہر جگہ اسلامیات کی شکست اور مطہریت کے غلبہ و فروغ کے اسباب کیا ہیں اور اس قدر خاک تھپے کے دوڑنا ہونے میں خود علامہ اور حلقہ دین کی اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کتنا دخل ہے۔

۲۔ ایسی یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ دنیا کے موجودہ تمدن میں اگر ہم ایک اعلیٰ درجہ کی ترقی یافتہ اسلامی ریاست کا نظام خاص اسلامی اصولوں پر چھٹا چاہیں تو ہمیں کس قسم کے مسائل سے سلطنت پیش آئے گا اور ان مسائل کا حل کرنے میں سلف کی پیروی ہوئی طبعی میراث کس حد تک ہمارے کام آئے گی اور اس حد سے آگے ہمارا کام لاحقہ کے بغیر کیوں نہ چل سکے گا؟ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ان دونوں باتوں سے علامہ کی فطرت و بے غری کا حل وہ نہ ہو تا تو اس وقت ہے تو انہیں میری بہت سی باتوں کو سمجھنے میں وہ مشکلات پیش نہ آئیں جو اب آ رہی ہیں۔ پھر غصہ یہ ہے کہ چنانچہ اس کے کہ وہ اپنے علم و واقفیت کی اس کی کو محسوس فرماتے اور اسے دور کرنے کی کوشش کرتے، انہیں اتنا اس شخص پر غصہ آتا ہے جو ایک طرف ان کی اس حق کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسری طرف دین کو اس نقصان سے بچھٹا چھٹتا ہے جو اس حق کی بدولت نکل رہا ہے اور آگے بڑھنے کا اثر یہ ہے۔ لفظ حق بڑھ جاتا ہے کہ حق کی اس روش کا انجام کیا ہو گا؟ وہی مذکور میں اس کا انجام یہ ہو چکا ہے کہ اشتراکیوں نے پہلے اس طرح کے علامہ کو استعمال کر کے ان علمی بحر مصطفیٰ کو خشک کر لیا جو اشتراکیت کے مقابلے میں ایک تہیاب دینی تحریک چلانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ پھر تمام انہیں کو اپنے اثر میں لا کر ان کے ہاتھوں علامہ کرام کو بھی غم کرا دیا اور علامہ کے ساتھ ساتھ خود دین کا بدنام بھی اٹھوا دیا۔ اب اسی داستان کا احوال یہاں ہونا نظر آ

ہا ہے۔ جو لوگ حشر میں اور عاصہ کے مقابلے میں جہنم میں رہیں گے ان کا علم انھیں کی قوت و صلاحیت دیکھتے ہیں۔ علم کا ایک گہرا کثیر ان کے مقابلے میں حشر میں اور عاصہ کے ہاتھ مضبوط کر رہا ہے۔ اگر خدا عزوجل یہ لوگ عاصہ کی مدد سے ان کو غم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد جو دنیا کے سامنے آئیں گے انھیں دیکھنے کے لئے ہم تو سوچ رہے ہیں کہ یہ حضرات عاصہ اور ان کی آنکھوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھیں گی کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے حق میں اور اس دنیا کے حق میں کیسے کام کئے ہوتے ہیں۔

(ترجمان القرآن۔ جلد اولیٰ، صفحہ ۱۷۷ - تاریخ ۱۹۵۲ء)

مولانا حسین احمد صاحب کا فتویٰ

سوال : جناب مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے ایک پمفلٹ "مسلمان اگرچہ بے عمل ہو مگر اسلام سے خارج نہیں ہے" شائع کر لیا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا مسلک اہل سنت والجماعت کے باطل خلاف ہے اور اہل سنت مجدد اور آیات صریحہ کے باطل معنی ہے۔ اور لکھا ہے کہ آپ اہل سنت کے جو اہل ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ فرائض اور معجزہ کا عقیدہ ہے۔ اور آپ اس عقیدہ کو شاپیہ اور محدثین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ شاپیہ و محدثین اہل کو اہل کا جو عقوم نہیں بلکہ جو عقوم مکمل کئے ہیں۔ اور یہ کرم اس مسئلہ کے حلقہ لیا عقیدہ باوجود اہل قرآن قیادی اور ترجمان القرآن میں شائع قیادی "انہوں نے آپ کی حدود و قیاسات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔"

جواب : "ہرگز وہ لوگ جن کو عمر بھر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے۔ دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ اور آپ کو اتنے جانتے پہچانتے کے حامل سے بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے کہ صرف چند گفتگو کی مسافت ہے۔" اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گزرا۔ تو وہ کھانا مسلمان نہیں ہیں۔ بھوت کئے

ہیں اگر آپ کو مطلب کہتے ہیں، اور قرآن سے چل رہے ہیں
 انہی مطلب کہتا ہے۔" (مطلبت ص ۵۸)

اب اس سے معلوم ہوا کہ آیت کے بغیر علماء مدونہ خود اہل کی
 شہادت سب بیکار ہیں۔ کسی چیز کا بھی اظہار نہیں کیا جاسکتا۔

(مطلبت ص ۵۹)

اس میں دو اہل اسلام یعنی (علاء و آیت) سے جو لوگ نہ گردانی کریں
 ان کا دعویٰ اہل کی جبراً ہے۔" (مطلبت ص ۵۹)

اس "قرآن کی مد سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی ہے سنی ہے اگر کوئی اس
 کے ثبوت میں نہ لے اور آیت کا پلہ نہ ہو۔" (مطلبت ص ۵۳)

یہ سب حوالہ جات مطلبت پر ختم کے مطابق ہیں۔

جواب : ایک غم تو مولانا حسین امیر صاحب نے کیا کہ اصل کتب کی عبارت کو
 پوری طرح چھپے بغیر "اور خود کتب کے سوسنوں و مضموں سے واقفیت حاصل کے بغیر
 اصل چند لوگوں کے تراجم کو اقتباسات کی بنا پر کتب کے مصنف کا ایک مسک
 شخص فرما لیا اور اپنی اس تحقیق کا اعلان بھی فرما دیا۔ اس پر نہ سزا ظلم آپ کر رہے
 ہیں کہ مولانا کے اس پمفلٹ کو چھپنے کے بعد آپ نے خود "مطلبت" کو چھپا نہ میری
 کسی اور کتب سے میرا مسک معلوم کیا بلکہ فوراً مجھے جواب دی کے لئے طلب فرما
 لیا۔ میری کتب "مطلبت" آپ کی دسترس سے دور نہ تھی آپ صرف اس کو اٹھا کر
 دیکھ لیتے تو آپ کو اپنی عبارت کے اس میں مولانا کے غزلت کا جواب مل جاتا۔ پھر
 میری کتب "تفسیر صمد دوم" بھی آپ کو اپنے شر کے دارالافتاء جماعت اسلامی
 میں دستی مل سکتی تھی۔ اس کو چھ کر آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آیا میں خزانہ و مستوف
 کام مسک ہوں یا اہل سنت کا۔

میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طرح کے اعتراضات کی تحقیق کے لئے مجھ سے
 سوال نہ کیا جائے۔ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ جن غزلت کی تحقیق آپ خود
 قرآنی ہی تکلیف اٹھا کر کر سکتے ہیں ان کے لئے خود علماء غرضت میں وقت کیوں
 صرف کیا جائے۔

مظہبت کی جن مہارت پر مولانا نے مجھے غارت و معنی بظاہر ہے جن پر محقق
 کہنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ کتب نقد اور علم کلام کی کتب نہیں
 ہے نہ فقہ کی کتابیں ہیں کبھی گئی ہے بلکہ یہ ایک وحدہ نصیحت کی کتب ہے جس
 سے حضور بدگوئی خدا کو فراموشی داری ہے اسلئے اور غارتی سے بدگنا ہے اس میں بحث
 یہ نہیں ہے کہ اسلام کے آخری صود کیا ہیں جن سے تہذیب کے بغیر کوئی خارج
 اولیت قرار نہ پاسکتا ہو بلکہ اس میں عام مبطلوں کو دینے کا اصل مقصد سمجھانے اور
 انکس فی غیبت پر ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے کیا اس نوعیت کی کتب میں مجھے
 حرام سے یہ کہنا چاہئے تھا کہ قرآن تم لہذا 'بولہ' 'ج' 'ذکا' 'بکھ بھی لوانہ کہ' 'پھر بھی تم
 مسلمان ہی رہو گے؟ مولانا صمیم اور صاحب کو فطرتی دینے کا شوق تھا تو وہ حضور اپنا یہ
 شوق پر راہ لہاتے مگر فطرتی دینے سے پہلے انہیں اس چیز کو سمجھنا چاہئے تھا جس پر
 وہ فطرتی نکاح رہے تھے۔

پھر اگر مولانا نے عقل و فہم کی انتہا نہ کیا ہو تا بلکہ اصل کتب کو
 نقل کر جن مہارتوں کے سابق و لاحق کو بھی دیکھ لیا ہو تا مجھے امید نہیں کہ جن پر
 اعتراضات کرنے کی جرات فرماتے۔ عقل کے طور پر جگ کے عقل میری اس مہارت کو
 لکھتے تھے آپ نے سب سے پہلے نقل کیا ہے "مظہبت" میں اس سے پہلے یہ آیت
 نقل کی گئی ہے کہ

وَلَقَدْ عَلِمَ النَّاسُ حُجَّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتِطَاعِ قَبِيْهِ سَيِّلًا وَمِنْ

كَفَرٍ فَلَمَّا عَلِمَ الْفُتُوْنُ مِنَ الْعَطْمِيْنَ - ۱

پھر نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: "جو دور وہ اور سواری رکھتا ہو جس
 سے وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے" اور پھر وہ جگ نہ کہے "تو اس کا اس حالت پر مبرا

۱۔ لوگوں پر لڑا لاق ہے کہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا جگ کہے
 اور جس نے مگر کیا تو لڑا لاق ہم دنیا والوں سے ہے پڑا ہے۔

اور یہودی یا نصرانی ہو کر موائیکلی ہے۔" پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عزا کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود ایسی کئے 'میراثی' پہناتا ہے کہ ان پر حج یا زکوٰۃ نہ ملے۔" مسلمان نہیں ہیں۔" مسلمان نہیں ہیں۔" ان ساری چیزوں کو نقل کرنے کے بعد میں نے یہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائے ہیں۔ اب فرمائیے کہ اس عبارت پر غور و خیر اور احتراق کا جو فوجی مولانا صاحب نے بڑا ہے اس کی زد کئی کئی بار کر پڑی ہے؟ کیا میں مولانا کو خدا سے لگا ہے خوف فرض کروں کہ یہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی وہ اس مستحکم جہر اور بازی کی عبارت کو گزرتے؟

اس طرح قرآن اور زکوٰۃ سے متعلق میری یہ عبارتیں آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل کر لی ہیں ان کے آگے اور پیچھے میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس مشہور کلام سے کو بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے مائیں زکوٰۃ کے خلاف جملہ کلمہ اور اس کے ساتھ بکثرت نکالت بھی نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قلن تلکوا وقللوا الصلوٰۃ وقللوا الزکوٰۃ فقللوا انکم من القسین ۱۔ کیا اس سہل و سہل پر نظر ڈالنے کے بعد بھی غور و خیر اور احتراق کے اس فقرے کو آپ غنیمت سمجھ سکتے ہیں جو مولانا کے قلم سے میری ان عبارتوں پر لگا ہے؟

(ترجمان القرآن۔ جلدی لاہوری نے جمعہ۔ ماہی ۱۳۳۸ھ)

۱۔ پھر اگر وہ توہ کر لیں اور زکوٰۃ قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ خدا سے دینی ملتی ہیں۔

جماعت اسلامی نور علیہ کرام

سوال : جماعت اسلامی نور علیہ حق کا ذریعہ اندر ہی صورت کمال فہم سے ہے۔ اس سے اصل کام کی رفتار بہت برا اثر پڑے گا اور یہ معمولی بات نہ کہی جائے۔ مذہبی جماعتوں میں سے جماعت اسلامی کو انہی نگاہ سے دیکھنے والی نور چارہ حد تک تعلق ظاہر کرنے والی ایک اہل حدیث کی جماعت ہے (جو عقل ہے) اور دوسری جماعت علیہ حق کی ہے جو اہل دیوبند سے تعلق ہے (یعنی بریلویوں کے مقابلے میں) اور یہ کثیر تعداد میں ہے۔ اگر اس گروہ عظیم کے ائمہ و بھائے جماعت اسلامی سے اس رنگ میں غلط ہوتے ہیں۔ تو غلط فہم دیکھ لیا جائے کہ عوام میں کتنی بے عقل پیدا ہو جائے گی اور اصل مقصد سے ہٹ کر جماعت اسلامی کے افراد کسی فرقہ بندی کی حیثیت میں دکھائی جائیں گے۔

کمال انہی اختلافات کی ابتداء ہے۔ بریلویوں کی طرف سے مصلوہ کی "کھٹی" شائع ہوئی ہے۔ "مطہین اہل دیوبند کی طرف سے دو چار اشتہار شائع کئے گئے ہیں۔ ان کا مذاکرہ ہو سکتا ہے، مصلوہ ضعیف کا ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ اگر قہروری وہ جماعت کے اہم مقاصد کی سیاست کو سامنے نہ بھی رکھا جائے تب بھی سوشلٹی حالت المسلمین کی دور کرنی تو ان حالات میں اور دوسرے اسلام ضروری ہے۔

جماعت اسلامی کی طرف سے میری دانش کے سوانح شایہ کوڑ میں ان نکات کا جائزہ کچھ سرسری طور پر لیا گیا ہے۔ باقی مستقل طور پر ان کے جہالت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس میں تاخیر و تاخیر متنبہات وقت میرے خیال میں ہرگز درست نہیں۔

سوائے سوائے اعتراضات یا نکات قریب سامنے آ چکے ہیں جو محدثوں کو قلع و دھند کر کے چار کئے گئے ہیں، یا استہلاک تہذیب ہوئے ہیں۔ ہر ایک ان کا نبردوار تہذیبی عقلی جواب جماعت کی طرف سے آ جاتا ہے۔ اگر وہ مسئلہ جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔

نور اگر آپ کی ذات سے حلق ہے تو اس کو آپ ذاتی طور پر بطریق احسن واضح کریں تاکہ ایک سلیم الخلق آدمی کو پھر سوال و جواب کی دست گارانہ کئی نہ ہے۔

ان ساری تعلیمات قلبی خلق کے بعد پھر بھی خودی طبع اگر جن کے توں سوال جڑتے رہیں تو اس وقت آپ بے شک جواب سے سوا کونہ رکھیں 'نور اپنے کام میں مصروف رہیں۔ نور جماعت کے تمام افراد کو بھی ایسی تعلیم دینی چاہئے کہ اپنے منک کی وضاحت کے سوا اعتراض و جواب سے خاموشی اختیار کی جائے اور غلط فہم جل جلالہ کے سپرد کر دیا جائے۔
قریباً سو گنا سب اہل بی بی آ رہے تھے جن کے ہولناکیاں

آج کل خودی سپرد قلم فرما رہی ہیں۔
اول۔ جماعت اسلامی میں جو مسلمان داخل نہیں جن کے اسلام و ایمان کے حلق کیا رائے ہے؟ اسلام میں داخل نور مسلمان ہیں یا نہیں؟
ثانی۔ کبڑے کے سر تک مسلمانوں کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ سب سالیں (مخلوق) ہمیں "لوایاؤ اللہ" سونے! علامہ اہل سنت کے ساتھ جسور اہل فسق و ایمان کے جو کچھ مشکلات ہیں ان سب کو آپ حلیم کرتے ہیں یا کہیں کچھ جسور کے ساتھ اختلاف ہے؟ اگر اختلاف ہے تو ان غلطیات کو بیان فرمایا جائے۔

دلیل۔ اپنے بھروسہ اور خودی ہونے کے حلق کیا رائے ہے؟ آج کل جہل کر اگر آپ بھروسہ خودی ہونے کا دعویٰ کریں وہ صحیح ہو گا یا غلط؟
خاص۔ کیا آپ جسور علامہ سلف کی تحقیقات و اجتہادات پر اپنی تحقیقات کو ترجیح دیتے ہیں یا اس کے برعکس اپنے استنباطات کو ان کے اجتہادات کے مقابلہ میں مروجہ قرار دیتے ہیں؟

جواب: آپ کا خیال درست ہے کہ موجودہ حالات میں جماعت اسلامی نور ملنے کرام کی آواز میں اسلامی مقاصد کے لئے سخت قصصاں دے رہی ہے۔ اس وجہ سے مجھے بھی اس کا بڑا رنج ہے۔ مگر میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں کہ اس میں میری یا جماعت کے

کارکنوں کی باہری عبادت کی کیا ذمہ داری ہے۔ ہماری مطبوعات دیکھ لیجئے ہماری تقرروں سے حلقہ عام سامعین سے پرچہ لیجئے ہماری سرگرمیوں کا جائزہ لے کر تلاش کیجئے کیا کہیں کوئی ایسی چیز ملتی ہے جو علماء کے کسی گروہ کے لئے بجا طور پر موجب اشتغال کی جا سکتی ہو؟ کیا ہم نے بھی کبھی کسی گروہ کو طعن و عداوت کا ہدف بنایا؟ کسی کے خلاف "خطبے کی گفتنی" بنائی؟ کسی پر فتوے جڑے؟ کسی کے خلاف اشتہار بازی کی؟ اگر بھی ہم نے کسی سے اشتکاف کا اظہار کیا بھی ہے تو طعن حیثیت سے کیا ہے؟ دکان کے ساتھ کیا ہے؟ زمین کی خاطر کیا ہے؟ "احرام اور سوپ کو غوطہ دیکر کیا ہے؟" اور بہت کو اسی حد تک محدود رکھا ہے جس حد تک کسی مسئلے میں ہمیں کسی سے اشتکاف تھا۔ کوئی شخص ہماری کسی ایسی غلطی یا تقریر کی شکایت نہیں کر سکا جو اس سے اشتکاف و عداوت کی ہول اہل حدیث میں یا دین ہندی یا برہمنی؟ ہم نے جن میں سے کسی گروہ پر یا اس کے مسئلے اور مسلک پر "یا اس کے بزرگوں پر" کبھی کوئی حملہ نہیں کیا؟ اور نہ ہی مواقع اہل دینہ دل میں کبھی حملے کا خیال ہی آیا۔ پھر دین کی یہ تصویر فقیر ہم کب تک پیش کرتے رہے ہیں "تور جس چیز کی ہم نے دنیا کو دعوت دی ہے؟" اس میں بھی یہ حضرت درحقیقت کوئی غلطی نہیں دکھائے اور نہ کسی ایسی چیز کی نشان دہی کر سکے جو حقیقت میں خلاف ہو۔ اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ یہ کون پیش یک طرفہ ہے یا دوطرفہ؟ اور اس کی کوئی ذمہ داری ہم پر بھی عائد ہوتی ہے؟

پھر اس کہ جن حضرات کو حالت اکوئل اور ذمہ نہیں ہے۔ انہیں کچھ احساس نہیں کہ اس وقت اہل دین کی بھی تعلیم دینے کے لئے کس قدر قصص و حد ہے اور اس سے عہد حاضر کی خطائوں کو کتنا بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ انہوں نے اپنے گروہی قصبات سے غلط فہمیں ہو کر ایک گروہ کے لئے بھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ عبادت اسلامی اس وقت دین کی کیا خدمت کر رہی ہے اور اس موڑ پر اس کے گروہ چلنے سے دنیا میں کتنا بڑا فساد چھلنے کا ہے؟ کرنے والا کوئی حد مرا عظم اور مسخہ گرفت سمجھ نہیں ہے۔ انہیں یا تو اس بہت کی خبر نہیں ہے "یا اس کی پڑا نہیں ہے کہ اگر عبادت اسلامی خدا عزوجل کا نام ہو گی تو پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں مسلمانوں کی سچی رہنمائی" سے حجاز ملکوں کو اللہ و اہلیت کی تحریکوں سے چلنے

وہی کوئی عظیم طاقت موجود نہ ہے کی اور علامہ کرام اپنے دل بولتے ہیں یہ خدمت انجام نہ دے سکیں گے انہیں اس امر کا بھی پتا نہ ہو کہ انہیں نہیں ہے یا ہے تو اس کی کوئی قدر ان کی نگاہ میں نہیں ہے کہ پاکستان کو ایک اسلامی طاقت میں تبدیل کرنے اور یہی اقتدار کی سند ہے یہ دنیا کی جگہ دین کو ملنے کے لئے جماعت اسلامی کی کوششیں کیا اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے انجام ہونے کی صورت میں یہی اشتراکیت یا "کلیت" کو مسلط ہو جانے سے روک دینا تھا علامہ کرام کے بس کا کام نہیں ہے ان حضرات نے اس حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لی ہیں کہ ایک دلدہ دروازہ کے بعد اس پر عظیم میں بدی سروردی و ہائشی کے بعد ایک ایسی تحریک اٹھی ہے جو دین کے بعض اجزاء کو نہیں بلکہ پورے دین کو پورے نظام زندگی پر غالب کرنا چاہتی ہے اور ایک ایسی جماعت عظیم ہوئی ہے جس نے جدید و قدیم دونوں طرز کے تعلیم یافتہ لوگوں کو اس مقصد عظیم کے لئے حشر عظیم اور محرک کیا ہے۔ فلسوفی فوڈ صد فلسوفی کہ انہی ایک تحریک اور ایسی ایک جماعت کی قدردانیت کا صحیح اندازہ کرنے سے انہیں ان کے گروہی قضیہات روک رہے ہیں۔ انہوں نے بھی غلطے دل سے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ کفر، فسق و فحشا کے اس طوفان میں اس تحریک کا ساتھ دینے کے بجائے اس کو مٹانے کی کوشش کرنا دنیا اور آخرت میں ایک سخت دہلی اپنے سر لینا ہے۔

یہ حضرات بار بار اپنی تقریریں اور تقریریں اور اپنے فتوے میں اس بات پر زور دے رہے ہیں "اور مثلاً" بھی اس امر کی کوشش کر رہے ہیں کہ لوگوں کو جماعت اسلامی کا لڑکچہ بننے سے روکا جائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے اس لڑکچہ کو پتہ کیا بھی ہے یا نہیں۔ برہمنوں کی یہ کوشش دانت ہو یا عذرت "فی الواقع ایک سخت دشمنی ہے جو یہ حضرات اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں اور خود اپنے دیر اثر مذہبی گروہوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اگر ان کی کوششوں سے جدید تعلیم یافتہ نسل جماعت اسلامی کا لڑکچہ بننے سے روک جائے تو یہی پوچھتا ہوں کہ آپ نے وہ کونسا لڑکچہ پیدا کیا فراہم کیا جو ان لوگوں کو خود ان کی زبان اور اصطلاحوں میں دین سمجھا سکا ہو اور انہیں دور جدید کی غلطیوں سے بچا سکا ہو؟ اور اگر ان کی کوششوں سے مذہبی طبقے اور

خصوصاً علی واریس کے طلب اور غرض اخلاقی حضرات اس لڑچک کے معاملہ سے رک جائیں تو مجھے بتایا جائے کہ میں کوئی اور لڑچک لیا سمجھ رہا ہوں تو میں لوگوں کو غیور اسلامی نقطہ نظر سے دور حاضر کے مسائل سمجھاتا ہوں اور انہیں اس قفل بتاتا ہوں کہ وہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے آنکھ مار کر بات کر سکیں؟ اس پہلو سے اگر آپ معاملہ پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو ایوان ہو کہ ادارے لڑچک کی جو عظمت میں حضرت ابن حضرت سے کی جا رہی ہے یہ کبھی سخت مبالغہات ایسی ہی ہے اور اس کے نتیجے میں کس قدر بڑے ہیں۔

پھر اگر اس کا بھی ایوان سمجھتے کہ ابن حضرت کی عظمت کے پادشاہ لوگ اس لڑچک کو چاہیں گے ابن کی نگاہ میں نہ صرف ابن حضرت کی بلکہ پورے گروہ علماء کی وقعت کو گھٹا دینے کا اور وہ طریقہ دین کی دانت کو کس قدر مشتعل سمجھتے تھیں کہ ہماری تاریخ تک یہ کوشش رہی ہے اور اب بھی ہم اس کے لئے کوشش ہیں کہ مسلمانوں کو علم دین کی ضرورت اور فہمیت کا احساس دلائیں اور یہ بات ابن کے ذہن نشین کریں کہ ابن کی زندگی کا تقاضا بھی درست نہیں ہو سکتا اب تک کہ اس کی باتیں دین کی واقعیت رکھنے والے لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہوں۔ لیکن آپ مجھے بتائیے کہ جب تمام اور جدید تعلیم یافتہ لوگ ایک طرف ادارے لڑچک کو دیکھیں گے اور دوسری طرف یہ دیکھیں گے کہ بڑے بڑے پادشاہ نے اس چیز کی کس کس طرح عظمت کی ہے تو ہماری کوششیں ابن کے پادشاہ کے لئے حسن عین پیدا کرنے میں نکل نکالیں گے۔

آپ چاہے کہ پادشاہ کے گروہ سے قطع رکھتے ہیں اس لئے میں یہ باتیں آپ سے اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ انہیں ابن حضرت تک پہنچائیں جو غلامِ کلاہ ہماری عظمت کر رہے ہیں۔ اور جس حد تک بھی آپ کے بس میں ہو انہیں سمجھانے کی کوشش کریں۔

اب میں ابن سہمت کی طرف توجہ کرتا ہوں جو آپ نے اپنے خطبہ ہمارے میں قرار فرماتے ہیں۔

۱۔ پہلے سوال کے حلقہ اولین بات جو دریافت طلب ہے وہ یہ ہے کہ آخر یہ سوال پیدا کیسے ہوا؟ کیا ہم نے بھی یہ کمالی کہا تھا کہ ہم غرض جماعت اسلامی

میں داخل نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے؟ اگر میری جماعت اسلامی کے کارکنوں کی طرف سے بھی ایسی کوئی بات کہی جائے گی تو اس کا جواب نہیں پیش کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اس سوال کے پیرا ہونے میں ہماری کسی قطعی کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ صرف ہمارے طالبین کے "مسنیہت" کی آگاہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کو کسی طرح ہمارے خلاف بھڑکایا جائے اور بھڑکانے کے لئے اس سے زیادہ بڑا کر لیا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں سے کہا جائے کہ یہ لوگ تمہیں مسلمان نہیں سمجھتے یہ تو اس سے پہلے ہی اصطلاح کی کوشش کرنے والوں کے خلاف اقدام استعمال کیا جا چکا ہے اور آج یہ ہمارے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔

لیکن میں صرف اس قطعی جواب ہی پر اکتفا نہ کروں گا میں آج اس سوال کا کوئی نیا جواب بھی نہ دوں گا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آپ اس التزام سے بچنے کے لئے اس کا انکار کیا جا رہا ہے۔ میں اس وقت کی تعصبات پیش کرنا نہیں چاہتا کہ جماعت اسلامی کی تحلیل کی گئی تھی۔ اگر آپ کے پاس ترجمان القرآن کے پاس فائنل موجود ہیں تو براہ کرم دفعہ اول جلد (نئی ایڈیشن) کا پرچہ نکل کر دیکھئے۔ اس کے اشعار میں یہ عبارت آپ کو ملے گی:

"جماعت اسلامی کے نام سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس جماعت سے باہر جو لوگ ہیں ان کو ہم غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہ نام جس وجہ سے اختیار کیا ہے وہ لوہ بیلان کی جابجائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس جماعت کے مسلک میں نہ اسلام سے کم کوئی چیز ہو نہ اس سے زیادہ" جس کا مفہوم وہی ہو جو اسلام کا ہے "نصف ایمین وہی ہو جو اسلام نے پیش کیا ہے" نظام جماعت وہی ہو جس کا فرقہ کتب و سنت میں ملتا ہے "اور نام کا ڈھنگ وہی ہو جو انبیاء نے سکھایا ہے" اس کے لئے آخر جماعت اسلامی کے سوا اور کیا نام ہو سکتا ہے۔ مگر ہم ہرگز یہ فرض نہیں کرتے "اور اپنا فرض کر لینے کا ہم کو حق نہیں ہے کہ لیکن بس اسی جماعت کے اندر حشر ہے اور اس کے باہر جو لوگ ہیں وہ سب نہیں ہیں۔ بلکہ اگر کوئی اس جماعت کی

حکومت کے تب بھی ملک اس کی طاقت کی بنا پر ہم اسے غیر مومن نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص ہم سے زیادہ صاحب ایمان ہو اور وہ ایک نیک نیتی کے ساتھ کسی لفظ حق کی بنا پر اپنی طاقت کسے اپنی جہ تک ہم اپنی کو ختم کریں گے کہ اپنے ملک اور طریق کار کو ہمیں اسلام کے مطابق رکھیں تاکہ کسی شخص صلاح و مومن کے لئے ہم سے علیحدہ رہنے کی کوئی وجہ نہ ہو اور اس طرح تمام اہل ایمان آخر کار ایک ہی نظام میں شمول ہو سکیں۔ لیکن اپنی اس نگرانی کو ایک حاصل شدہ واقعہ فرض کر کے ہم ہرگز جہد میں نہ چریں گے۔ ہم کی بنیادیں مسلمانوں میں ایک فرقہ بندی سے بچتا ہے اور اس وجہ سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں جو ہمیں غیر کے بجائے شر کا غلام نہ کرے۔"

اس کے بعد جب بغداد میں پہلی سرجہ ٹھہری ہے تو فراموش کیا کہ میں عام مسلمانوں کی تحفہ کر رہا ہوں اور بعض حضرات نے اورداد مکتبہ لکھے "کنز الخیر" کا خطاب بھی مکتبہ فرمایا کرتے ہیں نے اپنے ایک خط میں پھر اپنی پوزیشن واضح کی ہے۔ یہ مسلمانوں "رفیع شہادت" کے عنوان سے "حزب اکبر" کو میرا ہند کے ترقی یافتہ افراد میں شریعہ برائے اس کی یہ مہارت کمال حاصل ہے۔

"میرا اصل دماغ اجماع دین کی حدود کے لئے صلاح آوری چاہتا ہے نہ کہ مسلمانوں کے کفر و ایمان کی بحث پھیلاؤ۔ مسلمانوں کی حدود ایمانی و انسانی حالت پر جو تدبیریں میں نے کی ہیں ان سے بھی میرا مقصد یہ نکلا تھا کہ دعوت الی اللہ کے مقصد عظیم کا اہتمام کرتے ہوئے مسلمانوں میں اس وقت کیا کیا کوتاہیاں پائی جاتی ہیں اور یہ کہ اس کار خیر کے لئے مسلمانوں کے اس مجموعہ میں سے کس قسم کے لوگ صاحب اور مطلوب ہیں۔ جماعت اسلامی کے دستور میں شمولیت کو شرط رکھتے قرار دینے کی غرض بھی صرف یہ ہے کہ جو لوگ اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں ان کے حصول پر اطمینان کر لیا جائے کہ وہ صلاح اہل ہیں اور جماعت کی ان آمیزشوں کو لئے ہوئے نہیں آ رہے ہیں جو بد قسمتی سے مسلمانوں کے امور کھس آئی

ہیں، نیز یہ کہ دعوتِ اعلیٰ کی خدمت شروع کرنے سے پہلے وہ ایک مرجع
بزرگ کے ساتھ اپنے عہد و بیعت کو استوار کر لیں اور ان مسلمانوں کی جو
ساتھ کام کے لئے آگے بڑھیں۔ مجھے اس شخص کو لوگوں نے نہیں سمجھا
اور بعض یہ خیال لوگوں نے قصداً بھی اس کے حلقہٴ صلاح نہیں
پیدا کیا۔ اس وجہ سے جن بزرگوں کو میری تقریرات کے تفصیلی مسودہ کا
موقع نہیں ملتا ہے اور جن تک میری ہفتہ وار سہولت کی تقریرات کے واسطے
سے پہنچی ہے انہیں یہ صلاح بھی ہو گئی کہ میں مسلمانوں کو ایمان اور عقیدے
سے غلط قرار دے رہا ہوں اور ان کو "نہیں" کے دائرے سے باہر دیکھ کر
بزرگوار کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ "میں تو کھانے کا ہاتھ کھڑکی
طرف کھولا گیا تھا اب اسے اٹل ایمان کی طرف منکول رہا ہوں۔ اٹل شہد
ہے کہ میں ان باتوں سے بری ہوں۔"

یہ قصہ کچھ اب سے دس برس پہلے کی گئی تھیں اور اس کے بعد سے آج تک
ایمان کو دھولا جاتا رہا ہے، مگر وہ دیکھتے ہیں لوگوں کی روایت اور حدیث کی جو ان کے
بعد آج تک برقرار رہا ہے انہیں وہاں سے چلے جا رہے ہیں کہ یہ شخص مسلمانوں کو ان
مسلمان قرار دیتا ہے، اور دعوتِ اسلامی اپنے دائرے سے باہر کسی کے ایمان و اسلام کی
حاکم ہی نہیں ہے۔ اٹل کے بعد سے یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہم جو ہر مسجد میں ہر امام
کے پیچھے ہم مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھتے ہیں۔ کیا میں سب کو کافر کہہ کر ہی
ایسا کہتے ہیں؟

جواب: آپ کو وہ سبے سوال کا جواب بھی آج سے سب سے دینے کے بجائے میں
اپنا ایک ہا جواب ہی نقل کرتا ہوں جو اب سے کئی برس پہلے دیا گیا تھا تو میری
دسمبر ۱۹۵۵ء کے قریب تقریر میں ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے
میں نے پہلے یہ بتایا تھا کہ بھڑکی وہ تھیں ہیں، ایک بکر بختہ حقیقت، جس کی بنا
پر آری عہدِ نبوی میں نہیں رہتا، "مرا بکر بختہ ظاہر جس کی بنا پر ایک آدمی کو
خارجِ اولاد قرار دے کر اسلامی سوسائٹی سے کٹ دینا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد
پہلی قسم کے حلقہ میں نے لکھا تھا:

اس میں شک نہیں کہ مصیبت ایمان کی علامت ہے لیکن بحکم مصیبت، خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو، لائق ایمان کے مستقل طور پر سلب ہو جانے کی موجب نہیں ہوتی۔ کالر کی طرح سوسن سے بھی پدے سے جدا نہ کر دیا ہو سکتا ہے۔ جذبہ جو چیز سوسن کے گمہ اور کالر کے گمہ میں فرق کرتی ہے وہ یہ ہے کہ سوسن جب گمہ کرتا ہے تو میں حالت گمہ میں تو ایمان اس سے اٹکا ہوا ہوتا ہے لیکن جب وہ شہادت نفس کے اس غلبے اور غلامی کے اس پدے سے، جو عارضی طور پر اس کے قلب پر چڑ گیا تھا، باہر نکل آتا ہے تو اس کی شرمساری لاحق ہوتی ہے۔ خدا سے غلام ہوتا ہے، آخرت کی سزا کا خوف کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ پھر اس سے ایسی حرکت نہ آوے کہ اس قسم کی مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی ہو، آری کو کالر نہیں پہنچتی، صرف گمہ مار رہا ہے اور توبہ اس کو ایمان کی طرف واپس لے آتی ہے۔ ہر نفس اس کے کالر کے گمہ کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اسی گمہ کالر اور عمل اور طرز زندگی کو اپنے لئے مناسب اور فائدہ مند اور درست سمجھتا ہے، اس کو خدا کی اور اس کے حکم کی کچھ پروا نہیں ہوتی کہ اس نے اس فعل کو گمہ اور حرام قرار دیا ہے، وہ پدے اصرار و انکار کے ساتھ اسی فعل کا ارتکاب کرتے رہتا ہے اور غصہ اس کے پاس نہیں پہنچتی۔ یہ وہ سری قسم کی گمہ کاری سلب ایمان کی موجب ہے اور یہ بچانے خود کبیرا ہے خواہ اس کے جذبہ کے ساتھ کوئی ایسا حکم ہی کیا جائے جس کو عرف عام میں "مصلیہ" سمجھا جاتا ہو۔ ان دونوں قسم کے گمہوں کو ایک ہی حیثیت دینا اور ان پر یکساں حکم لگانا بالکل غلط ہے اور اس قسم کی افراد و عقائد خود کبیرا کی تعریف نہیں آتی ہے۔ پہلی صدی سے آج تک ہجو غارہوں کے "یار معجزہ کے گمہ کے اور کسی نے یہ رائے قائم نہیں کی۔"

اس چیز کے حلق پر جان لینا چاہئے کہ شریعت نے ایسی عقیر کو ہر کس و عامس کی رائے کا کھڑا نہیں دیا ہے۔ جس طرح کسی شخص کے ہستی نقل کے لئے یہ شرط ہے کہ نظام اسلامی موجود ہو اور اختیار کاخی

ہم شہادتوں اور پوری صورت حال پر ابھی طرح غور کر کے پوری حقیقت کے بعد یہ دانے قائم کرے کہ یہ شخص واجب اہل ہے تب اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کے مدعی قتل یعنی عظیم کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ اس کے لئے جو الزام ٹھہرایا گیا ہے اس کی ایک خاصی شرح پوری حقیقت کہے "اس کا اپنا بیان ہے" اس کے اقوال و افعال کو جان کر دیکھے "شہادتوں پر غور کرے اور اس کے بعد فیصلہ کرے کہ یہ شخص برصحت مسلمین سے کٹ کر پھینک دینے کے لائق ہے۔"

غور کیجئے کہ جو لوگ اس قدر صاف اور صریح بیان کے باوجود ابھی یہ الزام لگاتے ہیں کہ میں طوائف کی طرح گٹھ گڑھ کے سرکب کو کافر قرار دیتا ہوں "و کتابہم بھوت دیتے ہیں اور اسے پھینک کر کتابہم بھوت اپنے سر لیتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ابھی یہ الزام آج وہ لوگ لگا رہے ہیں جن کا اپنا دامن موت سے اگلے اور بچنے مسلمانوں کی عظیم سے آگیا ہے اور جن کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے موت سے لکوائے عظیم مسودہ ہیں۔ کیا یہ لوگ میری بھی کوئی ایسی تحریر قائل کر سکتے ہیں جس میں میں نے بھی کسی مسلمان کی عظیم کی ہو؟ ا۔

ج۔ آپ کے تیسرے سوال کے حلق میں ہمارے پہنچتا ہوں کہ آخر یہ سوال پیدا کیوں سے ہوا ہے؟ کیا واقعی میری کوئی ایسی تحریر قتل کی جاسکتی ہے جس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہو کہ میں ہندوؤں کے حلق میرے خیالات مسودہ اہل سنت سے مختلف ہیں؟ اس الزام کے ثبوت میں میری بعض تحریریں کو پیش کرنے کی کو خوش کی گئی ہے مگر ان کو سین و سہیل سے الگ کر کے اور ان کے بعد طرح طرح کی ترقیلات کر کے ان کو ایسے سنی پٹے لگے ہیں جو میرے خیالات کے بالکل برعکس ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں ایک طرف ان دانستہ ترقیلات کو دیکھتا ہوں جو مجھے زندگی بھر ہانے کے لئے کی گئی ہیں "اور دوسری طرف

من عرضیں گے جنوں نور عباسوں' نور من کے تھوٹی کی شہزادی کو دیکھا ہوں تو میری نگاہ میں نہیں آتا کہ آخر من کے حلق کیا راستے کا کام کی جلتے اطراف من نور من لوگوں کو خود اپنی عزت کا بھی پاس نہیں۔ یہ ذرا نہیں سوچتے کہ پاکستان و ہندوستان میں ہزاروں انسان موجود ہیں جنہوں نے میری نگاہیں پر مبنی ہیں۔ وہ جب من کے قہوں میں میرے خلاف اس قسم کے بے بنیاد الزامات دیکھیں گے تو من کی نگاہ میں من کی کیا وقعت رہ جائے گی۔

میں نہ صرف آپ کو بلکہ من تمام لوگوں کو جن تک یہ الزام پہنچے یہ معلوم ہوتا ہوں کہ صرف ظالمین کے پیش کردہ انتقامات پر اکتفا نہ کر لیں بلکہ میری جن عداوت کے حوالے دیئے جاتے ہیں انہیں میری اصل نگاہوں میں داخل کر دیکھیں اور من کے سچے و سچے کو بھی ساتھ ہی دیکھ لیں۔ اس کے بعد انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس الزام کی حقیقت کیا ہے؟

مجھ آپ نے پچھتے نہیں، جو سوال کیا ہے اس کا جواب "ترجمان القرآن" میں اس سے پہلے دیا جا چکا ہے۔ اگر آپ کی نگاہ سے وہ عداوت گزر چکے ہوتے تو اس سوال کی حلاوت نہ پڑتی آتی۔ بہرحال جب آپ نے یہ سوال کیا ہے تو میں اس کا آج کوئی تازہ جواب دینے کے بجائے اپنے وہ عداوت نقل کئے دیتا ہوں جو اب سے کئی برس قبل میں نے اس وقت دینے تھے جب اس الزام تراشی کی ابتدا ہوئی تھی۔ اس میں سب سے پہلے مولانا ماسٹر احسن صاحب گیلانی نے ازراہ عظمت دہلی زبان سے میرے حلق میں شبہ کا اظہار کیا تھا اس پر میں نے اپنے مضمون "رفع شبہات" میں عرض کیا تھا

آپ کو میرے عزت نامہ لفظ سے شاید یہ گمان گزرا ہو گا کہ میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہوں اور کسی بڑے مرتبے کی توقع رکھتا ہوں۔ حالانکہ میں جو کچھ کر رہا ہوں صرف اپنے گناہوں کی حلقی کے لئے کر رہا ہوں اور اپنی حقیقت خوب جانتا ہوں۔ بڑے مرتبہ تو درکنار اگر صرف سزا سے بچ جاؤں تو یہ بھی میری امیدوں سے بہت زیادہ ہے۔

(ترجمان القرآن۔ جبر، اقتدار و جبر ۱۴۴)

اس کے بعد اسی زمانہ میں جناب مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی ایک مہارت سے یہ جتنی لکھے کہ میں تہجد ہونے کا دعویٰ ہوں۔ مگر انہوں نے اس مہارت میں اپنی حقیر کو مشغول کو تہجد دین کی مساعی میں سے ایک مسی قرار دیا تھا۔ میں نے اس صریح الزام کے جواب میں میں نے عرض کیا تھا

”کسی کام کو تہجد ہی کام کہتے ہیں۔ یہ لازم نہیں آتا کہ جو تہجدی کام کرے وہ تہجد کے لقب سے بھی مقرب ہو۔ صدی کا تہجد ہونا تو اس سے بلند تر بات ہے۔ یقینی نہیں کہ دینار مٹا ہر مل ایک قیمتی کام ہے۔ مگر کیا یہ لازم ہے کہ جو چند یقینی جن دے وہ الیگزینڈر بھی کہتے۔ اور پھر الیگزینڈر بھی معمول نہیں بلکہ اپنی صدی کا الیگزینڈر اسی طرح کسی کا اپنے کام کو تہجدی کام یا تہجدی کو مشغول کہتا۔ بلکہ فی الواقع وہ تہجد دین جتنی ہی کی فرض سے یہ کام کر رہا ہو۔ لیکن ایک امر واقع کا اظہار ہے اور اس کے یہ مسی نہیں ہیں کہ وہ تہجد ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اور اس صدی کا تہجد بنا چلتا ہے۔ کم ظرف لوگ بے شک تھوڑا سا کام کر کے لوٹے لوٹے دعوے کرتے گتے ہیں۔ بلکہ کام کا رول ہی دعوے کی شکل میں کہتے ہیں۔ لیکن کسی ایسی قسم کوئی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کام کرنے کے بجائے دعوے کرتے تہجد دین کا کام بنو۔ لیکن میں اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بہت سے لوگ کر رہے ہیں۔ مولانا (حضرت مسٹر) کو بھی ہم انہی میں شمار کرتے ہیں۔ میں نے اپنی حد استطاعت تک اس خدمت میں حصہ لینے کی سعی کی ہے اور اب ہم چند خدام دین ایک جماعت کی صورت میں اسی کے لئے کو مشغول کیا چاہتے ہیں۔ لہذا جس کے کام میں بھی اتنی برکت دے کہ واقعی اس کے ہاتھوں دین کی تہجد ہو جائے وہی در حقیقت تہجد کے لقب سے پاک کہہ لیا۔ اصل چھ کوئی کا ایسی خدمت کر کے اپنے ملک

۱۔ عربوں کے جناب مولانا کا اب انتقال ہو چکا ہے۔ لہذا ان کی عظمت فرماتے۔

اگر وہ لوگ کے دلوں میں خدا کا ایک طرف اور آخرت کا کوئی بھی موجد نہ ہو تو
 جس نے تھا کہ میرے اس دلوں کے بعد ہر جگہ کی زبان پر یہ اقوام آئے لیکن
 آپ دیکھ رہے ہیں کہ آج کس طرف کے ساتھ اسے اسرار کو بکھلا جا رہا ہے اور
 تینوں طرف کی قریبی مٹاؤں میں اس کے حلقہ ہر جگہ کہ چکا ہوں اسے دیکھ لینے
 کے بعد وہ اس سے کسی کی زبان میں نکلتا تک نہیں آئی۔ آخرت کا لہجہ تو اللہ
 کے ہاتھ ہے۔ مگر گھٹے گھٹے کہ کیا دنیا میں ایسی ہی طرفوں سے ظاہر کا وہ قائم ہونے
 کی توقع ہے؟

لفظ یہ ہے کہ میری کتب سنجیدہ و سلیسہ ہیں۔ جس کی بعض عبارتوں پر ان
 شبہات کی جا رہی تھی ہے اور جس کے اقتباسات طرح طرح کی رنگ آمیزوں کے
 ساتھ پیش کر کے لوگوں کو بکھلا جا رہا ہے۔ اسی میں میرے یہ الفاظ موجد ہیں۔
 "میں نے کہا کسی کا یہ عصب ہی نہیں ہے کہ دعوے سے کام کا
 انکار کرے" اور نہ ہی کے سوا کسی کو جینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ
 کس حد صحت پر مامور ہوا ہے۔ صحت دعویٰ کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ کر
 کے دکھا جانے کی چیز ہے۔ اس قسم کے دعوے ہر لوگ کرتے ہیں اور جو
 ان پر ایمان لاتے ہیں۔ میرے نزدیک دعویٰ ہی اپنے علم کی کمی اور اپنے
 دامن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔"

آج ہر لوگ میری اس کتب کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں ان سے پرچنے کہ
 ان کو یہ عبارت نظر نہیں آتی یا انہوں نے دانت اسے چھپا ہے؟
 اب کا آخری سوال بھی آج کوئی بنا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے حدود مرجع
 گھر اس سے ملتا تھا۔ آج کا ہے اور میں اس کا دلوں سے چکا ہوں۔ چنانچہ
 اس کا بھی آج کوئی بنا عذاب دینے کے بدلے ایک پر لا جواب نقل کے دیا ہوں۔
 "میں تمام ہر گھن دینی کا احرام کرتا ہوں مگر، سچائی میں سے کسی
 کی بھی نہیں کرتا۔ اور عقائد کے سوا کسی کو مسموم بھی نہیں سمجھتا میرا
 طریقہ یہ ہے کہ ہر گھن سب کے عقائد اور کلام پر سب ناگ عقلی و
 عقیدی نظر دلاتا ہوں۔ ہر جگہ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں۔ اور

جس حج کو کلب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت علی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اس کو سف سف طور سے کہہ دیتا ہوں۔ میرے نزدیک کسی غیر نبی کی رائے یا فتوہ میں غلط پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی عقلیت و بزرگی میں کوئی کمی آہٹ اس لئے میں سف کی بعض راہوں سے اختلاف کرنے کے باوجود ان کی بزرگی کا بھی کمال دیتا ہوں اور میرے دل میں ان کا احترام بھی بدستور رہتا ہے۔ لیکن جو لوگ بزرگی اور مصونیت کو ہم سنی سمجھتے ہیں اور جن کے نزدیک اصول یہ ہے کہ جو بزرگ ہے وہ غلط نہیں کرنا اور جو غلط کرتا ہے وہ بزرگ نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کی کسی رائے یا کسی طریقے کو بدستور قرار دینا لازمی طور پر یہ سنی دکھاتا ہے کہ ایسا خیال ظاہر کرنے والا ان کی بزرگی کا احترام نہیں کرتا اور ان کی عقلیت پر غم بکھڑا پہنتا ہے۔ پھر وہ اس مقام پر بھی نہیں پہنچتے بلکہ آگے بڑھ کر اس پر احترام بھی لگاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو ان سے بڑا سمجھتا ہے۔ حالانکہ علمی مہارت میں ایک شخص کا دوسرے کی رائے سے اختلاف کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ جس سے اختلاف کر رہا ہو اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا بھی سمجھے اور بہتر بھی۔ امام غزالی اور امام ابو یوسفؒ نے بکثرت مہارت میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف ہی سنی دکھاتا ہے کہ وہ مختلف فیہ مہارت میں اپنی رائے کو صحیح اور امام صاحب کی رائے کو غلط سمجھتے تھے لیکن کیا اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ یہ دونوں حضرات امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں اپنے آپ کو افضل سمجھتے تھے؟

(ترجمان القرآن۔ جون ۱۹۸۸ء)

مجھے امید ہے کہ اس مہارت سے آپ کو میرا مسک پوری طرح معلوم ہو گیا ہو گا۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اس مسک سے اتفاق کریں یا خود بھی اسے قبول کر لیں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اس میں خلافت کا کوئی پتہ ہے؟ اور اس کے خلاف ہونے کے لئے کلب و سنت میں دلیل کیا ہے؟ آپ جی خوشی سے میری کسی رائے

نے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا ہے مگر وہ ہیں ایک طرح سے آپ ہی کے سوال سے حلقہ۔

قول یہ کہ میں نے فقہی مسائل میں مذہب حنفی کے مقلی بہ اقول کے خلاف جب بھی کسی رائے کا اظہار کیا ہے "نور اس فرض سے کیا ہے کہ وقت کے علاوہ اس پر غور کریں اور اگر صیغہ دلائل سے مطمئن ہوں تو میری تجویز کے مطابق لٹوے میں تحریر کر دیں۔ میرے نزدیک ایسا کیا حیثیت کے خلاف نہیں ہے اور مذہب حنفی میں اس کی گنجائش ہونے کے دلائل میں نے اپنی کتاب "محقق ابو حنیفہ" (صفحہ ۷۷۰) میں بیان کر دیے ہیں۔ اس کے ساتھ میں اصول "اس بات کا بھی قائل ہوں کہ ہر صاحب علم کی تجویز پر فہمی نہیں ہو سکتی توئی ایک قانونی بیان کا کام ہے" اور نظام شریعت میں قانون صرف وہی ہو سکتا ہے جس پر یا تو اجماع ہو یا فقہ جسد علماء نے تسلیم کیا ہو۔ اس لئے جب تک ایک تجویز کو اہل علم و تحقیق یا اکثریت کے ساتھ قبول نہ کر لیں "وہ نہ قانون بن سکتی ہے اور نہ اس پر فہمی ہو سکتا ہے" اس بات کو بھی میں اپنی کتاب "جہدای قانون" (صفحہ ۸۷۸) میں بیان کر چکا ہوں۔ میرے اس مسلک کو سمجھ لینے کے بعد آپ کوئی شبہ نہ رہے کہ اگر ایک شخص صلح دہی کی دعا پر کسی فقہی مسئلے میں فقیر فہمی کی ضرورت محسوس کرے اور اسے مقلی ایک تجویز کے طور پر اہل علم کے غور کے لئے دلائل پیش کر دے تو کہانی طوائف یہ کوئی گنہ ہے؟ اور کیا اس سے واقعی دین میں کوئی فتنہ پیدا ہو جاتا ہے؟

مذہب یہ کہ میں نے فقہی مسائل میں اقلو کو پسند نہیں کرنا۔ میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ کرنا ہوتا ہے کہ اگر کسی مسئلے میں مذہب حنفی پر میرا اطمینان نہیں ہوتا تو مذہب اربعہ میں سے دوسرے مذہب کے احکام اور دلائل پر غور کرتا ہوں اور اپنی بلا بھرائی کو جانچنے کے بعد ان میں سے کسی ایک کے لٹوے کو ترجیح دیتا ہوں۔ شکر خدا ہی میں نے بھی اس طریقے سے بہت کر مذہب اربعہ سے باہر کے کسی لٹوے کو ترجیح دی ہے "نور اگر بھی ایسا کیا بھی ہے تو بالخصوص جہدای امت ہی میں سے کسی اور کی رائے کو قبول کیا ہے" مقلی اپنی عقو رائے کم ہی بھی غشی کی ہے۔ اگرچہ اقلو میرے نزدیک حرام نہیں ہے "مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے بہت زیادہ مضبوط

دلائل کی ضرورت ہے۔ اور کم ہی ایسا نقل ہوا ہے کہ بھی میں نے غلطی منگلے میں
 کوئی ایسی رائے ظاہر کی ہو جس میں ملک میں سے کوئی بھی صوبہ سمجھ نہ ہو۔ اس
 طرح کی "تغیر مصلحت" کا مجھے خود اعتراف ہے اور میں اسے پھیلنے کے لئے چار
 نہیں ہوں کہ شاید سب و شتم کے بجائے کتب و سنت کی دلیل سے اس کو کٹا جیت
 نہ کر دیا جائے۔

(زمین الزکریٰ۔ ذی قعدہ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ۔ حیدرآباد)

علماء کرام کی خدمت میں

میں ایک اشتہار وصول ہوا ہے جسے ہندوستان سے لا کر پاکستان میں
 پھیلایا جا رہا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مولانا علی کا بصیرت افروز بیان

مولانا مولوی عبداللہ پھر قسری مدرس مدرسہ اشرف العلوم گلگت
 ضلع سواتیہ کے ایک لڑکا وہ اقتباس ہے جو انہوں نے حضرت مولانا سید
 حسین احمد علی سے نقل فرمایا ہے۔ ذیل میں صرف یہ حصہ ہے جس کا
 حلقہ اس جماعت سے جس نے اپنا نام جماعت اسلامی رکھا ہے۔

"یہ خیال اس وقت سے پیدا ہوا ہے جب سے مولانا علی کے گلگت
 میں صورت فقہ اختیار کے ہوئے ہیں۔ کچھ جہاد خیالات اور کچھ ان کے
 اخبارات کا مطالعہ کرنا۔ کیا کہیں یہ لوگ صحابہؓ تک پہنچا کر دیتے ہیں۔
 چنانچہ حضرت علیؓ ابن عزیٰ مائتہ رضی اللہ عنہما و عنہم کو ایسا تبلیغ دین میں
 جہاد میں لا کر ان کے الفاظ اختیار کئے ہیں۔ نیز خود مسلک احناف میں
 فرماتے ہیں کہ میں نے اہل بیتؑ و علیؑ و اسلئے دین کو کتب مستنصرہ
 کتب اللہ سے سمجھا ہے۔ نیز حضرت علیؑ علیہ السلام و عہد اہل علی علیہ
 السلام کے حلقہ لکھتے ہیں ان حضرات نے اپنے اپنے زندگی میں تو اچھا کام کیا
 مگر آخر عمر میں ایسی مسومہ اقدامات کو کرے گئے ہیں کہ آج تک مسلمان
 اس کے زہر سے محفوظ نہیں ہے اور یہ تحذیرات قبول پرست کی ہیں۔

بعض اہل فکرو نے دیگر بعض کو حقیت پر سید علیہ الرحمۃ کے مزار پر
 جانے سے روکے ہوئے کہا کہ ایک غیبی ہے جو چٹوٹیوں میں چڑا ہے اور یہ
 مشہور قول ہے سورہوں کا کہ وہیہ مظاہر العلوم میں قرآنی کے سینڈے
 چار کے جاتے ہیں۔ علم ہر ذہن سے نہاد کہ غاس کرانی و حل کے
 ہر گون پر غرض ہر تحصیل ہر عرض کنی تک اس وقت یہ عرض کہنے کا
 حصہ ہے کہ کیا ہم نکل کر ہی لوگوں کا جواب دیں۔ کیونکہ غاس کر فکرو
 سے لکھ کو واسطہ ہے وہی پر ہی اشرف العلوم میں خدمت کرتا ہوں اور
 شب و روز یہ سگرات جلتے آتے رہتے ہیں تو لاملہ کیا پاتا ہے۔ جواب
 ثانی سے لڑائی۔ ا۔

عہد المید پند شری بلجواب

جواب : انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ خواہ صحابہ کرام ہوں یا اولیاء مقام یا ائمہ
 حبیبہ و نقاد کام کوئی بھی مصوم نہیں ہے۔ سب سے غلطیوں تو ہو سکتی ہیں مگر ان
 کے حقائق حقیت کی شہادتیں قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں اور ان کے
 اعجاز اور اعجاز و علم کی تاریخی روایت مستویں اس قدر است کے پاس ہیں کہ قویوں
 علیہ کے پاس ان کا اثر مشہور بھی نہیں ہے ان پر تنقید ان ہی جیسے پایہ علم و انجاء و فکر
 سکا ہے۔ ہمارے زمانے کے ظہور نہانہ ان کے پاس علم ہے نہ تقویٰ کیا اندر رکھتے
 ہیں کہ زبان و لہجہ کی سوائے اپنی بد بختی کے انکار کے اور کیا مشیت رکھتے ہیں۔ ا۔
 چوں خدا خواہ کہ ہرہ کسی درد
 بعض امور طعن پائل زہد
 انہی قبلی ان کی قریب فرماتے ہوئے فرماتا ہے

مجمع رسول اللہ والذین معہ اشداۃ علی الکفر۔ الایۃ۔

دوسری جگہ ہے : ولکن اللہ حبیب الیتمن وزینہ فی قلوبکم۔ الایۃ

ا۔ مہارت کی تمام غلطیوں اور بے رہیوں جواب کی توں مشہور ہی سے نقل کی گئی ہیں۔ اس
 میں تدار کوئی قصور نہیں ہے۔

تیسری جگہ ہے : کہتم خبر لم تلوجت للناس الایہ : جو جہی جگہ ہے تو عکالی
 جعلنا کم امۃ وسطا الایہ اور یہ کم بہت ان کی شان میں ہوا ہے کہے ہیں۔ جناب
 رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں : تتوالفہ فی السعۃ لا تتلف وہم من
 بعدی لغرض الحدیث خدا سے ارد میرے اصحاب کے حلق میرے بعد ان کو
 نیک سلامت ست ہفتہ کہہ فرماتے ہیں خیر القرون قرون ثم القہ بن ہلولہ
 اللہ عیشہ اور یہ بد بہت ان کی شان میں بدگوئیوں کرتے ہیں۔ سوائے ہمنویوں کے اور
 کیا ہے ان شیعوں سے کھنگو اور مانگو و لیو کہا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ خط
 تعلیق ان کی اور ہماری ہدایت فرماتے۔ آئین و اعظم اور مظاہر اعظم یا ان کے پیرو
 رکھتے وہاں اور علیہ اور بدر میں کے حلق ہر گروہ اور مختلف اہل اسلام اور مختلف
 اہل سنت ایسے ہی اتفاق کرتا ہے۔

نیک اسلاف میں امیر غفرلہ دار اعظم و جید سہرا دی اہل اسلام
 الشہر

سہرا دی سید شفیق الرحمن علی علی کھن سہرا دی
 (اعظم و جید سہرا دی) — مراد

یہ اشعار پڑی بھائے خود اس نوعیت کی ہے کہ اس کی طرف توجہ کرتے ہوئے
 تحت التفہام محسوس ہوتا ہے اور تاہم قرین قرین اقوال ہیں کہ اس طرز کے
 اشتہارات اور اشارات و رسائی کے مضامین سے بھی ان مضامین میں تعرض نہیں کیا
 گیا ہے مگر ظہور ہے کہ بعض مباحث میں خود شاعر اب ایسے انداز کو اس میدان
 میں انداز لگاتے ہیں جو اپنے علم و تقویٰ اور مدافعتی حیثیت کے لحاظ سے بعد میں و
 پاکستان کی مذہبی دنیا میں مستند طبع ہیں۔ اس لئے مجبوراً کچھ اشاعت میں بھی ان کی
 طرف توجہ کئی پڑی تھی اور اب اس اشاعت میں دوبارہ اس پر غور خیال کرنا پڑ رہا
 ہے۔ ہماری طرف سے اس سلسلہ میں یہ آخری گزارشات ہیں۔ خدا کہے کہ اس

کے بعد یہی منکھت کو اس طرز خاص کے پندریگڈے کی جواب دہی ہے کہ
کرنے کی نصیحت نہ کیے۔

(۵)

سب سے پہلے نہیں جی ہر مولانا جسکی ہر صاحب کے اس بیان میں لکھ کر
لکھی ہے وہ ان کی زبان سے نہ لکھی ہے مولانا خود اپنے ٹیلیویشن لکھے ہیں مگر
ہم ان کے ساتھ انکا من من رکھتے ہیں کہ یہ زبان ہمیں ان کے مرتبے سے فوٹو
نکھر آئی ہے کسی شخص یا گروہ سے انتکاف ہوا کوئی بری بات نہیں ہے۔ سخت سے
سخت انتکافات ہو سکتے ہیں اور جنت سے جنت انتکاف راستے شریعت زبان میں کیا جاسکتا
ہے۔ مگر یہ زبان کہ جس سے انتکاف ہوا اس کے خلاف نہ ہونچنے "کم بخت" اور
غیبت جیسے رنگ انتکاف متعلیٰ کر والے جائیں "ایک مذہب کوئی کے ان ٹیلیویشن لکھ
نہیں ہے" کہا کہ ایک ایسا سو بزرگ اس کو اختیار کہے ہر اس پر عظیم کی سب سے
بڑی درسگاہ مسند فقہ ہے اور جس کی طرف ہزار ہا کوئی تعلیم دینے والے کے لئے
نہیں "ذکرہ" جس کے لئے بھی رجوع کہتے ہیں۔ جب قوم کے عقدا اور مہل و مسلم
اس طرح کی باتیں، اثر انہیں تو بید نہیں کہ ان سے اعتقاد و تصدیق کا سہی لینے
والے مسافر کو بیت سے باطل ہی جاری ہو جائیں اور اس قوم میں ہم کو بھی ایک
وہ سب سے کی جوت کا پاس پائی نہ رہ جائے۔

فلا تکلن رب القیبت بالمطیل ضاربا

فلا تلم الاوامطیہ علی القریض

مولانا کو اگر یاد نہ ہو تو ہم انہیں یاد دلاتے ہیں کہ کسی وقت ہم نے بھی ان کے
نظر قریبت اور ان کی کانگریس سے موافقت، تنقید کی ہے۔ وہ تنقید اب بھی جاری
نہیں (مسند قریبت) اور "مسلمین اور مسلمان" میں کشش حصہ دوم" میں
موجود ہے۔ وہ اور ان کے شاگرد اور سید علی بن تنقیدی مہارت کو دیکھ کر خود
راستے قائم نہائیں کہ وہ ان زبانوں میں کتنا فرق ہے۔ باقرض دس بارہ برس بعد ان کا
بدل لینا ہی ضروری تھا تو جزاء سید سیدہ مشہد کے اصول، لیا جاسکتا تھا یہ قہری
آخر کس آنہ کی وہ سے حضرت کے لئے جہاز ہو گی؟

(۴)

دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے "وہ مولانا کی اختطی فیروزہ دارانہ روش ہے جو انہوں نے دوسروں کے دین و اعتقاد پر انعقاد رائے کرنے میں اختیار کی ہے۔ ان کے سامنے ایک مفہوم سوال پیش نہیں کیا گیا تھا بلکہ ایک جماعت کا نام لے کر اس پر چند اثرات لکھنے کے ساتھ عجب بلاشبہ سے قطع نظر "مسودوں" اور "مسودت" کے الفاظ سے جس جماعت کا ذکر کیا گیا ہے "مولانا اس سے بالکل غافل نہ تھے۔ ان کو خوب معلوم تھا کہ ہندوستان و پاکستان میں ہزاروں مسلمان اس سے وابستہ اور لاکھوں اس سے حائر ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس جماعت کے خیالات کیسے چمکے ہوئے نہیں ہیں بلکہ جیسے کھلے طور پر اعلان میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود ایک سالگی نے جیسے جگہ ہے سہواً اثرات بغیر کسی حوالے اور ثبوت کے اس پر لکھ دیے ہیں کہ مولانا نے عین کافور خلیج کر لیا اور ان پر ایک عدد "عجیب جواب" دیا۔ یہ جانتے ہوئے سالگی کے حوالہ کرنا کہ اس سوال و جواب کو ان کے اپنے معقوبین اختیار پائی کے لئے استعمال کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کوئی ضرورت یہ تحقیق کرنے کی نہیں کی کہ جس گروہ کے حقائق یہ سوال کیا جا رہا ہے اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے بزرگوں کے حقائق فی الواقع کیا لکھا ہے؟ کیا سبب و سہانہ میں لکھا ہے اور اس کی دوسری تقریرات کیا شہادت دیتی ہیں کہ وہ ان بزرگوں کے حقائق کیا خیالات رکھتا ہے؟ انہوں نے یہ معلوم کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہ کی کہ اس گروہ کے بعض انجمن کی طرف منسوب کر کے جو باتیں سوال میں لکھی گئی ہیں وہ فی الواقع کس نے کہی ہیں؟ اس کی اس گروہ میں کیا حیثیت ہے؟ اور اس کی کسی بات کو چارے گروہ کے خیالات کی تردید قرار دیا بھی جاسکتا ہے یا نہیں؟ بالخصوص اگر مولانا کے پاس اس گروہ کی معلومات چمکنے کے لئے وقت نہ تھا اور نہ بیان گروہ اور کی تحقیق ہی کے لئے وہ فرصت پاتے تھے؟ آخر کس طریقے نے حضور دیا تھا کہ حضرت اس مسئلہ میں رائے ضرور دیں؟ میں پرہیزگاروں کا کیا نام لیا؟

غلامی کی ایسی ذمہ دارانہ سند پر چمک کر ایک عقلی عالم کی یہ مدعا یعنی ہلچل؟ کیا تقریبی اور روایت اسی چیز کا نام ہے؟ کیا ایسی نہ ترقیے نفس ہے جس سے حضرت خود بہو

معدہ میں اور وہ سہولت کو سمجھا دیا ہے۔ کیا اس جواب کی تحریر کے وقت حضرت کو یہ غلط فہمی تھی کہ یہ ارشادات پڑھتے کہ سبب المسلم فسق اور کل المسلم علی المسلم حرام منہ وعلیہ و عروضہ کیا یہ جواب لکھتے وقت حضرت نے ایک نو کے لئے بھی یہ سوچا تھا کہ ہمیں اور انہیں ایک وقت ملا اور اپنے رب کی عزت میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں اگر مسائل کے اثرات محل بہت ہی و الفرائض بہت ہو گئے تو حضرت اس کی توفیق کی پاداش سے کیا دے کر بھی گئے؟

(۳)

مولا اور میں کے گہرہ کے دس برسے حضرتؑ جن کی تحریریں محل میں بدست اسلامی کے خلاف شائع ہوئی ہیں، اس بات کو باطل بھول گئے ہیں کہ کسی شخص یا گروہ کے عقیدہ و مسلک کے حقائق کوئی رائے قائم یا ظاہر کرنا ہیقتہً اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک کہ انصاف کے ساتھ اس کی تمام یا اکثر گزشتہوں کو خود نہ چھو لیا جائے۔ کسی خداؤں کوئی کام نہیں ہو سکا کہ وہ محض سنی متلی باتوں پر، وہ سہولت کو مثل اور محض قرار دے بیٹھے، یا چند ہزار مسلمانوں کی پیش کی ہوئی نشان زدہ مہارتوں، رائے قائم کر لے اور اسے شائع کر دے۔ یا پہلے کسی کی خبر لینے کا ارادہ کر لیا جائے اور پھر اس کی کتابیں اس فرض سے کھٹال جائیں کہ کہیں اس کو مصلحتوں کرنے اور اس پر الزام ڈالنے کی کوئی گنجائش ملتی ہے۔ یا ایک شخص کی بعض مہارتوں سے ایسے مسلمانوں اور دیگر شخصوں کو ایسی جن کی توجہ خود اسی شخص کی سمت ہی مہارتیں کر رہی ہوں۔ اس طرح کی حرکتیں وہ لوگ تو کر سکتے ہیں جن کے پیش نظر صرف دنیا اور اس کی زندگی ہے۔ مگر جنہیں خدا اور آخرت کا بھی بہت خیال ہو اس سے ایسی حرکت باطل خلاف توقع ہے۔

ان حضرات کی وہ تمام تحریریں ہم نے بلا توجہ پڑھی ہیں جو انہوں نے ہمارے خلاف لکھی ہیں۔ ان کا پورا تجزیہ کرنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہ

ہے

بعض مصلحت ہے ہماری اصل مہارتیں نقل کرنے کے بجائے اپنے ٹکڑے ہونے والے اپنے الفاظ میں بیان کر کے ہیں اور انہیں ہمارے سر تعجب دیا

کیا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں یہ حرکت تمام ایسے عقائد پر کی گئی ہے جن میں
 اہرام عقائد والے نے یہ غبوس کیا کہ اگر وہ ہماری عبادت کو طرے عقائد
 میں نقل کرے گا تو اپنا اہرام عقائد نہ کر سکے گا۔

بعض عقائد پر طرے چار قبرے ایک طرے عبادت سے الگ کر کے ان
 سے اپنے میں اپنے عقائد لگانے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر وہی عقائد ہمارا چار
 جانے یا وہ کتب پر ہی پڑھی جانے جس کے چار قبروں پر ان عقائد کی عبادت کی
 گئی ہے تو اس سے پہلے ہر نفس عقائد لگتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا
 ہے کہ اگر وہ نفس کسی کے دیکھنے والے عقائد نہ لگتے مطلقاً صواب نے
 ماحول لہرائے اور کوئی رسید کر دیا یا ہمارا چار عقائد چار عقائد کے بخود دانست
 اہرام ذاتی لہرائے۔

بعض عقائد پر ہماری عبادت میں کئی کئی قبریں کی گئی ہیں۔ کیسے
 اس کے پیچھے اپنے عقائد لگے گئے ہیں اور کیسے ایک قبرے کو ان قبروں سے
 الگ کیا گیا ہے جو اصل دعا کو ظاہر کرتے تھے اس طرح کی قہرے ظاہر یہ
 سمجھتے ہوئے کی گئی ہیں کہ جن لوگوں کی فکر سے ہماری اصل مطہرات گزری
 ہیں ان کی فکر میں چاہتے عرف کی رہتی برادر دوست بانی نہ رہے نہ گزرتے سے
 برادری لوگ تو دعا کا کھائی جانے لگے۔

بعض عقائد پر ہماری عبادت تو کچھ نقل کی گئی ہے۔ مگر ہمارا عقائد سمجھنے کی
 قصہ کوئی کو عقل نہیں کی گئی اور خاص بدعتی کے ساتھ طرے عقائد سے
 پہلے عقائد میں نقل گئے۔ حالانکہ ہم سے پرچھا جانے تو ہم اپنے عقائد کا
 کچھ نقل کرنا چکتے ہیں اور اپنی دوسری قبروں سے ثابت کرنا چکتے ہیں کہ ان
 عقائد سے ہمراہ اصل دعا کیا تھا ظاہر ہے کہ ایک عبادت اگر وہ یا زائد معنی
 کی عقل ہو تو ستر صرف وہی میں ہوں گے جو خود معنی بیان کرے اور
 جن کی شہادت اس کی دوسری عبادتیں دیں نہ کہ وہ جو ایک معنی بیان
 کرے۔

بعض عقائد پر کسی ہاتھ اور حوالے کے بغیر ہماری طرف ایک عقائد یا

مسک یا جملہ منسوب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہم اس سے پہلے پہلا صریح برات ظاہر کر چکے ہیں اور ہماری تقریروں سے جو کہ اس مزام کا ثبوت پیش نہیں کیا یا مسک ہم جہوں ہیں کہ یہ اعتراضات کی کوئی سی قسم ہے کہ کسی کو زبردستی گروہ یا جملہ اور مضمون کرنے کی کوئی مثال کی جائے اور آج تک وہ بار بار اس سے برات ظاہر کر رہا ہے۔

۶۔ بعض مقالات پر ادارے غلط ایسے اعتراضات کئے گئے ہیں جن کے مدلل جوابات ہماری تقریروں میں موجود ہیں۔ یہ اعتراضات اگر جن تقریروں کو پڑھے بغیر کئے گئے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جن حضرات کو وہ سہولت پر اعتراض کرنے کا یہاں شوق ہے مگر جن کے مسک سے واقف ہونے کی تکلیف کوہرا نہیں ہے۔ اور اگر ہم اپنی دکانی سے واقف ہونے کے بعد وہ جن اعتراضات کو دہرایا گیا ہے اور ہم اپنی دکانی سے قرض نہیں کیا گیا تو یہ صریح جھوٹ اور زہیت کی علامت ہے۔

۷۔ بعض مقالات پر ہماری تحریک "با صدے مسک" یا کسی خاص مسئلہ میں ادارے غلط نظر ایک ہندو رائے کا انعقاد کیا گیا ہے مگر اس کی تائید میں کوئی شہادت ہماری تقریروں سے پیش نہیں کی گئی نہ یہ دکھایا گیا کہ اس رائے کی بنیاد کیا ہے۔ اس طرح کی بے بنیاد رائے دہاؤں کرنے پر اگر کوئی اثر آئے تو دنیا میں کون ہے جو اس کی رائے کی غروب سے بچ سکا ہو۔

۸۔ بعض مقالات پر ہماری اعتراضاتی تقریر کا خلاصہ یہ لکھا ہے کہ جن حضرات کے نزدیک ہم نے کسی نفسی مسئلے کے بیان میں "یا کسی کلاسیک مسئلے کی تشریح میں کوئی غلطی کی ہے۔ لیکن اسے وہاں ایسے مہلک امور ہوئے ہیں کیا گیا ہے کہ گویا مسئلہ ہم نے سارے دین کو دم کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ طبی مسائل میں غلطی کر چکا کوئی دوا میں زہا واقعہ ہے اور نہ ہر غلطی لازماً مگرہی ہوتی ہے۔

۹۔ بعض مقالات پر ایسے امور کو مخالفت اور فتنے بازی کی بنیاد دکھایا گیا ہے جن میں اختلاف کی گنجائش ہے اور فریقین کے پاس اپنے اپنے نقطہ نظر کی تائید

میں شری دلائل موجود ہیں۔ اس طرح کے اختلافی مسائل کو ایک طے بحث کا موضوع تو دھڑا جاسکتا ہے مگر کسی مستقل مسئلہ سے یہ توجع نہیں کی جاسکتی۔
انکی بنیاد پر تعلقات کا طعنہ اٹھانے کا اور نواسے پانی پر اتار آئے گا۔

یہ تجزیہ جو ہم نے ان معزلات کی تعلقات تحریروں کا کیا ہے اس کے ہر جز کی تعمیری ہم انکی تحریروں سے چلی کر سکتے ہیں۔ وہ سب چاہیں اس کے علاوہ ان کی خدمت میں حاضر کر دینے جائیں گے۔ اس سے پہلے اشتراکی "تعلیمی" نظریہ صحت" برطانی اور مسلم اعلیٰ معزلات اس طرح کی زیادہیں ہم پر کرتے رہے ہیں۔ بعض مباحثہ باز اعلیٰ صحت نے بھی یہ فیصلہ اختیار کئے رکھا ہے۔ بعض ابتدائیت اور رسائیل کا تو برسوں سے مستقل طریقہ ہی یہ رہا ہے کہ ان بحثوں سے ہمارے خلاف رائے عام پیدا کریں۔ لیکن ہم کسی ایسے شخص کو جمل تعلقات نہیں سمجھتے جس کے طرز عمل میں حیا اور خوف خدا کے تقاضوں کی تعلقات پائی جاتی ہوں۔ دیندہ اور مظاہر احکام کے ان اہل کو ہم ابھی تک اس صفت میں شامل نہیں سمجھتے۔ ان سے یہ توجع پائی ہے کہ وہ اس حد تک اپنے آپ کو گرا ہوا ثابت نہ کریں گے۔ اسی لئے ہم نے ان پر تاکید صرف کیا ہے۔ خدا ان کو اسے جس درجہ اس پہلو سے ہمیں مباحی ہوگی اس کے بعد انھیں اعلیٰ ان کے ہزار مضامین اور ان کی فکر اشتداد پڑیں گا ایک جواب بھی نوسر سے بنے میں نہ آئے گا۔

(۳)

ہمارے لئے یہ بات سخت حیران کن ہے کہ تعلیمی تعلقات میں صرف علماء دین ہی نہیں "دوسرے گروہوں کے علماء بھی بنی پڑیں کو بار بار چھٹ چھٹ اور اہل اہل کر سامنے لا رہے ہیں وہ قہر قہر سب کی سب ایکی ہیں جن کو ہم نے ایمان کسی بحث کے ضمن یا کسی سوال کے جواب میں لکھ دیا ہے۔ بلکہ بعض دہائیں تو ایسی اعلیٰ اعلیٰ کر لائی جا رہی ہیں جو برسوں سے ترقی یافتہ ممالک کے پرانے قانون میں دینی چہی تھیں اور خود ہمیں ابھی یاد نہ تھیں کہ وہ ہمارے قلم سے نکل چیں۔ ان میں شلیہ کوئی ایک چیز بھی ایکی نہیں ہے جس کی ہم نے خاص طور پر تبلیغ کی ہو۔ یا جس کے لئے کی لوگوں کو دعوت دی ہو۔ یا جس کو ہم نے بار بار دہرایا ہو۔ لیکن ہمارے یہ

جگہ علیہ اپنے فحویں اور مضامین اور اشتہارات میں ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ
 گویا اہل اوزار اور پھر مایوسی مساکین ہیں۔ انہی کے دستکچیان میں ہم نے اپنی عمر کھائی
 ہے اور انہی کو پھیلانے میں ہم طبع رات گئے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس جن
 خیالات کو پھیلانے کی فی الواقع ہم برسوں سے کوشش کر رہے ہیں جنہیں جنوں کو ہم
 نے بار بار لکھا اور کہا ہے جنہیں ہاتھوں کو مارنے کی دنیا بھر کو دعوت دی ہے۔ جس جگہ کو
 قائم کرنے کی سعی میں ایک مدت دراز سے ہم اپنی جان کھیا رہے ہیں اور جن جنوں
 کو جاننے کے لئے ہم نے اپنا پورا زور صرف کر دیا ہے ان کا یا تو سرے سے ان
 حضرات کی تقریروں میں کہیں ذکر ہی موجود نہیں ہے یا بھی کھار کسی نے صہرشی
 نیز گو "کی شرط پوری کرنے کے لئے ان کا ذکر کیا بھی ہے تو اس ایک اچھا برا اشارہ کر
 دیا ہے۔ کیا ان حضرات میں سے کوئی صاحب داری تکلیف فرما کر ہمیں جانیں گے کہ
 اس انتخاب میں کیا حکمت تھی نظر ہے؟ قرآن سے جو اصول ہم نے لے لیا ہے وہ تو یہ
 ہے کہ کوئی اپنے ان کاموں سے جانپا جاتا ہے جن کی اسے دنیا تر فکر ہو جن میں وہ
 اکثر مشغول رہے۔ یہ غالب فکر اور انگری مشغولیت اگر حق ہو تو بھی کھار کے لڑا کام
 بلا تو یہ بھی صاف ہو سکتے ہیں کہ ان القسنت یدھین القسنت۔ مگر یہ عیب ماجرا
 ہے کہ اہلے دور حاضر کے بزرگان دین ایک گروہ کے وطن اور ایمانی اور عارضی
 کاموں کو اس مقصد کے لئے چھوٹے اور بکڑے پھرتے ہیں کہ اس کی مشغولیت دعوتِ اہل
 اس کے شب و روز کے مشغلے اور اس کی غالب فکر ہے ان کے ہر لمحے سے اپنی پھر
 دین۔ یہ حرکتیں دیکھ کر دل بے اختیار غلہ قلبی کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے آخرت
 کی عدالت کے جملہ اعتبارات اپنے ہی ہاتھ میں رکھے ہیں۔ اگر خدا انعامات پاکہ بھی
 اختیار ان حضرات کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہو تو نہ معلوم یہ کن ترانوں سے غلے
 خدا کو توڑتے اور کس طرح ادا دہا سی ہاتھوں لوگوں کے مہاجر کے اہل صیغہ کر
 دیتے۔

ان حضرات کی خاص کوشش یہ ہے کہ ان ہاتھوں کو کسی نہ کسی طرح اہلے
 سربل میں جن سے اہلے خلاف عوام کے جذبات بڑک سکتے ہوں۔ مثلاً یہ کہ
 جماعت اسلامی دالے عام مسلمانوں کی تحریک کرتے ہیں اپنے سوا سب کو کافر کہتے ہیں

کہتے کبرہ کے ارتکاب پر سلب اللہ کا علم لگاتے ہیں "صاحب کرام کی توہین کرتے ہیں" ہزار گن دیں اور خصوصاً اکثر صوفیہ کو برا بھلا کہتے ہیں "ابن کا اسیر محمد اور صدی ہونے کا مدعی ہے" اور آگے کہہ کر بتاتا ہے "وہیہ وہیہ" ان اثرات کا ثبوت فراہم کرنے میں بھی کچھ سخت کی چاری ہے اور جس پائنتی کے ساتھ ہزاروں صفات کے مضامین میں سے لفظ بھی ہیں کہ ہمارے خیالات کا ایک ایسا مجموعہ چار کیا جا رہا ہے جو خود ہمارے علم میں بھی پہلی مرتبہ انہی حضرات کے واسطے سے کیا ہے۔ وہ چاہے اور کی فکر سے غلی ہو مگر ہماری فکر سے پائیدہ نہیں ہے۔ ہم اس کمال فہم کی راہ تو ضرور دیتے ہیں کہیں کہ ہم ہر کمال فہم کے قدر شناس ہیں خواہ وہ عقب دلی و بیہ تراشی کا ہی کمال کہیں نہ ہو۔ مگر معلوم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اپنی دنیا اور مہجرت سوارانے کی فکر چھوڑ کر آخر اس کام میں یہ حق رہی کس لئے کی چاری ہے؟ اور یہ اصول "آرکان" صیغہ کا طریق سلف میں کہیں سے لیا گیا ہے کہ تم ضرور وضو کر لوگوں کو مسنون کرنے کے بعد حاشا کہ اور پھر بھی کام نہ چلے تو اپنی طرف سے کچھ خاک کر لو۔ ہر کام کھل کر دیا؟

(۵)

ایک اور بات جو ہمارے لئے اس سے کچھ کم حیران کن نہیں ہے وہ ہمارے مسئلہ میں بعض ائمہ کے نقطہ نظر کا تغیر ہے جو پچھلے چند برس میں رونما ہوا ہے۔ حالانکہ ہمارے خیالات برسوں پہلے جو کچھ تھے وہی آج ہیں "اور ہماری تقریریں ہیں پر آج ہم ضل اور مغل" بلکہ بدعت اور غیبت تک گھمرائے جا رہے ہیں "اس وقت سے بہت پہلے ہو چکی تھیں جبکہ ان ہزاروں کی فکر میں ہم کم از کم ضل اور مغل تو نہ تھے۔

۱۸۸۵ء کے آغاز میں ابنیہ "اصول القرآن" راجہ آزاد "مخلع لا بدار" سے جناب مولانا گلپشت لفظ صاحب کی خدمت میں ہمارے حلقے ایک اخبار بھیجا گیا تھا۔ اس کا جواب مولانا کی طرف سے واصل ہوا اس کے لفظ یہ تھے۔

مسعودی صاحب کی تقریرات بیشتر صحیح ہیں اور ان کی تحریک میں نظری طور پر کوئی قطعی اور گمراہی نہیں ہے۔ صرف یہ بات محل غور ہے کہ

موجودہ دکان میں اس تحریک کے نتیجہ و بارگاہ ہونے کے مکتوب مسطور ہیں
 یا نہیں۔ اور یہ کہ تحریک صاحب مل ہے یا سرک صاحب کل۔“
 ایک اور صاحب نے ضلع پانہ بکلی سے اسی نامے میں مولانا کی خدمت میں
 جماعت اسلامی کے حلقہ ایک سو اسی بھیجا تھا جس کا یہ جواب کیا تھا
 ”مولانا ابو قاضی مسعودی کا نظریہ اصولاً تو صحیح ہے۔ مگر آج کل ملی
 نہیں ہے۔ جسے کوئی کہے کہ جدید شریعت جاری ہوئی چاہے۔ یہ بات اصولاً
 تو صحیح ہے مگر اس دکان میں ضلع پانہ بکلی، اور ریم دہلی، چاری کرنا ملنا
 ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ غیر اسلامی حکومت مائل ہے۔ تمام اگر کوئی مل کی
 جماعت میں داخل ہو کر حسب استطاعت اسلامی خدمت کرے تو مفاد
 نہیں ہے۔“

آج وہی مولانا کھیت لے صاحب ایک دو سرائیکی مولود فرماتے ہیں جو سارچر
 کے ضلع وہ ایک اشتداد میں ہیں دیکھتے ہیں۔

”مسعودی جماعت کے اہل مسعودی ابو قاضی مسعودی کو میں جانتا ہوں“
 وہ کسی ستر اور ستر علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں۔ اگرچہ ان
 کی فکر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے۔ تمام دینی رجحان
 ضعیف ہے۔ ”احتلائی شان نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں
 بڑے بڑے علم اسلام بلکہ ضلع کرام، یہ بھی اعتراضات ہیں۔ اس لئے
 مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہئے“ اور ان سے مکمل بخل و بخل
 احتلا نہ دیکھنا چاہئے۔ ان کے مضامین ظاہر و کھل اور لہجہ معلوم ہوتے
 ہیں۔ مگر ان میں ہی وہ بائیں دل میں تشبیہ جاتی ہیں جو طبیعت کو آزاد کر دیتی
 ہیں اور بد رنگ اسلام سے بدگمان بناتی ہیں۔“

اسی نامہ کے آخری صفحات میں مولانا نے صاحب سے جماعت اسلامی کی
 خدمت کے حلقہ سول کہا گیا تھا اور اس کا جواب انہوں نے یہ دیا تھا

”مولانا مسعودی کا نظریہ بہت سی تحریکوں میں اور رسائل و جرائد میں
 شائع ہوتا رہا ہے۔ بلکہ کو اس قدر فرصت نہیں کہ ہر تہذیب و دیکھوں۔ جس

قدر معلوم غرض سے کر دے ہیں "طاعت موعودہ میں بالکل اصل ہیں۔" (۱)

بھئی کچھ میں نہیں آتا ہے کہ موعودہ دور میں لور اس ماحول میں کیا شرعی تکلیف ہم پر من مہور ہے سب تصریحات عامہ ہوتی ہیں یا نہیں۔
ایک لور صاحب نے جو اس وقت فیروز پور ہجر کے میں صاحب تحصیلدار تھے عبادت کی تمام مطہرات مہلتا کو بھیجی تھیں لور ان سے درخواست کی تھی کہ انہیں حلال کر دیا کریں تاکہ ہمیت مہلتا کے مسلک لور عبادت اسلامی کی دعوت میں سے کوئی حق نہ رہے۔ نیز خصوصیت کے ساتھ "ایک اہم مسئلہ" کی طرف توجہ دلا کر پوچھا تھا کہ اس پمفلٹ کو پڑھ کر میرا دل اپنی عبادت سے اٹھتا ہو گیا ہے۔ آپ مجھے مشورہ دیں کہ میں کیا کروں۔ اس کا جواب میں آپ صلیح مقرر کر کے مہلتا کے اپنے علم کا لکھا ہوا (مورلہ ۳۰) جواب دیا (۳۱) اصل ہوا اس کے الفاظ یہ تھے:

"مختصراً میں اس قدر موصوف لور علم الطہرت ہوں کہ روزانہ پاک کا دیکھ لینا بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ نکلوں کا دیکھنا لور جواب لکھتے: موعودہ صاحب فارغ ہیں "جو چاہتے ہیں کچھ دیکھتے ہیں لور سب چاہتے ہیں پھر دیکھتے ہیں۔ ہمیت مہلتا نے جو طریقہ سیاسیات میں اختیار کیا ہے وہ سب استقامت تعون القبلین کی بنا ہے۔ موعودہ گندوش میں در طاعت لور قدرت موعودہ ہے اسی ہے اس کی حرکت و سکون کا دار ہے۔ موعودہ صاحب جو فلسفہ پیش فرما رہے ہیں اس کے دیکھنے کے لور اس پر تنقید تبصرا کرنے یا اس کا جواب لکھنے کی ضرورت ہماری کچھ میں نہیں آتی۔ لور اگر آتی بھی تو سبب نہیں ہے۔ موعودہ صاحب لور ان کے مہاتفین اپنے عمل کو حرکت میں لائیں۔ ہم ان کا حیلہ نہ کریں گے لور نہ کوئی عمل قائم کریں گے۔ اگر ہماری کچھ میں اسلام لور مسلمانوں کے لئے دینی عمل شرعی لور منید کچھ میں آیا تو ہم بھی قبیح بن جائیں گے۔ ورنہ سب کچھ قرآنیہ لا یكلف الله نفساً الا وسمها ہم مقرر ہوں گے۔ نہ سری چڑھ آپ نے اپنی عبادت کے حلقہ میں بھیجے ہیں۔ میں بھی

تک سمجھا ہوں آپ کو جبکہ وہ سراسر طرفہ اکل حلق میرے قریب آپ کو اس ملازمت کو پھر ڈی دیا چاہیے اگرچہ وہ تمام اصطلاحات میری نظر سے گزرا مگر وہ مضمون آپ نے اس کا ذکر فرمایا ہے "اقرب الی محبوب ہے آپ کے محبوب کا علم میری سمجھ میں نہیں آیا اگرچہ وہ ظاہر ہے۔"

آج ٹھیک پانچ برس بعد ہی اہم الام میں وہی مولانا حسین احمد صاحب المدینہ حلقہ میں رہنے کا اہتمام فرماتے ہیں وہ اپنی مضمون کے کتاب میں نقل کی جا چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ میں انتخاب رہنے اور اس فقیر فکر فکری طبع کیا ہے؟ اگر میں وقت سے اب تک کچھ نئی گزریں ہم سے سرزد ہو گئی ہیں "ہاں سے اس وقت تک طہرا دامن پاک تھا تو ازد مہلت ضرور میں اس سے آگاہ فرمایا جلتے یا اگر اب میں حضرات کو ان کتابوں کو پڑھنے کی فرصت مل گئی ہے جنہیں میں وقت نہ چھوڑا تھا اور پڑھتا رہا میں اس کا مطالعہ فرما کر وہ نظری گزریں، آج مطلع ہوئے ہیں "تو کم از کم یہ بات ہر امت اور شہ فرمادی جلتے اور اگر جلتے نہیں ہے "بلکہ یہ سارے طبقے اور مصلحتیں اب اس لئے بہت شہوع ہوئے ہیں کہ جماعت اسلامی کی بڑھتی ہوئی تحریک سے اپنے مقلد اثر کے گروہوں کے لئے کاغذات میں پیر گزریں کو لاحق ہو گیا ہے "اور ساری فکر انہیں اب لئے دامن کو مدد کے کی ہے۔۔۔ وہی فکر جس نے اشتراکیوں، مسلم لیگوں، بریلویوں، تھانویوں، اہل سنت اور متکبرین صحت کو ہماری طاقت میں متحرک کر رکھا ہے۔۔۔ تو کتنا صاف "یہ انداز فکر اہل حق کو ذہن نہیں دیا اور نہ یہ ہتھوڑے میں کے شبانہ شکر ہیں۔ یہ تو دکان دکان کے سوچنے کا انداز ہے کہ حلقہ کی دکان میں کے گاہکوں اور اسمیں کو ڈالنے نہ پاسف۔ بلکہ شاید کوئی شریف دیکھو اب بھی "اگر تھوڑی سی غلطی اس میں ہو "اس حد تک گرتے، کھاتے نہیں ہو سکتا کہ محل گاہک چلانے کے لئے صرف دیکھو کے بل میں کیڑے ڈالنے لگے۔ بہر حال اپنی پڑائیں شخص کو ان حضرات کا اپنا کام ہے۔ رہے ہم "تو اللہ فطرت کو ہم دیکھو نہیں ہیں "نہ کسی کے طرفہ تہارت ہیں۔ جس جگہ کو ہم نے کتب خانہ وضع رسول "فطرت سے حق چلا ہے اسے نقل فطرت کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جسے حق معلوم ہو "قبول کہے "اس کا اپنا مطالعہ ہے جسے حق نہ معلوم ہو "دیکھو اس کا مطالعہ

اس کے خدا سے ہے۔ ساری دنیا اسے قبول کر لے تو بجز آخرت کی صفعت کے ہمیں کوئی اجر اس سے مطلوب نہیں۔ اور اگر ساری دنیا اسے رد کر دے تو پھر اس سے کوئی نقصان نہیں۔

(۶)

آخر میں ہم تمام ان علماء سے جو اپنے آپ کو اہل حق میں سے کہتے ہیں اور جن کوئی مواقع دنیا کے ساتھ آخرت کی بھی کچھ فکر ہو۔ تین باتیں صاف صاف کہہ دینا چاہتے ہیں:

پہلی یہ کہ ہم اس وقت فسق و فحاشی کی اس عکرائی کو مٹانے کے واسطے ہیں جو علوم و فنکار، 'اخلاق و معاشرت'، 'تہذیب و تمدن'، اور 'حیثیت و سیاست' کا نام ہے اور ساری قوم کو کشمکشیں اس نام کے لئے وقف ہیں کہ زندگی کے ان تمام شعبوں پر خدا کے دین کی عکرائی قائم ہو۔ آپ حضرات اگر کچھ بھی تو سم کی صلاحیت رکھتے ہیں تو کھلے بکھلے اصرار آپ کو یہ بتا سکتے ہیں کہ دین کی صلیت میں اس وقت وہ کوئی مسعود اور عظیم طاقت ہے جس کو فسق و فحاشی کی ساری طاقتیں اپنا اصلی حریف سمجھ رہی ہیں اور جس کے خلاف انہوں نے اپنا پورا زور لگا رکھا ہے۔ اشتراکیوں سے پہچنے کہ علماء کے پاس سے گمراہی آپ اپنے لئے زیادہ خطرناک کہتے ہیں یا جماعت اسلامی کو؟ مگر جن جدیدیت کی اپنی تقریروں میں دیکھ لیجئے کہ اہل حدیث اور دوسرے تمام جماعتیں حدیث کے خلاف ان کاغذ زیادہ بھڑکا ہوا ہے یا جماعت اسلامی کے خلاف؟ گویا انہوں نے اپنے اختلافات و رسائی آپ کو تاروں کے کہ ان کو جماعت اسلامی کا زیادہ خوف لاحق ہے یا اپنے دوسرے طاقتیں کا غیبت کے طبعیادوں کی تقریریں اور تقریریں اور عملی قصور آپ کے سامنے خود شہادت دیں گی کہ وہ زیادہ سے زیادہ پریشان جماعت اسلامی سے ہیں یا اپنی مائدہ پر سے مذہبی طبقے سے؟ اس حالت میں جبکہ ان طاقتوں سے ساری ٹکٹیں بیا ہے آپ کو خوب کچھ لینا چاہئے کہ آپ کا وطن کس پلائے کی طرف جا رہا ہے۔ آپ کو چاہیے تو حقیق سے فرمیں۔ مگر اپنا اہتمام سوچ لیں۔ اگر خدا کے پاس آپ سے باز پرس ہوئی اور پوچھا گیا کہ جب طاقت اور فسق اور بدعت اور فحاشی کے درمیان سسرک بھاگتا تو تم نے کس کو کس پر ترجیح دی تھی؟ اس

وقت آپ کیا جواب دیں گے؟ اس وقت کپ لپٹے یہ فتوے اور یہ مضامین اور یہ اعتراضات جہت میں پیش کر کے بیچ بھٹکے کی توقع رکھتے ہوں اور آپ کو امید ہو کہ ہماری نظامی اور فزٹیشی گناہ کو کپ طبع کر سکیں گے کہ اس سرکار کے (فریقین میں دراصل سختی و کدورت نہی ہم ہی تھے "تو ہم لٹ" اپنی یہ ہم ہماری رکھنے اور کچھ کر ابھی باقی رہ گئی ہو تو اسے بھی پورا کر ڈالتے۔

۱۱۔ یہ کہ فی الحقیقت آپ میں سے کوئی شخصیت کی بنا پر نہیں بلکہ شخصیت کی بنا پر ہم سے ناراض ہے تو اس کو چاہئے کہ زبان کھولے سے پہلے انصاف کے ساتھ ہمارے لڑیچہ کا معادہ کر کے اس معاملہ میں ایک جی جی والے قائم کر لے کہ آیا ہماری حیثیت ایک ایسے گروہ کی ہے جس سے صرف انکشاف کیا جاسکتا ہے "یا ایسے گروہ کی جس کی عظمت بھی کوئی ضروری ہے "یا ایسے گروہ کی جو نہ کوہ و نہ سرکار کے (فریقین میں سے اس بات کے لئے اہل ہے کہ آپ اس کے خلاف ہمو آنا ہو جائیں؟ چونکہ اس وقت کل کل ہو رہا ہے اور ہر ایک قسطنطنیہ پر پہنچے بغیر قسم ہونے والی نہیں ہے "اس لئے آپ کو حق سناں ہر اپنی اعتراضی تقریریں عرب کرنے سے پہلے یہ طے کرنا ہو گا کہ آیا اپنی تمام زندہ و ناکہ خطوں کے باوجود ہم لوگوں کی بہ نسبت آپ حضرات کے لئے زیادہ قابل برداشت ہو ہیں جو یہی لائق و عظمت پہنچا رہے ہیں "یا ہم ایسے قابل برداشت ہو چکے ہیں کہ ہمارے مقابلہ میں اشتراکی "کھوپلی" منکرین صحت "اور غورنگیت کے ظہور و سب کو آپ برداشت کر سکتے ہیں؟

سوم یہ کہ ہمارا بحث سے یہ اعلان ہے اور آج بھی ہم اس پر قائم ہیں کہ ہماری جس بات کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے خلاف طبع کر دیا جائے ہم بائبل اس سے منع کر لیں گے اب اگر ہم سے انکشاف رکھنے والے حضرات کل کل پر ہوتی نہیں چاہتے بلکہ انکشاف کا قلعہ چاہتے ہیں تو ان کے لئے صحیح راستہ یہ ہے "اور یہ راستہ کھلا ہوا ہے کہ انہیں ہم پر جتنے بھی اعتراضات ہوں وہ انہیں ایک جائز و وار کلمہ کہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم انکا لفظ ان کی تحریر کو ان صفحات میں لفظ بلفظ درج کر دیں گے اور اپنے جوابات سے ان کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کریں گے یا اگر وہ خود اپنے ہی کسی انداز اور دسلے میں اپنے اعتراضات شائع کرنا چاہتے

نہائی دیم اس شرط کے ساتھ کہ عہدہ کے لئے تیار ہیں۔ کہ اول تو آئے
ہوں کی خدمت میں رہ کر کے اپنے بلکہ اعتراضات چک وقت مرتب کیا دیں 'دوسرے یہ
کہ وہ اس وقت پر راضی ہوں کہ جس طرح ہم ان کے اعتراضات کو قطع ہٹانے کی فکر
کے ان کا جواب دیں گے۔ اسی طرح وہ بھی طلبہ جواب کو اپنے ہی قطع ہٹانے کی فکر
کر کے باہر چلیں جہاں فرسٹی کریں۔

(ازمنان الترتیب شعبہ دہ سجدہ 'ہون ۱۹۴۸ء)

چند دلچسپ سوالات

سوال ۱: "جب ذیل اختلافات پر روشنی ڈال کر بے پایاں شکر کا سوا
دینا

۱۔ اگر آپ کی جماعت پاکستان میں نہ آجائی تو تحریک اسلامی کے
غور پذیر ہونے یا بڑھنے کے امکانات کا خاتمہ ہو جائے کیا آپ اس
خیال سے متفق ہیں؟

۲۔ بھارتی نظام اگر کسی جماعت کے امیر کو "مصلح" نامیہ تجویز
نہیں کر سکتا تو اس جماعت کے افراد کی فکر مصلح قرار دینے جاسکتے
ہیں؟

۳۔ ایک شیر ہو (مختلفہ علاقہ کی حکومت کو غیر اسلامی قرار دینا
ہے) اپنے عقیدے پر قائم رہتے ہوئے آپ کی تحریک میں شامل
ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ کیا ایک مصلح نامیہ اپنے حق میں دلائل ڈال سکتا ہے۔ شرعی
دلائل کیا ہے؟

۱۔ یہی سوالات بلکہ بعض شروا کے ساتھ جماعت اسلامی کے متعدد دفاتر
کو موصول ہوئے ہیں اور سب ردہ کے ذائقے سے رد کر رہے ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ ایک مخصوص ہندو کے ساتھ یہ کام ہو رہا ہے۔

۵۔ آپ کے تہذیب کے نظام تعلیمات میں اسلامی سے باہر اور اور
مطلوبہ اور مسائل کی بحالہ اور سہولت کر چیلنج کا طریق تعلیمات
راشد کے نکتہ میں سہولت ہے یا عقیدہ وقت عوام کے لئے اور
ناصحہ ہو کر آئے؟

۶۔ بعد میں میں کرد اور دوا کی قسم جلا ہے کیا ان حالات میں
پاکستان کا فرض نہیں کہ وہ اور فطیر بعد میں ہر جہاں ہو کر آپ
کی مسئلہ قیادت کی روشنی میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لے
آئے؟ اس صورت میں کیا موجودہ ملی اور اقتصادی معطلات اسلامی
علم ہونے کے راستے میں بھی روک تو قیمت نہیں ہو گئے؟

۷۔ آپ وی و اہم کے وی نہیں ہیں بلکہ ریاست اسلامیہ میں
آپ کے لحاظ سے آپ وی و اہم کی گہرائی تک جاتی نہیں ہے۔
ان حالات میں آپ عمل چند دکان سے خود کیوں کر مطمئن ہیں
کہ آپ کی تحریک ہی کچھ معطلی میں دین کے مزاج کے مطابق
ہے اور انتخاب قیادت کا حقیقی تصور آپ کی جماعت کے اندر نہیں
مل سکتا؟ لیکن ہے وہ سری جماعتیں کچھ مشکل پر قائم ہوں اور
آپ کی ساری ناپید لفظ نہیں پر مبنی ہو۔

جواب۔ آپ کے سوالات کا جواب دیکھ کر طبیعت نے کچھ اجابوں میں کیا
تھا مگر جب اس مقام کا نام پڑھا جہاں سے یہ خط آپ گزرے لیا رہے ہیں تو اتنی
مغروریت اور محنت بھی غیبت نظر آئی جو آپ کے اختیارات میں پائی جاتی
ہے۔ خدا کرے کہ اس میں کچھ اور اضافہ ہو۔

آپ کے سوالات کا مختصر جواب حسب ذیل ہے:

۱۔ جماعت اسلامی پاکستان میں کہیں سے تکی نہیں بلکہ یہاں پہلے سے
سہولت تھی۔ جب اس کا مرکز بنی شہر غفل ہو گیا ہے۔ جس طرح متعدد
وہ سری جماعتیں کے مرکز غفل ہوئے ہیں۔ ہمیں کیا کوئی دعوتی نہیں
ہے کہ اس جماعت کے اندر یہی تحریک اسلامی کے تصور پذیر ہونے یا

جتنے کے امکانات کا جائز ہو جائے ہم یہ کہہ سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد اس ملک کو عملاً اسلامی ملک بنانے کے لیے ایک ایسی تحریک اور جماعت کا انعقاد ہونا ضروری تھا جو پہلے سے مسلم اور ملت دور ہو چکی ہو اور اللہ تعالیٰ کے اس ضرورت کو جماعت اسلامی نے اپنی مدد نیک پیدا کر دیا ہے۔ اگر یہ جماعت پہلے سے مسلم نہ ہو چکی ہوتی تو اس امر کی بہت کم توقع تھی کہ فتنہ و مصلحت کی طاقتیں بدلنے سے سب سے کسی ایسی تحریک کو اٹھنے اور کسی ایسی جماعت کو مسلم بنانے کا موقع دیتی ہو پاکستان کو اسلامی ریاست بنانا چاہتی ہو۔

۱۰ کیا آپ کو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ "کسی جماعت" کے امیر کا کام کسی جماعت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا تھا یا کیا اور اسے غیر صالح قرار دے کر رد کر دیا گیا؟ اگر ایسی کوئی اطلاع آپ کو پہلی ہو تو ضرور مجھے بھی مستفید فرمائیں۔ اور اگر یہ محض ایک قیاس کر رہی ہے تو آپ نے اپنی جگہ دیکھ کر فرمائی ہے تو آپ کو مجھ سے سوچ کر کہنے کے بجائے اپنے انداز فکر کی اطلاع کوئی چاہیے۔ علم و واقعیت کے بغیر آپ کا اس طرح کے قیاسات قائم کرنا بھلے خود ہی کوئی بھلا کام نہ تھا کہ آپ خود اس محض کے سامنے اپنے اس قیاس کو پیش فرما رہے ہیں جسے حقیقت میں معلوم ہے۔

۱۱ جماعت اسلامی کا عقیدہ اور نصب العین جماعت کے دستور میں لکھ دیا گیا ہے۔ ہر وہ محض جو اس عقیدے اور نصب العین کو قبول کر کے علم جماعت کی پابندی کرے "جماعت میں داخل ہو سکتا ہے۔

۱۲ ایک صالح شخصیت کا خود اپنے حق میں دھوکہ دینا اسلامی نقطہ نظر سے کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے۔ مگر سمجھنا چاہیے کہ اکثریتی میں حصہ لے کر ترقی کو جن کمزوریت میں چاند چار چھٹا ہوتا چلا آ رہا ہے یہ بھی انہی میں سے ایک ہے اور اس طرح کے کمزوریت کی حیثیت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے انتخابات جیسے اہم کام سے بطور مدد درست

کہا جائے۔

۵۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ عدلے تہج کہ پنجابی نظام میں سطوں اور عدلوں کی بھولا کئی ہے؟ ہم صرف ایک عدل عام لوگوں سے لیتے ہیں جبکہ انہیں مختلفیت میں جن لیا جاتا ہے۔ اس پر قضا "بھولا" کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ عدالتِ راجہ میں کسی طرح کا سوچو نہ ہوتا اس کے بھارت یا غیر اسلامی ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ آپ کے پاس اس طریقے کے بھارت ہونے کی کوئی دلیل ہو تو ارشاد فرمائیے۔ عدلتے راجہ کی کو اگر ایک جہاز ہم کی ضرورت پیش نہیں آتی تو انہوں نے اسے نہیں کیا۔ ہمیں ضرورت پیش آئی ہے تو ہم اسے کر سکتے ہیں۔

آپ کا یہ سوال بالکل عجیب ہے کہ کیا سرحد ڈ کر چلنے کا طریق عدالتِ راجہ کے نسلے میں موجود تھا۔ آپ اس سوال پر ذرا سوچو خود فرمائیے کیا یہ واقعی پر پنے کے قتل سوال تھا؟

آپ کا یہ ارشاد کہ عیدِ وقت از خود عوام کے لئے لٹا دے ہوا کرنا قضا تاریخ کے ناقص مسجل کا نتیجہ ہے۔ اس نسلے میں قبائلی نظام تھا۔ شیخ قبائل آپ سے آپ اپنے قبیلے کے لٹا دے ہوتے تھے اگر انہیں بھی ہوتا تو وہی لوگ پتے جانتے اس لئے حکم انہیں حضرات کو حضور کے لئے طلب کر لیا کرتے تھے۔

۶۔ پاکستان کا پہلا فرض یہ ہے کہ "خود اپنی حدود میں اسلامی حکم کے اجراء اور عدالت و اور مذا کی قہر کوں کا استعمال کہے اس کے بعد یہ فرض کہ "کسی "میرے ملک کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے پہلے" عدالت کی شہاد کے ساتھ شہاد ہے۔ عدالت ہو تو لیا حضور کرنا چاہئے" نہ ہو تو لیا کا فرض نہیں ہے۔ کسی کفر بحکومت سے "خود" دشمن اسلام ہی کہیں نہ ہو

۔ عدالتِ راجہ میں اہلِ شہادت کی تشکیل کس طرح ہوتی تھی؟ اس پر مسلسل بحث عدلے پختہ اسلامی دستور کی تہذیب میں کی گئی ہے۔

کسی مسلم طاقت کا سبب ضرورت معلوم کیا بھی متوجہ نہیں ہے۔ فکر یہ
 متوجہ نہ ہو کہ اتنی علی لفظ طبع و فکر و علم صحیح طور پر کیوں کرتے؟
 قرآن اور حدیث پر شکیہ آپ کے نزدیک "مغل چارہ داکل" کی طرف
 میں داخل ہیں اور ایک مسلمان کے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہیں، میں ان
 ہی کے مطالعہ سے مطمئن ہوں کہ جماعت اسلامی کی تحریک دین اسلام کے
 مزاج کے مطابق ہے اور اگر ہم اس تحریک کے تقاضوں کے مطابق صحیح کام
 کریں تو جتنا اس کے درپے سے صلاح قیادت قائم ہو سکتی ہے۔ دوسری
 جماعتوں کے بارے میں یہی ہو رہا ہے کہ آپ پہلی تو اسے لفظ فنی خیال
 کر لیں۔ مگر میں داکل کی جگہ پر رائے قائم کرتا ہوں اور داکل ہی کی جگہ پر
 اپنی رائے سے ہٹ سکتا ہوں۔

وہی میرے نزدیک اب نہیں آ سکتی۔ رہا اہم، تو وہ ضروری نہیں
 ہے۔ ہو تو اچھا ہے، نہ ہو تو کلمہ اللہ اور سنت رسول اللہ ہماری رہنمائی کے
 لئے بالکل کافی ہے۔

(ازمن القرآن - شعبان ۱۴۱۵ھ - جون ۱۹۹۵ء)

تبلیغی جماعت سے ایک دو مسئلہ شکایت

سوال: بچے دنوں تک میں تبلیغی جماعت کا ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا تھا
 جس میں ہندوستان و پاکستان کی تبلیغی جماعت کے امیر جناب مولانا محمد عارف
 صاحب (صاحبزادہ) جاوید صاحب مولانا محمد الیاس صاحب (مروجہ) مولانا شریف صاحب
 تھے۔ جماعت اسلامی شکر نے فیصلہ کیا کہ اس موقع پر جلسہ گھر کے حدود
 میں اپنا ایک بک اسٹال لگا کر چٹاپے بٹھائیں سے مل کر انہوں نے دریافت
 کیا کہ آپ کو اس پر کوئی اعتراض تو نہ ہو گا کہ ان کے ایک اور دار پر درگ
 نے جواب دیا کہ اس میں اعتراض کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے آپ حقوق سے
 اپنا کتبہ لگائیں۔ اس کے بعد ان سے اسٹال کے لئے جگہ بھی ملے ہو گی۔
 مگر دوسرے روز شام کو جب فضل میمن صاحب امیر جماعت اسلامی شکر

نے وہی ہمارے لٹل گلوے کا انتظام شروع کیا تو انہیں بیک اس سے منع کر دیا گیا۔ وجہ یہ بھی گئی تو ایک دوسرے دار بزرگ نے جواب دیا کہ "مٹھاری مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم نہ آپ کو کتبہ لگانے کی اجازت دیں گے اور نہ آپ سے کسی قسم کا دسرا تعلق لیں گے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ ایک سیاسی جماعت ہیں۔" اس جواب اور اس طرز عمل پر ہر قہقہہ ہوا "اس پر حق۔ قہقہہ اس ہلت پر ہوا کہ وہی دوسرے حصہ کیسٹل موجود تھے اور اس پر ان حضرات کو کوئی اعتراض نہ تھا مگر جماعت اسلامی کے حلقوں میں کی فوجی یہ تھی کہ میں کی جیسے تھ سے ایک میل تک بھی اس کا کتبہ نظر نہ آئے۔

اس پر ہر پیرٹی کو ڈاکٹر سلیم علی صاحب امیر جماعت اسلامی ملت دہلی مدعو "حلقہ بینی صاحب امیر جماعت شری نگر" اور مولوی قریب علی صاحب رکن جماعت "مولانا محمد عارف صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ "اب تک تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ جماعت اسلامی اور حلقہ جماعت متحدہ میں اتحاد ہیں اور صرف طریق کار میں فرق ہے۔ لیکن یہ سلوک جو اگلے ساتھ کیا گیا ہے" یہ اس باہمی اعتماد اور تعلق کو نقصان پہنچانے والا ہے جو وہی کی خدمت کرنے والی ان دو جماعتوں کے درمیان اب تک رہا ہے اور یہی رہنا چاہئے" کیا آپ واقعی ہمیں ایک سیاسی جماعت سمجھتے ہیں؟" ان پر حضرت کی (مولانا محمد عارف صاحب اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں) نے فرمایا:

"میں اس بچے دنیویہ کے سخت عتاب ہوں" اور یہ لوگوں نے طریقہ بنا لیا ہے کہ یہ لوگوں کی چیزیں سے پیسے حاصل کرنے کے لئے کتابیں لکھتے ہیں۔ اسی علم نے یہ فراموشی پیدا کی ہے۔ فساد کی بڑی ہے۔ میں کتابیں لکھنے "انہما چاہتے اور اسی قسم کی چیزیں کرنے کا سخت عتاب ہوں۔ اصل میں انہی چیزیں نے مسلمانوں کو بے عمل کر دیا ہے اور یہ چیزیں پہلوئے کا دل میں نہ نکلیں۔"

یہ ارشاد ہے کہ میں دو گنا حیرت ہولہ ایک اس بارے کہ حضرت
 نبی کریم مجھے دنیا کے لیے فی حق خلاف تھے تو جماعت اسلامی کے سوا
 دوسرے منصفیہ جلسہ گاہ میں کبھی بدانت کے گئے؟ دوسرے اس بارے کہ
 کئیوں نے رسائی کی ضمانت اور پیسے ان کو فراہم کرنے کا کہنا تو رہا
 اور سلسلہ اور قلم بھون کے بزرگ بھی کہتے رہے ہیں "بلکہ خود جلیلی
 جماعت کے بھی متعدد امور بزرگوں سے اس کا صدور ہوا ہے۔ پھر کیا
 بات ہے کہ وہ کیا کام کریں تو خدمت دیں " اور دوسرے کریں تو صرف
 پیسے بٹارتے ہیں؟ پھر "آرام مسلم" کا بھی یہ عجیب تصور ہمارے لئے بات
 حیرت تھا کہ فتنے کے طہوانوں کے خلاف زبان کھولا تو آرام مسلم کے
 خلاف ہو "مگر ایک دینی خدمت کرنے والی جماعت کے کام اور مقصد کا کلمہ
 کھلا مختلف کرنا اور اس کی نیت تک پر حملہ کیا میں آرام مسلم ہوں۔

اس کے بعد حضرت نبی نے فرمایا "آپ تو حکومت کے طالب ہیں۔
 آپ اس چیز کے طالب ہیں جو مہود ہے۔ حضور رسول طویل عرصہ تک
 بہت حکومت فتنے کی گئی مگر آپ نے اس کو رد کر دیا "لکھا دیا اور نبوت
 عہدت لعل کی۔ آپ کا یہ دلیل کہ حکومت بدشاہت میں تبدیل ہو جائے
 تو اسلام زہر ہو جائے گا بالکل غلط ہے۔"

حاضریں میں سے ایک صاحب کے اس سوال پر کہ کلمۃ الحق
 عند سلطان جہو کے کیا سنی ہیں "حضرت نے فرمایا یہ اس وقت کے لئے
 ہے جب پورا معاشرہ درست ہو اور صرف حکومت میں غلطی نظر آتی ہو۔
 اس وقت اگر حق کلمہ درست ہے تاکہ جو غلطی بھی صرف حکومت تک
 محدود ہے وہ آگے نہ بڑھتے پائے۔ اس وقت یہ پہنچ نہیں ہے۔

دوران گفتگو میں حضرت نبی نے یہ بھی فرمایا کہ "اس وقت جو لوگ
 برقرار ہیں وہ اتم سے بہتر ہیں۔ لیکن میں "فضل میں "تقریب میں "اور
 قابلیت میں وہ آپ سے بہتر ہیں۔ آپ ان کے بولنے کو نہ لوگ انہیں

لب سول یہ ہے کہ اس جماعت کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ یہ سول اس لئے کیا جا رہا ہے کہ اگر وہ چار جگہ اور اسی طرح کے صحیح تجربات ہونے تو کیسے لیا نہ ہو کہ ان دونوں جماعتوں کے درمیان بھی انکسار و تضاد اور ہمدردی کا جو تعلق لب تک رہا ہے اس میں فرق واضح ہو جائے۔ لہذا اس باب میں جماعت کے کارکنوں کو واضح ہدایات مل چکی ہیں۔

جواب: یہ دونوں جماعت اسلامی کے چند دوسرے دار کارکنوں نے اعلانے پاس بھیجی ہے۔ اسے چند کرنی شروع ایسی دل مودہ ہوں خود مولانا شروع سب سادہ کی موجودگی میں تبلیغی جماعت کی مجلس خودی کا یہ فیصلہ اور پھر مولانا موصوف کا اس کی توثیق فرماتا ہے ظاہر کرتا ہے کہ یہ کسی فرد خاص کا انفرادی رجحان نہیں ہے بلکہ یہ ایک انتہائی روشن ہے اس پر سوائے اس کے کہ غلطیوں کیا جائے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔

بموجہ جماعت اسلامی کے کارکنوں کو اس پر برا نہ ملنا چاہئے لب نہ کسی نہ کسی وقت انتہاء غلطیوں حضرت کو اس طرح عمل کی غلطی کا احساس ہو جائے کہ خدمت دین کے لئے وہاں سے زیادہ گہرا اپنے اپنے طریقے کے مطابق کام کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے طریقے سے اختلاف بھی رکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ بات اعلیٰ کچھ میں نہیں آتی کہ ان میں سے کوئی گروہ بھی آخر کیوں اس میدان میں صرف اپنے آپ ہی کو دیکھتا ہے اور دوسرے کے وجود کو بددشت نہ کہے؟ دین کی خدمت کوئی کامیاب تو نہیں ہے کہ یہاں ایک غلام دوسرے کو اپنا رقیب سمجھ کر محبت تو دکھادوں میں ہوتی ہے۔ یہ کام اگر ہم دیکھواری کے طور پر کر رہے ہیں تو ہم پر اور اعلانے اس کامیاب پر ہزار لعنت اور اگر یہ نظام کی بنا پر خدا کے دین کی خدمت ہے تو ہم میں سے ہر ایک کو خوش ہونا چاہئے کہ یہ کام تھا وہی نہیں کر رہا ہے دوسرے بھی اس میں سرگرم کار ہیں۔ اس لئے خود کوئی ہمیں رقیب ہی سمجھ کر خود ہیچنے کی کوشش نہ کرے۔ اہل کام یہ ہے کہ ہم اسے رقیب نہ سمجھیں اور ہر بار اس کے قریب جائیں یہاں تک کہ لڑ اس کا دل بھی ہل دے۔

اعلیٰ کچھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ بغیر علم اور ارادہ حکومت اور

بعض دے سرے کردہ جگہ دت سے یہ کو خشل کر رہے ہیں کہ جماعت اسلامی کا یہ لڑکچہ کسی طرح ان کے حلقہ اثر میں نہ پہنچے پانچ کہیں اس کے چڑھنے چڑھنے سے منع کیا جا رہا ہے کہیں دارالطہاروں اور کتب خانوں میں اس کی آمد کو روکا جا رہا ہے۔ کہیں ان لوگوں کو مدرسوں اور مدارس سے منع جا رہا ہے جس کے پاس یہ لڑکچہ دیکھا گیا۔ کہیں دے سرے طریقوں سے یہ کو خشل کی جا رہی ہے کہ لوگ اس لڑکچہ سے اجتناب نہ ہونے پائیں۔ بلکہ کہیں تو یہ کہا جا رہا ہے کہ جماعت اسلامی کی کوئی چیز ستر بھی نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ یہ کھن اور آنکھیں بند کرنے کی تدبیریں آخر کس وجہ سے کی جا رہی ہیں؟ ہمارے دلوں میں تو اس قسم کا خیال تک بھی نہیں آیا کہ ہم سے قلعہ رکھنے والے لوگ کسی کی چیز چڑھنے اور کسی کی بات سننے سے اجرا کر دیں۔ جماعت کے ارکان اور منتظمین ہر قسم کی چیزیں چڑھتے ہیں۔ ہر ایک کی بات کلمے دل اور کلمے کلام سے سننے ہیں۔ جماعت خود یہ کو خشل کرتی ہے کہ اس ملتے کے لوگ دنیا بھر کی چیزیں چڑھیں اور سبیل تاکہ ان کی فکر و سچ ہو اور وہ زبان انہی طرح رائے قائم کرنے کے قائل ہوں۔ حد یہ ہے کہ جماعت کے خلاف جس جس گروہ کی طرف سے ہوتا بلکہ بھی لکھا جاتا ہے وہ سب جماعت کے حلقوں میں آڑی کے ساتھ چڑھا جاتا ہے۔ بلکہ ہمارے دے سرے بھائیوں کو آخر کیا ہوا ہے کہ وہ ہمارے معاملے میں ہٹم بندی و کوش بندی کی پالیسی کو ترجیح دیتے ہیں؟ کیا یہ اس بات کا کھلا اعتراف نہیں ہے کہ وہ اپنے موقف کی کنہاری اور ہمارے موقف کی مضبوطی کا خود احساس رکھتے ہیں؟ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے دائرہ اثر کے لوگوں کو تاریکی میں رکھنا چاہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بس اسی وقت تک ان کے اثر میں ہیں جب تک یہ ان کی جتنی جتنی مخلوق پتہ لگا میں محصور ہیں؟ اور کیا خود وہ لوگ جو اپنے استبداد اور بیروں اور سرداروں کے ہاتھ سے ہونے اس حصار میں رہنے پر راضی ہو چکے ہیں اپنی جگہ یہ نہیں سوچتے کہ ایک بہتر اور مضبوط موقف رکھنے والا کب اس بات سے ڈرا کرتا ہے کہ دے سرے کسی شخص کے دلائل سن کر اس کے حلقہ اثر کے لوگ حیران ہو جائیں گے۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے حلقے میں یہ بدگمانی نہیں ہے کہ انہوں نے

ہاری دعوت کا اچھی طرح سمجھ کر کے بعد اس کا یہ غلط فہم ہو گا کہ "مجم" میں حکومت چاہتے ہیں۔" ہزار خیال یہ ہے کہ وہ چاہتے تھے اس حصار کے قدار ہوئے ہیں جو مذہبی گمراہوں میں پھوٹا ہوا ہے وہاں کے گرد "مجم" کھینچ دیا جاتا ہے۔ اس حصار میں محصور ہونے کی وجہ سے ہاری کوئی کتاب چڑھی نہ پڑھنے کی ضرورت محسوس کی۔ محفل سنی سنی ہواں سے ہاری دعوت کا یہ عجیب سا غلط فہم نقل پیدا کیا۔ ایک مجلس خیر خواہ کی گزارش کو نقل تو تھا۔ سمجھیں تو ان سے عرض کیا جائے کہ اگر رائے لائی کوئی ضروری ہی ہو تو اہلکد رائے سے پہلے اس چیز سے واقفیت ہیج پہنچائی چاہئے جس پر آپ رائے ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اگر آپ کو اس کی فرصت نہ ہو تو پھر ہے کہ باطنی مسلمات کی بنا پر آپ کوئی رائے ظاہر نہ فرمائیں۔

(ترجمان القرآن: جب "شہان" سے "مجم" - پہلی "سنی" سے)

اکھست دین کے لئے کس قسم کا تزکیہ درکار ہے؟

سوال : اکھست دین کی دعوت جس فکر اور جس اصول میں لگے ہے آپ کو جوش کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اس سے کوئی صاحب لکھن جو سچ و سچ اور شعور کی دولت سے بہرہ ور ہو اتفاق کے بغیر نہیں ہو سکتا اس سلوب میں حاضر کے خطوط کا پورا اہلکد اور اس دعوت کے مزاج کی حقیقی عظمت و فطرت رکھی گئی ہے اور اتفاق حق کے لئے میں تو چھری تہلیدی عظمت رکھتی ہیں۔ لیکن اس کام سے تمام دکل اتفاق کے پورا اہلکد میں یہ سوال بار بار اٹھتا ہے کہ دین کو بڑا کرنے کے لئے جس صحت کامل جس سیرت سادگی اور جس فکر کیا اثر کے اہلکد رسول ~~صلی اللہ علیہ وسلم~~ میں موجود تھے وہ کوئی بڑا کمال سے لا سکتا ہے۔ حضور کی عظیم ترین خصوصیت "بکرہ صام و دوی" سے ہر کام پر رہائی "بکرہ صام و استقامت" کرنے والے قلوب کی عینت توجہ و اشتیاق نے جماعت صحابہ کے ایک ایک فرد میں عین کی وہ آگ اور عظم کا وہ انداز جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ ان کی زندگی کے ہر ہر جزو سے ان کی دعوت اور ان کے مقصد کا مطلق پورا ہونا تھا۔ آج جب کہ نہ وہ پاکیزہ

صحت' نہ وہ ہے خطا قیادت' اور نہ مصلحتین میں وہ الحیت و کیفیت ایسی حالت میں مصلحتین پہلو دینے کی وہ حماقت رہا ہو سکے گی؟ اس کا تصور بھی دشوار ہے۔

اس کام کی فرہیت سے مجھے انکار نہیں۔ اسی احساس کی بنا پر اسے کر بھی رہا ہوں۔ لیکن کیا اس کے نتائج بھی اسی طرح کے ہوں گے؟ یہ بات میری لئے بنی تشکیل کی سوجھ بوجھ ہی جاتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ اس کے لئے ویسے عقول و احوال وہی مخصوص کئی ہیں؟ وہی قیادت کے لوصاف کسی میں' نہ وہی لطافت کی صلاحیتیں۔ اگھت دینے کا کام کرنے والوں سے کچھ وعدے تو ضرور ہیں مگر ان کا بھی ایک معیار مقرر ہے۔ ایک خاص درجہ کا ایمان و ایمان اور غلوں۔ اپنے مقصد سے خلق اور اس کی تربیت کے لئے وہی ہی ایک صحت بھی درکار ہے اگر یہ سب بھری میاں نہ ہو تو چاہے قرآن کے سیاسی نظریے پر ایک گروہ عظیم ہو جائے مگر اسلام کی وہ انقلابی اور روحانی امپریٹ رکھنے والا گروہ پیدا نہ ہو سکے گا جو اس کے نظام حیات کی صحیح فراہمی کر سکا ہو اور جس کے لئے ضرورت اور فحش کے اصول کے ساتھ "خبر امت" اور "مقدمہ لفظ فی فارض" کے مصلحتات استعمال کے لئے ہیں۔

چنانچہ تحریک اسلامی کا کام اگرچہ جاری ہے اور اس کے افروز میں بہت کچھ تبدیلیاں بھی ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ جس ایمان کامل کی گری' جس دنیا فحش کے مظاہر اور جس غلوں مقصد کی تاخیر مصلحہ میں ایمان لانے کے بعد ہی فحشوں ہونے لگی تھی وہ مجھے اپنے یہاں غلط مراتب اور ایک مدت کے بعد بھی دکھائی نہیں دیتی' کا خاتمہ لفظ اس کی وجہ صحیح تربیت اور پاکیزہ صحت کی کمی ہے یا اس کام کے معیار کے مطابق ویسے سہی اور مزی نفوس علیہ کا فقدان۔ بہر حال جو بھی وجہ ہو نہ کہور اختلال یا الجہد کو اس سے نفرت ہوتی ہے۔

ایک دوسری بات میرے لئے ہمارے غفلت پر بھی ہے کہ اس دور کی

ایک دوسری دینی تحریک 'جو اہل حق سے اس دور کا غلط فہم ساتھ نہیں رکھتی' بعض ایسے افراد کو شہور ملنے لگی ہے جن سے طلب کسی نہ کسی درجہ میں حائل ہوتا ہے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ حل طلب ہے کہ جو کام طلب تحریک سیارہ چارہ ہے اس میں تو وہ صلاح نہیں ابھری اور ایک محدود سی تحریک میں اس کے ہر آثار نظر آتے ہیں۔

لیکن یہ یہ کی اگر غلط کی علت نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہو جس ذکر کی تحقیق علت میں آتی ہے۔ ہم اس کا کوئی نقل نہیں مل سکتا حل تلاش نہیں کر سکتے اس لئے طلب کو تحلیف سے رہا ہوتا۔ حل میں اس دعوت کا نتیجہ کیسے پیدا ہو اور اس پر اہل حق کیسے دیکھیں؟ اس کی ضرورت تک کچھ میں نہیں آتی۔ اگر یہ کہ وہ امور کی کوئی اہمیت طلب محسوس نہ ہو تو تسلیل کے ساتھ جواب رقم نہ ہو۔

جواب : یہ ظاہر جس کا اندازہ محترم مفتی نے اظہار کیا ہے اس سے دلائل قوی ہیں ساتھ قوی آثار رہا ہے اور حدود صلاح ہے اس کو رفع کرنے کی کوشش کی جائیگی ہے۔ آپ رسائل و مسائل جلد اول (صفحہ ۱۱۱) میں اس کا ایک مختصر جواب دیا ہے۔ تعلیم اہل حق کے حدود میں بھی "قرآنی سلوک" کی تشریح کرتے ہوئے اس کے بعض پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ قرآن اہل حق میں بچھے دلوں پر اثرات ڈالتے رہے ہیں جن میں بھی اس کے بعض گوشوں سے قرآن کیا گیا ہے۔ یہ چھری اگر کوئی شخص بغور پڑھے تو اس پر ہے کہ یہی مدد تک اس کی عقل پر چلتے گی۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ظاہر پوری طرح رفع نہیں ہو سکتا اب تک کوئی اس کی تحقیق اور اس کا طبع دیکھنے کے ساتھ نہ کہہ سکتے ہیں اس کا سراغ تلاش کیجئے کہ یہ شہور کب سے ہوتا ہے۔

ملاحظہ اس کی ابتدا اس مقام سے ہوتی ہے کہ آپ "اکتوت دینی" کا باب تصور کرتے ہیں تو سارا آپ کے سامنے دور نبوت اپنی ساری تحلیلوں کے ساتھ آجاتا ہے اور اس خیال سے آپ کامل چٹنے لگتا ہے کہ وہ عظیم رہنما اور وہ ہے ظہور کار کسی زمانہ کبھی ہیں جن کے ہاتھوں پر ہم اس وقت ہوا تھا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ تعویذ وہ

کے لئے آپ اسی بڑی مٹی، خام، بھردھنی پیچ جائے اور کسی دوسرے سوال پر غور کرنے 'یا آگے بڑھنے سے پہلے اپنے دل کا ہاتھ لے کر تحقیق کیجئے کہ یہ سوال آپ کے دل میں ابھرتا ہے تو اس کے ساتھ کس قسم کے رشتہات آپ کے نفس کو اپنی طرف کھینچا شروع کرتے ہیں؟ آپ گمراہ ہیں یا نہیں؟ اور رشتہات کی کشش آپ کو خود غوس ہو گی۔

ایک یہ کہ ہم اس پر چاہے آپ نہ وہ رہنا اور وہ کارکن میرا نہیں کے 'نہ یہ ہم ہو نیکے ملک میں لئے بحر ہے کہ پورے دیں کی اہمیت کا تصور ہی پھول نہ ہو ہم ہو نہیں سکتا اس کے پیچھے چلنے سے کیا حاصل دیں کی جتنی خدمت میں سے کوئی ایک خدمت اپنے ہاتھ میں لے لو اور کبھی کبھار یہی بھلی ہی آئے کرتے رہیں۔ میں اپنے والی تجربات و مخلوقات کی جانے کتابوں کہ یہ لوگوں رشتہات ہے جو اس مقام پر کوئی کے سامنے آتا ہے اور میں انہیں کے ساتھ کتابوں کہ یہ پلا دو کا ہے جو شیطان ایک ایک نفس مسلط کو رہا ہے مگر وہ اہمیت دیں کے نصب العین سے کسی طرح ہر آہستہ اس لئے آگے کی کوئی بات سوچنے سے پہلے آپ کو چاہئے کہ اس لرب کو لول قدم ہی ہے بچپن میں غور اگر آپ ایک ہیئت ہیں تو پورے شعور اور حرم کے ساتھ اپنے دامن میں پہلے اس کا اچھی طرح کلیج کر دیں۔

وہ سارا رشتہات جو اس کے بعد سامنے آتا ہے یہ ہے کہ یہ ہم ہے تو سب تک ضروری اور فرض 'مگر اس کے لئے رشتہات اور کارکنوں میں وہی زندگی و انجلی اوصاف درکار ہیں جن کی بدولت صد ہوی میں یہ ہم ہوا تھا کھڑا پہلے دینے میں ہوا اور اس طرح کے آدمی کا 'نہ اس ہم میں گم ہو۔ یہ وہ سوا دو کہ ہے جو پہلے دھوکے سے بچا نکلے دہلے کو شیطان دھم دھم کرتا ہے۔ وہ اب دیکھا ہے کہ یہ نفس اس نصب العین، ہم کیا ہے اور اس سے بچنے پر کسی طرح رخصت نہیں ہوتا تو ہمارا اس کو اگر کے چلنے تھوڑی ایک غلط روئے والے کی کوشش کرنا ہے۔ وہ اس سے کہتا ہے کہ سچا ملک دیکھا ہوا جس حلی حضور کی طرف تو چلا چلا ہے۔ یہ تو حلی حضور ہی 'مگر یہ وقف 'تو ہوا نیکے اندر ہوا ہی اتنے کا پہلے دھوکے سے ہار نکلے، میرے کی سخن انہی طرح کر لے 'پھر وہاں میں قدم رکھا اس طرح وہ واضح حلق 'آری

کو واقعی ہے وقت کا دیا ہے اور ہر لوگ اس کے دلوں سے ملت کھا جاتے ہیں وہ سب نہ صرف خود فکلی ہے، تجرانی کی مثل شمع کر دیتے ہیں بلکہ جن جن لوگوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں ان کو بھی فکلی کا تجرانا جلتے میں خوب سہارت ملی دکھاتے ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان باہرے فکلی کو اگر تو مریض دریا میں اتارنے کی سہت نہیں ہوتی اور اگر بھی اتار جاتے ہیں تو لکڑی پتوں کے سے نکلنے ہی کا فرق ہو جاتے ہیں، یا دریا کے بہاؤ پر بہہ نکلنے ہیں۔ کیونکہ دریا سے باہر فکلی ہے تجرانی میں ہر کمال پیدا کیا جاتا ہے وہ دریا کی مدد سے پہلا سہتہ جڑتے ہی نکھوم ہو جاتا ہے۔

اس کی مثل تلاش کرنے کے لئے کہیں دور جلتے کی ضرورت نہیں۔ اپنے ہی ملک کے جن ملک کا مشرکہ لپٹے جنہوں نے درس حدیث و فقہ کی مسعود اور ڈگری فلسفہ کے دلوں سے فکلی کر فکلی سیاست کے مریض میں چھٹا لگتی تھی۔ ہوتا تو یہ چاہتے تھا کہ ان نفس قدسہ کی برکت سے دریا کی رفتار کا ساغ بدل جانا اور اس کی گھڑکیوں دور ہو جائیں۔ مگر ہوا یہ کہ وہ خود اس کی گھڑکیوں میں لٹ پٹ ہو گئے اور دریا کا ساغ ہونے کے پہلے خود اس کے ساغ پر مڑ گئے۔ آپ ان بزرگوں کی فرست پر فکھ والیں۔ اس میں کیسے کیسے امور امتداد میں سیاست شریک ہیں۔ مگر اس مطلب سے کہ آپ کن آنکھوں دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ سہتے ہی امتداد اپنے مایہ ناز شاکروں اور شیلوں سمیت باقی ہونے لگے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ شیطان کے اس دھوکے کو بھی ابھی طرح پہچان لیں اور اگر واقعی خدا کی راہ میں جگہ کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دل کو اس کی ہر ملک سے صاف کر کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں، وہ نہ راستے میں ہر قدم پر یہ آپ کے اندر بھی کنوڑی پیدا کرنا دے گا اور آپ کے توسط سے دوسرے بہت سے ساتھیوں تک بھی اس کا اثر پھیلی ہو گا۔

ان دونوں رجحانات کی قطعی کو اگر قوی آواز ہی میں محسوس کر لے تو وہ اس طریق ڈگری و تربیت کو آپ سے آپ ترجیح دے گا جسے ہم نے ترجیح دی ہے۔ لیکن اس راہ پر چند قدم چلنے ہی کے بعد دنگے جگہ ہو جائے گی جسے آپ نے جس میں سے

ہر ایک پر بھی کر توی کاٹ چلتا ہے کہ دائیں یا بائیں مڑ جائے اور اگر وہ نہ مڑے تب بھی آگے چلے ہوئے پار اس کے مل میں ایک ٹکٹ محسوس ہوتی ہے کہ وہ مل میں سے کسی سوڑ پر کھلے مڑ گیا بلکہ بنا وقت میں تک ہی پہنچے گا ہے کہ چلے اور اسی میں سے کسی سوڑ کی طرف مڑ جائے۔ میں چلتا ہوں کہ آپ ذرا اپنے ذہن میں اپنا سفر سمجھ کر شروع کریں اور ان میں سے ہر ایک سوڑ کی کشش محسوس کر کے ذرا اس کا پانی لے کر دیکھیں کہ کونسا کھانا ہے اور کیا چیز اس کی طرف مائل کرتی ہے۔

ایک سوڑ آتا ہے جس کی طرف سے مل میں پار یہ ٹیل پگھلیا ہوا ہے کہ اس کام کے لئے ہر مل ڈاکے جس ضرورتی ہے "اور ڈاکے جس کے وہ طریقے ہو گئے اور دیکھتے ہیں اعتبار کے لئے جیسے کہ وہ واضح اور متعین نہیں ہیں "اور بعد کے طور پر جن ہر دو گوں نے ان طریقوں کو متعین کیا وہ سو فیصد کرام ہیں "اور ظاہر ہے کہ وہ سب ہر دو گوں دیے ہی ہیں "لہذا اس کام کے لئے ہر ڈاکے مطلوب ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے قصوف کے صوف طریقوں میں سے کسی کو اختیار کرنا پڑے گا۔ سب سے طرز کے لوگوں میں تو شاید کم ہوں مگر یہی غلاموں میں جن لوگوں نے آئیں کھلی ہیں ان سب کو اس سوڑ کی کشش کم و بیش حاذق کرتی ہے۔ میں ان تمام لوگوں سے ہر اس کشش کو محسوس کرتے ہیں عرض کرتا ہوں کہ یہ کم اس مقام پر ضرور کہ خوب اچھی طرح خود تحقیق کریں اور ذرا سے پاک طریقے سے کریں۔ کیا واقعی کسی سو فیصد لڑکچہ میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ اگست دیے لپے وسیع و جامع تصور کے ساتھ ان ہر دو گوں کے پیش نظر حق میں ہے یہ سو فیصد طریقے بتا رہی ہیں؟ کیا کہیں اس بات کا پتہ نکلیں ملتا ہے کہ اسی شخص کے لئے کارکن چار کرنے کی فرض سے انہوں نے ان طریقوں کو اختیار کیا تھا؟ کیا ان طریقوں سے چار کے ہوئے تو میں نے بھی یہ کام کیا ہے؟ اور کیا ہے تو یہ طریقے اس کام میں منہ جوت ہوئے ہیں؟

پھر صبح نظر اس سے کہ حدود مل کا طریقہ ڈاکے جس متعین ہے یا نہیں "میں ترکین اور سیرت محمد علی صاحبہ السلام میں اس کے ہر اصول اور عملی جزئیات ملے ہیں ان کا مطالعہ بعد کے سو فیصد طریقوں سے کر کے آپ خود دیکھیں "کیا ان دونوں میں نمایاں فرق نہیں پڑتا؟ اس بحث میں نہ چہرے کہ سو فیصد طریقوں میں ہر مختلف

جنہیں پالی جاتی ہیں وہ مہلکات کے قبیل سے ہیں یا مہلکات کے قبیل سے 'بھٹ' صرف یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں اطلاق و مدلولی علاج کے لئے جو نسخہ تجویز کیا گیا تھا 'آیا صوفیاء نے اسی نسخے کو جن کا قرآن استعمال کیا؟ یا اس نسخے کے بعض اجزاء کو کم بعض اجزاء کو زیادہ' اور بعض نسخے اجزاء کا اس میں اضافہ کر دیا؟ پہلی صورت کا تو شاید آج صوفیوں کا کوئی پتہ نہ ہو۔ پتا تو کبھی بھی دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ دوسری صورت ہی مانتی ہے۔ مگر وہی وہی نسخہ موجود بھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اجزاء کی تعدادوں میں کی بیشی اور بے اجزاء کے اضافہ سے نسخے کا مزاج بدلا ہے یا نہیں؟ اگر بدل گیا ہے تو یہ اس مفہوم کے لئے کیسے مفید ہو سکتا ہے جس کے لئے حکیم مطلق بعد اس کے پندرہ شاکر نے اپنا نسخہ مرتب کیا تھا؟ اور کوئی کہتا ہے کہ ان مختلف ترتیبات اور اضافوں کے پھر نسخے کا مزاج نہیں بدلا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تاریخِ حکمت میں یہ پہلی ہی ایک زبردستی ہے (بلکہ شاید ثانی طاقت ہے) کہ اجزاء کے نسخہ میں غلطی کی کمی و بیشی اور مختلف نسخے اضافوں کے پھر نسخے کا مزاج جن کا قرآن بنا گیا۔

میں قریح رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تحقیق میں ہے یا عقیدوں اور سوسائٹی تقاضات کو دخل نہ دے گا اور غلطی سے ملے گا تو اس مسئلہ میں پورا ایمین ہو جائے گا کہ اجماعِ دینی کے لئے ایسی ہی طرف توجہ ہے، اجماعِ کلامی ہو گا کہ قرآن اور سیرت رسول ﷺ میں ملتا ہے۔ وہ اگر مفید نہیں ہے تو اب اسے مفید کرنا چاہئے۔

اس سوز کو جو شخص پورے ایمین کے ساتھ پھوڑ کر آئے ہوتا ہے اسے ذرا آگے ہل کر ایک اور مقام، حیرانی میں آتی ہے۔ سیرت نگاروں نے حدِ صحابہ کی غصیوں کے جو مرجع سمجھے ہیں وہ اس کی نگاہ میں گھونٹے گتے ہیں اور یہ دیکھ کر اس کا دل بھر بیٹھتا ہے کہ ان کئی مرقعوں سے ملتی جلتی غصیوں تو کیسے فکر نہیں آتی 'پھر بھلا یہ ہم کیسے ہو گا؟ اس مقام، کوئی ہر طرف نظر دوڑاتا ہے کہ کہاں کوئی راستہ ملتا ہے۔ پھر جا کر میں اپنی مطلوب غصیوں یا سکون۔ اور بہا لوگات شیطان میں پھر اس کو مشورہ دیتا ہے کہ بس اسی جگہ سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ یا بس اس سے کہیں نہ

رہا۔ اس مریضے پر بھی ضرور کڑی کو اچھی طرح غور کرنا چاہئے اور غلطی سے
 تحقیق کر کے ایک دانے غلطی نہ کرنا چاہئے۔ جس ایسے ذاتی تجربے کی بناء پر عرض کرنا
 ہوں کہ یہاں جو کچھ بھی تحریر کیا ہے، سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔ وہ جھگڑوں سے غلط
 کی بناء پر ہوتی ہے۔ وہ نہ تحقیق پر مبنی ہے نہ اس کی سمجھ میں آجائے تو قلب مطمئن ہو جاتا
 ہے اور آگے کارآمد مفاد نظر آنے لگتا ہے۔

پہلی حقیقت یہ ہے کہ جن غصیضوں کے لئے وہ علاج کر رہا ہے وہ غصیضیں
 نہ ایک دن میں بنی تھیں نہ آپ ہی آپ ہی بنی تھیں۔ وہ طبع سے بنی تھیں۔ مثلاً
 سبیل میں بنی تھیں اور اگر آپ ہے اب تحقیق سے کام لیں گے تو آپ کو معلوم ہو
 جائے گا کہ گوشائے دولت میں نہیں بنی تھیں بلکہ قرآن و سنت کی ہدایت کے مطابق
 اقامت دین کی ہر وجہ میں لگ جائے اور جاہلیت کے خلاف عمل کمال کرنے سے ہی
 ہر درجہ میں مستور کر دیا اس مریضے پر پہلی غصیضہ آپ سیرت کی کتابوں میں دیکھ دیجئے
 کہ آج مثل مثل کر رہے ہیں۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ غصیضہ سازی کے اس طریقے
 کی پیروی کرنے سے وہی نتائج حاصل نہ ہو۔ اس وجہ کے نتائج نہ کسی اس طرز
 اور اس نوعیت کے نتائج ہیچ حاصل ہونے ہی چاہئیں، ہر ملکہ میرے کام لے کر
 اسی طریقے کی پیروی کی جائے اور حکمت و منتقلہ کے ساتھ اس کو ٹھیک ٹھیک جگہ پر
 کی جائے۔

دوسری حقیقت جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ پریشانی لاحق ہوتی ہے یہ ہے کہ
 کتنی غصیضیں ذاتی غصیضوں سے اچھی خاصی غلط ہوتی ہیں ایک گروے ہونے
 زمانے کے ہر نئے مسئلہ قرآن پر سمجھنے جاتے ہیں گوشت پرست کی دنیا میں پیڑہ وہ نئے
 بھی پیدا نہیں کئے جاسکتے لہذا جس غصیضہ کو خیراتی دنیا میں نہ رہا ہو بلکہ ذاتی دنیا میں
 بہک کر رہا ہو اسے اس خیال غلام میں جگانا نہ ہونا چاہئے کہ گوشت پرست کے انسان بھی
 بشری کمزوریاں بنے، پاگل جنہ اور تمام مثالی کمالات کا مرقع بن سکیں گے۔ آپ وہ
 کمال کو نگاہوں سے فوجیل تو نہ ہونے دیں اور اس تک غور نہ کیجئے اور وہ سب کو
 پہانے کی کو خوش بھی باری دیکھیں، مگر سب کے علاوہ خدا کی راہ میں کام کرنا اور بڑا
 کامیابی سے کام لینا ہر فرقہ و سنت کے مطابق دین کے تقاضوں اور مطالبات کی مد

لوسٹ آپ کو نگہ میں رکھتی ہے کی جس سے آپ کا نور آپ کے ساتھیوں کا کام ہو جاتا رہتا ہے اس کام کرنے کے لئے کافی ہو اور جس سے بچے کر جاتا کمال بدوشتہ نہ ہو۔ یہ حد لوسٹ خود ساختہ نہ ہوتی چاہئے۔ اس کا لحاظ لے کر کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی ہوتی چاہئے۔ لیکن جو عمل اس حد کو گھٹا اور نگہ میں رکھتا خود ہی ہے۔ اس کے بغیر کوئی عملی کام تو ہی نہیں کر سکتا۔ صدر اول میں جن لوگوں سے لے کر اکام لیا گیا تھا وہ سب بھی نہ یکساں تھے اور نہ حق میں سے کوئی بڑی کنوینشن سے براہ راست منع بھی جن لوگوں کے ہاتھوں یہ کام ہو گا۔ ہر طرح کی کنوینشن سے پاک نہ ہوں گے۔ یہ غلطی نظام جماعت میں ہوتی چاہئے کہ وہ مجموعی طور پر ایک صلح اور یکجہوت نظام ہو اور اس کے اندر یہ استعداد بھی موجود ہو کہ افراد اس میں شامل ہو کر دینی حق کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دیں اور حق کی کنوینشن بدلتے کار کرنے کے کم سے کم پہنچ جائیں۔

ان سب الجھنوں سے بچنے والے کے بعد پھر بھی توئی کے دل میں یہ غلطیاں پائی نہ جاتی ہیں کہ اپنے جن رفقاء کے ساتھ وہ اجماع دین کے لئے کام کر رہا ہے وہ معیار مطلوب سے بہت نیچے ہیں اور ان کے اندر بہت سے پہلوؤں میں بھی بہت خامیاں پائی جاتی ہیں۔ اس غلطی سے میں نے اپنے کسی رفیق کو بھی غلط نہیں پایا ہے اور میں خود بھی اس سے غلط نہیں ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر یہ غلطیاں ہمیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خامیوں سے دور کرنے پر اٹھاتا ہے اور ان صحیح ذرائع و وسائل کی تلاش اور ان کے استعمال پر توجہ کرتا ہے جن سے یہ خامیوں دور ہوں تو مبارک ہے یہ غلطیاں۔ اسے غما نہیں۔ بلکہ بڑھتا چاہئے۔ کیوں کہ ہماری ہماری اخلاقی و روحانی ترقی کا انحصار اسی غلطیوں کی پیدا کی ہوئی غلطی پر ہے۔ جس مدد یہ مثلاً اور ہم اپنی جگہ مطمئن ہو گئے کہ جو کچھ ہمیں بننا چاہئے تھا وہ ہم ہی بچے اسی مدد ہماری ترقی بد ہو جائے گی اور ہمارا تخیل شہد ہو جائے گا لیکن اگر غلطیاں ہمیں باقی اور فرار پر توجہ کرتا ہو تو یہ غلطیاں ہمیں دوسرے شیطان ہے۔ جب بھی اس کی کمک محسوس ہو ماحول وہ قوت لگا جلتا ہے اور اپنے کام میں لگ جاتے۔ اگر آپ واقعی خدا کا کام کرنے لگے ہیں تو خوب سمجھ لیتے کہ ایسے دوسروں سے اپنے دل کو قاصر کیے بغیر آپ کہہ نہ کر سکیں گے۔ اس

وقت شیطان کے لئے اس سے زیادہ مرغوب کوئی کام نہیں ہے کہ آپ کے سامنے
 جماعت اسلامی کی ہر غلطی کو بے قدر اور بے وزن کر کے پیش کرے۔ اور اس کی یا
 اس کے افراد کی ہر کوتاہی کو بوجھا چھاکر دکھائے تاکہ آپ کسی نہ کسی طرح دل
 چھوڑ بیٹھیں۔ (ترجمان القرآن۔ صفحہ ۱۰۰۔ دوسرا حصہ)

نمائش فقر کا مطالبہ

سوال: آپ حضرات صومعہ پر سرائقوار بلند اور امراہ سخت تنقید کرتے
 ہیں، اس کا یہ کہ وہ زبان سے ”مسلم اسلام“ پکارتے ہیں، عوام اور غلام کی
 ہوردی کا رنگ لپیٹتے ہیں، مگر ان کے اعلیٰ حق کے انصاف سے سراسر
 غفلت ہیں۔ لہذا خود آپ حضرات کے لئے تو یہ اللہ خودی ہے کہ جب
 کہ آپ ایک اسلامی سوسائٹی بنوا کرتے کی جہد کر رہے ہیں، آپ کے
 اقوال و افعال میں کمال یکسانیت ہو۔ ورنہ آپ کی تنقید صومعہ امراہ اور
 پر سرائقوار بلند بے معنی ہے۔

میں جانتا ہوں کہ اسلام اس بات کی اہلیت دیتا ہے کہ ہم اپنی جائز
 کٹائی سے اپنے آرام و آسائش کے سلسلے بنائیں، ”اچھی غذا نہیں کھائیں“
 مگر کیا ایک ایسی سوسائٹی میں جہاں ہر طرف بھوک اور افلاس ہو، طرحی اور
 بے چارگی ہو، ”خصوصاً ایک دہائی کو یہ لہجہ دیتا ہے کہ وہ لہجہ طبعیت
 استعمال کرے“، ”وہ غذا نہیں کھائے اور ایک بے تکلف زندگی گزارے؟ کیا
 رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی یہی روش تھی جب کہ وہ
 اسلامی تحریک کو پھیلانے میں مصروف تھے؟ آپ کے اہل ارکان کی ایک
 حد تک متعیشہ (comfortable) طرز زندگی کو دیکھ کر میرے اندر یہ سوال
 پیدا ہوا ہے۔

یہ لوگ کرم میرے (اہل غلبہ) کو دور کر دیں۔

جواب: مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے جماعت اسلامی کے کئی لوگوں کو دیکھا ہے اور
 ان کی زندگی میں کیا چیز آپ کو متعیشہ (comfortable) نظر آتی ہے۔ اس لئے آپ کے

سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ جواب لے کر چلے گئے۔ چلنے سے پہلے کہ آپ کسی شخص کا
 اور اس شخص (بوسیدہ) کا ذکر نہ فرمائیں، جو آپ کے اس کی زندگی میں رکھا ہے۔

یہاں سید کریم اور نبی کریم ﷺ کی زندگیوں کا مطالعہ جن کا آپ نے حوالہ
 دیا ہے، تو میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ انہوں نے بھی اپنی زندگی میں معمولی دوسری
 پیدا کرنے کی کوشش نہیں فرمائی، اور نہ عقل اس غرض سے اپنے لباس، مکان اور
 خوراک کا مسیار کم تر رکھا کہ دیکھنے والے کو ان کی فقیرانہ شان دیکھ کر دلادیں۔ وہ سب
 بالکل ایک عقلی، سادہ اور معقول زندگی بسر کرتے تھے، اور جس اصول کے پابند تھے وہ
 صرف یہ تھا کہ شریعت کے ممنوعات سے پرہیز کریں۔ مہمان کے دائرے میں زندگی کو
 محدود رکھیں، رزق حلال حاصل کریں اور وہ خدا کی جودیت میں ہر عمل ثابت قدم
 رہیں۔ وہ اس میں عقوبت و عیش آسہ یا لذت کسی وقت اپنی نعمتوں سے لوار دے۔
 جان بوجھ کر برا پہنا نہ کہ اچھا پہنے کو جائز طریقے سے مل سکے، اور جان بوجھ کر برا
 کھانا نہ کہ اچھی غذا حلال طریقے سے، کیم کچی سکے کو کاسک نہ کھانے کو جس سے
 جان بوجھ کر وہ خدا میں جودیت کرنے کے ساتھ حلال روزی قرائی کے ساتھ مل
 جاتی تھی وہ اچھا کھاتے بھی تھے، اچھا پہنتے بھی تھے اور ہاتھ مکانوں میں بھی رہتے تھے۔
 خوش حال گویوں کو قصداً بد حال بن کر رہنا ہی ~~عقل~~ نے بھی پسند نہیں فرمایا،
 بلکہ آپؐ نے خود کو یہ بتایا کہ لطف تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر تمہارے لباس اور کھانے
 اور ساری میں دکھانا پسند فرماتا ہے۔

بھئی کچھ میں بھی ان لوگوں کی نصیحت میں آنکلی ہو خود اپنے لئے تو لطف کی
 ساری نعمتوں کو مہلج سمجھتے ہیں اور دوسرے کسی شخص کا بھی اچھا کھانا اور اچھا پہنا ان
 کی نگاہوں میں نہیں نکلتا مگر جس کسی نے لطف کے دین کی خدمت کا ہم لیا، پھر اس
 کا سہا لباس اور سہا کھانا سمجھتا دوسرے کا مکان اور فرنیچر بھی ان کی نگاہوں میں نکلتے
 لگا اور ان کا دل یہ چاہتے لگتا ہے کہ اپنے عقل کو زیادہ سے زیادہ بد حال دیکھیں۔
 شاید لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کی نعمتیں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو خدا کا کام
 کرنے کے بجائے اپنا کام کرتے ہیں۔ رہے خدا کا کام کرنے والے، تو وہ خدا کی کسی
 نعمت کے مستحق نہیں ہیں۔ یا پھر شاید ان کے دماغوں پر رعبوں اور غیباہوں کی زندگی

آئندہ بچا ہوا ہے اور وہ دینی داری کے ساتھ معاہدہ کو قائم و مخدوم رکھتے ہیں اس لئے کہ ان دینی داری کو ایک الگ نظر آتا ہے۔

اگرچہ جماعت کے بعد سے لوگ اس ذبیحہ کے استحضار کے ہدف پر پہنچ رہے ہیں، لیکن سب سے پہلے کہ ہمیں دانتوں کا ٹکڑا ہوا ہے۔ حالانکہ میرا نظریہ نظر اس معاملے میں سترہویں کے نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ میرے نزدیک ہر وہ چیز سوائے ہر آدمی کو دینی کام بلکہ ہر زیادہ حصار میں اہم دینے کے قابل بنانے نہ صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے لائی، اعلیٰ اعلیٰ ہے۔ اور اسے ڈک کر دینا نہ صرف ایک تعلقات ہے بلکہ اگر وہ اعلیٰ دینی کی نسبت سے ہو تو برابری بھی ہے آپ خود خود کریں کہ ایک مجلس اگر سہولت استعمال کر کے کم وقت میں زیادہ کام کر سکتا ہو تو کیوں اسے استعمال نہ کرے؟ اگر وہ بیچنے والوں میں آرام سے سڑ کر کے دوسرے دن اپنی اصل مقصد پر پہنچے ہی لیا کام شروع کر سکتا ہو تو کیوں قبلہ کلاس میں دانت ہر کی ہے آدھی سول لے اور وہ سوائے کام میں صرف کرنے کے پہلے ٹھنک دے کہنے میں صرف کرے؟ اگر وہ گرمی میں بجلی کا بجھا استعمال کر کے زیادہ بجلی کام کر سکتا ہو تو وہ کیوں بیچنے میں ضرور ہو کر اپنی قوت کو کا پڑا حصہ ضائع کر دے؟ کیا ہی سہولتوں کو وہ اس لئے چھوڑ دے کہ خدا کی یہ نعمتیں صرف شیطان کا کام کرنے والوں کے لئے ہیں؟ خدا کا کام کرنے والوں کے لئے نہیں ہیں؟ کیا انہیں ہر ذرا رخ سے فراموش کرنے کی قدرت دیکھتے ہوئے بھی خود کو بھڑکانا اور کام کے نقصان کو گوارا کر لینا تعلقات نہیں ہے؟ کیا سترہویں کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے سپاہی ہوائی جہاز پر بیٹھیں اور خدا کے سپاہی ان کا مقابلہ چٹانوں پر جلی کر کریں؟ یا وہ پہنچتے ہیں کہ کام ہو یا نہ ہو؟ ہم صرف ان کا دل خوش کرنے کے لئے اپنے آپ کو فقیر بنا کر دکھاتے ہیں؟

(آرمین افریکہ۔ رب، شیطان نہ سمجھو۔ اپریل، مئی ۱۹۵۵ء)

رکنیت جماعت اسلامی کی ایک درخواست پر فیصلہ

سوال: ایک مقامی جماعت اسلامی کے امیر و پورٹ کہتے ہیں:

”میں صاحبِ عرصہ سے سرگرمی سے کام کر رہے ہیں، رکنیت کے ال ہیں“

موس سے من کی درخواست پڑی جب من کی ذاتی زندگی شریعت کے مطابق
 ہے مگر وہاں کے مصلحت اصل میں نہیں کہتے کہ تک اہم لگس واسطے
 فتح کی فی سدی اتنی زیادہ لگاتے ہیں کہ اگر اصل میں دلی چاہئے تو ساری
 کوئی لگس میں جلی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی جھ کھل اعتراض نہیں
 ہے۔

اس پر مقلد کی عداوت اسلامی کے امور پر روٹ کھڑے ہیں۔
 درخواست کنندہ نہایت سلیقہ فروش ہے اور عداوت کے کہوں
 میں کئی ایسا اور سرگرمی کا مظاہرہ کرتا رہا ہے۔ اس کے بارے میں صرف
 انہی جمل مصلحت کا مطالعہ ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ حقیقت
 یہی ہے کہ اگر کچھ مصلحت میں کے جائیں تو سارے لگس اور اہم لگس کی ضرور
 نہ صرف مصلحت کی کوئی جگہ پر نہیں کا ایک حصہ بھی ہو جاتا ہے۔ من مصلحت
 میں وہ نہایت مجبوری کی حالت میں قلعہ مصلحت میں کرتا ہے لیکن وہ ساری
 طرف ہمارے لئے یہ بھی مشکل ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو ہر جہاں پر جہد کر
 قلعہ بات کو کچھ حاکم میں کرتا ہے، رنجیت کے لئے کچھ قبول کر لیں۔ چونکہ
 یہ ایک مشغول نہیں ہے۔ اس لئے اپنی اور مقلد کی مہل ضرورت کی
 رہنمائی کے لئے یہ درخواست کہ اس کی خدمت میں بھیج دیا ہوں کہ آپ
 ہمیں اس کے حقیقی طور پر دیکھ کر ایسے مصلحت میں ہم کیا رویہ اختیار
 کریں۔

جواب : ہم نے یہ عداوت اس لئے نہیں جاتی ہے کہ ایک ایک توہی ایک ایک
 مجبوری کی بنا پر وہی و انھیں کے ایک ایک اصول کو توڑنا چاہتے۔ اگر ہمیں ایسا کرنا
 ہوتا تو پھر اس عداوت کے بنانے کی ضرورت ہی کیا تھا۔ ہمارے میں نظر تو ایسے لوگوں
 کو منظم کرنا ہے جو ہر عمل صداقت اور دیانت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور
 جھوٹ اور ہڈیا جی کی حالتوں سے دھت کے بجائے من سے گریں۔ اگر ہم اس طرح
 عداوت کے نظم میں داخل دھت چلے جائیں کہ جس جن بیہوشیوں کے لئے لوگ
 مجبور ہوں من کی اجازت دے دیا کریں تو اس عداوت میں بھی ضعیف لافلاس لوگ

جمع ہو جائیں گے اور ان سے کوئی صلہ کا حکم نہ ہو سکے گا۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ
 پھر ان کے اور اہم فرائض سے جس طرح ہم ٹکرات و تردد کریں گے جو کہ اور جملہ سادہ
 رہا ہے۔ یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ سرکاری ملازمین کو رخصت دے کر بھی اسٹیٹ سے
 وہ ہم تکلیفیں نہ لے سکیں گی۔ ہاں اس خطے میں جیسا کہ کہی جاتا ہے۔ یہ بھی ہم کو
 معلوم ہے کہ اگر کوئی رخصت بھی نہ دے اور جملہ ملازمین بھی نہ رکھے تو اس کے
 لئے کاروبار چھوڑ دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ہم اپنے
 ارکان کو رخصت دینے کی اہلیت دے سکتے ہیں اور نہ جملہ ملازمین رکھے۔ اس کے
 بدلے ان کا ہم یہ ہے کہ وہ تہذیب و تمدن کو ان کے لئے پیدا کرنے کی کوشش
 کریں۔ ان کو حکم کریں اور ان کی ذمہ داریاں قائم کر کے۔ اور اگر وہ پہلے
 سے قائم ہوں تو ان کی رہائش کو دوبارہ کر کے۔ یہ حق ہے کہ ہم کو کوئی شخص
 کسی سرکاری ملازم کو ایک اور رخصت نہ دے۔ کوئی جو ملے ملازم نہ رکھے۔ اگر
 سرکاری ملازمین ان کے اصلی ملازمین کو ملازمت سے کران کی فوریست یا کوئی
 فرضی طور پر دائرہ تکلیف کریں اور ان پر زیادہ فرائض عائد کریں تو کوئی شخص اس فرائض
 کا ایک اور کوئی نہ کرے۔ اگر ایسے ہے ہاں فرائض کی وصولی کے لئے کسی کی دکان کا مال
 بیام کیا جائے تو اس پر کوئی شخص بھی نہ دے۔ جب تک اس طرح کی تکلیفیں نہ ہوں
 گی ہمارے ارکان کو نقصان اٹھا کر ہم کو اپنے ملک کی ترقی کے لئے بے لیاہی کے
 درمیان ایک ایسا دار بھی ہیں سے زندگی بسر کریں کہ سکھ لیں اگر سب کو۔ یا
 کم از کم اکثریت ہی کو۔ رخصت اور رخصت دہی پر تعلق کر لیا جائے تو سب کے
 لئے جملہ سودی حاصل کیا بھی نہیں ہو جائے گا اور سرکاری ملازمین کی زیادتیوں کا
 بھی سدباب ہو سکے گا۔ (ازمنان انگریزی۔ رخصت دہی۔ جلد اول ص ۱۵۵)

اسلام سے توبہ

سوال: مجھے آپ کی تحریک سے ذاتی طور پر نقصان پہنچ رہا ہے۔ میری
 ایک بہن آپ کی جماعت میں شامل ہو گئی ہے۔ کیا معلوم ہوتا ہے کہ اس
 کی جان ہلاک ہو گئی ہے۔ ہر وقت لانا 'توبہ' دعا اور نصیحت سے ہم ہے کہ

کے اہل کو زندگی آپ کا ترجمہ قرآن عطا ہے۔ اگرچہ تعلیم یافتہ ہے لیکن خیالات کے اعتبار سے وہ سوجھ بوجھ کی لڑکی نہیں رہی۔ لہٰذا سادہ اور سلیقہ پہنٹی ہے۔ جس دن مل چاہے وہ نہ دیکھ لیتی ہے۔ میں اس کے اس طرز سے نصیحت پریشان ہوں۔ رشتہ داروں میں جو سخت ہے وہ اس لئے رشتہ پر اکتفا نہیں ہوتا کہ رشتہ دن دھڑک کر سب پر سوں میری غلط کئی تھیں، میں کو بھی یہ نصیحت کرتے تھیں۔ چند کتابیں اور ایک کچھڑا آپ کے ہاں کا انہیں دے دیں۔ کل ہزار قاضی لوگ میرے لئے گئے، اس سے بہت کم کم یہ نصیحت گئی۔ ہاتھ دلوں کی ہی زندگی بسر کرنے کے لئے اس ماحول میں آخر کس طرح گھاٹل پیدا کی جائے۔ نہ تو اس کی شادی اس طرح ہو سکتی ہے اور نہ اس کے خیالات بدلنا میرے ہاتھ کے ہاں میں ہے۔ اگر اس سے کچھ کماتا جائے تو رنجیدہ ہو جاتی ہے۔ تھپتھپ میں کیا کہوں؟

جواب: اس معاملے میں میں خود بھی بے بسی ہوں۔ آپ اپنے طور پر ہی کو مشق کریں کہ آپ کی ہمشیرا اسلام سے توبہ کر لیں۔

(ترجمان القرآن۔ شعبان، رمضان ۱۴۱۵ھ - مئی، جون ۱۹۹۵ء)